www.KitaboSunnat.com

[illegible]

آیات اللہ الکاملہ

اردو ترجمہ

حجۃ اللہ البالغہ

تصنیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

[illegible]

ناشر

کتب خانہ شان اسلام

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اٰیَاتُ اللّٰہِ الْکَامِلَۃ

اُردُو ترجمہ

www.KitaboSunnat.com

حُجَّۃُ اللّٰہِ البَالِغَہ

مؤلفہ

حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مُترجمہ

مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد رحمہما اللہ

ناشر

کُتب خانہ شانِ اسلام

راحت مارکیٹ اردو بازار، لاہور

پاکستان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

باب نمبر	عنوانات	صفحہ
	دیباچہ	
	مختصر حالات مصنف کتاب علیہ الرحمۃ	
	آغاز کتاب	
	مقدمہ	۵
باب ۱	خدا کی صفت ابداع خلق تدبیر کے بیان میں	۱۲
۲	عالمِ مثال کے ذکر میں	۱۸
۳	ملاءِ اعلیٰ کے ذکر میں	۲۱
۴	سنت اللہ کے بیان میں	۲۴
۵	رُوح کی حقیقت کے بیان میں	۲۶
۶	سرالتکلیف (مکلف ہونے کا بیان)	۲۸
۷	تکلیف کا تقدیر سے نکلنا	۳۰
۸	تکلیف کا جزاو سزا کے لئے باعث ہونا	۳۶
۹	اختلافِ پیدائش کا بیان	۳۸
۱۰	اُن ارادوں کے اسباب جو کاموں کے باعث ہوتے ہیں	۴۰
۱۱	اعمال کا نفس کے ساتھ تعلق	۴۱
۱۲	اعمال کا ملکات نفسانی سے تعلق	۴۳
۱۳	جزاو سزا کے اسباب	۴۵
۱۴	دنیا میں اعمال کی سزا	۴۶
۱۵	موت کی حقیقت میں	۴۸
۱۶	لوگوں کے حالات کا عالم برزخ میں مختلف ہونا	۵۱
۱۷	واقعاتِ حشر کے اسرار و رموز	
۱۸	تدابیر نافعہ کے حصول کی کیفیت	۵۴
۱۹	تدابیر اُولیٰ کے بیان میں	۵۶
۲۰	آدابِ معیشت کے بیان میں	۵۸

باب نمبر	عنوانات	صفحہ
۲۱	تدبیرِ منزل کے بیان میں	۵۹
۲۲	معاملات کے فن میں	۶۲
۲۳	سیاستِ مدنی کے بیان میں	۶۴
۲۴	بادشاہوں کی سیرت میں	۶۶
۲۵	اپنے اعوان و انصار کی سیاست کے بیان میں	۶۷
۲۶	منافع چہارم کے بیان میں	۶۹
۲۷	اصولِ منافع پر سب لوگوں کے اتفاق کا بیان	۷۱
۲۸	اُن رسموں کا بیان جو لوگوں میں مشتہر ہوتی ہیں	۷۲
۲۹	سعادت کی حقیقت کے بیان میں	۷۴
۳۰	سعادتِ انسانی کے حصول میں اختلاف کا بیان	۷۶
۳۱	حصولِ سعادت میں کیفیت کا اختلاف	۷۸
۳۲	وہ اصول و قواعد جو دوسرے طریقوں کیلئے مدار اور مرجع ہیں	۷۹
۳۳	چار اوصاف حاصل کرنے کے طریقے	۸۲
۳۴	اُن حجابات کی تفصیل جو فطری امور کے ظاہر ہونے میں سامنے ہو سکتے ہیں	۸۵
۳۵	اُن طریقوں کا بیان جن سے یہ حجابات دور ہو سکتے ہیں۔	۸۶
۳۶	مقدمہ	۸۸
	نیکی اور گناہ کی حقیقت میں	۸۸
۳۷	توحید کے بیان میں	۸۹
۳۸	حقیقتِ شرک کے بیان میں	۹۱
۳۹	شرک کی اقسام میں	۹۳
۴۰	خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانے کے بیان میں	۹۶
۴۱	قدر پر ایمان لانے کے بیان میں	۱۰۰
۴۲	حقوق العباد اور خدا کا بندوں پر انعام اور جزا	۱۰۲
۴۳	شعائر اللہ کی تعظیم کے بیان میں	۱۰۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نمبر	عنوانات	صفحہ
۴۴	وضو اور غسل کے اسرار میں	۱۰۹
۴۵	نماز کے اسرار میں	۱۱۱
۴۶	زکوٰۃ کے اسرار میں	۱۱۳
۴۷	روزہ کے اسرار میں	۱۱۴
۴۸	حج کے اسرار میں	۱۱۶
۴۹	نیکی کے اقسام کے اسرار میں	۱۱۷
۵۰	گناہوں کے درجوں میں	۱۱۸
۵۱	گناہوں کی خرابیوں کے بیان میں	۱۲۰
۵۲	اُن گناہوں کا بیان جو نفس کی حالت سے متعلق ہیں	۱۲۲
۵۳	اُن گناہوں کا بیان جن کا تعلق لوگوں سے ہوتا ہے	۱۲۳
۵۴	اسکے بیان میں کہ مذہبی رہنماؤں اور مذہب کے قائم کرنے والوں کی ضرورت ہے۔	۱۲۶
۵۵	نبوت کی حقیقت اور اس کے خواص کے بیان میں	۱۲۸
۵۶	مذہب کی اصل ایک ہے	۱۳۳
۵۷	اس بیان میں کہ خاص خاص نزولِ شرائع کے اسباب کیا ہیں۔	۱۳۶
۵۸	شریعت کے طریقوں پر مؤاخذہ کرنے کے اسباب	۱۴۱
۵۹	حکمتوں اور علتوں کے اسرار کے بیان میں	۱۴۴
۶۰	اُن مصلحتوں کے بیان میں جن سے فرائض اور ارکان اور آداب وغیرہ معین کئے جایا کرتے ہیں	۱۴۶
۶۱	اوقات کے اسرار میں	۱۵۱
۶۲	اعداد اور مقداروں کے بیان میں	۱۵۴
۶۳	قضا اور رخصت کے اسرار میں	۱۵۸
۶۴	تدابیر کے قائم کرنے اور رسموں کی اصلاح میں	۱۶۰
۶۵	اُن احکام کے بیان میں جو بعض بعض سے پیدا ہوتے ہیں۔	۱۶۵
۶۶	مبہم کے انضباط اور مشکل کی تمیز اور کلیہ سے	۱۶۸
	حکم نکالنے وغیرہ کے بیان میں	۱۶۸
۶۷	مذہبی آسانیوں کا بیان	۱۷۲
۶۸	ترغیب اور ترہیب کے اسرار میں	۱۷۴
۶۹	کمالِ مطلوب کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے امتِ محمدیہ کے طبقات اور درجات	۱۷۸
۷۰	اس بیان میں کہ ایسے مذہب کی ضرورت ہوا کرتی ہے جو اور مذہب کا ناسخ ہو۔	۱۸۲
۷۱	مذہب کو اس طرح پختہ کرنا کہ اس میں تحریف اور رد وبدل نہ ہو سکے	۱۸۵
۷۲	ہمارے مذہب اور یہودیت و نصرانیت کے مختلف ہوجانے کے اسباب ہیں۔	۱۸۹
۷۳	اسبابِ نسخ میں	۱۹۰
۷۴	اس بیان میں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا کیا حال تھا۔	۱۹۳
۷۵	علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقسام میں	۱۹۸
۷۶	مصلحتوں اور شریعتوں میں کیا فرق ہے	۲۰۰
۷۷	امتِ محمدیہ نے شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے اخذ کیا	۲۰۱
۷۸	کتبِ حدیث کے طبقوں کے بیان میں	۲۰۳
۷۹	کلام سے مقصود کیسے سمجھ میں آیا کرتا ہے	۲۰۷
۸۰	قرآن وحدیث سے احکام شرعیہ کو کیسے سمجھا کرتے ہیں	۲۰۹
۸۱	مختلف حدیثوں میں فیصلے کے بیان میں	۲۱۱
۸۲	اُن اسباب کے بیان میں کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے فروع میں کیسے اختلاف کیا	۲۱۵
۸۳	فقہا کے مذہب مختلف ہونے کے کیا اسباب تھے۔	۲۲۱
۸۴	اہل حدیث اور اصحاب الرائے کے بیان میں	۲۲۶
۸۵	چوتھی صدی سے پہلے اور پیچھے لوگوں کے حال کا بیان	۲۳۴
	فصل	۲۳۷
	قسم دوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں بالتفصیل انکے اسرار کے بیان میں۔ ان احادیث کا ذکر جو ایمان کے باب میں وارد ہوئی ہیں	۲۴۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
فصل: قسم دوم	
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں بالتفصیل ان کے اسرار کے بیان ہیں۔ ان احادیث کا ذکر جو ایمان کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔	۲۴۸
اتباعِ کتاب وسنّت	۲۶۰
طہارت کا بیان	۲۶۷
وضو کی فضیلت کے بیان میں	۲۶۸
وضو کرنے کی ترکیب	۲۶۹
موجبات وضو کے بیان میں	۲۷۱
موزوں پر مسح کا بیان	۲۷۴
غسل کرنے کا بیان	۲۷۴
موجباتِ غسل کا بیان	۲۷۶
بے وضو اور جنب کو کس چیز کا کرنا جائز ہے اور کس چیز سے اس کو ممانعت ہے۔	۲۷۷
تیمم کا بیان	۲۷۸
پاخانہ میں جانے کے آداب کا بیان	۲۸۰
خصالِ فطرت اور اُن کے متعلق باتوں کا بیان	۲۸۱
پانیوں کے احکام کا بیان	۲۸۴
نجاستوں کے پاک کرنے کے بیان میں	۲۸۶
اُن احادیث کا ذکر جو نماز کے باب میں وارد ہوئی ہیں	۲۸۸
نماز کی فضیلت کا بیان	۲۹۰
نماز کے اوقات کا بیان	۲۹۱
اذان کا بیان	۲۹۶
مساجد کا بیان	۲۹۸
نمازی کے کپڑوں کا بیان	۳۰۲
قبلہ کا بیان	۳۰۴
سترہ کا بیان	۳۰۵

عنوانات	صفحہ
ان امور کا بیان جو نماز کے اندر ضروری ہیں	۳۰۶
نماز کے اذکار اور اس کی ہیئتِ مستحبہ کا بیان	۳۱۲
سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت اور ان چیزوں کا بیان جن کا کرنا نماز میں ناجائز ہے	۳۱۹
نوافل کا بیان	۳۲۲
اعمال کے اندر میانہ روی کا بیان	۳۳۱
معذور لوگوں کی نماز کا بیان	۳۳۴
جماعت کا بیان	۳۳۷
جمعہ کا بیان	۳۴۱
عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کا بیان	۳۴۵
جنازوں کا بیان	۳۴۷
اُن احادیث کا بیان جو زکوٰۃ کے باب میں آئی ہیں	۳۵۷
سخاوت کی فضیلت اور بخل کی برائی کا بیان	۳۶۰
زکوٰۃ کی مقدار کا بیان	۳۶۳
زکوٰۃ کے مصارف کا بیان	۳۶۶
اُن امور کا بیان جو زکوٰۃ کے متعلق ہیں	۳۶۹
اُن احادیث کا بیان جو روزہ کے باب میں وارد ہوئی ہیں	۳۷۱
روزہ کی فضیلت کا بیان	۳۷۴
روزے کے احکام کا بیان	۳۷۶
اُن امور کا بیان جو روزے کے متعلق ہیں۔	۳۸۱
اُن احادیث کا بیان جو حج کے باب میں وارد ہوئی ہیں	۳۸۴
مناسک کا بیان	۳۸۷
حجۃ الوداع کا ذکر	۳۹۳
وہ امور جو حج کے ساتھ متعلق ہیں	۳۹۹
اُن احادیث کا بیان جو احسان کے متعلق وارد ہیں	۴۰۲
اذکار اور اس کے متعلقات کا بیان	۴۰۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوانات	صفحہ
بقیۂ مباحثِ احسان کا بیان	۴۲۴
مقامات اور احوال کا بیان۔ مقدمۂ اولیٰ	۴۳۵
مقدمۂ ثانیہ	۴۳۹
طلبِ رزق کے ابواب کا بیان	۴۵۹
بیع کی ممنوع اقسام	۴۶۴
بیع کے احکام کا بیان	۴۷۳
فرائض کا بیان	۴۸۰
تدبیرِ منزل کے ابواب کا بیان	۴۸۷
نکاح کے متعلق گفتگو اور اس کے متعلقات کا بیان	۴۸۷
ستر کا بیان	۴۹۱
نکاح کا بیان	۴۹۳
اُن عورتوں کا بیان جن سے نکاح کرنا حرام ہے	۴۹۸
آدابِ مباشرت کا بیان	۵۰۲
زوجیّت کے حقوق کا بیان	۵۰۵
طلاق کا بیان	۵۰۹
خلع و ظہار، لعان اور ایلاء کا بیان	۵۱۲
عدّت کا بیان	۵۱۴
اولاد اور غلام و لونڈی کی پرورش کے بیان میں	۵۱۶
عقیقہ کے بیان میں	۵۱۷
یہ باب سیاست شہروں کے اندر ہے	۵۲۳
خلافت کا بیان	۵۲۴
مظالم کا بیان	۵۲۸
حدود کا بیان	۵۳۷
قضاء کا بیان	۵۴۸
جہاد کا بیان	۵۵۳

عنوانات	صفحہ
معیشت کا بیان	۵۶۷
کھانے اور پینے کے چیزوں کا بیان	۵۶۷
کھانے کے آداب کا بیان	۵۷۵
مسکرات کا بیان	۵۷۹
لباس اور زینت اور ظروف وغیرہ کا بیان	۵۸۲
خواب کا بیان	۵۹۱
آدابِ صحبت کا بیان	۵۹۳
اس مبحث کے متعلق نذروں اور قسموں کے احکام میں	۶۰۱
مختلف ابواب	۶۰۳
رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان	۶۰۴
الفتن فتنوں کے بیان میں	۶۱۴
المناقب	۶۱۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

سُبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۔ قال اللہ عز وجل قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء والذین لا یؤمنون فی آذانھم وقر وھو علیھم عمی اولئک ینادون من مکان بعید ۔ اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کہدے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے تو یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اُنکے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ انکے حق میں نابینائی ہے یہ لوگ بڑی دُور سے پکارے جاتے ہیں ۔ اللہ جل جلالہ اس آیت شریفہ میں قرآن مجید کو ایمان والوں کے واسطے ہدایت اور شفا فرماتے ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن کے کانوں کے واسطے اس کو بوجھ اور انکی آنکھوں کے واسطے اسکو نابینائی قرار دیا ہے ۔

یہ ایک نہایت واضح بات ہے کہ ہر ایک انسان کی مدت زندگی ایک ایسے سفر کی مدت ہے جس کی حد نہائی موت اور پہلی منزل قبر ہے اور اس سفر کے اختیار کرنیوالوں کے واسطے راستے میں طرح طرح کا سامان کھانے ۔ پینے ۔ چلنے ۔ پھرنے ۔ سونے ۔ بیٹھنے کے واسطے مہیا کیا گیا ہے اس مہیا شدہ سامان میں سے صرف اسقدر حصہ جو ہر ایک مسافر کو اپنی ذات میں دیا گیا ہے اور سورج چاند پانی ہوا آگ زمین اور انکی تاثیرات اور تغیرات و تبدلات کو تدبر اور تفکر والی نظر کے سوا ایک معمولی نظر کا آدمی بھی کسی قدر غور کے ساتھ دیکھیگا تو اس کو قبول کرنا پڑیگا کہ ان چیزوں کا مہیا کرنیوالا کوئی بڑا ہی اعلیٰ طاقت والا وسیع علم والا اور غیر محدود قدرت والا ہے اُسکے ساتھ مدبر اور حکیم بھی بڑا اور غالب اور زبردست بھی بڑا ہے اور یہ بھی اُس کو ضرور ماننا پڑیگا کہ ایسا عظیم الشان سامان بیکار اور بے فائدہ نہیں بلکہ یہ انتظام کسی شے کے واسطے کیا گیا ہے اور وہ شے بڑی ہی عظمت والی ہے اور نیز اس شے جس کے واسطے اتنا کچھ کیا گیا ہے اتنا کچھ کرنے والے نے کوئی کام اور خدمت بھی بڑی بھاری لینی ہے ۔

اس سفر میں پڑنیوالے مسافروں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جسکی نظر کی نہایت اُسکا اپنا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے اور اس مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر وہ اس تمام عظیم الشان سامان کے وجود کا موجد ہی سامان ہی کو سمجھتے ہیں اور کسی کو اس کا مستقل متصرف اور حاکم نہیں مانتے اسی وجہ سے ان اشیاء کے جو خواص اور انکی پیدائش کے جو طریق انکو مشاہدے میں آتے ہیں ۔ انہیں سے کسی قسم کے تغیر و تبدل خلاف کو تسلیم نہیں کرتے بعض ایسے ہیں جو اسقدر تو مانتے ہیں کہ اس سامان کا پیدا کرنے والا کوئی ہے لیکن پیدا کرنیکے بعد ہمیں کسی قسم کے تغیر و تبدل کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ موجودہ مشاہد اشیاء کو جو خواص الطبعیتیں اُس نے عطا کردی ہیں انکو وہ نہیں بدلتا اور ساتھ ہی اُسکو علیٰ کل شئ قدیر بھی مانتے ہیں اور نیز انکے نزدیک انکی اور اس سامان کی پیدائش کی غرض اور نہایت یہیں تک ہے ۔ کہ سفر کا سارا وقت اور ساری قوتیں اسی سامان کو حاصل کرنے اور عیش و عشرت کرنیکے واسطے کیونکہ سفر کے ختم ہونیکے بعد کچھ بھی نہیں آیت مندرجہ عنوان میں خداوند انہی دو فریقوں کی نسبت فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس سفر میں پڑکر اللہ جل جلالہ کی ہستی کا اسکی تمام صفات کے ساتھ یقین اور اقرار کرتے ہیں وہ یعنے قرآن انکے واسطے ہدایت یعنی ایک نہایت ہمدرد اور شفیق رہبر ہے جو انکی اس تدبر اور تفکر کے نتیجے کی تصدیق اور آگے بڑھنے کے واسطے تشریح کرتا ہے اور دوران سفر میں تقاضائے بشری کی غلطیوں اور نسیان کی باعث جو کبھی کبھی تھوڑے بہت چھوٹے بڑے اوہام باطلہ و خیالات فاسدہ کے امراض عارض ہوتے رہتے ہیں انکے واسطے شفا ہے ایسے خوش اقبال مسافروں کی مثال اس حکیم حاذق کی سی ہے جو بدنی امراض اور انکے زائل کرنیوالی ادویات اور مفرحات قلب و مقویات دماغ اور اعصاب و دیگر اعضائے جسم سے بخوبی واقف ہو یا اس باخبر اور تجربہ کار سپاہی کی سی جو اپنے دشمنوں کی مکاید سے بخوبی واقف اور انکی دفعیہ کا کافی سامان موجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھاتا ہو قرآن مجید ان مبارک مسافروں کو ایک ایسے بے نظیر سامان کے ذخیرہ کا مالک اور وارث بناتا ہے جو مدت سفر کے اندر بیماری کی حالت میں عاجل الشفا دوا مصیبت کے وقت میں بردست حامی تنہائی کی وحشت میں شفیق مونس غرض ہر ایک پیش آنیوالی حالت کے واسطے حکمی مجاہدت بیر بتانے والا اور اطمینان دینے والا ہے بجائی صفت معشوق اپنے طالبوں کی دلربائی اور دلبری کیواسطے اپنے اندر ایسی ایسی ادائیں۔ ایسی ایسی رعنائیاں اور ایسی ایسی دلفریب بنتیں اور زیبائشیں رکھتا ہے کہ دنیا کے دوسرے معشوقوں میں انکا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا جن لوگوں پر اسکے دیدار کا حقیقی پرتو ایک دفعہ بھی پڑ جاتا ہے اس کیواسطے وہ کچھ ایسے دلچسپی کے سامان تیار کرتا ہے جن سے دوسری دلچسپیوں کا خیال انکے دلوں سے معدوم ہو جاتا ہے اور دلوں میں عجیب قسم کی ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جرات اور قوت ایسی کہ نہ خونخوار درندوں سے خوف ہوتا ہے نہ سفاک اور ظالم آدمیوں سے استغنا اور بے پروائی ایسی کہ ڈھیروں سونا چاندی اگر سامنے لایا جائے تو اسکی طرف نظر بھی نہیں جاتی ۔ ماورائے سفر میں جسقدر زینت اور آرائش کے سامان ہیں وہ انکو منغص اور مکدر کرنیوالے ہیں انکی آنکھیں اور انکے دماغ اس ہمیشہ بہار والے باغ کے قسم قسم کی نظر فریب اور خوشبودار پھولوں کی رنگ آمیزی اور خوشبوؤں سے معطر انکے کان اس محبوب کی لطف اور شفقت آمیز آوازوں کے ایسے دلدادہ ہیں کہ دوسرے کسی آواز کے سننے کی انکو حاجت اور خواہش ہی نہیں +

دوسرا گروہ جس کے ادراک اور فہم کا منبع اس کا مشاہدہ ہے اور اسی واسطے وہ اس عزیز اور قدیر احکم الحاکمین کی ہستی کو بالکل یا اسکے صفات کاملہ کو ساتھ نہیں مانتا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکے واسطے وہ یعنی قرآن مجید اس کے کانوں کا بوجھ اور اس کی آنکھوں کیواسطے نابینائی ہے یعنی جب اس کے سامنے قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جائیں تو جیسے کسی دلکش آواز یا خوشخبری کی بات کا اثر کانوں کے راستے دل تک پہنچتا ہے اور دل اس سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح ان آیات کی دلفریبیاں اور دل ربائیاں ان کے دلوں تک نہیں پہنچتیں بلکہ ان آیات کے پڑھنے کی آواز ان کے کانوں کے واسطے ایک بوجھ ہو جاتی ہے جو دوسری آوازوں کی طرح جہاں اسے پہونچنا چاہیئے نہیں پہنچتی۔ اسی طرح جب قرآن شریف اپنے دلوں کو مسخر اور پابند کرنے والی اداؤں کو ظاہر کرتا ہے۔ تو وہ ان کو نہیں دکھائی دیتیں یعنی ان کی نظروں میں اس سفری سامان کا حسن اور خوبی اس میچ تک بھاگئی ہے کہ قرآن شریف کی خوبیاں اس کی بانکپن ادائیں اور ملک دل پر قابض ہو جانے والی سج دھج ان کو نظر نہیں آتی ان کی مثال قرآن کی خوبیوں کو دیکھنے کی نسبت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو کوئی دور سے بلاتا ہو۔ اور وہ یا تو اس تک آواز ہی نہیں پہنچتی یا آواز تو پہنچتی ہے لیکن آواز دینے والا جو کچھ اسکو کہنا چاہتا ہے اسکو بالکل نہیں سنتا اسی واسطے ایسے مسافر قرآن شریف کی بڑی بڑی اور خاص خاص خوبیوں کے دیکھنے اور سننے سے جو اس کے سوا موجود اور مشاہد اشیاء میں سے کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں محروم رہتے ہیں۔ اور وہ اثر جو ان خوبیوں کے ساتھ لازم اور وابستہ ہے اس سے انکے دل متاثر نہیں ہوتے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس عزیز قدیر عظیم الشان عالیجاہ شہنشاہ کی اس قدر عظمت۔ عزت۔ ہیبت اور جلال کا حقیقی جلوہ اور کمل پرتو ان کے دلوں پر نہیں پڑتا۔ اور جب دل اس عجیب قسم کی راحت اور ٹھنڈک والی روشنی سے بے نصیب ہوئے تو زبان ہاتھ اور دیگر اعضاء پر جو دل کے ہر وقت کمربستہ ملازم ہیں کیا اثر کی امید ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان کو ان کی زندگی میں ایسا موقعہ کبھی نہیں ملتا کہ قرآن کی ان خاص خوبیوں کو معرض نطق میں لائے اور نہ ہی اس قلم کو جو اسکے بے نصیب ہاتھوں میں ہے کبھی خیال گذرا ہے کہ ایک آدھ گھنٹہ کتاب یا کتاب کا ایک آدھ صفحہ یا صفحے کی ایک آدھ سطر یا سطر میں ایک آدھ لفظ اس بارے میں لکھ دے بلکہ برخلاف اسکے وہ ہلاکت میں ڈالنے والے ہاتھوں کا توڑ دینے لائق قلم اور کاٹی جانے والی زبان بجائے اس کے کہ ان سے ایسے دل کے علم اور فہم کا نقصہ سرزد ہو قرآن شریف کی ان خاص خوبیوں کے مٹانے پر مستعد رہتی ہے اور مٹانے کے سامان بعینہ اس باطل خیال والے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص جیسے جو آفتاب کی روشنی اپنے منہ کی پھونکوں سے زائل کرنے کا ارادہ اور کوشش کرے یہ سب سے زیادہ اپنی ذات کے لئے بخیل اپنی ہی نامرادی پر بس نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ دوسرے مسافر بھی اس روشنی سے ان کی طرح بے نصیب اور محروم رہیں اور سفر کے اختتام پر انہی کے ہم بستر اور ہم خانہ ہوں اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا نَعُوْذُبِكَ مِنْ تَقِيْضِ الشَّيْطَانِ وَنَعُوْذُبِكَ بِئْسَ الْقَرِيْنِ۔ اس اپنی ذات پر ظلم کرنے والی جماعت کے مقابل وہ دوسرے کریم النفس اپنے اور اپنے بنی نوع کی دلی خیر خواہ اور شفقت اور رحمت مجسم جماعت ہے کہ جب سے اس نے اس آب حیات اور آب زلال کا ذائقہ اٹھایا ہے۔ اسی وقت سے اپنی ہر ایک طاقت کے ذریعہ اس کوشش میں سرگرم ہے اپنے دوسرے ہمسفروں کو بھی اس کی چاشنی چکھائے ان کے مبارک اور کریم ہاتھوں کے مبارک قلموں نے اس دلارام کی خاص اور عام خوبیوں کا لکھنا اور ان کی متبرک زبانوں نے انہی کا وظیفہ ہر دم جاری رکھنا اپنے اس سفر کا اصلی مقصود سمجھ رکھا ہے ان کی سب سے عزیز خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس محبوب کی وہ خاص خوبیاں لوگوں کے دلوں میں بٹھائیں کہ وہ اس سے بلکہ ایسے بڑے سامان اور اپنے اس سفر کے دستور العمل اور اس کی غایت سے بخوبی واقف ہو جائیں ایسے مسافروں کا وجود نہ صرف ان کے ہمعصر بلکہ ان کے بعد آنے والے مسافروں کی جماعت کے واسطے بھی خداوند تعالےٰ کی خاص رحمت اور بدایت کا باعث ہوتا ہے اس متبرک جماعت میں سے ایک بزرگ مخدومنا مکرمنا حضرت **شاہ ولی اللہ** صاحب مرحوم ہیں جنکو نہ کے طریق کی ہمعصر اور بعد میں آنیوالے مسافروں کی جماعت نے حکیم اُمت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا ہزاروں جانوں سے بھی بڑھ کر عزیز خطاب دیا اور اس خطاب کی وجہ انسان کی روحانی بیماریوں اور ان کے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا ہے۔ آپ کا سفر کا زمانہ اس محبوب کی خوبیوں کے لکھنے اور بیان کرنے میں ختم ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کی منجملہ بہت سی تصنیفات کے ایک کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے جس میں اس ہدایت اور شفا یعنی قرآن مجید کے احکام کے اسرار اور مصالح کو وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے عربی میں لکھی ہے اور عربی زبان کے جاننے والے خصوصاً اس زمانے میں بہت ہی کم لوگ رہ گئے ہیں لیکن زمانے کی استدلال پسند ہونے کی وجہ سے ایسی کتاب کی اشاعت نہایت ضروریات سے تھی اس واسطے میں نے اسکا اردو ترجمہ کراکر محنت اور کوشش سے توکلاً علی اللہ چھاپ دیا ہے اور اس چشمہ حیات کو جو بہت سے لوگوں کی نظروں سے حجاب میں تھا عام کر دیا ہے ایسے صاحبوں سے جن کو مذہب اسلام کے ساتھ دلچسپی ہے قوی اُمید ہے کہ وہ اس کتاب کے فوائد سے محروم نہیں رہینگے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وعلیہ التوکل والتکلان ھو المولیٰ والنصیر نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر حالات مصنف کتاب علیہ الرحمۃ

نام ونسب و ولادت - ان کا نام ولی اللہ اور ان کے والد کا شیخ ابوالفیض عبدالرحیم تھا۔ جو دہلی کے مشاہیر مشائخ سے گذرے ہیں ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی سے جا ملتا ہے اور ماں کی طرف سے امام موسیٰ کاظم رضا سے اس صورت میں شاہ ولی اللہ صاحب عربی نسل اور خاندان فاروقی کے ایک معزز رکن ہوئے +

یہ معلوم نہیں کہ ان کے آباؤ اجداد کس زمانہ میں عربستان سے نکلکر پہلے ملک عجم اور پھر دہلی میں وارد ہوئے مگر ان کی چھبیسویں پشت میں ایک شخص کا نام ہمایوں ہے جس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ عرصہ دراز سے عربستان چھوڑ چکے تھے سلسلہ نسب اس طرح پر ہے۔ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین الشہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قوازن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بدا بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین المفتی بن شیر ملک بن محمد عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمر الحاکم ملک بن عادل ملک بن قارون بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن خطاب ان کی ولادت شوال کی چوتھی تاریخ یوم چارشنبہ ۱۱۱۴ھ ہجری ایک ہزار چودہ سو ہجری کو دہلی میں ہوئی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرحوم کی بشارت سے جوان کے والد کو خواب میں ہوئی تھی ان کا نام قطب الدین رکھا گیا مگر عجیب اتفاق ہے کہ اس نام کو شہرت نہیں ہوئی عام و خاص کی زبان پر شاہ ولی اللہ مشہور ہوگیا +

تحصیل علم اور سلسلہ تدریس - ان کی عمر ابھی پانچ برس کی تھی کہ والد بزرگوار نے بسم اللہ شروع کرادی ساتویں سال قرآن مجید ختم ہوا اور پھر کتب فارسی پڑھانے کے بعد عربی پر متوجہ کیا چنانچہ دسویں سال شرح ملا تک پہنچ گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں اسقدر ترقی کی کہ پندرھویں سال تفسیر بیضاوی کا درس ان کو ملنے لگا غرض فقہ۔ حدیث۔ تفسیر معانی بیان اصول عقائد تصوف منطق۔ کلام فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب۔ ہیئت۔ حساب کے چند مختصر رسالے اپنے والد سے بخوبی پڑھے۔ اور سترھویں سال ان کے انتقال کے بعد کتب منقول اور معقول کے پڑھانے میں مصروف ہوئے اور بارہ برس تک اس کام کو بخوبی سرانجام کیا۔ ان کے تحصیل علوم کی سند اپنے والد کے ذریعہ ائمہ بن اسلم ہروی کے طریق پر محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث کو انہوں نے دو مرتبہ پڑھا پہلے مرتبہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی سے اور پھر ۱۱۴۳ھ ہجری میں مدینہ شریف پہنچکر ابوطاہر مدنی سے جو اپنے وقت کا بڑا مشہور محدث تھا تجدید اجازت کی۔ اللہ تعالیٰ نے طبع سلیم اور ذہن رسا اس درجہ کا عطا کیا تھا کہ ابوطاہر ان پر فخر کیا کرتے اور کہتے کہ ولی اللہ لفظ کی سند مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں۔ ایک برس سے کچھ زائد حرمین میں رہ کر اور حج کعبۃ اللہ سے مشرف ہو کر شروع ۱۱۴۵ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے اور چودھویں رجب کو بخیر و عافیت وطن مالوف میں پہنچے +

بیعت - شیخ عبدالرحیم صاحب ان کے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے علوم باطنی کا شرف ان کو عطا کیا تھا شاہ ولی اللہ کی عمر جب ۱۴ برس کو پہنچ گئی اور علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہوگئے تو والد نے پندرھویں سال انکو یہ شرف عطا کرنا چاہا چنانچہ اسی وقت انہوں نے والد سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ خصوصاً نقشبندیہ میں اپنا بیش قیمت وقت صرف کرنا شروع کیا والد کے (انفاس) اور اپنے تقویٰ وطہارت سے اس کمال میں اسقدر ترقی کی کہ ان کی زندگی میں دو تین برس کے اندر عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے اور والد نے سترھویں سال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیعت وارشاد کی اجازت انکو دی پھر ۱۱۴۳ھ ہجری میں جب حجاز کو گئے اور ایک سال تک حرمین شریفین کی مجاورت اور ابو طاہر مدنی کی روایت حدیث سے مشرف ہوئے تو ان کے خرقہ سے جو تمام فرقہ ہائے صوفیہ کا حاوی تھا آرائش حاصل کی +

قرآن اور حدیث کی اشاعت

ہندوستان میں اسوقت تک فقہ تصوف اور معقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن و حدیث کا چرچا کم۔ گیارھویں صدی ہجری میں صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک ایسے بزرگ گذرے تھے جنہوں نے حدیث کی اشاعت درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ کی اور ان کی کتابیں بھی ایسی مقبول ہوئیں کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں مگر ان کے بعد اس سلسلہ میں کچھ ترقی نہ ہوئی عام و خاص پیر پرستی اور مادۂ تقلید میں مقید اور صدہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے کہ اس اثنا میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو آمادہ کیا اُنھوں نے قرآن اور حدیث کی اشاعت میں خوب کوشش کی قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا اب تک تفاسیر پر منحصر تھا اور علماء اس کو اپنا حصہ سمجھ بیٹھے تھے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا اور لفظوں کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الٰہی کا سمجھنا آسان ہو گیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زائد ہو گئی تھی اور اشاعتِ علوم و فنون خصوصاً ترجمہ کا دریا ترقی کی لہریں مار رہا ہے مگر اس ترجمہ پر کبھی کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور میں تحریر ہو کر مرات و کرات ہندوستان کے متعدد مطابع میں چھپ چکا ہے اور اس کماری سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہے علوم خمسہ قرآنیہ تاویل مقطعات اور رموز قصص انبیاء میں فوز الکبیر شرح فتح الخبیر تاویل الاحادیث ایسے عمدہ اور مختصر رسالے لکھے کہ بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیقات مذہب صحابہ و تابعین اور اقوال جماعۂ فقہاء و محدثین سے کر کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار حدیث و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان کے پیشتر کے مصنف کو یہ بات کمتر حاصل ہوئی ہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ انکے اس کمال پر شاہد بیّن ہے رسالۃ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں اس امر کو نہایت فصاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں اقوال فقہاء متشقفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اسیطرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریریں کی ہیں اور خیالات عالیہ کو طلباء کی سہولت اور مسائل کی تبیین میں عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کو ذریعہ اسطرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ میں دوسرے مصنف کو کم میسر ہوا۔ ان بے نظیر تصنیفات کے باعث نواب صدیق حسن خاں صاحب نے لکھا ہے۔ "اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشود" ہندوستان میں شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج میں اُن کے پوتے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس تعریف کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے دونوں بزرگوں کی تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے تمام اصول اپنے دادا کی تحریرات سے ماخوذ ہیں فرق وغیرہ اس قدر کہ وہ اپنے زمانہ کو مناسب حال گرم گفتاری سے کام لیتے تھے اور بمثل شیر برہنہ کے میدان میں نکلکر اپنی چمک دکھاتے تھے +

حجۃ اللہ البالغہ ہزاری یہ کتاب تو فقہ حدیث پر مشتمل ہے کہ اسمیں فقہ حدیث اخلاق تصوف اور فلسفہ پانچوں مضمون کا مذاق پایا جاتا ہے پہلا باکمال جس نے اسرار علوم دین کے بیان کرنے میں اپنے جوہر قابلیت دکھائے اور مضامین خمسہ کو بنایا وہ امام غزالی ہیں اور احیاء العلوم اُن کی عظیم الشان یادگار جو سات سو برس سے لوگوں کے افتخار کا باعث رہی ہے وہ دلآویز گلزار جس نے مدت دراز کے بعد اپنے زمانہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مناسب حال اس فن کی تہذیب کی وہ شاہ ولی اللہ ہیں اور حجۃ اللہ البالغہ ان کی بے نظیر کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہے جس سے فقیہ مسئلہ فقہی کا اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی اس کی دلیل اور برہان کو نکالتا ہے اور اس خوض اور غور میں ساتھ کے ساتھ اخلاق اور تصوف کا ذائقہ بھی اسکو حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ احیاء العلوم کے مقابلہ میں مختصر ہے مگر تنقید احادیث میں اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب نے اسکی نسبت اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے "این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار دراں کردہ و علم اسرار آں بیان نمودہ۔ ہمانکہ در فن خود غیر مسبوق الیہ واقع شدہ و مثل آں درین دو ازدہ صد سال ہجرت ہیچ یکے از علماء عرب و عجم تصنیفے موجود نیامدہ و منجملہ تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش ازاں است کہ وصفش تواں نوشت"+

تفصیل تصانیف

شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں جو سب کی سب مفید اور منفعت بخش ہیں اور بعض ان میں سے عدیم النظیر غیر مسبوق ہیں کتب مشہورہ کی تصنیف قسم وار ہے +

(۱) **متعلق قرآن مجید**۔ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔ فوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فتح الخبیر تفسیر بالماثور۔ تاویل الاحادیث +

(۲) **متعلق حدیث**۔ مصفی شرح (فارسی) موطا۔ مسوی شرح (عربی) موطا +

(۳) **متعلق فقہ الحدیث**۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ انصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید +

(۴) **متعلق خلافت صحابہ**۔ ازالۃ الخفا عن خلافت الخلفا۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین +

(۵) **متعلق تصوف و سلوک**۔ فیوض الحرمین۔ انسان العین۔ قول الجمیل ہمعات الطاف القدس۔ لمعات۔ سطعات۔ انفاس العارفین خیر کثیر۔ شفاء القلوب۔ بدور البازغہ۔ زہراوین رسائل تفہیمات۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ در الثمین +

(۶) **متفرقات**۔ عقیدۃ الحسنہ۔ المقدمۃ السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ۔ سرور المحزون۔ رسالہ دانشمندی۔ ارشاد الی مہمات الاسناد۔ المقالۃ الوضیۃ فی النصیحت والوصیۃ + ازالۃ الخفا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث تفسیر اور تاریخ پر کسقدر عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا۔ یہ کتاب بلحاظ جامعیت روایات کے عجیب و غریب ہے اور مصفی میں حدیث کی تحقیقات اس عمدگی سے کی ہیں کہ درجہ اجتہاد اس سے نمایاں ہوتا ہے +

وفات و اولاد۔ شاہ ولی اللہ صاحب ۱۱۷۶ ہجری میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۶۳ برس کی پہنچ چکی تھی۔ ان کی قبر پرانی دہلی میں شاہجہان آباد کی جانب جنوب ہے تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے ع او بود امام اعظم دین ان کے بعد ان کے چار بیٹے مشہور گذرے ہیں۔ شاہ عبد العزیز۔ شاہ عبد القادر۔ شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبد الغنی۔ یہ چاروں بزرگوار اپنے زمانہ میں علم اور عمل و فہم و قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقوی و دیانت و امانت و مراتب ولایت میں فرید دہر اور وحید عصر تھے ان میں شاہ عبد العزیز بالخصوص زیادہ نامور مانے گئے ہیں ہندوستان میں اس وقت جس قدر محدث ہیں ان سب کا سلسلہ روایت حدیث شاہ عبد العزیز کے ذریعہ شاہ ولی اللہ پر منتہی ہوتا ہے +

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح الاصطلاحات

ناظرین تمکین کو واضح ہو کہ جب پہلی بار یہ کتاب چھپی اور میں نے اُس کا مطالعہ کیا تو بعض اصطلاحاتِ علمی ایسی پائیں کہ جن کو سوائے خاص کے عام سمجھنے سے قاصر ہیں میں نے اپنے نسخہ پر جا بجا انکی مختصر سی تشریح کردی میرے دوست مکرم مولوی کرم بخش صاحب جنہوں نے میرے کہنے سے اس کتاب کو ترجمہ کرایا تھا اس تشریح کو بہت پسند کیا اور طبع ثانی کے وقت مجھ سے اُسکے داخلِ کتاب کرنیکی اجازت چاہی میں نے فائدہ خاص و عام کیلئے خوشی سے اجازت دیدی التماس ہے کہ جو صاحب اسکو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں وہ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ کیونکہ امیدوار ہو وہ آدمی بخیر کساں

احمد یا با مخدومی - ۱۴-اپریل ۱۹۰۹ء

(۱) ملازم۔ اگر ایک امر دوسرے امر سے ایسے طور پر تعلق رکھتا ہو کہ پہلے کے وجود پر دوسرے کا وجود ضرور ہی مترتب ہو۔ یا یوں کہو کہ دوسرا پہلے سے غیر منفک ہو تو دوسرے کا ملزوم کہا کرتے ہیں۔ ملزوم اپنے لازم کے لئے علت ہوتا ہے اور لازم معلول +

(۲) ملکات نفسانی۔ نفس انسانی پر جو کیفیات وارد ہوتی ہیں وہ دو قسم کی ہیں اول تو وہ جن کا اثر فوری ہوتا ہے یعنی جو سریع الزوال ہوتی ہیں ایسی کیفیات کو اصطلاح میں حال کہتے ہیں اور جو کیفیات پائدار ہو کر نفس انسانی میں راسخ ہو جاتی ہیں وہ ملکہ کہلاتی ہیں اسلئے ملکات نفسانی سے وہ کیفیات مراد ہیں جو نفس انسانی میں ہمیشہ کیلئے ثابت اور مستقل ہو جاتی ہیں اسکو کبھی یوں بھی بیان کردیا کرتے ہیں کہ ملکہ نفس انسانی کی اس حالتِ کلیہ کا نام ہے جو کسی فعل کو بلا تکلف سرزد ہونے کا باعث ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی بڑا سخی ہو تو اسکی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ اسکو ملکہ سخاوت حاصل ہے علی ہذا اور تمام کیفیات نفسانیہ کی نسبت بھی ایسا ہی خیال کرسکتے ہیں +

(۳) عدم مطلق۔ یہ میٹا فزکس یعنی علم مابعد الطبیعات کی اصطلاح ہے پہلے وجود کی حقیقت سمجھنا ضروری ہے عدم کی حقیقت سمجھنا کچھ مشکل نہیں وحدت وجود والوں کے ہاں تو عدم کسی حقیقت کا نام ہی نہیں بلکہ انکے ہاں حقیقت اصلیہ صرف وجود ہی ہے اب عدم مطلق کو یوں سمجھنا چاہئے کہ جب کسی شے کی تمام جہات وجودیہ منفی ہوں تو وہ معدوم مطلق ہے لیکن اس پر بھی اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے کیونکہ لفظ شے کے مفہوم میں پہلے اسکا وجود ضمناً تسلیم کیا جاتا ہے

(۴) مجہول مطلق ایسے امر کو بولتے ہیں جسکی نسبت ہمیں تمام ممکنہ جہات سے علم حاصل نہ ہو یعنی اس کی ذات یا وصف یا کسی اور جہت سے جو کسی چیز کے علم کا ذریعہ ہو سکے ہمیں اس کا علم نہ ہو یا یوں کہو کہ جس کا ہمیں کچھ بھی علم نہیں مثلاً کوئی خاص گاؤں جو ملک چین میں ہو اور جسکو میں اب سے پہلے نہیں جانتا اسکے جاننے کے وقت وہ میرے لئے مجہول مطلق ہے پھر جب اس کو جانونگا تو پہلے اسکی حقیقت وجود کا مجھے علم حاصل ہوگا۔ پھر اسکے دوسرے متعلقہ امور کا اب جس جس امر کے لحاظ سے مجھے اس کا علم حاصل ہوگا اس امر کے لحاظ سے وہ گاؤں میرے لئے امر معلوم کی حیثیت حاصل کریگا لیکن کوئی چیز معلوم مطلق نہیں ہو سکتی کیونکہ اشیاء اور حقائق کے تمام لوازم و خصائص پر ہم حاوی نہیں ہو سکتے۔ پس جب تک کوئی چیز ذات۔ وجود وصف وغیرہ تمام اعتبارات کے رو سے میرے علم سے خارج ہے تو وہ مجہول مطلق ہے پس جب جس جہت سے مجھے اس کا علم حاصل ہوگا تب اسی جہت سے وہ میرے ذہن میں معلومیت کا درجہ حاصل کریگی +

(۵) امر بسیط۔ عربی فلسفے والے بسیط کے چار معنی لیا کرتے ہیں اس جگہ امر بسیط کے معنی لکھے جاتے ہیں بسیط اصطلاح میں ایسے امر کو بولتے ہیں جو اجزاء نہ رکھتا ہو اور اس لئے وہ قابل تقسیم بھی نہ ہو +

بسیط خارجی اور بسیط ذہنی علیحدہ علیحدہ دو امر ہیں۔ مادی کائنات صرف عناصر اربع بخیال اہل یونان بسائط کہلاتے ہیں اور بسیط ذہنی ایسی کیفیات نفسانیہ سے مراد ہے جنکی تقسیم کا سلسلہ آگے نہیں چل سکتا مثلاً زید قائم بخیال مرکب ہے لیکن صرف زید۔ یا صرف قائم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی بغیر ان دونوں کے باہمی ربط دینے کے خیال بسیط ہیں +
کبھی کبھی بسیط کو مادی چیز کے متضاد معنوں میں لیا کرتے ہیں مثلاً
روح۔ خدا بسیط ہیں کیونکہ ظلمتِ مادہ سے پاک ہیں +
بسیط کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ چیز تعریف منطقی قبول نہیں کرتی
یعنی جس طرح ہم انسان کی تعریف میں کہا کرتے ہیں کہ حیوان ناطق کا
نام ہے تو ظاہر ہے کہ انسان ایک مفہوم مرکب کا نام ہے کیونکہ اسکے
دو جز ہیں حیوان اور ناطق مگر فرض کرو کہ ایسی چیز بھی ہے جس کی ہم
منطقی تعریف (یعنی جنس وفصل جو ذاتیات ہوتے ہیں) تجزیہ نہیں کر
سکتے۔ تو وہ بسیط ہے مثلاً خدا یا بعض کے نزدیک حقیقتِ وجود
یا نقطہ وحدت وغیرہ ایسے مفہوم ہیں جو ناقابل تعریف ہیں +

(۶) **مفہوم نظری**۔ ہمارا علم دو قسم پر منقسم ہے بدیہی اور نظری اگر
ہمیں کسی چیز کا علم حاصل کرنے میں قوتِ فکریہ کو عمل میں لانا نہ پڑے
اور منطقی طور پر ترتیب مقدمات سے نتیجہ نکالنا نہ پڑے بلکہ دفعتہً نفس
انسانی اسکو اخذ کرلے تو ایسا علم علم بدیہی کہلاتا ہے مثلاً علم اس امر کا کہ
آگ جلایا کرتی ہیں یا ایک اور دو تین ہوتے ہیں یا دو متضاد جمع نہیں ہو سکتے +
بعض کا خیال ہے کہ کوئی چیز دنیا میں بدیہی نہیں اور بعض لکھتے
ہیں کہ کوئی چیز نظری نہیں لیکن حق یہ ہے کہ کسی چیز کا بدیہی یا
نظری ہونا امر اضافی ہے ممکن ہے کہ جو امر میری نسبت بدیہی ہو وہ کسی
دوسرے کیلئے نظری ہو۔ اور نیز بالعکس پس نظری وہ چیز ہوگی۔
جس کا علم بغیر عمل بعد الکہ ہم حاصل کرتے ہیں مفہوم کسی ذہنی صورت کا
نام ہے +

(۷) **اسمائے توفیقی**۔ خدا کے ان ناموں سے مراد ہے۔ جو
قرآن میں مذکور نہیں ہوئے مثلاً ستار۔ غفار۔ سمیع۔ بصیر۔ رحمٰن
رحیم وغیرہ اسماء آئے ہیں اس لئے ان کا استعمال واطلاق ہمارے
لئے کوئی محذورِ شرعی حائز نہیں کرتا بعض ایسے اسماء ہیں۔ جو
قرآن مجید میں وارد نہیں ہوئے مثلاً مرید۔ گو ارادہ۔ یرید (اس نے
ارادہ کیا۔ وہ ارادہ کرتا ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔ مگر بصیغہ
اسم فاعل وارد نہیں ہوا۔ تو یہ نام توفیقی ہے۔ علماء کو ایسے
ناموں کے اطلاق اور استعمال میں باہم اختلاف ہے یعنی آیا
ایسے ناموں کا اطلاق ذات باری کے لئے جائز ہے یا ناجائز۔
توقیف کا لفظ وقوف سے مشتق ہے گویا ایسے اسماء کا اطلاق شارع
علیہ السلام سے مروی ہونے پر موقوف کہا جاتا ہے +

(۸) **استحالہ**۔ اس کے لغوی معنے ہیں پھر جانا۔ پلٹ جانا علم
طبیعیات کی اصطلاح میں کون و فساد سے مراد لی جاتی ہے یعنی ایک
عنصر کا پہلی صورت چھوڑ کر دوسری صورت میں آنا۔ جیسے
پانی کا بخار کی صورت میں تبدیل ہونا یا بالعکس +

(۹) **صورتِ نوعیہ**۔ اس اصطلاح سے مراد ایسا جوہر ہے کہ جب وہ
جسم کو لاحق ہوتا ہے تو اس کو دوسرے انواع سے ممتاز کر دیتا ہے
مثلاً انسان کی صورتِ نوعیہ سے وہ جوہر مراد ہے جو دیگر اقسام اجسام
سے اسکو تمیز دیتا ہے حکماء اسی جوہر کو مبدء آثار و افعال مختلفہ قرار
دیتے ہیں یعنی کسی جسم کی صورتِ نوعیہ علت ہے۔ اس چیز کے
خاص مختصہ آثار و افعال کی گویا صورتِ نوعیہ اجسام کو اسی طرح
علیحدہ علیحدہ کرتی ہے جسطرح فصل جنس سے ملکر ایک نوع علیحدہ
قائم کرتی ہے۔ حیوان سے اگر ناطق ملا دیں۔ تو انسان بنجائیگا
اگر ناہق یا صاہل ملا دیں تو حمار یا فرس + اسی طرح خارجی طور پر
مادہ کو جو بجائے جنس کے ہے جب صورتِ نوعیہ لاحق ہوتی ہے
تو کسی جسم کا مادہ دیگر اجسام کے مادہ سے بالکل متمیز ہو جاتا ہے جیسا
کہ انسان کی صورتِ نوعیہ انسان کو دیگر حیوانات کی صورت سے تمیز دیتی ہے

(۱۰) **صورتِ ترکیبی**۔ جب مختلف اجزاء ملکر ایک خاص ہیئت مرکبہ پیدا
کرتے ہیں تو وہ صورتِ ترکیبی کہلاتی ہے مثلاً کسی میز کی لکڑی کے علیحدہ
علیحدہ جز اجب بحالت انفصال پڑے ہوتے ہیں تو میز کی صورتِ ترکیبی
سے جو بصورتِ ترکیب اجزاء مترتب ہوگی ہم بالکل بیخبر ہوتے ہیں اگر
ان کو ملا دیا جاوے تو انکی ترکیب سے میز کی جو صورت یا ہیئت پیدا
ہوگی وہ اس میز کی صورتِ ترکیبی کہلائیگی +

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیات اللہ الکاملہ

ترجمہ

حجۃ اللہ البالغہ

اللہ کے واسطے تمام خوبیاں ہیں جس نے تمام لوگوں کو مذہب اسلام اور اسلام کی ہدایت پر پیدا کیا۔ اور ان کی پیدائش اُن کی جبلت کشادہ اور سلیس روشن مذہب پر کی ہے اور جب لوگوں پر جہالت چھاگئی اور نہایت پست درجہ کے نشیب میں اس نے ان کو گرا دیا اور بدبختی نے ان کو گھیر لیا تو خدا نے اُن پر رحم کیا اور اُن کے حال پر مہربانی کی کہ انبیاء کو اُن کی طرف مبعوث کیا تاکہ اُن کے ذریعے سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف اور تنگی سے کشادہ میدان کی طرف باہر نکال لاوے۔ (خدا نے) اپنی فرمانبرداری کو اُن کی فرمانبرداری پر موقوف کیا۔ اس بزرگی اور مرتبہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ بعد انبیاء کے اُن کی پیروی کرنے والوں میں (خدا نے) جن کو چاہا۔ اس کی توفیق دی کہ انبیاء کے علموں کو کوشش سے حاصل کریں۔ اور ان کی شریعتوں کے اسرار معلوم کریں اس لئے وہ انعام خداوندی سے اسرار انبیاء کے جامع اور ان کے انوار نبوت سے کامیاب ہوگئے۔ ایسے لوگوں میں خدا نے ایک ایک کو ہزار ہزار عابدوں پر فضیلت دی ہے اور عالم ملکوت میں انکا نام عظماء بڑے مرتبہ والے رکھا گیا ہے اُنکی ایسی حالت ہے کہ تمام مخلوق الٰہی حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی اُن کے لئے دعا کرتی ہیں۔ بار خدایا تو اُن پر اور ان کے وارثوں پر جب تک آسمان اور زمین قائم ہے رحمت نازل کرتا رہ۔ اور ان کو سلامت رکھ۔ اور ان سب میں سے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جن کو کشادہ اور روشن نشانیوں سے مدد دی گئی ہے افضل ترین رحمت اور بزرگترین تحفہ اور پسندیدہ ترین قبولیت کے ساتھ خاص کر اور آپ کی اولاد و اصحاب پر اپنے خوشنودی کا مینہ برسا اور اُن کو عمدہ جزا عطا کر۔

اس کے بعد بندہ خدائے کریم کی رحمت کا محتاج احمد مشہور ولی اللہ ابن عبدالرحیم (عاملہما اللہ تعالیٰ بفضلہ العظیم وجعل [illegible]) الفقیر کہتا ہے کہ تمام یقینی علوم سے زیادہ عمدہ و بمنزلہ بیخ کے اور مذہبی فنون کی بنیاد علم حدیث ہے جس میں ان اقوال و افعال و بیانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ہیں۔ اسلئے وہ اقوال وغیرہ تاریکی میں چراغ اور ہدایت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نشانات اور گویا چودھویں رات کے تاب ناک چاند ہیں جس نے اُن کی پیروی کی اور آن کو محفوظ کرلیا وہ راہ راست پہ ہے اُس کو بڑے درجہ کی خوبی عطا کی گئی ہے اور جس نے اُن کو نہیں مانا وہ راہ راست سے بھٹک گیا اور پستی میں گرا اور اپنے لئے بجز نقصان کے اور کچھ زیادہ نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رذایل سے منع کیا اور خوبیوں کا حکم دیا ہے اور آفات سے ڈرایا ہے اور درجات کی بشارت دی ہے بات بات کی مثلیں بیان کی ہیں اور لوگوں کو نصیحتیں کی ہیں۔ وہ نصیحتیں شمار میں قرآن کے برابر ہیں بلکہ زیادہ +

علم حدیث کے مختلف طبقے ہیں اسلئے باہم اہل حدیث کے درجے مختلف ہیں اور اس علم میں بعض حصّے بمنزلہ پوست کے ہیں جنکے اندر مغز بھرا ہوا ہے اور بعض بمنزلہ سیپیوں کے ہیں جنکے اندر موتی ہیں +

اور اکثر ابواب کے متعلق علمائے رحمہم اللہ کی ایسی تصانیف ہیں کہ جن سے وحشی مضامین کا شکار کیا جاتا ہے اور سخت سے سخت مطالب بھی اونکے ذریعہ سے رام ہوسکتے ہیں اور فنون حدیث میں سے سب سے زیادہ ظاہری وہ فن ہے جس سے احادیث کی صحت ضعف شہرت اور غرابت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ محدثین میں سے نقاد اِن فن اور علمائے متقدمین سے حفاظ حدیث نے اس فن کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ اسکے بعد اس فن کا درجہ ہے کہ جس میں غریب احادیث کے معانی اور مشکل احادیث کا پورا انضباط ہو۔ اس کا اہتمام فنونِ ادبیہ کے اماموں اور علمائے عربیہ کے پختہ مغز لوگوں نے کیا ہے۔ پھر اُس فن کا درجہ ہے کہ جس میں احادیث کے شرعی معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ اور فرعی احکام اُن سے نکالے جاتے ہیں۔ اور احکام منصوص کی عبارت یا اشارہ اور رمز پر اور احکام کا قیاس کیا جاتا ہے۔ منسوخ اور محکم احکام سمجھے جاویں۔ اور ضعیف اور قوی کا علم حاصل کیا جاوے۔ عام علما کے نزدیک یہی فن بمنزلہ مغز اور موتی کے ہے۔ فقہاء محققین نے اس فن کی طرف نہایت توجہ کی ہے +

لیکن میری دانست میں تمام علوم حدیث میں سے زیادہ دقیق فن جسکی جڑ نہایت عمیق ہے اور اُس کا منار نہایت بلند ہے اور میری نظر میں جو تمام علوم شرعیہ سے زیادہ بلند مرتبہ اور عالی قدر ہے وہ اسرار دین کا علم ہے۔ جس میں تمام احکام دین کی حکمت اور لِم اور ایک ایک عمل کے راز اور نکات بیان کئے ہیں۔ باللہ وہ تمام علموں میں سے سب سے زیادہ اسکا مستحق ہے کہ جس سے بن پڑے اپنے نفیس وقتوں کو اُس میں صرف کیا کرے۔ اور مفروضہ طاعتوں کے بعد معاد کے لئے اُس کو ذخیرہ کرے اس لئے کہ شریعت کے احکام میں اُسی کے ذریعہ سے بصیرت پیدا ہوتی ہے اور اس فن کے عالم کو اخبار شرعیّہ سے وہی تعلق ہوا کرتا ہے جو عروض کے عالم کو اشعار کے دیوانوں سے اور منطقی کو حکما کے دلایل سے اور نحوی کو فصحاء عرب کے کلام سے۔ اور اصول فقہ کے عالم کو فقہا کی تعریفوں سے ہوتا ہے + اسی علم کے ذریعہ سے اس حیرانی سے حفاظت رہتی ہے جو کسی شخص کو رات کے وقت لکڑیاں جمع کرنے میں پیش آتی ہے (کہ خشک وتر میں وہ امتیاز نہیں کرسکتا) یا پانی کی رو میں غوطہ لگانے والے کو اور وہ اس سے امن میں رہتا ہے کہ اُس اونٹنی کی طرح پاؤں مارے جس کو اپنے سامنے کی کوئی چیز نظر نہ آتی ہو۔ یا کسی نابینا اونٹنی پر سوار ہو +

ایسے شخص کی حالت اُس آدمی کی سی نہیں ہوسکتی۔ جس نے کسی طبیب کو کھانے کے لئے سیب بتاتے ہوئے سنا ہو اور مشکل ہونے کی وجہ سے اندرائن (حنظل) کا اس پر قیاس کرلیا ہو +

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس علم کی وجہ سے آدمی اپنے پروردگار کی جانب سے ایک صاف دلیل پر اُس شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ کہ جس کو کسی معتبر آدمی نے یہ بتا دیا ہو کہ زہر مار ڈالا کرتا ہے اور اُسنے اُس کے فرمانے کی تصدیق کی ہو اور پھر قراین سے معلوم کیا ہو۔ کہ واقعی زہر کی حرارت اور خشکی پرلے درجہ کی ہوتی ہے اور یہ دونوں کیفیتیں انسانی مزاج کے بالکل مخالف ہیں۔ تو جس بات پر اُس نے پہلے یقین کر لیا تھا۔ اب اس پر ایک درجہ یقین کا اور زیادہ ہو گیا +

اگرچہ احادیثِ نبوی نے اسرارِ دین کے اصول و فروع کو ثابت کر دیا ہے اور آثارِ صحابہ و تابعین نے اسکی اجمال و تفصیل کو صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اور اُن مصلحتوں کے دریافت کرنے میں جو شریعت کے ہر ہر باب میں ملحوظ رکھی گئی ہیں مجتہدین کا غور نظر بھی انتہا کو پہونچگیا ہے اور اُن کی پیروی کرنے والوں نے بھی بڑے بڑے نکتے ظاہر کئے ہیں۔ اور اُن کے گروہوں میں دقیق نظر علما نے بڑے عمدہ مضامین پیدا کئے ہیں +

اس لئے یہ علم اس حالت سے نکل گیا ہے کہ اس میں کلام اجماعِ اُمت کے خلاف سمجھا جاوے یا کسی حیرت یا ابہام میں پڑنے کا باعث ہو لیکن تاہم ایسے لوگ کم گذرے ہیں کہ جنہوں نے اس میں کوئی تصنیف کی ہو۔ اس کی بنیادوں کے استحکام میں غور کیا ہو اور اسکے اصول و فروع کو مرتب کیا ہو یا کوئی چیز سیری کے قابل بلکہ اس قدر بھی کہ خواہش کی گرسنگی کو دفع کر سکے بیان کی ہو + اس فن کے راز اُسی شخص پر ظاہر ہو سکتے ہیں جس کو تمام علومِ شریعت میں پورا ملکہ ہو وہ تمام فنونِ دین میں یگانہ ہو اس علم کا چشمہ اُسی شخص کے لئے صاف ہوتا ہے جس کا دل خدا نے علمِ لدُنی سے کھول دیا ہو۔ اور اسرارِ وہبی سے لبریز کر دیا ہو اور اُسکے ساتھ ہی نہایت روشن ضمیر بھی ہو اور اسکی طبیعت میں انتقال بھی ہو اور تحریر و تقریر میں فرزانہ ہو ہر بات کی تصویر کھینچنے اور اس کو خوشنما پیرایہ میں ظاہر کرنے میں فوقیت رکھتا ہو۔ اس سے خوب واقف ہو کہ اصول کو کیسے باہم ملاتے ہیں اور فروع کو اُن پر کس طرح قائم کرتے ہیں اور یہ جانتا ہو کہ قاعدوں سے پہلے کیسے تمہید لایا کرتے ہیں اور قاعدوں کے لئے عقلی اور نقلی دلائل کیسے بیان کرتے ہیں +

خدا کا مجھ پر یہ بڑا انعام ہے کہ اسرارِ دین کے علم سے اس نے مجھے بہرہ مند کیا اور ایک حصہ اس علم کا بھی عطا کیا۔ اس پر میں کچھ ناز نہیں کرتا ہوں بلکہ اپنے قصور کا معترف ہوں اور اپنے نفس کے تزکیہ کا کچھ دعویٰ نہیں کرتا وہ بُرائی کا ہمیشہ حکم کرتا رہتا ہے +

ایک روز میں بعد عصر کے متوجہ الی اللہ بیٹھا ہوا تھا دفعۃً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح نے ظاہر فرمایا اور اُس نے مجھ کو اوپر کی جانب سے ایسا ڈھانپ لیا کہ گویا کسی نے مجھ پر کوئی کپڑا اوڑھا دیا ہو۔ اس حالت میں مجھ پر القا کیا گیا کہ یہ کسی امر دینی کے بیان کی طرف اشارہ ہے۔ اُس وقت میں نے اپنے سینہ میں ایک نور پایا جس میں وقتاً فوقتاً ہمیشہ اور کشادگی ہوتی رہی۔ پھر چند روز کے بعد الہام ہوا کہ اس صاف اور روشن امر کے لئے میرا آمادہ ہونا تقدیرِ الٰہی میں قرار پا چکا ہے۔ اور مجھ کو یہی معلوم ہوا کہ اپنے پروردگار کے انوار سے تمام زمین منور ہو گئی۔ غروب کے وقت روشنی نے اپنا عکس زمین پر ڈالا ہے اور شریعتِ مصطفوی اس زمانہ میں بدیں وجہ کہ دلائل کے وسیع و کامل لباس میں ظہور فرما ہونے کو بالکل آمادہ ہو گئی۔ اور اس کے بعد میں ایک زمانہ میں مکہ معظمہ میں وارد تھا۔ وہیں میں نے جناب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں نے مجھ کو ایک قلم عطا فرما کر کہا کہ یہ قلم ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور میں اکثر اس فکر میں رہتا رہا کہ کوئی کتاب ایسی مدون کروں جو مبتدی کے لئے بینائی کا باعث اور منتہی کے لئے قابل تذکرہ ہو۔ اور شہری اور بدوی سب اُس سے فیض حاصل کرسکیں اور مجلسوں میں اس کے تذکرے رہیں +

لیکن مجھکو اس قصد میں یہ بات دامنگیر ہوتی تھی کہ میں اپنے قریب کسی ایسے انصاف پسند معتبر عالم کو نہیں پاتا تھا کہ مشتبہ مسئلوں میں اُس کی طرف رجوع کیا کرتا اور نیز علوم نقلی میں جو کہ برگزیدہ عہدوں میں مدون ہوتے ہیں میری دستگاہ کافی نہ تھی اور اس نے مجھ کو اور بھی بزدل کر دیا تھا کہ میں نے ایسا زمانہ پایا کہ جس میں جہالت تعصب۔ خواہشوں کی پیروی اور اپنی ناقص رایوں پر ناز کرنا شائع تھا۔ اور معصر ہونا باہمی نفرت کی جڑ ہوا کرتا ہے۔ اور جو تصنیف کیا کرتا ہے ملامت کا ہدف بنا کرتا ہے۔ میں اسی کشمکش و پیچ میں تھا کبھی ایک قدم آگے بڑھتا تھا اور پھر پیچھے ہٹ جاتا تھا اور ایک بار چکر لگا کر پھر مجبورانہ واپس آتا تھا +

اسی اثنا میں میرے بزرگ بھائی اور گرامی دوست مولانا محمد عاشق (خدا اُن کو حوادث سے محفوظ رکھے) نے اس علم کے مرتبہ اور فضیلت کو خوب طرح سمجھا اُن کو الہام ہوا کہ جب تک اس علم کے دقائق اور برتر نکتوں کی کافی تلاش نہ کی جاویگی پوری طرح پر سعادت حاصل نہ ہوگی۔ اُنہوں نے خوب طرح اندازہ کر لیا تھا۔ کہ جب تک شکوک اور شبہات کی تکالیف نہ برداشت کیجاوینگی اور اختلاف اور مخالفتوں کی سختی نہ جھیلی جاوے گی اس علم تک پہونچنا آسان نہیں ہے۔ اُس میں پورا خوض وہی شخص کرسکتا ہے جو سب سے پہلے اس دروازہ کو کھولے اور اس کے پکارتے ہی وحشی اور مشکل مضامین حاضر ہو جاویں اسکے لئے وہ حتی الامکان شہر شہر پھرے اور جس شخص کو عمدہ اور نیک پایا اُس سے تفتیش کیا اور ہر ایک ادنی و اعلے ناقص و کامل کی جستجو کی لیکن کسی کو نہ پایا کہ کوئی کار آمد بات کہتا یا کوئی روشن بیان ظاہر کرتا۔ غرضکہ وہ مجھ سے مصر ہوئے۔ اور تمپٹ گئے اور میرا دامن پکڑ لیا جتنی میں معذوری ظاہر کرتا تھا وہ مجھ کو یہ حدیث یاد دلاتے تھے کہ جو کوئی شخص علم کو سیکھکر چھپاویگا قیامت کے روز آگ کی لگام اُس کے دہن میں چڑہائی جاوے گی۔ یہانتک کہ اُنہوں نے مجھ کو بالکل خاموش کر دیا سب راستے تنگ ہو گئے اور پھر کوئی عذر نہ چل سکا اور مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ ایک نہایت اہم کام ہے اور پچھلے الہام کی ایک صورت ہے۔ تقدیر الٰہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا ہے۔ اور ہر سمت سے اس نے مجھ کو گھیر لیا ہے۔ لہذا میں نے خدا کی طرف متوجہ ہو کر استخارہ کیا اور ہمہ تن مشغول ہو کر ہر امر میں اسکی مدد کا خواہاں ہوا اور اپنی قوت سے بالکل جدا ہو گیا اور ایسا مجبور ہو گیا کہ جیسے بے اختیاری حرکتوں میں غسال کے ہاتھ میں مردہ ہوتا ہے تب میں نے اُن کی درخواست کو شروع کیا اور نہایت عاجزانہ طور پر خدا سے دعا کی کہ تمام لہو و لعب کی باتوں سے میرا دل پھیر دے اور ٹھیک ٹھیک ہر چیز کی حقیقت مجھ کو بتا دے اور جو وسوسہ میرے دل میں فکر پیدا کرے اس کے دور کرنے میں میرا معاون ہو جب دل کو توانا اور زبان کو گویا کر دے۔ اور جس مبحث میں میں داخل ہوں۔ اسمیں لغزشوں سے مجھ کو محفوظ رکھے اور ہر حالت میں راست بیانی کی توفیق دے۔ میں نے اُن کے سامنے پیش کر دیا تھا کہ بیان کے سوتم بھر میں ایک خاموش آدمی ہوں اور گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں میں لنج اعضا ہوں میرا سرمایہ بالکل ناقص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اوراق کی تلاش میں نہ مجھ سے غور کیا جاتا ہے اسلئے کہ میرا دل ایک ایسے امر میں مصروف ہے کہ جس پر زیادتی ممکن نہیں اور نہ میں منقولات کے حفظ کرنے میں انتہا درجہ کی کوشش کر سکتا ہوں کہ ہر آنے اور جانے والے کے سامنے اُس کو بیان کرتا رہوں۔ و میں اپنی جان سے صرف تنہا ہوں اپنی ہی گرد کو جمع کرنے والا ہوں اپنے وقت کا بندہ اور اپنے بخت کا تلمیذ ہوں اور اپنے ہی خیال بندی کا مقید ہوں اور اپنے ہی نفس کے نتائج کو غنیمت سمجھنے والا ہوں۔ جو اس کو پسند کر کے اسی پر بس کرنا چاہے وہ بس کرے نہیں تو وہ مختار ہے جو چاہے سو کرے۔ اور چونکہ آیت (وللہ الحجۃ البالغۃ) میں تکلیف شرائع اور جزاء اعمال کے راز اور احکام منزل من اللہ کے اسرار کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ کتاب بھی انہیں کی ایک بالیدہ شاخ ہے اور اسی کے کنارہ سے چودھویں رات کے چاند نکلے ہیں۔ اسلئے اس کا نام حجۃ اللہ البالغہ رکھا گیا حسبی اللہ ونعم الوکیل و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم +

مقدمہ

بعض لوگ خیال کیا کرتے ہیں کہ شریعت کے احکامات کوئی مصلحت نہیں ہوا کرتی اور اعمال اور اُن کی جزا میں جو منجانب اللہ مقرر ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اور احکام شریعت سے تکلیف کرنا بعینہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی آقا اپنے ملازم کی فرمانبرداری کی آزمائش کرنے کو کسی پتھر کے اُٹھانے یا کسی درخت کے چھونے کا حکم دے جس میں بجز آزمائش کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ پس اگر اسکی اطاعت کرے جزا پاوے اور سرکشی کرے تو سزا دی جاوے +

یہ گمان بالکل فاسد ہے۔ حدیث اور اُن زمانوں کے اجماع جنکی خوبی اور برکت پر خود شرع نے شہادت دی ہے اس خیال کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو شخص امور ذیل کو نہ سمجھ سکے اسکی واقفیت اُس موذن کی نمی سے کیا زیادہ ہو سکتی ہے جسکو دریا میں غوطہ دیا ہو۔ کہ اعمال کا اثر نیتوں پر اور اُن نفسانی حالتوں پر موقوف ہے جن سے اعمال سرزد ہوتے ہیں جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ خدا سے نہیں نزدیک کرتے ہیں۔ قربانیوں کے گوشت اور نہ خون لیکن تمہاری پرہیزگاری اُس سے نزدیک کر دیتی ہے۔ اور نماز خدا کی یاد اور اسکے حضور میں عاجزی کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے" اقم الصلوٰۃ لذکری" میری یاد کرنے کو نماز پڑھ اور نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اُسکی طفیل سے آخرت میں دیدار خدا نصیب ہو جاوے +

فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے" سترون ربکم کما ترون ہذا القمر لا تضامون فی رویتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوۃ قبل طلوع الشمس وصلوۃ قبل غروبہا فافعلوا" بیشک تم اپنے پروردگار کو ایسا ہی دیکھو گے جیسا اِس چاند کو دیکھتے ہو اُسکے دیدار میں کچھ شک و شبہ تم کو نہ ہوگا۔ پس اگر تم سے اسکا اہتمام ہو سکے کہ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کوئی چیز تم کو نماز سے باز نہ رکھے تو ایسا ہی کرو +

اور زکوٰۃ کا حکم شریعت میں اسلئے دیا گیا ہے کہ اُس سے بخل کی کمینہ عادت جاتی رہے اور حاجتمندوں کی کاربرآری ہوتی ہے جیسا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے" ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیرلہم بل ہو شرلہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ" وہ لوگ جو اُن نعمتوں میں بخل کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو دی ہیں یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ اُن کے حق میں اچھا ہے بلکہ بُرا ہے۔ قیامت کے روز یہ چیزیں جس کا اُنہوں نے بخل کیا اُن کے گلے کا طوق ہونگی اور جیسا کہ فرمایا رسولِ خدا نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے " فاخبرہم ان اللہ تعالیٰ فرض علیہم صدقۃ توخذ من اغنیاءہم فترد علی فقراءہم" آنحضرت نے اُن کو بتایا کہ خدا نے اُن لوگوں پر صدقہ دینا فرض کیا ہے مالداروں سے لیا جاوے اور غریبوں کو دیا جاوے +

اور **روزہ** نفس کے مطیع کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے " لعلکم تتقون" اسلئے کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے " فان الصوم لہ وجاء" کہ روزہ نفس کی خواہش کو روک دیتا ہے +

اور **حج** اسلئے مشروع ہوا ہے کہ اس سے کہ خدا کی نشانیوں کی عظمت ظاہر کی جاوے خدا تعالیٰ فرماتا ہے " ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ الایۃ" بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے اور فرمایا " ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" صفا اور مروہ خدا کے نشانوں سے ہیں +

اور **قصاص** کشت و خون کو باز رکھنے کے لئے قرار دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے " ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولے الالباب" اے عقلمندو تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے +

حدود اور کفارے اسلئے قرار دئے گئے ہیں کہ گناہوں پر زجر و توبیخ ہوتی ہے " کقولہ لیذوق وبال امرہ" تاکہ اپنے کئے کا مزہ چکھے +

جہاد میں یہ مصلحت ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو اور فتنہ و فساد کا استیصال ہو جاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے " وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ" اور کافروں سے لڑتے رہو تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور خدا کے ہی تمام مذہب ہو جاویں +

اور باہمی **معاملات** اور **نکاح** کے اصول میں یہ خوبی ہے کہ لوگوں میں باہم عدل و انصاف قائم رہے۔ علاوہ ازیں اور امور بھی ہیں جنکی تشریح احادیث سے ہوتی ہے اور ہر زمانہ کے بعض بعض علماء بھی انکو بیان کرتے رہے ہیں۔ جو شخص ان امور سے ناواقف ہو اسکو بجائے اسکے کہ اپنے قول کو شمار میں لاوے یہ بہتر ہے کہ اپنے حال زار پر افسوس کرے۔ پھر آنحضرت نے بعض بعض موقعوں پر اوقات معین کرنے کے اسرار بھی بیان فرماتے ہیں چنانچہ ظہر کی چار رکعتوں کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ کوئی نیک عمل میرا بھی آسمان کی طرف بلند ہو۔ روزہ عاشورہ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ یہ روزہ اس لئے مشروع ہوا تھا۔ کہ موسیٰ نے فرعون کے ہاتھ سے اُسی دن نجات پائی تھی اور ہمارے واسطے اس لئے کہ موسیٰ کے طریقے کی پیروی ہو مشروع ہوا ہے۔ اسکے علاوہ بھی اور بعض بعض احکام کے اسرار بیان کئے ہیں +

جاگنے والے کے لئے فرمایا کہ کچھ اُسکو خبر نہیں رہتی کہ کہاں اس کا ہاتھ جا پڑا ہو اور ناک صاف کرنے کے لئے فرمایا کہ شیطان انکی ناک کے نتھنے پر سوتا ہے اور خواب کی نسبت فرمایا کہ سونے سے بدن کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ رمی جمار کے لئے فرمایا کہ یہ خدا کی یاد بڑھانے کو ہے۔ اور فرمایا کہ اندر آنے کے لئے اجازت لینا اسلئے ہے کہ آنکھیں نظر نہ پڑ جائے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلی کی نسبت ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے مکانوں میں اکثر پھرتی رہتی ہے اسلئے اُسمیں کچھ نجاست نہیں ہے اور بارہا فرمایا کہ یہ کام کسی خرابی دور کرنے کے لئے ہے شیرخوارگی کے زمانہ میں عورتوں سے اختلاط کرنے کے متعلق فرمایا کہ اس سے بچے کو ضرر پہونچتا ہے بعض امور کے متعلق فرمایا کہ اس سے کافروں کے فعل کی مخالفت مقصود ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ آفتاب صبح کو شیطان کے دو نو سینگوں کے بیچ میں سے طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں کبھی تحریف سے روکنا مصلحت قرار دیا جیسا کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے جو نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھتا تھا کہا کہ اگلے لوگ ایسے ہی ایسے کاموں سے ہلاک ہوگئے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ اے عمر تیری رائے دُرست ہے۔ اور کبھی کسی حرج کی وجہ سے بھی بعض مسایل مشروع ہوتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا "اولکلکم ثوبان" کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو ہی کپڑے ہوا کرتے ہیں۔ اور خدا تعالی نے فرمایا "علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم"۔ خدا جانتا تھا کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کیا کرتے ہو اسلئے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہارا قصور معاف کر دیا بعض موقعوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت اور خوف دلانے کے اسرار بیان فرمائے ہیں اور بعض مشتبہ موقعوں پر صحابہ نے آپ سے رجوع کیا ہے۔ اور ان کے شبہ رفع کرنیکو اس امر کے متعلق اپنی اصلی بات بتادی ہے چنانچہ فرمایا کہ مکان پر یا بازار میں نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب ۲۵ درجہ زیادہ ہے اسلئے کہ جب کوئی تم میں سے وضو کرتا ہے اور بخوبی اُسکے آداب بجالاتا ہے اور پھر مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ تو اُسکے دل میں صرف نماز ہی کا خیال ہوا کرتا ہے اور فرمایا کہ تمہاری شرمگاہ میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں سے جب کوئی اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرتا ہے اسمیں بھی ثواب پاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اگر وہ حرام میں اُس کو بیجا استعمال کرتا تو اُس پر بارِ گناہ ہوتا یا نہیں۔ ایسا ہی جب اُس نے حلال میں استعمال کیا اُس کو ثواب ملیگا +

اور فرمایا کہ جب دو مسلمان باہم تلوار سے لڑیں وہ دونوں دوزخی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ قاتل تو خیر مقتول کیوں دوزخی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مقتول بھی تو اپنے مقابل کے قتل کا از بس خواہاں تھا۔ اسکے علاوہ اور بے شمار موقع ہیں۔ حضرت عباس نے جمعہ کے روز غسل مسنون ہونیکی وجہ بیان کی۔ حضرت زید بن ثابت نے درختوں کے پھل ظاہر ہونے سے پہلے بہا فروخت کرنے کی ممانعت کا سبب بیان کیا اور عبداللہ ابن عمر نے اس کی وجہ بیان کی کہ بیت اللہ کے چار رکنوں میں صرف دو ہی کو بوسہ کیوں دیا جاتا ہے +

ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد ائمہ مجتہدین ہمیشہ مصلحتوں کو احکام کے علل بیان کرتے رہے۔ مصلحتوں کو غرض بخوبی سمجھتے رہے منصوص احکام کے ایسے ایسے مناسب اسباب بیان کرتے رہے۔ جن کو کسی منفعت کے حاصل ہونے یا کسی مضرت کے دفع کرنے سے کچھ نہ کچھ تعلق تھا ان کی کتابوں اور مذاہب میں یہ سب امور تبفصیل مذکور ہیں۔ ان طبقوں کے بعد امام غزالی اور علامہ خطابی اور امام عزالدین ابن عبدالسلام وغیرہ شکر اللہ مساعیہم نے لطیف لطیف نکتوں اور بلند ترین تحقیقات کو ظاہر کر دیا +

اس جیسے کہ مذہب اسلام نے اس مصلحت اندیشی کو ضروری قرار دیا ہے اور اس پر گویا اجماع ہو گیا ہے ایسے ہی یہ بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور ہے کہ ان مصلحتوں سے قطع نظر کرکے خود کسی چیز کو واجب کسی چیز کا حرام قرار دینا ہے فرمانبردار کے ثواب پانے اور نافرمانی کرنے والے کے عذاب کا ذاتی سبب ہے اور محض بے اصل ہے جو خیال کیا جاتا ہے کہ اعمال کا حسن و قبح یعنی کام کرنے والے کا مستحق ثواب یا عذاب ہونا محض عقلی ہے۔ شریعت اپنی جانب سے نہ کسی چیز کو واجب کرتی ہے نہ حرام۔ اُس کا کام یہ ہے کہ اعمال کی خاصیتوں کو ٹھیک ٹھیک بتلا دے جیسے کہ کوئی طبیب دواؤں کی خاصیتیں بیماریوں کے اقسام بیان کر دیتا ہے۔ یہ گمان فاسد ہے حدیث علانیہ طور پر اس کی تردید کرتی ہے ✦

یہ کیسے ہو سکتا ہے آنحضرت تو رمضان میں تراویح کی نسبت فرماتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ فرض نہ ہو جاویں اور فرمایا وہ بڑا گنہگار وہ مسلمان ہے جو ایسی چیز دریافت کرے جو ابھی تک حرام نہ تھیں لیکن اُسکے سوال کرنے ہی سے حرام کردی گئیں اُنکے علاوہ اور کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔ بھلا اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو اُس مقیم کو جو سختی سے بسر کرتا ہے روزہ کا افطار کرنا درست ہوا کرتا جیسا کہ مسافر کو سختی کی وجہ سے افطار درست ہے۔ وہی تنگی و سختی جس پر رخصتوں کا مدار ہے یہاں بھی مقیم کی حالت میں موجود ہے اور ایسا ہی خوشحال مسافر کو افطار کرنا درست نہ ہوتا۔ تمام حدود شرعی کا یہی حال ہے ✦

ایسے ہی علم حدیث نے یہ بھی لازم کر دیا ہے کہ جب کوئی حکم شرع بروایت صحیح ثابت ہو جاوے تو اُس کی تعمیل کو مصلحت کے معلوم ہونے پر موقوف نہ رکھے۔ اکثر عقلیں عموماً مصلحتوں کو اپنے بل پر معلوم نہیں کر سکتی ہیں۔ اور نیز ہم کو اپنی عقلوں پر اتنا اعتماد نہیں ہے جتنا کہ آنحضرت پر ہے اسی لئے اُن لوگوں پر اس علم کا اظہار نہیں کیا گیا جو اُسکے اہل نہیں تھے۔ اس علم کے بھی وہ شرائط ہیں جو کتاب الٰہی کی تفسیر کے ہیں بغیر سند حدیث کے محض اپنی رائے سے اُس میں خوض کرنا حرام ہے ✦

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ احکام شرعی کے مقرر کرنے کی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کسی آقا کے غلام بیمار ہوں اور یہ آقا اُن کی دوا پلانے کو ایک خاص آدمی متعین کر دے اس صورت میں اگر یہ غلام علاج کرانے میں اُس طبیب کی فرمانبرداری کرینگے تو گویا اپنے آقا کی فرمانبرداری کرینگے اُنکا آقا خوش ہوگا اور بھلائی سے اُن کے ساتھ پیش آویگا۔ اور اُن کو بھی بیماری سے نجات ملجاویگی۔ اور اگر انہوں نے اُس طبیب کا کہنا نہ مانا تو گویا اپنے آقا ہی سے سرتابی کی۔ اُس کے غصہ میں مبتلا ہوئے اور نہایت سخت سزا انکو ملی اور مرض نے اُنکا کام تمام کر دیا۔ اسی طرف آنحضرت نے اُس حدیث میں جو فرشتوں کی طرف سے روایت کی ہے اشارہ فرمایا کہ اس کا حال ایسا ہے کہ جیسے کسی شخص نے ایک گھر تعمیر کرکے اُس میں کھانا تیار کیا اور ایک بلانے والے کو بھیج دیا کہ لوگوں کو بلا لاوے۔ اب جس نے بلانے والے کی بات مان لی۔ اُس نے گھر میں داخل ہو کر کھانا کھایا اور جس نے اُس کے کہنے کی پروا نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا۔ نہ اُس نے کھانا کھایا اور اور جگہ ارشاد فرمایا کہ میرا اور اُن احکام کا حال جن کے ساتھ خدا نے مجھ کو بھیجا ہے ایسا ہے جیسا کہ کسی آدمی نے کسی قوم کے پاس جا کر کہا کہ لوگو میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے تم کو برملا آگاہ کرتا ہوں۔ کہ اپنے بچنے کی فکر کرو۔ اپنے آپ کو بچاؤ جنہوں نے اُس کا کہنا مان لیا اور شروع رات سے سفر کا سامان کرکے چلدیئے وہ محفوظ رہے اور جس فریق نے اُس کو سچا نہ جانا وہ اپنی جگہ ٹھیرا رہے وہاں تک کہ صبح کے وقت لشکر نے اُن کو آلیا۔ اور بیخ و بن سے برباد کر دیا اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت نے اپنے پروردگار کیطرف سے فرمایا کہ وہ تمہارے اعمال ہیں جو تم پر ترتے ہیں ؎

ہماری اس تقریر سے کہ حالت احکام کی بین بین ہے یعنی اعمال کو اور چیزوں کے وجوب اور حرام مقرر کرنے کو دونوں کو ثواب اور عذاب کے مستحق ہونے میں دخل ہے۔ اُن مختلف دلیلوں میں بھی تعلق ہوگیا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کو اُن کے اعمال پر عذاب دیا جاویگا یا نہیں ؎

اور بعض لوگ یہ تو کسی قدر جانتے ہیں کہ احکام کے لئے مصلحتیں علت ہیں اور اعمال پر جزا اُن نفسانی حالتوں کی ہی وجہ سے مرتب ہوتی ہیں (یعنی نفس درست ہو جاتا ہے یا بگڑ جاتا ہے) جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بدن میں ایک بوٹی ہے اسکی درستی سے سارا بدن درست رہتا ہے اور اسکے بگڑنے سے سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔ سنو کہ وہ دل ہے لیکن یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس فن کا مدون ہونا اسکے اصول و فروع کا مرتب کرنا عقلاً تو اسواسطے منع ہے کہ اس کے مسایل نہایت مشکل ہیں اور شرعاً اسلئے ناممکن ہے کہ سلف نے اسکو جمع نہیں کیا حالانکہ اُن کا زمانہ آنحضرت سے قریب تھا اور اُنکے علوم بہت وسیع تھے تو گویا اسکے ترک پر سب کا اتفاق سا ہوگیا ہے۔ یا یوں کہہ اُٹھتے ہیں کہ اس علم کے مرتب کرنے میں کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہے کیونکہ شریعت پر عمل کرنا کچھ احکام کی مصلحتوں سے واقف ہونے پر موقوف نہیں یہ سب گمان فاسد ہیں اسلئے اس قول کے کہ اسکے مسایل مشکل ہیں، اگر یہ معنی ہیں کہ اس صورت میں اس علم کا جمع کرنا بالکل ہی ناممکن ہے تو مسایل کے مشکل ہونے سے یہ بات لازم نہیں آتی۔ دیکھو توحید و صفات کے مسایل کیسے کیسے مشکل ہیں اُن کا پورا دریافت کرنا کیسا دشوار ہے تاہم خدا جسکے لئے چاہتا ہے اُسکو آسان کر دیتا ہے ہر ایک علم کا یہی حال ہے ظاہر نظر میں معلوم ہوا کرتا ہے کہ اسمیں بحث کرنا دشوار ہوگا اور اسکا پورا پورا دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہوگا لیکن جب اُسکے متعلقات میں کوشش کی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اسکے مقدمات اور مبادی سمجھے جاتے ہیں تو اُس میں قدرت بڑھتی جاتی ہے اور اُسکی بنیادیں مستحکم ہوتی جاتی ہیں اور اُسکی فروعات اور متعلقات کا نکالنا آسان ہوتا جاتا ہے ؎

اور اگر یہ معنی ہیں کہ اس میں کسی قدر دشواری ہے اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن دشواری ہی سے تو بعض علموں کی فضیلت بعض پر ظاہر ہوا کرتی ہے۔ جب تک کہ مشقتیں اور شداید نہ جھیلے جاویں تمنائیں پوری نہیں ہوتیں علوم میں ملکات تبھی حاصل ہوتے ہیں کہ عقلی تکالیف برداشت کیجاویں اور ہر ہر بات کے سمجھنے میں نہایت خوض اور غور کیا جاوے ؎

اور یہ کہنا کہ سلف نے اسکو مدون نہیں کیا ہے ہم کو سلف کے مدون کرنے کی کیا پروا ہے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے اصول کو قایم کر دیا ہے اور اسکے فروع کو مرتب فرما دیا ہے حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زیدؓ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت عایشہؓ وغیرہ جیسے فقہاء صحابہ نے اس میں گفتگوئیں کی ہیں اور اُسکی وجوہ کو روشن بیانی سے ظاہر کر دیا ہے اور اُنکے بعد علماء دین اور رہروان طریقۂ یقین اُن ضروری امور کو جنکو خدا تعالے نے اُن کے دلوں میں ذخیرہ کیا تھا ظاہر کرتے رہے ہیں۔ جب اُنکو کسی ایسے شخص سے مناظرہ کی ضرورت آپڑتی تھی جو شک اور شبہ سے فتنہ پردازی کرنا چاہتا تھا تو وہ مستعدانہ بحث کی شمشیر کو میان سے نکال لیتے تھے اپنے ارادوں کو مصمم کر کے جرأت اور دلیری سے مبتدعین کے لشکر کو ہزیمت دیتے تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے خوب سمجھ لیا کہ ایک ایسی کتاب کا مدون کرنا جس میں اس فن کے اصول و قواعد کا ایک معقول حصہ ہو نہایت کارآمد اور پرمنفعت ہوگا۔

متقدمین کو اس فن کی اسلئے ضرورت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے اُنکے عقیدے بالکل صاف تھے۔ آپ کے زمانہ سے وہ قریب تھے۔ اُنمیں اختلافات کم تھے اُنکے دل مطمئن تھے۔ اِن امور کی تفتیش کی انکو کچھ ضرورت نہ تھی جو آنحضرت سے ثابت ہوچکے تھے منقول کو معقول سے مطابق کرنے کا انکو کچھ خیال نہ تھا۔ ثقات سے اکثر مسئلوں کا دریافت کرلینا ممکن تھا۔

علٰے ہذا القیاس اسیوجہ سے کہ اُن کا زمانہ قرن اول کے متصل تھا رجال حدیث اُنکے پیش نظر تھے اپنے کانوں سے وہ انکا کلام سنتے تھے۔ ہر ایک بات کو علماے ثقات سے دریافت کرسکتے تھے۔ اختلافات مذہبی اُنمیں کم تھے فنون حدیث کی کچھ ضرورت انکو نہیں تھی۔ غریب حدیثوں کے شرح اسماء رجال کے تحقیقات انکی عدالت کے وجے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہتھی ایسے ہی مشکل احادیث کی تفسیر حدیث کے اصول مختلف حدیثوں کا بیان۔ احادیث کے راز ضعیف کو صحیح سے تمیز دینا موضوع کو معتبر سے جدا کرنا یہ سب غیر ضروری تھا۔

فنون بالا میں سے ہر فن کی تدوین اُنکے اصول و فروع کی ترتیب مدت دراز کے بعد ہوئی جب اُسکی ضرورت کا وقت آیا پھر ایک زمانہ کے بعد فقہا میں اس بنا پر اختلاف ہوا کہ احکام کی کیا کیا علتیں ہیں اور اُن علتوں کے متعلق ایسی بحثیں چھڑیں کہ اُنسے وہ مصلحتیں کیسی حاصل ہوسکتی ہیں جو شرع میں معتبر ہیں۔ پھر اکثر مذہبی مسایل میں اکثر اپنی راے کو دخل دیا جانے لگا اور اعتقادی اور عملی مسئلوں میں شکوک اور شبہات پیدا ہونے لگے اور ایسا وقت آپہونچا کہ نقلی نصوص پر عقلی دلایل کا قائم کرنا اور منقول کو معقول سے مطابق کرنا دین کی کامل مدد کا باعث ہوا اور مسلمانوں کی پراگندگی دور کرنے میں ایسی ایسی کوششوں سے عمدہ آثار ثابت ہوئے۔ یہ عبادت سب عبادتوں سے افضل اور تمام بندگیوں کی اصل اصول قرار پائیے۔

یہ کہنا کہ اس فن یعنی اسرار دین کی تدوین بے فائدہ ہے بالکل بے اصل ہے بلکہ اسمیں بڑے بڑے فایدے ہیں۔ اولاً اسکے ذریعہ سے آنحضرت کے معجزات میں سے ایک بہت بڑے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے۔ آنحضرت نے لوگوں کے سامنے قرآن عظیم کو پیش کیا جسنے تمام بلغاء زمانہ کو تھکا مارا کسی ایک سے بھی بن نہ پڑا کہ ویسی ایک سورہ بنا سکتا۔ لیکن جب زمانہ قرن اول کا گزر گیا اور اُس کی معجز نما وجہیں لوگوں پر مخفی ہوگئیں تو علماء امت نے اپنی ہمت سے ان وجوہ کو ظاہر و باہر کردیا تاکہ جو لوگ اُنکے ہمرتبہ نہ ہوں وہ قرآن کے اعجاز کو بخوبی سمجھ سکیں۔ ایسے ہی خدا کی جانب سے آپ نے ایسی شریعت کو عام نظروں کے سامنے پیش کیا جو تمام شرایع سے زیادہ مکمل ہے اسمیں ایسی ایسی مصلحتیں ملحوظ ہیں جن کا اندازہ طاقت بشری نہیں کرسکتی آپ کے زمانہ کے لوگوں نے احکام الٰہیہ کی عظمت کو خوب معلوم کرلیا تھا اپنی زبانوں سے انھوں نے اسکا اظہار کیا ہے اور اپنے خطبوں اور تقریروں میں اسکو صاف صاف بیان کیا ہے لیکن انکا زمانہ گذر جانے کے بعد یہ ضرورت پیش آئی کہ امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص ہو جو اس قسم کے عجائب کی وجہوں کو لوگوں پر ظاہر کرے اُن اسباب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تشریح کردے جن سے عیان ہو جاوے کہ شریعتِ محمدیہ تمام شرائع سے زیادہ کامل ہے۔ آنحضرت جیسے شخص سے اس پایہ کی چیز کا ظاہر ہونا ایک پرعظمت معجزہ ہے۔ ثانیاً۔ ایمان لانے کے بعد اس علم سے دلی اطمینان زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جیسے کہ آنحضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جاوے۔

ثالثاً۔ جب دلائل باہم ایک دوسرے کے مؤید ہوتے ہیں اور کوئی شے جب مختلف طریقوں سے ثابت کیجاتی ہے تو اس سے سینہ میں ایک قسم کی راحت پیدا ہو کر اضطراب دور ہو جاتا ہے۔

رابعاً۔ خالصاً خدا کی عبادت کرنے والا جب خدا کی عبادت میں کوشش کرتا ہے اور اس پر وہ عبادتوں کے مشروع ہونے کی وجہ سے واقف ہوتا ہے اور عبادت کے اسرار اور انوار کی دل سے محافظت کرتا ہے تو تھوڑی عبادت بھی اسکو بہت نفع دیتی ہے اور وہ اندھا دھند کسی کام کو نہیں کرتا اسلئے امام غزالیؒ نے سلوک کی کتابوں میں عبادت کے اسرار جابجا بیان کئے ہیں۔

خامساً۔ فقہا نے اکثر فقہ کے فروعی مسئلوں میں اسی بنا پر کہ احکام کی علتیں کونسی مناسب اور کون سی نامناسب ہیں بڑا اختلاف کیا ہے اور پورے تحقیق بدون اس کے کہ مصلحتوں کے متعلق ایک مستقل گفتگو کی جاوے ناتمام رہتی ہے۔

سادساً۔ بدعتی لوگ اکثر اس قسم کے شبہے اسلامی مسئلوں میں ظاہر کیا کرتے ہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہیں اور جو چیز عقل کے خلاف ہو اسکو رد کر دینا چاہیئے یا کسی تاویل سے درست کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ وہ عذاب قبر میں کہا کرتے ہیں کہ یہ کیفیتیں بداہتہً اور عقل کے بالکل خلاف ہیں ایسے ہی حساب اعمال پلصراط۔ میزان کے متعلق تقریر کرتے ہیں اور انکی دور از کار تاویلیں گھڑا کرتے ہیں۔ اور فرقہ اسمٰعیلیہ نے یہ کہکر بڑا فتنہ برپا کیا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ رمضان کے پہلے دن کا روزہ تو واجب ہوا اور شوال کے پہلے دن کا روزہ حرام ہوا۔ اور ایسی ہی گفتگوئیں اور بھی ہوئی ہیں ایک فرقہ یہ خیال کر کے کہ رغبت اور خوف دلانے کی چیزیں صرف طبیعتوں کے ابھارنے کے لئے ہیں۔ واقعہ میں ان کی کوئی پایاں اصل نہیں۔ ترغیب اور ترہیب کے مضامین کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ایسے ایسے مفسدوں کے دفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہر امر کی مصلحتیں بیان کی جاویں انکے قاعدے خوب پختہ کئے جاویں۔ یہود۔ نصاریٰ۔ دہریوں کے مقابلہ میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے اور اس علم کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ فقہا میں ایک فرقہ اسکا قایل ہے کہ جو حدیث قیاس کے بالکل مخالف ہو وہ نہیں ماننی چاہیئے۔ اس سے اکثر صحیح حدیثوں میں بڑی خرابی پڑ گئی۔ مثلاً حدیث مصراۃ اور حدیث قلتین۔ اسلئے اہلحدیث کو ضرور ہوا کہ ان کے الزام حجت کے لئے بتا دیں کہ یہ سب حدیثیں شرعی مسئلوں کے بالکل موافق ہیں اور علاوہ مذکورہ بالا فایدوں کے اور بے شمار فایدے ہیں اور جب مجھ پر بیان کا جوش غالب ہوگا اور قاعدوں کی تمہید بیان کرنے میں مجکو نہایت غور کرنا پڑے گا تو بمقتضائے کلام میری قلم سے وہ باتیں نکل جاوینگی کہ مناظر متکلمین سے کم لوگ اُس کے قایل ہوئے ہونگے مثلاً اسکا قایل ہونا کہ خدا تعالےٰ آخرت کے موقعوں پر بشکل و صورت میں تجلی فرمائیگا اور ایک ایسے عالم کو ثابت کرنا جس کی ترکیب عنصری نہیں ہے اس میں اعمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آنِ لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اور مخفی چیزیں ایسے ایسے قالبوں میں جو صفت میں اُن اعمال وغیرہ کے مناسب ہوتے ہیں مجسم ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور قبل اسکے کہ زمین پر حوادث پیدا ہوں وہ پہلے ہی سے اس بیچگون عالم میں ظاہر ہو جاتی ہیں ❊

اور اس بات کا قایل ہونا کہ اعمال کو نفس کی حالتوں سے ایک خاص تعلق ہے اور دنیا اور آخرت میں جزا پانیکا حقیقۃً وہی باعث ہوتے ہیں اور قضا و قدر کا قایل ہونا جسکا اثر لازمی ہے اور علے ہٰذا القیاس ❊

اور یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ میں نے ایسے ایسے اقوال پر جرأت جیسی کی ہے کہ آیتوں اور حدیثوں اور صحابہ و تابعین کے آثار کو اُنکے موید پالیا ہے اہل سنت میں خاص درجہ کے لوگ جو علم لدنی کیوجہ سے سب سے ممتاز ہوئے ہیں اُن مسلوں کے قایل ہو چکے تھے اُنہوں نے اپنے اصول اُن اقوال کے موافق قایم کئے تھے ❊

اہل سنت حقیقۃً علم کلام کے کسی خاص فرقہ کا نام نہیں ہے بلکہ اہل قبلہ نے ضروریات دین کے ماننے کے بعد جن جن مسلوں میں اختلاف کیا ہے اور باہمی اختلاف سے انکے جدا فرقے بن گئے ہیں وہ دو قسم کے ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ قرآن کی آیتوں یا صحیح حدیثوں میں انکا بیان ہوا ہے۔ سلف یعنی صحابہ و تابعین انکو مانتے رہے ایک زمانہ کے بعد جب اپنی رائے کا پسند کرنا ہر صاحب رائے کا شیوہ ہو گیا اور مسلمانوں کے باہم فرقے بننے لگے تو ایسے وقت میں ایک فرقہ نے تو انہیں امور کو اختیار کیا جو صاف صاف قرآن اور حدیث سے ثابت تھے سلف کے عقیدوں پر وہ مضبوطی سے جم گئے اسکی کچھ پروا نہ کی کہ عقلی قاعدوں کے مخالف ہوں یا موافق اگر فن معقول کی کوئی بات بیان بھی کی تو مخالفین کے الزام دینے کو یا دلی اطمینان بڑھانے کو را یوں سے کوئی فایدہ حاصل کرنا انکو مقصود نہیں تھا انکا نام اہل سنت ہے۔ اور ایک فرقہ نے اپنا شیوہ اختیار کیا کہ جہاں جہاں اپنے زعم میں اسلام کی کوئی بات انہیں عقلی اصول کے خلاف معلوم ہوئی تو سکی تاویل کر کے ظاہری معنی سے پھیر دیا اور ہر مسئلہ میں علم معقول کے قاعدوں کے موافق کلام کیا۔ جیسے سوال قبر۔ وزن اعمال۔ خدا کا دیدار۔ اولیا کی کرامتیں۔ یہ سب امور قرآن و حدیث سے برملا ثابت ہیں سلف نے اُن پر اتفاق کیا ہے۔ لیکن بعض لوگونکی نظر میں یہاں معقول کا قافیہ تنگ ہے۔ اسیواسطے ایسے ایسے امور کا یا تو وہ صاف صاف انکار کر دیتے ہیں یا پھیر پھار کے معنی کچھ کے کچھ لیا کرتے ہیں اور ایک فریق قایل ہے کہ ہمارا ان امور پر ایمان ہے اگرچہ اُن کی اصلی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو اُن پر معقول کی کافی شہادت ہمارے خیال کے موافق نہ ہو ❊

اور ہم کہتے ہیں کہ ہمارا سب امور پر ایمان ہے اور خدا کی جانب سے صاف صاف دلایل اُسکے حقانیت کے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہماری رائے میں عقلی شہادتوں سے انکا کافی ثبوت ہوتا ہے ❊

اور امور دینی میں سے ایک حصہ ایسا ہے کہ قرآن میں اُن کا ذکر نہیں ہے اور احادیث میں انکی شہرت نہیں ہوئی صحابہ نے بھی انکے متعلق کچھ بیان نہیں کیا اسلئے اس حصہ پر ایک پردہ سا پڑا رہا لیکن آیندہ دور کے علما میں اسکا چرچا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو گئے علما نے اس حصہ کو دو طرح پر خوض کیا یا تو اُن مسلوں کو محض نقلی دلایل سے ثابت کیا جیسا کہ انبیا کا فرشتوں سے افضل ہونا اور حضرت عائشہ کی حضرت فاطمہ پر فضیلت یا علما نے ان امور کو جز دین قرار نہیں دیا بلکہ امور دینی کا سمجھنا اُن پر موقوف سمجھا ❊

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ امور عامہ کے مسئلے جوہر و عرض کے مباحث اسلئے عالم کا حادث ہونا جب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ ہیولی باطل اور جزء لا یتجزی ثابت کر دیا جائے اور یہ امر کہ خدا تعالے نے عالم کو بلا وساطت دوسرے کے پیدا کیا ہے جب ہی پایہ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے کہ اس مشہور قول کی تردید ہو جاوے کہ ایک چیز سے ہمیشہ ایک ہی چیز پیدا ہو سکتی ہے اور جبتک کہ اسباب اور انکے مسببات میں لزوم عقلی باطل نہ ہو جاوے معجزات کا ثبوت نہیں ہو سکتا معاد جسمانی کا مسئلہ جب ہی طے ہو سکتا ہے کہ ایک معدوم چیز کا دوبارہ لوٹ آنا ممکن ہو وعلے ہذالقیاس *

ان باقی امور کو سمجھنا چاہئے جو بالتفصیل کتابوں میں مندرج ہیں *

اور ایک تیسری نحو اختلاف کی یہ ہے کہ ایک اصلی امر پر تو اتفاق ہو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہو لیکن اس کی تفصیل اور تفسیر کرنے میں علما نے اختلاف کیا ہو چنانچہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ خدا میں سمع - بصر کی دو صفتیں ہیں اب اس میں اختلاف ہے کہ اسکے سمیع - بصیر ہونے کے کیا معنی ہیں ایک فرقہ قایل ہے کہ ان دونوں کا حاصل یہ ہے کہ خدا ان چیزوں کو اپنے علم سے جانتا ہے جو سننے یا دیکھنے کے لایق ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ دونوں بالکل علیحدہ صفتیں ہیں -

علی ہذا اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خدا تعالے حی ہے علیم ہے - ارادہ کرنے والا ہر چیز پر قادر ہے کلام کرتا ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفتوں سے یہی معنی جو ان سے مفہوم ہوتے ہیں مراد نہیں ہیں بلکہ ان صفتوں کے اثر اور کام مراد ہیں اور اسی لحاظ سے صفات مذکورہ اور صفت رحمت - غضب - جود میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ احادیث نے انہیں کچھ فرق ثابت کیا ہے *

اور بعض قایل ہیں کہ نہیں بلکہ خدا کی ذات واجب ہی میں یہ سب امور موجود اور قدیم ہیں اور علے ہذا سب متفق ہیں کہ خدا میں استوا - وجہ ہونے کی ضحک کی صفت ثابت ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفات سے وہ معنی مراد ہیں جو ان کے مناسب ہوں مثلاً عرش پر ٹھیرنے سے اسپر غالب آنا مراد ہے وجہ سے ذات مراد ہے - اور ایک فریق نے ان امور کو بحال خود چھوڑ دیا ہے اور صاف کہدیا کہ ان لفظوں کی مراد کو ہم کچھ نہیں سمجھتے *

میری دانست میں اس حصہ کے لحاظ سے جس میں کوئی حکم شرعی صاف اور منصوص نہ ہو بلحاظ سنی ہونے کے کسی فریق کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہے *

اسلئے کہ اگر خالص سنیت پر نظر کیجاوے تو اوسکا مقتضا یہی ہے کہ سلف کیطرح سے کسی مذہبی مسئلہ میں چون و چرا نہ کی جاوے اور جب ایسے ایسے امور میں زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت آپڑے تو ان امور میں انکا پیرو بننا کچھ ضروری نہیں ہے کیا ضروری ہے کہ جو کچھ انہوں نے قرآن و حدیث سے مستنبط کیا ہو وہ سراپا راست ہو اور اسی کا تابع ہوا ہو یا اپنی دانست میں انہوں نے کسی بات کو کسی امر پر موقوف خیال کیا ہو تو کیا ضرور ہے کہ یہ توقف تسلیم کرنے کے قابل ہی ہو یا جس امر کو انہوں نے قابل الرد خیال کیا ہو وہ حقیقت میں رد کے قابل ہی ہو یہ کیا ضرور ہے کہ انہوں نے ایک امر دشوار سمجھ کر خوض نہ کیا ہو تو وہ حقیقت میں ایسا ہی دشوار ہو کچھ انکے بیان اور تفسیر کو اس کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اوروں کی تفاسیر سے حقانیت کے لحاظ سے گرانمرتبہ ہوں اور اسلیئے کہ سُنّی ہونے کا مدار پہلے حصہ پر ہے نہ دوسرے پر تم دیکھو گے کہ دوسرے حصہ کے اکثر مسایل میں جا بجا علماے سُنّت نے باہم اختلاف کیا ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کو دیکھ لو۔ انکے علاوہ ہر زمانہ کے حاذق علما کبھی ان دقایق کے اظہار میں توقف نہیں کرتے جو حدیث کے مخالف ہوں اُسکی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ متقدمین میں سے کوئی اُسکا قایل ہوا ہے یا نہیں جہاں میں علما کی فریق اور مذہب مختلف پاتا ہوں تو میں ایک صاف اور روشن رستہ اختیار کر لیتا ہوں کنارہ کی طرف نہیں مگر تا معتدل طریقہ پسند کرکے پختگی سے اوسپر تفریعات کرتا ہوں ◆

یہ معلوم رکھنا چاہیئے کہ ہر فن کا ایک خاصہ ہوا کرتا ہے اور ہر مقام کا مقتضا جدا ہوتا ہے جسکو حدیث کی غرابت سے بحث ہے اُسکو حدیث کی صحت اور ضعف سے کچھ غرض رکھنا نہ چاہیئے۔ ایسے ہی حافظ حدیث کو فقہی فروعات میں کلام کرنا اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دینا زیبا نہیں ہوتا ایسے ہی ان مذکورہ بالا مباحث میں پڑنا اُس شخص کا منصب نہیں جو اسرار دین کے مباحث میں مصروف ہے اُسکی غایت ہمت اور مطمح نظر صرف اُس راز کا ظاہر کرنا ہے جس کا کہ آنحضرت نے اپنے کلام میں قصد فرمایا ہے خواہ وہ حکم قایم رہا ہو خواہ منسوخ ہو گیا ہو یا اُسکی معارض کوئی دوسری دلیل آگئی ہو اور اس معارضہ نے فقیہ کی نظر میں اُس حکم کو مرجوح کر دیا ہو۔ ہاں یہ امر لابدی ہے کہ ہر فن کے خوض کرنے والے کو وہی بات اختیار کرنی چاہیئے جو اُس فن کے لحاظ سے زیادہ اچھی اور موزون ہو۔ حدیثیں شہروں میں مدوّن ہو کر اقوال فقہا سے موید ہونے کے بعد اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ پیروی کے قابل کون کون سی ہیں اور حدیثوں سے ممیز ہو گئی ہیں جن میں یہ اوصاف نہیں ہیں اور ایسے ہی وہ حدیثیں جو کثرت اور قوت روایت کی وجہ سے اوسطے درجہ کی حدیثوں سے خالص قرار پا چکی ہیں تاہم اگر اسی قسم کا کوئی امر تبعاً مذکور ہو تو کیا مضایقہ ہے مسایل اجتہاد میں بحث کرنا اُس کی طرف میلان کرنا جو حق سے قریب ہو اہل علم سے کوئی نئی بات نہیں ہے اور راے کی کسر شان میں کوئی طعن باعث نہیں ہے ◆

اور سن لو کہ میں ایسی گفتگو سے بالکل بری ہوں جو کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کے مخالف ہو یا اجماع امت کے خلاف ہو جس کی خوبی اور بہتری پر شہادت ہو چکی ہے یا کسی ایسے مسئلے کے خلاف ہو جس کو جمہور مجتہدین نے اختیار کیا ہو یا مسلمانوں کی جماعت کثیر نے اُس کو مقبول کر لیا ہو اگر مجھ سے کہیں اس قسم کی کوئی بات سرزد ہوئی ہو تو اُس کو بالکل خطا سمجھنا چاہیئے جو شخص مجھ کو خواب غفلت سے بیدار کرے خدا کی اس پر رحمت ہو۔ ہم کو ایسے لوگوں کی ہر بات سے اتفاق کرنا کچھ ضروری نہیں ہے۔ جو متقدمین کے کلام سے مسئلے مستنبط کرتے رہتے ہیں اور جھگڑے تو ڑ مناظرے کرنا اُنکا منصب ہوتا ہے ہم بھی آدمی ہیں وہ بھی آدمی تھے کبھی وہ کامیاب ہوتے ہیں کبھی ہم ◆

میں نے اس کتاب کے دو حصے کئے ہیں پہلے حصہ میں وہ کلی قاعدے ہیں جن پر شرایع کی مصلحتوں اور اغراض کا مدار ہے اس قسم کے اکثر مسئلے ایسے ہیں جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے موجودہ مذہبوں میں مسلم ہو چکے تھے۔ باہم ان اہل مذہب میں ان امور کے متعلق کچھ ایسا اختلاف نہ تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہاً اُنکا ذکر فرمایا ہے جیسے کہ فروع باتوں کے بتانے کے وقت اُن اصول کو بتادیا کرتے ہیں جن پر کہ وہ فروع بنی ہوتی ہیں اس طرح پر کہ فروع کو اصول کی طرف پھیر دینے پر وہ قادر ہو گئے وہ پہلے ہی اُن کے نشایرد کیمہ دیکھ کر جو ملت اسمٰعیلی کے پیرو عرب اور یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں میں پائے جاتے تھے مشاق ہو گئے تھے مجکو معلوم ہوا کہ اگر تمام شریع کو تفصیلاً دیکھا جاوے تو اُن کی انتہا دو قاعدوں پر ہوتی ہے اولاً نیکی او رگناہ کے مباحث سو دوسرے سیاست مذہبی کے مباحث لیکن نیکی اور گناہ کی پوری حقیقت بدوں اس کے ناتمام رہتی ہے کہ اس سے قبل جزائے اعمال پر کافی بحث نہ کی جاوے نفع اُٹھانے کے وسایل کا پورا بیان نہ ہو نوع انسانی کے کمالات اور سعادت کے درجے نہ بیان کئے جاویں لیکن یہ مباحث بھی اور اور مسئلوں پر مبنی پائے گئے جو اس علم میں صرف تسلیم کر لئے گئے ہیں ان کی کچھ حقیقت یہاں نہیں بیان کی گئی۔ عام شہرت کی وجہ سے اُن کی یہاں تصدیق کر لیگئی یا اس لئے مان لیا ہے کہ اُن کی تعلیم دینے والے کے ساتھ حسنِ عقیدت تھی یا اُن دلایل پر اعتماد کیا گیا ہے جو ان امور کے اثبات کے لئے ایک دوسرے بلند مرتبہ علم میں دئے جاویں۔ اور نفس کے مباحث چونکہ عام فرقوں کی کتابوں میں مل چکے اس لئے مینے نفس کی حقیقت اُس کی بقا اور بدنی مفارقت کے بعد آرام و رنج پانے کے متعلق زیادہ گفتگو نہیں کی البتہ ایسے بعض مسایل کا ذکر اُن موقعوں پر کر دیا ہے کہ کتابیں اُس کے بیان میں خاموش تھیں۔ کہیں کہیں ترتیب اور تفریع کر دی گئی ہے جس کو خدا کی توفیق سے میں نے ایجاد کیا ہے۔ مسلم مسایل میں سے صرف وہی بیان کر دئے ہیں کہ اوایل میں سے کوئی اُن کے درپے نہ ہوا تھا نقلی دلایل بیان کرنے کا بھی میں نے کچھ اہتمام نہیں کیا اس لئے میں اس حصے میں صرف وہی مسایل بیان کرونگا جن کی بغیر دریافت لمیت کے یہاں صرف تصدیق کر لینی چاہئے۔ اس کے بعد دنیا اور آخرت میں اعمال کے جزا پانے پر بحث کی جاویگی پھر ملتوں کے وہ وہ مسایل بیان کئے جاویں گے جو عام لوگوں میں پیدایشی اور فطری ہیں اور اپنی اپنی رائے کے موافق عرب اور عجم میں کوئی اُن کو فروگذاشت نہیں کرتا۔ اسکے بعد انسان کی نوعی سعادت اور بدبختی کا بیان ہے اور اس کا بھی ذکر ہے کہ آخرت میں ان دونوں کے نتائج کیونکر ظہور پذیر ہوں گے۔ پھر نیکی او رگناہ کے اصول ذکر کئے جاوینگے جن پر تمام اہل مذاہب کا نسلاً بعد نسلٍ اتفاق ہوتا رہا ہے۔ پھر اس کا بیان ہے کہ جب کسی قوم پر مذہبی گمراہی کی جاتی ہے تو حدود اور شرایع کا تقرر کیونکر ہوتا ہے۔

پھر اسکا تذکرہ ہے کہ کلام نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے احکام شرعی کیونکر مستنبط کئے جاتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں اُن اسرار کی تفصیل ہے جو ابواب ذیل سے علاقہ رکھتے ہیں (۱) ابواب ایمان (۲) ابواب طہارت (۳) ابواب نماز (۴) ابواب زکوٰۃ (۵) ابواب روزہ (۶) ابواب حج (۷) ابواب احسان (۸) ابواب معاملات (۹) ابواب تدبیر منزل (۱۰) ابواب سیاست مدن (۱۱) ابواب معیشت (۱۲) چند ابواب مختلف۔ اب مقاصد شروع کرنیکا وقت آپہنچا الحمد للہ اولاً و آخراً۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قسم اول اُن قواعد کلیہ کے بیانمیں جن سے وہ شرعی مصلحتیں نکلتی ہیں جن کا شریعت کے احکام میں لحاظ کیا گیا ہے۔ اسمیں سات مباحث مثل بابوں ہیں ہیں ؛

مبحث اوّل

تکلیف اور جزا سزا دینے کے بیانمیں

باب ا

خدا کی صفت ابداع۔ خلق۔ تدبیر کے بیانمیں

ابداع جاننا چاہیے کہ ایجادِ عالم کے لحاظ سے خدا کی بہ ترتیب تین صفتیں ہیں اوّلاً ابداع۔ ابداع کہتے ہیں عدم محض سے کسی چیز کو پیدا کرنا اصطلاح بغیر کسی مادہ کے کوئی چیز پردۂ عدم سے وجود میں آتی ہے۔ رسول اللہ صلعم سے اس امر کے آغاز سے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ پہلے صرف خدا ہی تھا اُس سے پہلے کوئی چیز موجود تھی ؛

خلق دوسری صفت خلق کی ہے خلق کہتے ہیں کسی مادہ سے کسی چیز کو پیدا کرنا جیسے کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور جن کو خالص بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا عقل او نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے عالم کی نوعین اور جنسیں مختلف مختلف پیدا کی ہیں اور ہر ایک نوع او جنس کی خاصیتیں جدا جدا کردی ہیں مثلاً نوع انسان کی خاصیت بولنا۔ جلد کا کھلا ہوا ہونا۔ قد کا سیدھا ہونا گفتگو کا سمجھ لینا ہے گھوڑے کی نوع کی خاصیت ہے ہنہنانا۔ اسکی جلد کا بالو نسے ڈھکا ہوا ہونا۔ قد کا کج ہونا گفتگو کا نہ سمجھنا زہر کی خاصیت ہے زہر کھانے والے آدمی کو ہلاک کرنا۔ سونٹھ کی خاصیت گرم خشک ہے۔ کافور کی خاصیت سرد ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام معدنی۔ نباتی حیوانی نوعوں کی یہی کیفیت ہے۔ خدا تعالےٰ کی عادت جاری ہے کہ جو خاصیت جس چیز میں پیدا کردی ہے وہ اُس سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی ؛

ان خاصیتوں کے درجوں میں جو خاصیتیں کہ خاص افراد کی ہیں وہ سب سے خاص ہیں خاصیتوں ہیں جو کسی قدر عموم اور احتمال تفاوہ انکی وجہ سے معین ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی نوعوں کے درجہ میں جو خاصیتیں ہوتی ہیں اُنسے جنس کی خاصیتوں میں ایک خصوص پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ خاصیتیں ترتیب وار بعض عام بعض خاص مثلاً جسم۔ نامی۔ حیوان انسان خاص شخص میں باہم مخلوط معلوم ہوتی ہیں لیکن عقل انکا فرق معلوم کرکے ہر ایک خاصیت کو اوسکی ہی طرف منسوب کردیتی ہے جسکی وہ خاصیت ہے آنحضرت صلعم نے اکثر چیزوں کے خواص بیان فرمائے ہیں اور اُنکے اثروں کو اُن چیزوں کیطرف منسوب کیا ہے ؛

فرمایا کہ تلبینہ ایک قسم کا حریرہ ہوتا ہے جو آٹے کا بنایا جاتا ہے کبھی کبھی اسمیں شہد بھی ڈالتے ہیں دودھ کے ہمرنگ ہوتا ہے، مریض کے شکم کو آرام دیتا ہے۔ کلونجی کو فرمایا کہ وہ موت کے سوا ہر مرض کے لئے شفا ہے ؛

اونٹوں کے پیشاب اور دودھ کی نسبت فرمایا کہ وہ انکو آرام دیتا ہے جنکو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو اور انکے معدہ میں غذا رکتی ہو۔ شبرم کو فرمایا کہ وہ گرمی پیدا کرتا ہے ؛

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری صفت خدا تعالیٰ کی عالم موالید کی تدبیر کرنا ہے۔ اس تدبیر کا مآل یہ ہے کہ تمام موالید میں جو چیزیں حادث ہوتی ہیں وہ سب ایک ایسے انتظام کے موافق ہوں جو اوسکے علم و حکمت میں پسندیدہ ہے جسکے سبب سے وہ مصلحت حاصل ہو جو فیض الٰہی کا مقتضا ہے۔ جیسے کہ ابر سے مینہ نازل کرتا ہے اُس سے لوگوں اور حیوانات کے لئے زمین میں سے ہر قسم کے درخت بوٹیاں پیدا کرتا ہے تاکہ مدت معلوم تک انکی زندگی کا باعث ہوں ؛ اور جیسے حضرت ابراہیمؑ آگ میں پھینکے گئے تو خدا نے انکے زندہ رکھنے کے لئے آگ کو خنک اور باعثِ سلامتی کر دیا؛ اور حضرت ایوبؑ کے بدن میں بیماری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا خدا تعالیٰ نے ایک ایسا چشمہ پیدا کر دیا جس سے انکی بیماری کو آرام ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر ڈالی وہ تمام عرب و عجم سے ناخوش ہوا اسلئے آنحضرت صلعم کو وحی بھیجی کہ انکو ڈرا دیں اور جہاد کریں تاکہ جسکو چاہے تاریکیوں سے نور کیطرف نکالے ؛ تدبیر

اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو قوتیں موالید میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اُنسے کبھی جدا نہیں ہوتیں وہ جب آپس میں ایک دوسرے سے مزاحمت کرتی ہیں تو حکمتِ الٰہی کا یہ تقاضا ہے کہ اُنسے مختلف اثر پیدا ہو جائیں بعض جوہر اور بعض عرض اور جو عراض ہوں وہ افعال ہوں یا ازروے فعل سے ہوں یا غیر فعل سے ؛

اب ان امور میں اس لحاظ سے تو کوئی شر نہیں ہے کہ جو اسکے سبب کا تقاضا تھا وہ صادر نہ ہوا یا وہ چیز صادر ہوئی جو اسکے مقتضاے سبب کے خلاف تھی اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود کو اسکے سبب کے لحاظ سے دیکھیں کہ جو اُسکے پیدا ہونے کا باعث ہوتا ہے اسمیں خوبی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کاٹنے کی صفت کو اس لحاظ سے دیکھیں کہ لوہے کا جوہر اسکا باعث ہے گرچہ وہ اس لحاظ سے بُرا ہے کہ اس سے بنیاد انسانی فوت ہو جاتی ہے ان آثار میں شر کی بات یہی ہو کہ اُنسے ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے کہ اسکے علاوہ ایک دوسرے میں مصلحت زیادہ ہے۔ اثروں کے اعتبار سے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے جسکے عمدہ اثر ہوں جب اس قسم کے شر کے آثار مہیا ہونے لگتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی رحمتِ عام کا جو اپنے بندوں پر ہے اور انکی قدرتِ شاملہ اور محیط علم کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ ان قوتوں میں اور قوت والی چیزوں میں مختلف طور پر تصرف کرے قبض سے یا بسط سے۔ احالہ اور الہام سے تاکہ اُنسے امرِ مطلوب حاصل ہو جاوے قبض کی مثال یہ ہے کہ دجال مسلمان بندہ کے قتل کا دوسری مرتبہ ارادہ کریگا لیکن باوجودیکہ قتل کے اسباب درست ہونگے اُسکے اوزار مہیا ہونگے لیکن خدا اُسکو قدرت نہ دیگا۔

بسط کی مثال یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ نے زمین کو رگڑا اور خدا تعالیٰ نے انکے لیے چشمہ کو جاری کر دیا حالانکہ عادۃً ایسا نہیں ہوا کرتا کہ پاؤں رگڑنے سے پانی پھوٹ جایا کرے ؛

خدا اپنے بعض مخلصین کو جہاد میں ایسی طاقت عطا کرتا ہے کہ عقلاً اس قسم کے بدنوں سے بلکہ اُسکے دو چند سہ چند سے بھی اس قسم کی طاقت خیال میں نہیں آسکتی اور احالہ جیسے حضرتِ ابراہیمؑ کی آگ کو پاکیزہ ہوا کر دیا ؛

اور الہام کی صورت یہ ہے جیسے کشتی کو پھاڑ دینا اور دیوار کو درست کر دینا اور غلام کو قتل نہ کرنا اور شہ میتو کا نازل کرنا؛ اور الہام کبھی تو ایسی شخص کو ہوتا ہے جسکے لئے اسکی ضرورت ہو ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ کو بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے، قرآنِ عظیم نے تدبیر کے انواع کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

باب ۲

عالمِ مثال کے ذکر میں

جاننا چاہیئے کہ اکثر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا عالم موجود ہے جسکی ترکیب عناصر سے نہیں ہے جسمیں ہر ایک جسمانی چیز کی مناسب صفت اور حالت میں وہ چیزیں جو معنوی ہیں صورت پکڑتی ہیں اور قبل اسکے کہ چیزیں زمین پر ظاہر ہوں پہلے اس عالم میں موجود ہو جایا کرتی ہیں اور موجود ہونے کے بعد ہو بہو انہیں معانی کے اندازہ کی ہوتی ہیں اور اکثر ایسی چیزیں جنکا کہ عام نظر میں اتنی کسی قسم کا جسم نہیں ہوا کرتا وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ میں منتقل ہوتی ہیں نازل ہوتی ہیں لیکن عام لوگوں کو نظر نہیں آتیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خدا نے جب رحم کو پیدا کیا اور وہ درست ہوگیا تو خدا سے فرمایا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ میں آوے اور فرمایا کہ سورہ بقرہ اور آل عمران قیامت کے روز دو ابر کی صورت میں یا صف بستہ پرندوں کی جماعتوں میں آوینگی اور اپنے پڑھنے والوں کے لئے حجتیں کرینگی اور آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام اعمال حاضر ہونگے پہلے نماز حاضر ہوگی پھر صدقہ اسکے بعد روزہ۔ الحدیث۔ اور فرمایا کہ بھلا کام اور برا کام دونو مخلوق ہوکر قیامت کے روز لوگوں کے سامنے کھڑے کئے جاوینگے نیکی تو نیک لوگوں کو مژدہ دیگی اور برائی کہیگی ہٹو ہٹو لیکن وہ اس کو چمٹ ہی جاوینگے اور فرمایا کہ خدا قیامت کے روز دنوں کو اپنی اپنی صورت میں پیدا کریگا جمعہ کی صورت شگفتہ تاب ناک ہوگی اور فرمایا کہ دنیا قیامت کے روز ایک بڑھیا کی صورت میں ظاہر کیجاویگی جسکے بال کرڑے ہوگئے آنکھیں نیلگون ہونگی منہ اسکا پھیلا ہوا ہوگا اور فرمایا کہ کیا تم وہ چیزیں دیکھتے ہو جنکو میں دیکھتا ہوں میں تمہارے مکانوں کے پشتوں پر فتنوں کی بوچھاڑ دیکھتا ہوں۔ شب معراج کی حدیث میں آپ نے فرمایا کہ مجکو چار نہریں نظر آئیں دو اندر کی جانب کو دو ظاہر۔ مینے کہا اے جبریل یہ دو نو کیا ہیں جبریل نے کہا دو اندر کی تو جنت میں ہیں اور یہ دونوں ظاہر نیل اور فرات ہیں۔

نماز کسوف کی حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جنت و دوزخ نے میرے سامنے صورت پکڑی دوسری لفظیں ہے کہ میرے اور قبلہ کی دیوار کے بیچ میں جنت و دوزخ کی صورت مینے دیکھی اور اسمیں ہے کہ آپ نے جنت کا خوشہ توڑنے کو اپنا ہاتھ پھیلایا اور دوزخ کی آگ سے آپ پیچھے کو ہٹے اور اسکی گرمی سے پھونک ماری اور دوزخ میں آپ نے حاجیوں کے مال چورانے والے کو دیکھا اور دوزخ میں آپ نے اُس عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہانتک کہ وہ مرگئی اور آپ نے جنت میں ایک عورت زانیہ کو دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا۔

یا امر تو معلوم ہے کہ جنت و دوزخ کا بدن جو عام خیال میں ہے اتنی مسافۃ قلیل میں نہیں آسکتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ جنت ناگواریوں سے بھری ہوئی ہے، اور دوزخ۔ خواہشوں سے۔ پھر حضرت جبریل کو حکم فرمایا کہ جنت و دوزخ کا معاینہ کریں۔ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ بلا نازل ہوتی تو دعا اُسکو دفع کرتی ہے ۔ اور فرمایا کہ خدا نے عقل کو پیدا کرکے فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی اور فرمایا کہ پیٹھ پھیر اُسنے پیٹھ پھیر لی اور فرمایا کہ پروردگار عالم کیطرف سے یہ دو کتابیں ہیں الحدیث ۔ اور فرمایا کہ موت ایک مینڈھے کی صورت میں لائی جاویگی اور جنت و دوزخ کے مابین اُسکو ذبح کردینگے ۔

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اسکے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ مریم کے سامنے ایک درست آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل آنحضرت کے سامنے ظاہر ہوا کرتے تھے آپ اُنکو دیکھتے اور اُنسے گفتگو کرتے لیکن اور لوگوں کو وہ نظر نہیں آتے تھے ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبر بستر در بستر پھیلکر ایسی چمٹ جاتی ہے کہ قبر والے کی پسلیاں الگ ہو جاتی ہیں اور فرشتے قبر والیکے پاس آکر اُس سے سوال کرتے ہیں اور قبر والے کے اعمال اُسکے سامنے صورت پکڑ کر آتے ہیں اور قریب المرگ کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اُنکے ہاتھوں پر حریر یا روئی کا کپڑا ہوتا ہے اور فرشتے قبر والے کو ہتھوڑے سے مارتے ہیں اور وہ ایسا چیختا ہے کہ اسکو وہ چیزیں سنتی ہیں جو مشرق اور مغرب کے بیچ میں ہیں ۔ اور آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کافر کی قبر میں تنین کے قسم کے سانپ مقرر کرتا ہے وہ اُنکو قیامت کے قایم ہونے تک نوچتے ہیں کاٹتے ہیں اور فرمایا کہ جب مردہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اُسکے سامنے آفتاب ڈوبتی حالت میں ہوتا ہے وہ بیٹھکر اپنی آنکھیں ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ مجکو چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرفات میں کھڑے ہونے والے کے سامنے خدا تعالےٰ مختلف صورتوں میں تجلی فرماتا ہے ۔ اور یہ کہ آنحضرت صلعم خدا کے حضور میں جاتے تھے اور خدا تعالےٰ اپنی کرسی پر ہوتا تھا اور یہ کہ خدا تعالےٰ آدمی سے دو بدو کلام کرتا ہے اور اُسکے علاوہ اور بے شمار مثالیں ہیں جو لوگ اس قسم کی حدیثوں میں غور کرتے ہیں اُنکی تین حالتوں میں سے کوئی نہ کوئی حالت ہوا کرتی ہے یا وہ ان حدیثوں کے ظاہری معنی کا اقرار کرتے ہیں تو لامحالہ وہ ایک ایسے عالم کے ثابت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جسکا ہم نے ذکر کیا اور اسی کو محدیث کا قاعدہ مقتضی ہے سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسپر تنبیہ کی ہے میں بھی اسی کا قایل ہوں اور یہی میرا مذہب ہے ۔

(۲) یا اسکے قایل ہوتے ہیں کہ اگرچہ حس سے خارج میں یہ واقعات موجود نہ ہوں لیکن دیکھنے والے کی نظر کے سامنے وہ متمثل ہوتے ہیں اسی قسم کی تقریر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے خدا تعالےٰ کے اُس قول میں کی ہے کہ جب خدا تعالےٰ ایک ظاہر دھواں ظاہر کرتا ہے ۔

کہ اُنکے زمانہ میں قحط پڑا تھا جب اُنمیں سے کوئی شخص آسمان کیطرف نظر اٹھاتا تھا تو اُسکو گرسنگی کیوجہ سے دھوئیں کی صورت معلوم ہوتی تھی ۔ اور امام ابن ماجشون سے نقل کیا جاتا ہے کہ قیامت میں خدا کے منتقل ہونے یا دیکھنے کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُنکے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی مخلوق کی بینائیوں کو بالکل بدلدیگا تب وہ خدا کو تجلے کرتے ہوئے دیکھینگے اور خدا اُن سے گفتگو کرے گا لیکن حقیقۃً خدا کی عظمت میں کوئی تغیر نہ آئیگا ۔ نہ وہ منتقل ہوگا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

(۳) یا وہ یہ کہینگے کہ ان اقوال سے کچھ اور معنی مراد ہیں اُنکے سمجھنے کے لئے یہ ہور مثال کے طور پر لائے گئے ہیں لیکن جو شخص ان حدیثوں کی نسبت تیسرے ہی معنی اختیار کرتا ہے وہ میرے نزدیک اہل حق میں سے نہیں ہے امام غزالی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عذاب قبر میں ان تینوں تعلقات کو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی اخبار کے ظاہری معنی درست ہیں اور نہیں مخفی راز ہیں لیکن ارباب بصیرت کے نزدیک وہ کھلی ہوئی باتیں ہیں جب تک کہ انکی حقیقتیں پوری منکشف نہ ہو جاویں انکے ظاہری معنی سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے ادنے درجہ کا ایمان یہ ہے کہ انکو مانے اور یقین کرے ۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ ہم مدت تک کافر کو قبر میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں اسکا خیال رکھتے ہیں لیکن ایسے ایسے امور میں سے کوئی بات بھی نہیں دیکھتے پس جو امر مشاہدہ کے خلاف ہو اسپر کیسے یقین کیا جاوے۔ اسلئے جاننا چاہئے کہ ایسے امور کی تصدیق کرنیکی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت تو یہ ہے اور یہی ظاہر اور درست اور زیادہ محفوظ ہے کہ یہ سب امور موجود ہیں مردہ کو وہ کاٹتے ہیں لیکن تجکو اسلئے نظر نہیں آتے کہ تیری آنکھ ان ملکوتی امور کے مطالعہ کے قابل نہیں ہے جو امور کہ عالم آخرت کے متعلق ہیں وہ سب عالم ملکوت سے ہیں کیا تو صحابہ کرام کے حالات کو نہیں دیکھتا انکو حضرت جبریل کے آنیکا کیسا یقین تھا اور انھوں نے کبھی انکو آنکھ سے نہیں دیکھا حالانکہ انکو یقین تھا کہ آنحضرت انکو دیکھتے ہیں۔ اگر تیرا اسپر ایمان نہیں ہے تو پہلے فرشتوں اور وحی پر ایمان لانے کو درست کرنا تجھ کو بہت ضرور ہے اور اگر تجھ کو اس کا یقین ہے اور تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت ان چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں جنکو انکی امت نہ دیکھ سکے تو مردہ کی حالت میں اسکو کیوں تجویز نہیں کرتا اور جیسے کہ فرشتہ کو آدمیوں اور حیوانات سے کچھ مشابہت نہیں ہے ایسے ہی سانپ اور بچھو بھی جو کہ قبر میں کاٹتے ہیں ہمارے دنیا کے سانپوں کی جنس سے نہیں ہیں بلکہ اونکی اور ہی جنس ہے اور ایک دوسری قسم کی حس کرنیوالی قوت سے وہ معلوم ہوتے ہیں ۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تم کو سونیوالے کی حالت خیال کرنی چاہے وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ اسکو سانپ کاٹ رہے ہیں وہ اس سے تکلیف اٹھا رہا ہے حتی کہ تم کبھی کبھی دیکھو گے کہ وہ چلا اٹھتا ہے اسکی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اپنی جگہ سے کبھی اچھل پڑتا ہے ان سب امور کو وہ اپنے دلسے معلوم کرتا ہے وہ اس سے بیدار آدمی کیطرح اذیت اٹھاتا ہے وہ آنکھ سے ان امور کو دیکھتا ہوتا ہے اور تم اسکو ظاہر میں بالکل چپ چاپ پاتے ہو اسکے آس پاس نہ سانپ ہوتے ہیں نہ بچھو حالانکہ اسکے حق میں بچھو موجود ہوتے ہیں اور اسکو تکلیف ہوا کرتی ہے لیکن تمہارے میں موجود نہیں ہوتے جب کاٹنے کا اثر تکلیف ہے تو برابر ہے کہ سانپ خیالی ہو یا نظر کے سامنے ۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ تم جانتے ہو کہ خود سانپ تکلیف نہیں دیتا ہے بلکہ اسکی زہر کی تکلیف سے تمہاری یہ حالت ہو جاتی ہے اور خود زہر بھی کوئی تکلیف کی چیز نہیں ہے بلکہ تم کو اس اثر کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہے جو زہر سے تمہاری اندر پیدا ہوتا ہے تو اگر بغیر زہر کے بھی ایسا ہی اثر پیدا ہو جاوے تو یقیناً اسکی تکلیف بہت زیادہ ہوگی اور اس کا اندازہ صرف اسی طرح ہو سکیگا کہ اسکو ایسے سبب کیطرف منسوب کریں جس سے عادۃً ایسے اثر پیدا کرتے ہیں ۔

مثلاً اگر کسی شخص میں بغیر مباشرت صورۃ جماع کے جماع کی لذت پیدا ہو جاوے تو اسکو اسی طرح بتا سکیں گے۔ کہ اس لذت کو مباشرت کیطرف منسوب کریں تاکہ اس نسبت کرنے سے تعریف یا نسبت ہو جاوے اور سبب کا ثمرہ بدون اسکے کہ صورت سبب کی موجود ہو حاصل ہو جاوے اور کوئی سبب ہو وہ خود مطلوب نہیں ہوا کرتا بلکہ اسکے ثمرہ کیوجہ سے مطلوب ہوا کرتا ہے۔ تمام مہلک صفتیں موت کے وقت نفس میں ایذا رساں اور تکلیف دہ ہو جایا کرتی ہیں اونکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکالیف سانپوں کے کاٹنے کی سی تکلیف ہوتی ہیں حالانکہ سانپ حقیقۃً نہیں ہوا کرتے۔

www.KitaboSunnat.com

باب ۳

ملاء اعلیٰ کے ذکر میں

فرمایا خداتعالےٰ نے کہ عرش اور اُن چیزوں کو جو اسکے آس پاس ہیں اُٹھائے ہوئے ہیں خدا کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے ہیں اُسپر یقین رکھتے ہیں مسلمانوں کے لئے مغفرت چاہتے ہیں کہ اے پروردگار تیری رحمت تیرا علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے پس اُن لوگوں کی مغفرت کر جنہوں نے گناہوں سے توبہ کی اور تیری کی اور دوزخ کے عذاب سے انکو نجات دے اور اے پروردگار انکو اور انکے باپ دادوں بیویوں اولاد میں سے انکو جو نیک ہوں جنتوں میں داخل کر جسکا تو نے اُنسے وعدہ کیا ہے بیشک تو غالب حکمت والا ہے اور انکو برائیوں سے محفوظ رکھ اُس روز جسکو تو نے برائیوں سے محفوظ رکھا بیشک اُسپر تو نے بڑا رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب خداتعالےٰ نے آسمان پر کسی حکم کو پورا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے خدا کے قول کی فرمانبرداری کے سبب سے اپنے پر ہلاتے ہیں اور خدا کا قول ایسا ہوتا ہے جیسے کہ چکنے پتھر پر صفوان (ایسی آواز جسکا بجنا لوگوں کو محسوس ہوتا ہے اور اسکو قرار نہیں ہوتا یہانتک کہ بعد کو وہ سمجھ میں آجاتی ہے) جب انکے دلوں پر سے خوف دور ہو جاتا ہے تو باہم وہ کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ جواب دیتے ہیں حق بات کہی ہے وہ بڑا اور برتر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے جب کسی حکم کو پورا کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے تسبیح کرتے ہیں انکے بعد جو فرشتے آسمان پر انکے قریب ہیں خدا کی تسبیح کرتے ہیں شدہ شدہ وہ تسبیح کی خبر اُن فرشتوں تک پہونچتی ہے جو ورلے آسمان پر ہیں اسکے بعد جو فرشتے حاملین عرش کے قریب ہوتے ہیں حاملین سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ اس مقولہ کی انکو خبر دیتے ہیں علیٰ ہذا ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان کے فرشتوں سے پوچھتے جاتے ہیں حتےٰ کہ اس اخیر آسمان کے رہنے والوں کو خبر پہونچ جاتی ہے۔

رسول اللہ صلعم فرمایا کہ مینے شب کو اُٹھکر وضو کیا نماز پڑہی جتنی میرے لئے مقدر تھی نماز پڑھتے پڑھتے مجکو خواب آگئی جب خواب خوب گراں ہوئی تو مینے ایک نہایت عمدہ صورت میں اپنے پروردگار کو پایا اُسنے فرمایا اے محمدؐ مینے کہا لبیک میرے پروردگار۔ فرمایا کہ ملاء اعلیٰ میں کس بات پر نزاع ہوتا ہے؟ مینے کہا مجھے معلوم نہیں ایسے ہی تین بار فرمایا۔ اسکے بعد میں دیکھتا ہوں کہ آپنے اپنا ہاتھ میرے شانوں کے بیچ میں رکھا حتےٰ کہ میں نے اُسکی انگلیوں کی خنکی کا اثر اپنے دو پستانوں کے بیچ میں پایا۔ اُسوقت سب چیزیں مجھ پر ظاہر ہوگئیں اور میں نے اسکا جواب بھی معلوم کر لیا۔ آپنے فرمایا اے محمدؐ۔ میں نے عرض کیا لبیک میرے پروردگار۔ فرمایا کہ ملاء اعلیٰ میں کس بات پر نزاع ہوتا ہے مینے عرض کیا کفارات پر۔ فرمایا کفارات کیا ہیں؟ مینے عرض کیا پیادہ پا نماز کی جماعتوں کے شوق میں چلنا۔ نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھا رہنا ناگوار حالتوں میں وضو کو پورا کرنا۔ پھر فرمایا اور کس چیز میں؟ مینے عرض کیا درجات میں۔ فرمایا درجات کیا؟ مینے عرض کیا کھانا کھلانا نرم کلامی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شب کی نماز کو اسوقت میں کہ سب لوگ سو رہے ہوں ادا کرنا ۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب خدا اپنے کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ ۔ جبرئیل بھی اسکو دوست رکھنے لگتے ہیں اور آسمان پر ندا کرتے ہیں ۔ کہ خدا فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو ۔ سلئے آسمان والے سب اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین پر بھی وہ مقبول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی جب کسی بندہ کو وہ بُرا جانتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اس سے بغض رکھ حضرت جبرئیل بھی اس سے بغض کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر ندا کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص سے خدا بغض کرتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو سب اس سے بغض کرنے لگتے ہیں اور زمین پر اس سے بغض پھیلتا ہے ۔

اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تک تم میں سے کوئی اس جگہ رہتا ہے جہاں نماز پڑھی تھی فرشتے تم پر اسوقت تک برابر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں بار الٰہا اسپر رحمت کر اسکی مغفرت کر اس کی توبہ قبول کر مالم یوذ فیہ مالم یحدث فیہ ۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کوئی روز ایسا نہیں ہے جس میں بندے صبح کرتے ہیں مگر یہ کہ ہمیشہ دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں انمیں سے ایک یہ کہتا ہے بار خدایا فیاض کو عوض جلد عطا کر اور ممسک آدمی کا اجر ضائع کر دے ۔

جاننا چاہئے کہ شرع سے یہ ثابت ہے کہ خدا کے بندوں میں سے بزرگ فرشتے بھی ہیں جو بارگاہ خداوندی میں مقرب ہیں جو شخص اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اور اسکو مہذب کر لیتا ہے لوگوں کی اصلاح میں کوشش کرتا رہتا ہے تو فرشتے ہمیشہ اسکے لئے دعا مانگتے ہیں جسکے اثر سے ان لوگوں پر برکتیں نازل ہوتی ہیں ۔

ایسے ہی جو خدا کی نافرمانی کر کے فساد ڈالنے میں کوشش کرتا رہتا ہے اسپر فرشتے لعنت کرتے ہیں اس لعنت کے اثر سے اس مفسد کے دل میں ندامت اور افسوس پیدا ہوتا ہے اور اسی لعنت کے اثر سے ملاء سافل کے دلوں پر اسکا الہام ہوتا ہے کہ اس بدکار سے تعلق نہ رکھیں اور دنیا میں یا بعد مرنے کے اسکو برائی پہنچائیں اور فرشتوں کے لئے بہت سی خدمتیں مفوض ہیں انکی یہ بھی خدمت ہے کہ خدا اور بندوں کے بیچ میں ایلچی ہوتے ہیں لوگوں کے دلوں میں نیک الہام ڈالتے رہتے ہیں یعنی کسی نہ کسی وجہ سے نیک خطرات لوگوں کے دلوں میں انکے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جس طرح خدا کو منظور ہوتا ہے اور جہاں منظور ہوتا ہے خدا انکو جمع کرتا ہے اس اعتبار سے انکو رفیق اعلیٰ اور مجلس اعلیٰ اور ملاء اعلیٰ سے تعبیر کرتے ہیں ۔

اور آدمیوں نے بھی بعض انکی روحیں بہت بزرگ ہیں فرشتوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور انہی میں ملجاتی ہیں جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے مطمئن روح تو اپنے پروردگار کیطرف خوشی خوشی لوٹ آ اور میرے بندوں میں داخل ہو میری جنت میں آجا ۔

سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے کہ میں نے جعفر ابن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ فرشتہ کی صورت میں مع دو پروں کے فرشتوں کیساتھ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں ۔ اور وہیں ملاء اعلیٰ میں احکام الٰہی کا نزول بھی ہوتا ہے اور جس امر کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے ” کہ اسمیں سب مضبوط کام جدا کئے جاتے ہیں “ وہ وہیں قرار پاتا ہے اور کسی نہ کسی وجہ سے تمام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت کا تقرر بھی وہیں ہوتا ہے ۔

اور جاننا چاہئے کہ ملاء اعلیٰ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم ایسی ہے کہ خدا نے یہ جانا کہ نیکی کا انتظام انہی پر موقوف ہے ایسے نورانی اجسام پیدا کئے جو کہ حضرت موسیٰ کی آگ کی مانند ہیں پھر ان جسموں میں بزرگ روحیں پھونک دیں ایک قسم ایسی ہے کہ کبھی کبھی عناصر سے لطیف بخارات صعود کرتے ہیں اور ان سے ایسا مزاج پیدا ہو جاتا ہے جو اسکے قابل ہوتا ہے کہ ان پر ایسے بلند نفوس کا فیضان کیا جاوے جنہیں بھی میل و حرکت کے ترک کرنیکا بڑا ملکہ ہوتا ہے اور ایک قسم نفوس انسان میں سے ہوتی ہے جنکو ملاء اعلیٰ سے قرب ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نجات دہ اعمال کو عمل میں لاتے ہیں حتے کہ انہیں ہی شامل ہو جاتے ہیں اپنے بدنوں کی چادریں اتار کر انہیں میں منسلک ہو جاتے ہیں اور منجملہ انکے شمار کئے جاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نہایت خوض و محویت سے وہ اپنے پروردگار کیطرف متوجہ رہتے ہیں کسی چیز کا میلان انکو اس توجہ سے نہیں روک سکتا ہے اور یہی معنی ہیں اس قول خداوندی کے کہ وہ اپنے پروردگار کی حمد سے خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور خدا پر یقین رکھتے ہیں ۔

انکے دلوں میں اپنے پروردگار کیطرف سے یہ ڈالا جاتا ہے کہ فلاں عمدہ انتظار پسندیدہ ہے اور اسکے مخالف ناپسندیدہ ہے انکی وجہ سے جود الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور یہی مراد ہے اس خدا کے قول سے کہ وہ ایمان والوں کیلئے مغفرت کے خواستگار رہتے ہیں ۔ اور ملاء اعلیٰ میں جو نہایت مرتبہ والے ہیں انکے انوار کبھی یکجا جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے میں اس روح کی صورت میں داخل ہو جاتے جیسا کہ آنحضرت نے ذکر فرمایا ہے کہ انکی منہ اور زبانیں بکثرت ہوتی ہیں اسوقت وہ سب مل ملاکر گویا ایک شے ہو جاتے ہیں اور اسیکا نام حظیرۃ القدس ہے ۔ اور بارہا حظیرۃ القدس میں اس پر اتفاق کیا جاتا ہے کہ معاش اور معاد کے صدمہ سے لوگوں کو نجات دینے کا کوئی ذریعہ اصلاح قائم کرنا چاہئے کہ مخلوق الٰہی میں اس شخص کو جو اس زمانہ میں نہایت ذکی النفس ہو مضبوط کرنا چاہئے اسکے حکم کو لوگوں میں جاری کرنا چاہئے اس اتفاق کا یہ اثر ہوتا ہے کہ منیر لوگوں کے دلیں اسکا الہام کیا جاتا ہے کہ اس شخص کے اتباع پر کمربستہ ہوں اور ایسے گروہ بنیں جو لوگوں کی رہبری اور نفع رسانی کے لئے باہر نکلیں ۔

اسی اتفاق کے اثر سے ایسے ایسے علوم لوگوں کے دلوں میں منقش ہوتے ہیں جنمیں اقوام کی درستی اور سراسر ان کی ہدایت ہوتی ہے۔ یہ الہام کبھی بذریعہ وحی ہوتا ہے کبھی خواب میں کبھی ہاتف غیب کے ذریعہ سے انکی ذکی النفس کے سامنے وہ حظیرۃ القدس والے فرشتے کبھی کبھی سامنے ظاہر ہو کر گفتگو بھی کرتے ہیں یہ اتفاق اس شخص کے احباب کی امداد کا باعث ہوتا ہے۔ ہر ایک ناکامی سے انکو قریب کر دیتا ہے اور خدا کے راستہ سے روکنے والوں پر لعنت ہوتی ہے۔ ہر قسم کے رنج و تکلیف میں وہ گرفتار کئے جاتے ہیں یہی نبوت کے لئے اصل الاصول ہے ۔

جب ایسی طور پر انکا اتفاق ہوتا ہے تو تائید روح القدس اسکو کہتے ہیں یہ تائید ایسی ایسی برکتوں کا ثمرہ ہوتی ہے کہ علاوہ ویسی برکتیں ظہور میں نہیں آتیں اسیکا نام معجزات ہے ۔ اور ان ملاء اعلیٰ سے کم درجہ کے نفوس اور بھی ہوتے ہیں جنکے فیضان سے لطیف بخارات میں ایک ایسا معتدل مزاج پیدا ہو جاتا ہے کہ جو سعادت میں ملاء اعلیٰ تک نہیں پہونچتا تاہم انمیں سے اتنی کمالیت ہوتی ہے کہ وہ فراغ کی حالت میں اس انتظار میں رہتے ہیں کہ اوپر سے ان پر کیا مترشح

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے جب ہی کہ قابل کی استعداد اور فاعل کی تاثیر کے اندازہ کے موافق کوئی بوچھاڑ اوپر پڑتی ہے وہ اُن فوقانی امور کی طرف ایسی ہی آمادگی ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ پرند اور چارپائے طبعی اسباب کی تحریک سے آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اس حالت میں اپنے تمام نفسانی امور سے علیحدہ اور فوقانی الہام میں ثابت اور قایم رہتے ہیں لوگوں اور بہایم کے دلوں پر انکا اثر ہوتا ہے انکے ارادے اور نفسانی باتیں انہیں امور کیطرف پھر جاتے ہیں جو مقصود کے مناسب ہوں بعض بعض اشیا میں انکا یہ اثر ہوتا ہے کہ انکی طبعی حرکات کو چند در چند کر دیتے ہیں یا انہیں تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں جیسے کہ کوئی پتھر لڑکایا جاوے تو اسوقت اُس پر فرشتہ اپنا اثر ڈالتا ہے اور زمین پر بافوق العادۃ وہ لڑکتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صیاد نہر میں دام پھینکتا ہے اور فرشتوں کی توجہیں ایک مچھلی کے دلمیں الہام کرتی ہیں کہ دریا کے اندر گھس جا اور دوسرے سے بھاگ جانیکا ایک کو رسی پکڑ لینے ایک کو رسی چھوڑ دینے کا مچھلی کچھ نہیں جانتی کہ میں یہ کیا کرتی ہوں لیکن صرف الہام کی تابع رہتی ہے اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو فریق لڑتے ہوتے ہیں اُسوقت فرشتے آکر ایک فریق کے دلمیں گفتگو سے حسب مقام خیالات سے شجاعت کی خوبی پیدا کر دیتے ہیں غلبہ کے ذریعوں کا الہام کرتے ہیں تیر اندازی وغیرہ میں اُنکی مدد کرتے ہیں اور مخالفین میں ان امور کے خلاف کو پسندیدہ بنا دیتے ہیں۔ یہ تدبیر اسلئے ہوتی ہے کہ جس امر کا ہونا مقدر ہے وہ طے ہو جاوے ●

کبھی اُنکے دلپر اسکا ترشح ہوتا ہے کہ کسی نفس کو آرام پہنچایا جاوے کسیکو تکلیف دیجاوے اسمیں وہ نہایت سرگرمی کرتے ہیں اور ہر ایک طریقہ سے اُسکو پورا کرتے ہیں۔ اور ان ملاء اعلیٰ کے مقابلہ میں اور قسم کے وجود ہیں جنمیں ہلکاپن بے چینی ہوتی ہے ایسی شکلیں اُنسے سرزد ہوتی ہیں جو نیکی کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔ وہ تاریک بخارات کے سڑ جانے سے پیدا ہوتے ہیں شیاطین ہیں جنکی کوششیں ہمیشہ فرشتوں کی کوششوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم ●

باب ۴

خدا کے اُس طریقہ کے بیان میں جسکا اس قول آلٰہی میں بیان ہوا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا خدا کے طریقہ میں تو کوئی تبدیلی نہ پاوے گا۔

جاننا چاہئے کہ خدا تعالےٰ کے بعض افعال اُن قوتوں کے ہونے پر کسی نہ کسی طریقہ سے مرتب ہوتے ہیں جو کہ اس عالم میں ودیعت رکھی گئی ہیں نقل و عقل دونوں سے اسکی شہادت ملتی ہے ●

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آدم کو مشت خاک سے جسکو تمام زمین سے لیا تھا پیدا کیا۔ اسلئے آدمی اُسی اندازہ زمین کیوجہ سے بعض سرخ رنگ بعض سپید رنگ بعض سیاہ رنگ اور ان رنگوں کے درمیان اور بعض نرم طبع بعض سنگدل بعض ناپاک سیرت بعض پاکیزہ نفس پیدا ہوتے ہیں ●

اور حضرت عبداللہ بن سلام نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ بچہ کو باپ یا ماں سے مشابہ ہونیکا کیا سبب ہے۔ آپنے فرمایا کہ مرد کا پانی جب عورت کے پانی سے پہلے سبقت کرتا ہے تو وہ مرد کے شبیہ ہو جاتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے پہنچ جاتا ہے وہ عورت کے شبیہ ہوجاتا ہے ۰
میں کسیکو نہیں دیکھتا کہ ہمیں شبہ کرے کہ مرجانے کو تلوار مارنے یا زہر کھا لینے کیطرف منسوب کیا کرتے ہیں اور ہم بیں بچہ کی پیدایش منی گرنے کے بعد ہوا کرتی ہے دانوں اور درختوں کی پیدایش تخم ریزی درخت لگانے آب رسانی کے بعد ہوا کرتی ہے ۰

اسی استطاعت اور قدرت کیوجہ سے آدمی مکلف بنایا گیا ہے مامور کیا گیا ہے اور برائیوں سے بچایا گیا ہے اپنے اعمال پر جزا سزا دیا جاتا ہے ۰

یہ قوتیں جنپر خدا کے افعال جاری ہوتے ہیں مختلف قسم کی ہیں بعض انمیں سے عناصر کی خاصیتیں اور طبیعتیں ہیں اور بعض انمیں سے وہ احکام ہیں جنکو خدا تعالے نے ہر ایک صورۃ نوعیہ کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے بعض انمیں سے عالم مثال اور اس وجود کے حالات ہیں جنکا تقرر زمین میں آنے سے پہلے ہوچکتا ہے اور بعض انمیں سے ملاء اعلی کی دعائیں یا بد دعائیں ہیں جنکو وہ ان لوگوں کے لئے نہایت کوشش و اہتمام سے مانگتے ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو مہذب بنایا ہے اور اپنی قوتوں کی اصلاح میں بڑی کوشش کی ہے اور انکے مخالفین پر ہوا کرتی ہیں ۰

اور منجملہ انکے احکام شریعت ہیں جو لوگوں پر مقرر کیگئی ہیں بعض امور واجب کئے گئے ہیں اور بعض حرام۔ یہ احکام بھی بجا آوری کرنے والے کے لئے موجب ثواب ہیں اور نافرمانی کرنیوالے کیلئے باعث عذاب اور انمیں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ خدا تعالے کسی شئے کو مقرر کرتا ہے تو عادت الہی کے موافق یہ شئے دوسری چیز کو لازم ہوا کرتی ہے تو اس شئے کا اثر اس دوسری شئے تک پہنچتا ہے اسلئے کہ اس انتظام لزوم کا درہم برہم کرنا پسندیدہ نہیں ہے ۰

اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندہ کے لئے کسی جگہ مرنا مقدر کرتا ہے تو وہاں پہونچنے کی اسکے لئے کوئی نہ کوئی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سب امور ایسے ہیں کہ اخبار سے معلوم ہوئے ہیں اور عقل کی ضرورت نے انکو ضروری قرار دیا ہے ۰

اور جاننا چاہئے کہ جب ایسے اسباب مختلف طور پر جمع ہوں جنپر کہ عادۃ حکم الہی مرتب ہوا کرتا ہے اور ان اسباب کے آثار باہم جمع نہ ہوں تو اسوقت مقتضائے حکمت یہ ہے کہ ایسے امر کا لحاظ کریں جو خیر محض سے زیادہ ملتا ہوا ہو۔ ہمیکا نام اس قول رسالت میں میزان رکھا گیا ہے کہ خدا کے ہاتھ میں میزان ہے وہ کبھی اس کا پلہ اٹھا دیتا ہے کبھی جھکا دیتا ہے اور خدا کے قول میں شان کے لفظ سے بھی مراد ہے کہ خدا ہر روز ایک خاص شان میں ہوتا ہے اور ترجیح کے وجوہ مختلف ہوتی ہیں کبھی اسباب کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے کہ سب سببونمیں سے کونسا سبب زیادہ قوی ہے کبھی ان اثروں کے لحاظ سے ہوتی ہے جو ان اسباب پر مرتب ہوا کرتی ہیں کہ ان سب میں زیادہ نفع کے قابل کون ہے اور کبھی باب تدبیر پہ باب خلق کے مقدم ہونے سے ہوتی ہے اور ایسے ہی ایسے وجوہ اور ہوا کرتے ہیں ۰

بہرحال اگرچہ ہمارا علم یہ معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ ہم سب اسباب کو احاطہ کرسکیں اور جب اسباب میں تعارض ہو تو یہ معلوم کرسکیں کہ ان میں سے زیادہ قابل استحقاق کونسا ہے لیکن تاہم یہ ہم کو قطعا معلوم ہوا ہے کہ جو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز موجود ہوتی ہے وہ موجود ہونے ہی کے لایق ہوتی ہے جو شخص ہمارے مذکورہ بالا تقریر کو پختگی سے سمجھ لیگا۔ وہ اکثر اشکالات کے الجھن سے نکلجائیگا۔

باقی رہیں وہ تاثیریں جو ستاروں کی ہئیتوں کے متعلق ہیں اُنمیں سے بعض تو ضروری ہیں جیسے گرمی و سردی کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا دن کا گھٹنا بڑھنا آفتاب کی حرکتوں کے اختلاف سے اور جیسے چاند کی حالتوں کی تبدیلی سے دریاہیں جذر و مد کا ہونا۔

حدیث میں وارد ہے کہ جب ثریا طلوع کریگا آفات برپا ہوجاوینگی یعنی بلحاظ عادت کے لیکن فقیری تونگری خشک سالی۔ سرسبزی اور تمام انسانی حادثوں کا ستاروں سے حرکات سے پیدا ہونیکا ثبوت شرع سے کچھ نہیں ہے۔ آنحضرت نے ان امور میں خوض کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور فرمایا کہ جسنے نجوم کا کوئی حصہ سیکھا تو گویا اُسنے جادو کا حصہ سیکھا اور اُس عرب کے قول سے کہ ہم پر فلاں ستارہ سے بارش ہوئی آپنے بہت تشدد فرمایا ہے میں کہتا ہوں کہ شریعت نے اسکی تصریح کی ہے کہ خدا نے ایسی تاثیریں اور خاصیتیں پیدا نہیں کیں ہیں جنسے اس عالم میں ہوا وغیرہ کے ذریعہ سے جو لوگونکو گھیرے ہوئے ہے حوادث پیدا ہوں۔

تم کو خوب معلوم ہے کہ آنحضرت نے کہانت سے منع فرمایا ہے جسمیں جنوں کی جانب سے خبر دیجاتی ہے اور فرمایا ہے کہ جو کاہن کے پاس جاکر اُسکو سچا جانے اُس سے میں علیحدہ ہوں آپ سے کاہنونکا حال دریافت کیا گیا تو خبر دی کہ فرشتے جو ہوا میں اُترکر ان امور کا ذکر کرتے ہیں جنکا آسمان پر فیصلہ ہوچکتا ہے تو شیاطین اُنمیں سے کچھ دزدی کر لیتے ہیں۔ اور کاہنوں کو بتا دیتے ہیں وہ اسمیں اور سو جھوٹی باتیں ملا دیا کرتے ہیں۔

خدا فرماتا ہے اے ایمان والو کافروں کی طرح سے مت ہو جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں جب وہ سفر کرتے ہیں اور لڑتے ہوتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو کاہے کو مرتے یا قتل کیے جاتے۔

اور آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا عمل کسی کو جنت میں داخل نہ کریگا اور آپنے فرمایا کہ تو رفیق ہے اور خدا طبیب ہے بہرحال منع فرمانا بہت سی مصلحتوں پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۵

روح کی حقیقت کے بیان میں

خدا تعالے فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔

ترجمہ۔ تجھ سے روح کا حال پوچھتے ہیں (یہودی) تو کہہ روح میرے پروردگار کے عالم امر کی چیز ہے اور تم کو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت سے اعمش نے وما اوتو من العلم الا قلیلا پڑھا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہودیوں سے خطاب ہے جنہوں نے روح کا حال دریافت کیا تھا۔ اس آیت میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ امتہ مرحومہ میں سے روح کا حال کوئی بھی جانتا ہی نہیں ہے جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی ضرور نہیں ہے کہ شرع نے جس چیز کا کوئی حکم بیان نہ کیا ہو وہ معلوم ہی نہ ہو سکے بلکہ شرع میں اکثر اسوجہ سے سکوت کیا جاتا ہے کہ اشکال کی وجہ سے عام لوگ اسکے برتاؤ کے قابل نہیں ہوا کرتے اگرچہ بعض بعض اسکو سمجھ سکتے ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیوان میں زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے جب حیوان میں روح ڈالدیجاتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب نکال لیجاتی ہے تو وہ مرجایا کرتا ہے۔

اسکے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے جو اخلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے حس کرنے کی حرکت کرنے کی اس میں وہ سب قوتیں ہوتی ہیں جو تدابیر غذا کے متعلق ہیں طب کے احکام کو اس بھاپ سے بڑا تعلق ہے۔

تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بھاپ کے رقیق ہونے کا اور غلیظ ہونے کا صاف اور مکدر ہونے کا بدنی قوتوں اور ان افعال پر جو ان قوتوں سے پیدا ہوتے ہیں بڑا اثر پڑتا ہے اگر اس عضو پر یا اس بھاپ کے پیدا ہونے پر جسکو عضو سے تعلق ہے کوئی آفت پہنچتی ہے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے اُسکے کام مختل اور پریشان ہو جاتے ہیں اس بھاپ کی موجودگی سے زندگی باقی رہتی ہے اور اُسکے تحلیل ہو جانے سے موت ہو جاتی ہے۔

بادی النظر میں روح اسیکا نام ہے لیکن غور رس نظر میں یہ روح کا ادنیٰ طبقہ ہے بدنمیں اُسکی ایسی مثال ہے جیسی گلاب میں پانی اور کوئلہ میں آگ۔

پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح روح حقیقی کا مرکب ہے اور روح حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے اسلئے کہ ہم بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہوتا ہے بڈھا ہو جاتا ہے اور اُسکے بدنی اخلاط میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے کسی حالت میں وہ لڑکا صغیر سن ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہو جاتا ہے کبھی اُس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے کبھی گورا ہوتا ہے کبھی وہ جاہل ہوتا ہے پھر عالم ہو جاتا ہے اور اُنکے علاوہ اُسکے اکثر اوصاف میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اُسکے وجود میں کوئی تغیر نہیں ہوتا وہ وہی رہتا ہے جو پہلے تھا۔

اور اگر ان اوصاف کے تبدل اور عدم تبدل میں مناقشہ کیا جاوے تو ہم اُن تغیرات کو فرضی طور پر تسلیم کرتے ہیں تو اُسوقت میں بھی لڑکا وہی رہیگا جو کہ پہلے تھا یا ہم یہ کہیں گے کہ ہم اُن اوصاف کو اپنی حال پر باقی رہنے کا یقین نہیں کرتے اور لڑکے کا بعینہٖ باقی رہنے کا یقین کرتے ہیں اسلئے لڑکے کی ذات ان اوصاف کے خلاف ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ وہ چیز جسکی وجہ سے وہ لڑکا بعینہٖ وہی لڑکا باقی رہا یہ روح بخاری نہیں ہو سکتی اور نہ بدن اور وہ چیزیں ہو سکتی ہیں جو کہ اُسکے تشخص ہونیکی باعث ہیں اور اور ظاہر نظر میں دیکھی جاتی ہیں بلکہ حقیقی روح ایک جداگانہ چیز ہے وہ ایک نورانی نقطہ ہے ان تمام متغیرات سے جنمیں سے بعضی جوہر ہیں بعض عرض اسکا ڈھنگ نرالا ہے وہ بچہ ہونے کی حالت میں بھی ویسی ہے جیسی بڑے ہونے کی حالت میں جیسکہ وہ سیہ رنگی کی حالت میں ہے ویسے ہی سپیدی کی حالت میں ہے۔ ایسے ہی وہ تمام اضداد کی حالت میں یکساں ہے اُسکو ابتداءً روح ہوائی سے تعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور تابنا بدن سے اسلئے کہ بدن روح ہوائی سے مرکب ہے وہ عالم قدس کا ایک روزن ہے جب روح ہوائی میں قابلیت اور استعداد پیدا ہوجاتی ہے تو اس روح سماوی کا اسپر نزول ہوتا ہے۔

جن امور میں کہ تغیر پیدا ہوتا ہے وہ زمین کی مختلف استعدادوں کیوجہ سے ہے جیسے کہ دھوپ کپڑے کو سپید کردیتی ہے اور دھوبی کو سیاہ اور ہم کو وجدان صحیح سے معلوم ہوگیا ہے کہ موت روح حیوانی کا بدن سے جدا ہونے کا نام ہے جسوقت کہ بدن میں روح ہوائی پیدا کرنے کی قوت نہیں رہتی۔ روح ہوائی سے روح قدسی کے جدا ہونے کا نام نہیں ہے جب ضعف امراض سے روح ہوائی تحلیل ہوجاتی ہے تو یہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ روح ہوائی استعداد باقی رہجائے کہ روح الٰہی کا اس سے تعلق رہ سکے جیسکہ تم شیشہ سے ہوا کو چوس لیتے ہو تو حتی الامکان اسمیں تخلخل پیدا ہوجاتا ہے پھر تم اسکے بعد ہوا کو نکال نہیں سکتے یہانتک کہ اخیر میں شیشہ ٹوٹ جاتا ہے یہ صرف اس راز کیوجہ سے ہے جو خدا نے ہوا کی طبیعت اور سرشت میں رکھا ہے ایسے ہی روح ہوائی ایک راز اور اندازہ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں ہوسکتا۔

مرنے کے بعد روح ہوائی کو ازسرنو زندگی ہوتی ہے اور روح الٰہی کے فیضان سے اُن امور میں جو حس مشترک کے ذریعہ سے اسمیں باقی رہ گئے تھے ایک طاقت جدید پیدا ہوتی ہے اور عالم مثال یعنی اُس قوت کے ذریعہ سے جو کہ مجرد اور محسوس کے مابین ہے اور افلاک میں پھیلی ہوئی ہے" کی امداد سے وہ روح ہوائی ایک نورانی یا تاریک لباس پہن لیتی ہے اور اسطرح پر عالم برزخ کے عجائبات نمودار ہوجاتے ہیں پھر جب صورتوں میں روح ڈالی جائیگی۔ ویسا ہی فیضان پھر ہوگا جیسے کہ ابتداء عالم میں ہوا تھا اور روحیں بدنوں میں ڈالی گئیں تھیں اور عالم مولید کی بنیاد قائم کیگئی تھی تو اسوقت روح الٰہی کے فیضان سے روح ایک جسمانی لباس یا ایسا لباس جو عالم مثال اور جسم کے بین بین ہوگا پھر پہن لیگی اور جو کچھ صادق مصدوق علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے خبریں بیان کیں ہیں سب کا حصول ہوگا اور چونکہ روح ہوائی ایک متوسط شے روح الٰہی اور بدن آدمی کے بیچ میں ہے اسواسطے ضرور ہے کہ اسکا رخ اس طرف بھی ہو اور اسطرف بھی اور جو اسکا رخ عالم قدس کی جانب مائل ہے اُس کا نام ملکی حالت ہے اور جو زمین کی جانب ہے اسکا نام بہیمیت ہے مناسب ہے کہ روح کی حقیقت کے متعلق انہیں مقدمات پر اکتفا کیا جاوے تاکہ اس علم میں اسکی تسلیم کے بعد تفریعات کی جائیں اور اس علم سے ایک زیادہ بلند مرتبہ علم میں اسکے چہرہ سے پردہ اٹھایا جاوے واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۶

سر التکلیف

• خدا تعالےٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علے السمٰوات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا لیعذب اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات ویتوب اللہ علے المومنین والمومنات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ ترجمہ۔ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انھوں نے اسکی برداشت کرنے سے انکار کیا اور اس سے خوف زدہ ہو گئے۔ اور آدمی نے اس امانت کو برداشت کر لیا بیشک آدمی بڑا ظالم اور نادان ہے تاکہ خدا منافقوں اور منافق عورتوں کو اور مشرکوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مسلمانوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول کرے خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

غزالی اور بیضاوی نے تنبیہ کی ہے کہ امانت سے مراد مکلف ہونیکی ذمہ داری ہے اسطرح پر کہ اطاعت اور نافرمانی احکام سے ثواب یا عذاب کا استحقاق ہو سکے اور آسمانوں اور زمین پر انکے پیش کرنیکے یہ معنے ہیں کہ انکی استعداد کا اندازہ کیا گیا کہ ایسے کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کا مادہ انمیں ہے یا نہیں ہے اور انکے انکار کرنے سے یہ غرض ہے کہ انکی طبیعت میں اس کام کی لیاقت اور استعداد نہ تھی۔ اور یہ جو فرمایا کہ آدمی نے اس امانت کو برداشت کر لیا اس سے یہ مراد ہے کہ اسمیں ان امور کی انجام کی ذاتی صلاحیت تھی۔ میں کہتا ہوں اس معنی کے لحاظ سے انہ کان ظلوماً جہولاً گویا حکم سابق کی علت ہے اسلئے کہ ظالم اسکو کہتے ہیں کہ جس میں انصاف و عدل کرنیکی قابلیت ہو لیکن پھر بھی انصاف نہ کرے اور جہول اسکو کہتے ہیں کہ باوجود قابلیت کے ناواقف ہو اور علاوہ آدمیکے بعض چیزیں عالم اور عادل ہیں کہ ظلم اور جہل کا ان تک گذر نہیں ہے جیسے کہ فرشتے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ نہ وہ عالم اور عادل ہیں اور نہ انمیں علم اور عدل کا مادہ ہے جیسے چار پائے۔

مکلف ہونیکے قابل وہی چیز ہو سکتی ہے جسکا کمال بالقوۃ ہو نہ بالفعل۔

اور لیعذب میں لام بمعنی عاقبت ہے یعنی ایسی امانت کے متحمل ہونیکا انجام عذاب کرنا اور آرام دینا ہے اور حقیقۃ الامر کا پورا انکشاف فرشتوں کی حالت اور انکے تجرد کے خیال کرنے سے ہوتا ہے انکی حالت میں نہ وہ کیفیت مزاحمت کرتی ہے جو قوۃ بہیمیہ کی تفریط سے پیدا ہوتی ہے جیسے گرسنگی۔ پیاس۔ خوف۔ رنج اور نہ وہ جو اس قوت کے افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے مجامعت کی حرص۔ غصہ۔ تکبر۔ نہ انکو تغذیہ تنمیہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے ہمیشہ وہ اس انتظار میں محو رہتے ہیں کہ عالم بالا سے اثر کیا وارد ہوتا ہے جب ہی کہ ان پر عالم بالا سے کوئی حکم مترشح ہوتا ہے خواہ وہ کسی انتظام مطلوب کا قایم کرنا ہو یا کسی چیز سے خوشنودی یا کسی سے ناگواری تو انکے قوا اس سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ہمہ تن وہ اسکی اطاعت کرتے ہیں جو اسکا مقتضا ہوتا ہے اسکے لئے وہ آمادہ ہو جاتے ہیں وہ ان امور کے اہتمام میں اپنے نفسانی ارادوں سے بیخود ہوتے ہیں اور عالم بالا کی مراد پر ثابت رہتے ہیں۔

اسکے بعد بہائم کی حالت کو خیال کرو کہ وہ رذیل شہوتوں سے ملوث رہتے ہیں اپنی طبعی خواہشوں پر شیفتہ ہوتے ہیں انہیں میں محو رہتے ہیں جب انمیں کوئی آمادگی ہوگی وہ ایسی ہی کوئی بہیمی آمادگی ہوگی جس کا مآل کوئی بدنی نفع ہوگا یا طبیعت کے موافق کسی چیز کا دفع کرنا۔

ان دونوں کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی روشن حکمت کی وجہ سے آدمی میں دو قوتیں عطا کی ہیں ایک ملکی روح طبعی پر جو تمام بدن میں منتشر ہے جب روح انسانی کا فیضان ہوتا ہے تو یہ قوت پیدا ہوتی ہے روح طبعی اس فیضان کو قبول کر کے مغلوب ہو جاتی ہے۔ دوسری قوت بہیمی ہے جو کہ نفس حیوانی میں پیدا ہوتی ہے جو تمام حیوانوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو قوتیں کہ روح طبعی میں قائم ہیں وہ اس حیوانی میں منتقل ہوتی ہیں روح طبعی خود مستقل طاقت رکھتی ہے اور روح انسانی اُسکے احکام کو قبول کر لیتی ہے۔

اسکے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان دونوں قوتوں میں باہم مزاحمت ہے اور ہر ایک کی کشش مختلف ہے ملکی طاقت بلندی کیطرف کشش کرتی ہے اور بہیمی پستی کی جانب۔ جب بہیمی کا ظہور ہوتا ہے اور اسکی اثر پر زور ہو جاتے ہیں تو ملکی کے جذبات مخفی ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی اسکے خلاف میں ہوتا ہے اور پروردگار جلشانہ کو انتظام عالم کے ساتھ توجہ خاص ہے ہر چیز کی استعداد ذاتی اور کسبی جس قسم کی درخواست کرتی ہے اسیکا خداوند کریم افاضہ فرماتا ہے جب کوئی بہیمی جذبات کو کسب کرتا ہے تو ویسے ہی اسکو مدد پہنچتی ہے اور جو امور اسکے مناسب ہوتے ہیں وہی اُسکے لئے آسان ہو جاتے ہیں اور اگر ملکی جذبات کو کسب کرتا ہے تب بھی اسی قسم کی امداد اسکو پہنچتی ہے اور اُسی کے موافق امور اُسکے لئے آسان ہو جاتے ہیں جیسے خدا تعالےٰ فرماتا ہے فاما من اعطےٰ واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسریٰ واما من بخل واستغنےٰ وکذب بالحسنےٰ فسنیسرہ للعسریٰ۔ جو کوئی کچھ دیگا اور پرہیزگار بنیگا اور نیکی کی تصدیق کریگا تو ہم سہولت کو اسکے لئے آسان کر دینگے اور جو کوئی بخیلی کریگا اور بے پرواہ ہو جاویگا اور نیکی کی تکذیب کریگا ہم دشواری کو اسکے لئے آسان کر دینگے۔

اور فرمایا کلا نمد ہؤلاء وہؤلاء من عطاء ربک محظوراً اور سب کو ہم مدد دیتے ہیں اور تیرے رب کی بخشش رد کی نہیں گئی ہے۔ ہر ایک قوۃ کے لئے جدا جدا تکلیف اور لذت ہے لذت اپنی مناسب کیفیت کو ادراک کرنا ہے اور تکلیف اپنی حالت کے ناموافق کیفیت کا ادراک کرنا ہے آدمی کی حالت کو اُس شخص کیحالت سے عجب مشابہت ہے جسنے کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو وہ اسوقت میں آگ کی سوزش کا کچھ اثر اپنے اندر نہیں پاتا ہے یہانتک کہ جب خدر کا اثر کم ہو جاتا ہے اور مقتضائے طبیعت کیطرف وہ رجوع کرتا ہے تب اُس شدت کی تکلیف اُسے معلوم ہوتی ہے یا اسکو گلاب کی حالت کے مشابہ سمجھنا چاہئے اطبا نے بیان کیا ہے کہ گلاب میں تین قوتیں ہیں (۱) قوۃ زمینی جو رگڑنے یا لیپ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے (۲) مائی قوت جو کہ نچوڑنے یا پینے کے وقت ظاہر ہوتی ہے (۳) ہوائی قوت جو کہ سونگھنے کیحالت میں ظاہر ہوتی ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کو مکلف کرنا اسکی نوع کا مقتضا ہے یقیناً آدمی اپنی زبان استعداد سے اپنے پروردگار سے خواستگار رہتا ہے کہ اُن امور کو جو ملکیت کے مناسب ہوں اُسپر واجب کر دے اور اُنپر اسکو ثابت قدم رکھے اور بہیمی امور میں منہمک ہونیکو اُسپر حرام کرے اور اُسپر اُنکے ارتکاب سے دارو گیر کرے واللہ اعلم۔

باب

تکلیف کا تقدیر سے نکلنا

جاننا چاہئے کہ خدا تعالےٰ کی اپنی مخلوق میں ایسی نشانیاں ہیں کہ انمیں غور کرنیوالا یہ معلوم کر سکتا ہے کہ خدا نے جو اپنے بندوں کو قسمتوں کا مکلف کیا ہے تو اُسکی خدا کے پاس زبردست دلیل ہے درختوں اور اُنکے پتوں اور شگوفوں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھلوںکو دیکھو اور جو کیفیتیں ہمیں نظر آتی ہیں یا چکھ کر معلوم ہوتی ہیں وعلیٰ ہذا انہیں غور کرو کہ خدا نے ہر ایک قسم کے لئے پتے ایک خاص شکل کے اور شگوفے خاص رنگ کے اور خاص خاص مزہ کے پھل پیدا کئے ہیں جنسے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ فلانے قسم کا ایک فرد ہے اور یہ سب امور صورت نوعیہ کے تابع ہوا کرتے ہیں اسی کے ساتھ لپٹے رہتے ہیں جیسا صورت نوعیہ کا ظہور ہوتا ہے ویسا ہی انکا ظہور ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ مادہ خرما کا ہونا چاہیے اس تفصیلی فرمان کے ساتھ لپٹا ہوا ہے کہ اس کا پھل ایسا ہو اور اسکا شگوفہ ایسا ہو۔

اور ہر ایک قسم کی خاصیتوں میں سے بعض تو ظاہر ہوتی ہیں ہر ایک عقلمند اسکو سمجھ سکتا ہے اور بعض ایسی ہوتی ہیں جنکو وہی شخص معلوم کر سکتا ہے جو زیرک اور فطین ہو۔

جیسے کہ یاقوت کی تاثیر ہے کہ وہ یاقوت رکھنے والے کے دلمیں مادہ فرحت اور شجاعت کا پیدا کرتا ہے۔

اور نیز بعض خاصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی قسم کے ہر ہر فرد میں ہوتی ہیں اور بعض ایسی ہوتی ہیں کہ استعداد مادہ کی موافق صرف بعض افراد میں پائی جاتی ہیں اور اسی قسم کے اور افراد میں نہیں ہوتیں مثلاً ہلیلہ کہ جو شخص اسکو اپنے ہاتھ میں تھامے رہے اسکے لئے دست آور ہے۔

اب تم کو یہ کہنے کا موقع نہیں ہے کہ خرما کا پھل اس صورت کا کیوں ہوتا ہے اسلئے کہ یہ سوال عبث ہے لوازم ذاتی کی ثابت ہونے کے لئے دلیل کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔

اسکے بعد حیوانات کے ہر ایک قسم کو دیکھو ہر ایک کی شکل وصورت جداجدا ہے جیسے کہ تم درختوں کی صورتیں جدا جدا پاتے ہو اور حیوانات میں ان اختلافات کیساتھ مختارانہ حرکتیں اور ذاتی الہامات اور طبعی تدابیر بھی ہیں جنکی وجہ سے ہر ایک قسم دوسرے سے بالکل ممتاز ہے۔ مثلاً چارپائے گھاس کو چرتے ہیں جگال کرتے ہیں اور گھوڑے گدھے خچر گھاس تو چرتے ہیں مگر جگال نہیں کرتے درندے گوشت خوار ہیں پرند ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں مچھلیاں پانی میں تیرتی ہیں اور حیوانات میں ہر قسم کی آواز جداجدا ہے ہر ایک کیلئے مجامعت کا طریقہ علیحدہ ہے اپنے بچوں کے پالنے کا طریقہ جو ایک کا ہے وہ دوسرے کا نہیں ہے جسکا بیان طول طویل ہے۔

ہر ایک قسم کیلئے اسی قسم کا الہام کیا گیا ہے جو اسکی طبیعت اور مزاج کے مناسب تھا اور جنسے اس نوع کی تکمیل اور درستی ممکن تھی اور یہ الہامات سب کے سب انکے پروردگار کیجانب سے انکی صورت نوعیہ کے روزن سے مترشح ہوتے ہیں اور ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ شگوفوں کے خطوط اور پھلوں کے مزے جو صورت نوعیہ کے اثر سے متعلق ہوتے ہیں۔

اور نوعی احکام بعض ہر ہر فرد بشر میں موجود ہوتے ہیں اور بعض مادہ کی قابلیت اور اسباب کے اتفاق سے صرف بعض افراد ہی میں ہوتے ہیں اگرچہ اصلی استعداد سب میں ہوا کرتی ہے مثلاً شہد کی مکھیوں میں یعسوب اور جیسے طوطا کہ تعلیم اور مشاقی کے بعد لوگوں کی آواز انکو بخوبی نقل کر لیتا ہے۔

ان امور کے بعد انسان کی نوع میں غور کرو جو امور کہ درختوں میں پاؤگے انسان میں بھی پاؤگے اور انکے علاوہ حیوانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقسام میں جو اوصاف ہیں وہ بھی اسمیں ہیں مثلاً کھانسنا جمیازہ ۔ ڈکار ۔ فضلات کا دفع کرنا آغاز پیدائش میں دودھ پستان سے چوسنا اور انکے علاوہ اور بہت سی ایسی خاصیتیں بھی ہیں جنکی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہے مثلاً گفتگو کرنا دوسرے کی گفتگو سمجھنا بدیہی مقدمات کی ترتیب سے یا تجربہ یا استقراء یا فراست سے مکتسب علوم کو پیدا کرنا ان امور کا اہتمام کرنا جنکو وہ اگرچہ اپنی حس اور وہم سے نہیں معلوم کرتا ہے لیکن بنظر عقل انکو پسندیدہ سمجھتا ہے جیسے نفس کو مہذب کرنا وتدبیر کو اپنے زیر حکم کرنا اور یہ امور چونکہ اسمیں نوعی اور پیدائشی ہیں اسلئے سب فرقے حتے کہ پہاڑوں کی بلندیوں کے باشندے بھی ان میں مشترک ہیں اسکا راز وہی ہے جو اسکی صورت نوعیہ کا منشا ہے اور یہ راز بھی ہے کہ مزاج انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اسکی عقل ودل پر غالب ہو اور دل نفس پر غالب ہو ۔

اسکے بعد خدا تعالےٰ کی اس تدبیر اور تربیت اور مہر کو دیکھنا چاہئے کہ جسکی علامات ہر ایک قسم میں رکھی گئی ہے ۔ نباتات جنمیں حس وحرکت کی قوت نہ تھی اسلئے انکے لئے رگوں کو پیدا کیا وہ اُس مادہ کو چوستی رہتی ہیں کہ جو پانی اور ہوا اور لطیف اجزائے ارضی سے جمع ہوتا ہے اور جمع کر کر اسکو تمام شاخوں میں اسی مناسب تقسیم سے پھیلا دیتی ہیں جس کا فیضان صورت نوعیہ کیجانب سے ہوتا ہے اور حیوان میں حس ہوتی ہے اپنے قصد سے وہ چلتا پھرتا ہے ۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے انکے اندر ایسی رگیں زمین سے مادہ کے چوسنے والی پیدا نہیں کی ہیں بلکہ اسکو الہام کیا کہ اپنے اپنے مواقعہ سے غلوں کو گھاس پانی کو تلاش کرے اور جتنی منفعتیں انکو مطلوب تھیں ان سب کا اسکو الہام کیا ۔

اور جو قسمیں زمین سے پیدا نہیں ہوتیں خدا تعالےٰ نے انکے لئے خاص تدابیر رکھی ہیں کہ انمیں تناسل کی قوتیں جمع کی ہیں اور انکے مادہ میں ایک خاص رطوبت پیدا کی ہے کہ جو بچہ کی تربیت میں خرچ کیجاتی ہے وہ خالص دودھ بنجاتی ہے اور بچہ کو الہام کیا کہ وہ پستان چوس کر دودھ کو نگلجاوے ۔ اور مرغی میں ایک ایسی رطوبت پیدا کی ہے جس سے انڈے پیدا ہوتے ہیں اور بعد انڈے دینے کے اسکے مزاج میں خشکی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا پیٹ خالی ہوجاتا ہے جس سے اسمیں ایک قسم کی دیوانگی سی پیدا ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بنی نوع سے میل جول ترک کردیتی ہے اور کسی چیز کی حفاظت کرنے کو خود بخود پسند کرتی ہے تاکہ اس سے اپنے شکم کو دبائے رکھے ۔ اور کبوتروں کی طبیعت میں اُسنے یہ پیدا کیا ہے کہ نر اور مادہ باہم مانوس رہیں اور مادہ کے شکم کو اول ہی خالی کیا تاکہ انڈوں کی حفاظت بخوبی اس سے ہوسکے پھر اسمیں زائد رطوبت اسلئے پیدا کی کہ وہ بذریعہ قے کے باہر آسکے اور اسکی طبیعت میں بچہ پر شفقت اور رحم کرنے کا مادہ پیدا کیا ۔ اسلئے اس رطوبت زائد میں مہربانی کے جوش سے قے کی صورت میں نکلنے کا ذریعہ کیا اور اس ذریعہ سے دانہ اور پانی بچہ کو پہنچتا ہے اور باہم ملاپ کے سبب سے نر بھی مادہ کی تقلید کرتا ہے اور بچہ کا مرطوب مزاج پیدا کیا اس رطوبت سے اسکے پر نکلتے ہیں جنسے وہ اڑنے لگتا ہے ۔

اور انسان میں چونکہ حس کرنے اور حرکت کرنیکی قوت پیدا کی ہے اور پیدائشی الہامات کا اسکو قابل بنایا ہے اور بالطبع اسمیں علوم کا مادہ رکھا ہے اسکو عقل عطا کی ہے اور اختیاری علوم کے پیدا کرنیکی قابلیت دی ہے اسلئے اس کو کھیتی کرنے درخت لگانے تجارت کرنے اور دیگر معاملات کا الہام کیا ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن میں سے بعض لوگوں کو پیدائشی سرور بنایا ہے اور بعض کی طبیعت میں یا اتفاقی اسباب سے غلامی کی خصلت پیدا کی ہے بعض کو انہیں سے بادشاہ بنایا ہے بعض کو رعیت بعض میں مادہ حکمت کا رکھا ہے کہ حکمت الٰہیہ کے مطابق گفتگو کرے بعض کو علوم طبعی میں خوض کرنیکی قوت دی ہے بعض کو علوم ریاضی اور حکمت عملی کے مسائل حل کرنیکی۔ اور ایسے ہی بعض کو غبی پیدا کیا ہے کہ وہ بغیر تقلید دوسرے کے علوم بالا کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ اور اسلئے تم لوگوں کی گروہوں کو بادیہ نشینوں اور شہریوں کے دیکھو گے کہ انپر یہ امور وارد ہوتے رہتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ انسان کا حال حیوانات کا سا نہیں ہے بلکہ انسان کا ادراک حیوانات کے ادراک سے نہایت گرانبہا ہے منجملہ اُسکے علوم کے جسپر کہ بجز اُن لوگوں کے جنکا مادہ نوع کے احکام کو قبول نہیں کرتا سب کا اتفاق ہے" اپنے پیدا کرنے والے اور تربیت کرنیوالے کو تلاش کرنا اور مدبر عالم کو ثابت کرنا ہے جسنے اُسکو پیدا کیا ہے اسکو رزق دیا ہے وہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی ہمت اور علم کے موافق گریہ وزاری کرتا ہے جبکہ وہ اور اُسکے ابنائے جنس بزبان حال اُسکے حضور میں خشوع وخضوع کرتے ہیں اور اس قول خداوندی کے یہی معنی ہیں کہ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا کے لئے وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور وہ چیزیں جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے آدمی سجدہ کرتے ہیں اور بہت سوں پر عذاب ثابت ہوا۔

کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ درخت کی شاخوں پتوں شگوفوں کا ہر ہر جزء نفس نباتی کے سامنے جو درخت کی مدبر ہے ہمیشہ اور ہر آن اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے عاجزانہ درخواست کرتا رہتا ہے اگر اُسکے ہر ایک حصہ میں عقل ہوتی تو وہ نفس نباتی کا منتظر شکریہ ادا کرنے اور اگر اُسکو فہم ہوتا تو بھی وہ درخواست خالی اُسکے علم اور ارادہ میں بھی منقش ہوجاتی۔

اور انسان کی خاصیتوں میں سے یہ بھی ہے کہ نوع انسان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں جنکو علوم عقلی کے چشمہ کی طرف خالص توجہ ہو وہ وحی کے ذریعہ سے یا فراست یا خواب کے ذریعہ ان علوم کو حاصل کریں اور باقی لوگ جو اس پایہ کے نہوں اس شخص کی رہنمائی اور برکت کے آثار مشاہدہ کرکے اتباع کریں اور اُسکے اوامر ونواہی کی پیروی کریں اور افراد انسانی میں کوئی فرد ایسا نہیں ہوتا کہ جسکو بذریعہ خواب کے جسکو وہ دیکھتا ہے اور اپنی رائے سے یا کسی ہاتف کے سننے سے یا بصیرت کی فطانت سے کچھ نہ کچھ غیب کیطرف توجہ نہ ہو لیکن سب لوگ یکساں نہیں ہوتے ہیں بلکہ بعض انمیں باکمال ہوتے ہیں اور بعض ناقص اور ناقصکو کامل کی حاجت ہوا کرتی ہے اسکی صفات کا اندازہ بہائم کی صفات سے بالکل جدا ہوتا ہے اسمیں فروتنی پاکیزگی انصاف سماحت کی اوصاف ہوتے ہیں عالم جبروت وملکوت کی روشنیاں اُس سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں اسکی دعا مقبول ہوتی ہے تمام کرامات حالات اور مقامات کا اُس سے ظہور ہوتا ہے۔

اگرچہ وہ امور جنکی وجہ سے آدمیکو حیوانات سے امتیاز حاصل ہوتا ہے بکثرت ہیں لیکن انکا مدار دو خصلتوں پر ہے۔

(۱) قوت عقلی کا بڑھنا اُسکے دو شعبے ہیں ایک وہ شعبہ ہے کہ اسمیں انتظام بشر کے متعلق مصلحتیں ملحوظ ہوتی ہیں انکے دقائق مستنبط کیے جاتے ہیں اور ایک شعبہ میں علوم غیبیہ کے حاصل کرنیکی استعداد ہوتی ہے جسکا فیضان وہبی طریقہ سے ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲) قوت عملی کی فوقیت ہے۔ اسلئے بھی دو شعبے ہیں۔ اول یہ کہ اعمال کو اپنے قصد اور اختیار سے کرنا۔ حیوانات کی افعال اختیاری ہوا کرتے ہیں اُنکے افعال اُنکی اصل طبیعت میں راسخ نہیں ہوا کرتے اُن افعال کی روح سے اُنکے نفوس رنگین نہیں ہوتے اُنکو اُنکا مصرف اُن قوتوں سے ہوتا ہے جو روح ہوائی میں قائم ہیں اس رنگ سے وہ باآسانی اپنے اپنے کام کرتے ہیں اور انسان جو جو عمل کرتا ہے تو بعد فراغ کے وہ افعال تو نابود ہو جاتے ہیں لیکن اُنکی روحیں جدا ہوکر نفس میں جم جاتی ہیں اسلئے اُنکے بعد نفس میں ایک نور یا تاریکی باقی رہجاتی ہے۔ اور افعال پر مواخذہ کرنیکے لئے جو شارع کا قول شرط ہے وہ اسی طرح پر ہے کہ انکو قصداً کرے جیسا کہ زہر کی مضرت اور تریاق سے منتفع ہونیکے لئے طبیب کا قول اسطرح شرط ہے کہ اُن دونوں کو آدمی اپنے حلق سے فرو کرے اور شکم میں داخل کرے ۔

اور ہمارے اس قول کی کہ نفس انسانی میں اعمال کی روح راسخ ہوجاتی ہے یہ دلیل ہے کہ تمام آدمیوں کی جماعتیں ریاضتوں اور عبادتوں پر متفق ہیں اپنے وجدان سے انہوں نے اُنکے انوار معلوم کر لئے ہیں اور گناہوں اور منہیات سے سب احتراز کرتے ہیں اور اپنے وجدان سے اُنکی سنگدلی انہوں نے معلوم کر لی ہے ۔

اور ایک درجہ ایسا ہے جسمیں بلند بلند حالات اور مقامات پیش آتے ہیں جیسے محبت الٰہی خدا پر توکل وغیرہ اور اس قسم کے اوصاف حیوانات میں بالکل مفقود ہیں ۔

اور جاننا چاہئے کہ مزاج انسانی میں ٹھیک اعتدال جسکو صورت نوعیہ عطا کرتی ہے بغیر چند علوم کے کامل نہیں ہوسکتا جسکو اذکی الناس ہی معلوم کرتا ہے اور اور لوگ اُس کا اتباع کرتے ہیں ۔

اور بغیر شریعت کے جسمیں علوم الٰہی اور منفعت کی تدابیر شامل ہوں اور وہ قواعد جنمیں افعال اختیاری کی بحث اور پانچ قسموں واجب۔ مستحب۔ مباح۔ مکروہ۔ حرام کی تقسیم اور تفصیل ہو اور وہ مقدمات جنمیں مرتبہ احسان کے درجات بیان کئے جائیں اسلئے حکمت و رحمت الٰہی میں ضروری ہوا کہ اپنے غیب مقدس میں قوت عقلی کے رزق کو مہیا کرے اور سب سے اذکی الناس کو عالم قدس سے علوم اخذ کرنیکے لئے خالص اور جدا کر دے۔ جیسے کہ تم شہد کے چھتے میں یعسوب کو دیکھتے ہو کہ وہ تمام مکھیوں کی بابت خود تدبیر کرتا ہے۔ اگر اسطرح پر علوم کو حاصل کرنا بواسطہ یا بلا واسطہ نہ ہوتا تو جو کمال نوع انسانی کے لئے قرار دیا گیا ہے وہ ہرگز مکمل نہ ہوتا کوئی شخص جب حیوانات میں سے کسی نوع کو دیکھتا ہے کہ بغیر گھاس کے اُسکی زندگی بسر نہیں ہوتی تو سمجھ جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُسکے لئے چراگاہیں طیار کر دی ہونگی جسمیں بکثرت گھاس ہوگی ایسے ہی خدا کی صنعت میں غور کرنے والے کو یقین ہوتا ہے کہ نوع انسان کے درجہ میں ایسے علوم بھی ہیں جنسے عقل انسانی اپنے نقصان اور خلل کو دور کرسکتی ہے اور اُس سے عقل کا کمال نہایت کو پہنچتا ہے ان علوم میں سے ایک حصہ توحید و صفات کا علم ہے اس علم میں یہ ضروری ہے کہ اسکی تشریح ایسی صاف صاف ہو کہ بالطبع عقل انسانی اُسکو حاصل کر سکے اسمیں ایسی دقت ہرگز نہ ہو کہ اُسکو شاذ و نادر ہی کوئی حاصل کر سکے۔ اس علم کی تشریح اس قول میں ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے لئے وہ صفتیں ثابت ہیں جنکو ہر شخص جانتا ہے یعنی زندہ رہنا۔ سننا۔ دیکھنا۔ قدرت۔ ارادہ۔ کلام۔ غضب۔ رحمت۔ مالک ہونا۔ غنا اور اُسکے ساتھ ہی یہ ثابت کیا کہ لیس کمثلہ شئ ان صفتوں میں کوئی اسکا ہمتا نہیں ہے اُسکی زندگی ہماری سی زندگی نہیں ہے اُسکی بینائی ہماری سی بینائی نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اُسکی قدرت کو ہماری قدرت سے کوئی نسبت نہیں۔ اُس کا ارادہ ہمارے ارادے سے الگ ہے اُسکی کلام کرنے کی شان ہمارے کلام کی سی نہیں ہے وعلیٰ ہذا۔

پھر خدا تعالیٰ نے تمثیل ہونیکی تفسیر ایسے امور سے کی جو ہماری جنس میں بالکل مستبعد ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ وہ مینہ کے قطروں کی تعداد کو بیابانوں کی ریگ کی تعداد کو درختوں کے پتوں کی تعداد کو حیوانات کے سانس کی تعداد کو جانتا ہے شب تار میں چیونٹی کے چلنے کو دیکھتا ہے ان وسوسوں کو سن لیتا ہے جو عقل در دماغ کے اندر لحافوں کے نیچے پیدا ہوتے ہیں۔

اور ایک حصہ عبادات کا علم ہے اور انہیں علوم میں سے منافع کا علم ہے اور انہیں سے مخاصمت کا علم یعنی جب آدمی نفوس میں شبہات پیدا ہو جاتے ہیں جنسے حق کی مخالفت ہوتی ہے تو اسوقت انکے دفع کرنیکا کیا طریقہ ہونا چاہئے اور انہیں سے خدا کی نعمتوں اور اسکی مختلف عقوبتوں کو یاد دلاتا ہے اور عالم برزخ اور قیامت کے واقعات کا بیان کرتا ہے اس لئے کہ خدا تبارک تعالیٰ نے نوع انسان کی استعداد کو جو تمام انسانوں میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی ہے اور اسکی قوت ملکیہ اور ان تدبیروں اور علوم کو جنسے استعداد اور قابلیت کی موافق اسکی اصلاح ہوتی ہے دیکھا اور سب علوم غیب الغیب میں محدود و طور پر محفوظ متمثل ہوگئی اسی تمثیل کو اشاعرہ کلام نفسی کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور یہ حالت علم ارادہ۔ قدرت سے جدا ہے۔

اور جب تمام فرشتوں کی پیدائش کا وقت آیا تو حق تعالیٰ نے معلوم کیا کہ افراد انسانی کی مصلحت جبھی کامل ہوگی کہ بزرگ نفوس پیدا کئے جاویں کہ انسے نوع انسانی کو ایسا ہی تعلق ہو جیسے ہمارے عقل و حواس کو نفوس سے تعلق ہوتا ہے اسوجہ سے افراد انسانی پر اسنے محض عنایت فرمائی اور کلمہ کن سے انکو ایجاد کیا انکے دلوں میں ان علوم کا جو غیب الغیب میں محدود اور محفوظ ہو چکے تھے پرتو ڈالا اور وہ علوم روحانی صورتیں انکے لئے متصور ہو گئے انہیں نفوس کیطرف اس قول میں اشارہ ہے الذین یحملون عرش ربک ومن حولہ۔ جو کہ تیرے رب کا عرش اٹھاتے ہیں اور وہ کہ عرش کے آس پاس ہیں۔

اور جب ایک زمانہ ایسا آیا کہ اسمیں دولتوں اور مذاہب کی تبدیلی مقرر تھی تو اُسنے قرار دیا کہ وہ علوم روحانی وجود میں ظاہر ہوں اسلئے اس عہد کی موافق انکی تشریح اور تفصیل کیگئی اسکی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ کے قول میں انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبٰرکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم ہم نے قرآن کو مبارک شب میں نازل کیا ہے ہم ہی ڈرانے والے تھے اس شب میں سب مضبوط کام جدا جدا کئے جاتے ہیں۔

پھر حکمت اللہ نے ایک ذکی شخص کے موجود ہونیکا انتظار کیا جو وحی الٰہی کے قابل ہو اسکی بلندی مرتبہ اور برتری شان کا علم دیا گیا یہاں تک کہ جب وہ موجود ہو گیا تو اسکو اپنے لئے خاص کر لیا اور اپنے مقصود کے پورا ہونیکا اسکو ذریعہ بنایا اپنی کتاب اسپر نازل کی اور اپنے بندوں پر اسکی اطاعت واجب کر دی اسی خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا واصطنعتک لنفسی میں نے تجکو اپنے لئے بنایا۔

پس خدا تعالیٰ نے ان علوم کو غیب الغیب میں جسطرح پر معین فرمایا تو نوع انسانی پر محض اسکی عنایت و کرم تھا اور یہی استعداد نے ہی حق تعالیٰ سے ملاء اعلیٰ کی نفوس کے فیضان کی خود درخواست کی تھی اور نوعی حالات نے ہی ان قرنوں میں خاص شریعت کی طلب کا اصرار کیا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کہا جاوے کہ انسان پر نماز پڑھنا کہاں سے واجب ہوا رسول کی اطاعت کس طرح واجب ہوئی زنا اور چوری کہاں سے حرام ہوئے تو کہا جاویگا کہ یہ اور وہ اسی طرح کیا گیا کہ جیسے بہائم پر گھاس کا کھانا واجب کیا گیا گوشت کا کھانا حرام کیا گیا درندوں پر گوشت کھانا ضروری قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ گھاس نہ کھاویں۔ شہد کی مکھیوں کو حکم دیا گیا کہ یعسوب کا اتباع کریں۔ اتنا فرق ہے کہ حیوانات میں یہ علم جبلی ہیں اور انسان کسب سے غور سے وحی یا تقلید سے انکو حاصل کرتا ہے ۔

باب ۸

تکلیف کا جزا و سزا کے لئے باعث ہونا

جاننا چاہئے کہ الناس مجزیون باعمالہم ان خیرا فخیر وان شرا فشر لوگوں کو اعمال کی جزا ملیگی اگر اعمال اچھے ہیں انکی جزا بھی اچھی ہوگی اور اگر اعمال بد ہیں تو ایسے ہی انکی جزا بھی بد ہوگی ۔

اس جزا و سزا کی چار صورتیں ہیں (۱) اول یہ صورۃ نوعیہ کا مقتضا ہے جیسکہ چارپایہ جب گھاس کو چرتا ہے اور درندہ جب گوشت کھاتا رہتا ہے تو ان کا مزاج سلیم رہتا ہے اور جب ہی چارپایہ نے بجائے گھاس کے گوشت کا استعمال کیا اور درندہ بجائے گوشت کے چارہ کا استعمال کرتا ہے تو انکا اصلی مزاج بگڑ جاتا ہے۔ یہی حال آدمی کا بھی ہے کہ جب وہ ایسے اعمال کرتا ہے کہ جنکی روح بارگاہ حق تعالے میں فروتنی اور نیازمندی ہوتی ہے انمیں پاکیزگی فیاضی عدالت ہوتی ہے تب اسکا مزاج درست رہتا ہے اور جب ایسے کام کرتا ہے کہ جنکی روح ان امور بالا کے خلاف ہوتی ہے تو اسکی ملکی حالت بگڑ جاتی ہے جب وہ بدن کی گرانی سے سبکسار ہوتا ہے اسوقت نفرت و انس کا اثر اپنے اندر ایسے ہی پاتا ہے جیسے کہ ہم جلنے کی تکلیف معلوم کرتے ہیں ۔

(۲) دوسری صورت جزا و سزا کی ملاء اعلے کی وجہ سے ہوتی ہے جیسکہ ہمارے اندر دماغی قوتیں ہیں جنکی وجہ سے ہم چنگاری یا برف کا احساس کر لیتے ہیں جبکہ انپر ہمارا قدم پڑتا ہے ایسے ہی خدا تعالے نے محض لطف و عنایت سے صورۃ انسانی کیلئے جو ملکوت میں مصور ہے فرشتوں کو خادم بنایا ہے اسلئے کہ جیسے بغیر قوائے ادراکیہ کے ہماری درستی نہیں ہو سکتی ایسے ہی انسان کی درستی بغیر فرشتوں کے نہیں ہو سکتی اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ جب آدمی کوئی کام نجات کے قابل کرتا ہے تو فرشتوں سے بہجت اور سرور کی شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور اگر کوئی مہلک کام کرتا ہے تو نفرت اور بغض کی شعاعیں اُنسے خارج ہوتی ہیں اور پھر وہی شعاعیں اس شخص کے نفس میں حلول کرتی ہیں بہجت یا نفرت کا مادہ اسمیں پیدا کر دیتی ہیں اور کبھی یہی مادہ بہجت یا نفرت کا بعض فرشتوں یا لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے اسوقت الہامی ذریعہ سے اس شخص سے محبت رکھکر احسان پہنچاتے ہیں یا اس سے متنفر ہو کر رنج میں ڈالتے ہیں ۔

اسکو ایسے ہی خیال کرنا چاہئے کہ جب کسی کا قدم چنگاری پر پڑتا ہے تو اسکے قوائے ادراکیہ کو تکلیف سوزش کی معلوم ہوتی ہے پھر اس تکلیف کی شعاعیں دل پر اثر کر کے اسکو غم آلودہ کر دیتی ہیں اور طبیعت پر موثر ہو کر اسکو گداختہ کر دیتی ہیں ان فرشتوں کا ہمارے اندر اثر پہنچانا ایسا ہی ہے جیسکہ ہمارے ادرکات کا بدنوں میں اثر پہنچانا جیسکہ ہم میں سے کسی شخص کو رنج یا ذلت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خوف ہوتا ہے تو پسلیاں کانپنے لگتی ہیں رنگ زرد ہو جاتا ہے بدن ضعیف ہو جاتا ہے اکثر اشتہا جاتی رہتی ہے پیشاب سرخ ہو جاتا ہے اور اگر خوف کی شدت سے پیشاب یا براز خطا بھی ہو جاتا ہے بسبب ہوا اسلئے پیش آتے ہیں کہ قولے اور اکیہ طبیعت میں اثر کرتی ہیں بذریعہ وحی کے انکا فرمان طبیعت کو پہنچایا جاتا ہے ایسے ہی اُن فرشتوں کے جو آدمیوں پر موکل ہیں آدمیوں پر اور سفلی فرشتوں پر جبلی الہامات مترشح ہوتے ہیں اور آدمیوں کے افراد اُن فرشتوں کے ایسی ہی تابع رہتے ہیں جیسے طبعی قوتیں قولے اور اکیہ کے تابع رہتی ہیں اور جیسے کہ وہ شعاعیں سفل کی طرف گرتی ہیں ایسے ہی حظیرۃ القدس کی طرف صعود کر کے اسمیں ایک حالت پیدا کر دیتی ہیں کہ جسکو رحمت و رضا غضب و لعن سے تعبیر کرتے ہیں یا اثر ایسے ہی منتقل ہوتا ہے کہ جیسے آگ قرب کی وجہ سے پانی کو گرم کر دیتی ہے اور قیاس کے مقدمات نتیجہ کو مہیا کر دیتے ہیں اور دعا پر قبولیت مرتب ہوتی ہے اسی وجہ سے عالم جبروت میں ایک نئی حالت پیدا ہوتی رہتی ہے اور ابھی غصہ کی حالت ہوتی ہے اسکے بعد ہی توبہ کی شان ہو جاتی ہے اور رحمت کے بعد ناخوشی ظاہر ہو جاتی ہے خدا تعالے فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسہم۔

آنحضرت صلعم نے اکثر احادیث میں فرمایا ہے کہ فرشتے آدمیوں کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں اور خدا تعالے آنسے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا اور نیز فرمایا کہ دن کے عمال شب کے اعمال سے پہلے آسمان پر جاتے ہیں اسمیں آنحضرت نے اسکی طرف تنبیہ فرمائی ہے کہ فرشتے آدمیوں اور اُس نور الٰہی میں جو کہ حظیرۃ القدس میں قائم ہے ایک طرح پر واسطہ ہیں۔

اور تیسری صورت جزا و سزا کی شریعت کا مقتضا ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے قرار دیگئی ہے جس وقت ستاروں کی کوئی قطر ہوتی ہے تو ایک روحانیت کا حصول ہوتا ہے جسمیں ستاروں کی قوتیں ملی ہوتی ہیں اور فلک کے کسی حصے میں وہ مصور ہوتی ہے اور اُس روحانیت کو جب چاند جو احکام فلکی کو منتقل کرنیوالا ہے زمین کی طرف منتقل کرتا ہے تو اہل زمین کی آراء اس روحانیت کے موافق پھر جاتے ہیں ایسے ہی خدا تعالے بھی جانتا ہے کہ جب ایک خاص وقت آویگا جسکو شرع میں لیلۃ مبارک کہتے ہیں اور اسمیں سب محکم امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو عالم ملکوت میں ایک روحانیت کا ظہور ہوتا ہے جسمیں نوع انسان کے احکامات شامل ہوتے ہیں اور بمقتضائے وقت وہاں سے سب لوگوں میں سے نہایت ذکی شخص پر الہامات برستے ہیں اور اسی کے واسطہ سے لوگوں کے نفوس پر جو ذکاوت میں اُس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اسی قسم کے علوم کا القا ہوتا ہے پھر سب لوگوں پر اُن الہامات کے تسلیم اور پسندیدگی کا الہام ہوتا ہے انکے معاون کی تائید کیجاتی ہے اور انکا مخالف ذلیل کیا جاتا ہے اور سفل کے فرشتوں کو الہام ہوتا ہے کہ انکے فرمانبردار پر احسان کریں اور نافرمانی کرنیوالے کو تکلیف پہنچاویں اور پھر انکا اثر ملاء اعلیٰ اور حظیرۃ القدس کی جانب صعود کرتا ہے اور وہاں خوشنودی اور ناخوشی اس سے پیدا ہوتی ہے۔

اور چوتھی صورت جزا و سزا کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی آنحضرت کی بعثت سے یہ غرض تھی کہ لوگوں پر مہربانی کرے اور نیکی سے انکو قریب کرے اس واسطے لوگوں پر آپ کی اطاعت کو اُس نے واجب کیا اسلئے وحی کے علوم آپ کے سامنے متشکل اور مصور ہو گئے وہ آپ کی ہمت اور دعا سے ممزوج ہو گئے خدا کا حکم ہوا کہ آپ کی امداد کی جاوے تاکہ آپ کے مقاصد میں استحکام پیدا ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب جو جزا و سزا کہ مقتضائے صورۃ نوعیہ اور ملاءِ اعلےٰ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے وہ تو فطرت الٰہی کا اثر ہے جسپر لوگوں کو پیدا کیا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور تو خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہ پاویگا ۔

اور دین اسی فطرت کا نام ہے جسمیں زمانوں کے بدلنے سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا اور تمام انبیا کا اسپر اتفاق ہے جیسا کہ خدائے تبارک و تعالےٰ نے فرمایا وان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ اور آنحضرت نے ارشاد کیا الانبیاء بنو علات ابوہم واحد وامہاتہم شتی انبیا علاتی بھائی ہیں ان کا باپ ایک ہی اور مائیں مختلف ہیں ۔ اور اسپر مواخذہ ہمیشہ ہوتا ہے انبیا کے بعثت سے پہلے بھی ہوتا ہے اور بعد کو بھی اس میں دونوں برابر ہیں اور جو جزا و سزا مقتضائے شریعت ہوتی ہے اس میں زمانہ کی تبدیلی سے تبدیلی ہوجایا کرتی ہے اور پیغمبروں کی بعثت اسی لئے ہوا کرتی ہے اور آنحضرت کے اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوما فقال یا قوم انی رایت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنجا النجا فاطاعہ طایفۃ من قومہ فادلجوا فانطلقوا علی مہلہم فنجوا وکذبت طایفۃ منہم فاصبحوا مکانہم فصبحہم الجیش فاہلکہم واجتاحہم فذلک مثل من اطاعنی فاتبع ما جئت بہ ومثل من عصانی وکذب ما جئت بہ من الحق تحقیق میری اور میری رسالت کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی آنکھ سے لشکر کو دیکھا ہے اور میں صاف صاف تم کو اس سے ڈراتا ہوں خبردار ہوجاؤ اور اپنے آپکو بچاؤ اس قوم میں سے بعض لوگوں نے اسکا کہا مان لیا اور تڑکے ہی سے وہ سامان سفر کر کے چلدئے اور وہ بچگئے اور بعض نے اسکے کہنے کو نہ مانا اور اپنی اپنی جگہ ٹھیرے رہے صبح کو لشکر نے انکو آلیا اور بیخ و بن سے انکا استیصال کر دیا ایسے ہی ان لوگوں کا حال ہے جنہوں نے میری اطاعت کر کے ان احکام کا اتباع کیا جنکو میں لایا ہوں اور ان لوگوں کا جنہوں نے نافرمانی کی ان حق باتوں کی تکذیب کی جن کو میں لایا ہوں ۔

اور جزا و سزا کا جو چوتھا طریقہ ہے وہ جب ہی ہوتا ہے کہ انبیا کی بعثت ہو لوگوں کے شبہے دور ہوجائیں اور تبلیغ رسالت ٹھیک ٹھیک ہو جائے لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہی ہلاک ہو اور جو زندہ بچے وہ بھی دلیل سے ہی زندہ بچے ۔

باب ۹

اسکے بیان میں کہ لوگ پیدائش میں مختلف ہیں یہی وجہ ہے کہ انکے اخلاق انکے اعمال انکی کمال کے درجے اور مرتبے مختلف ہوتے ہیں

اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت سے روایت ہے کہ اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقہ فلا تصدقوا بہ فانہ یصیر الی ما جبل علیہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اسکا یقین کر لینا اور اگر کسی شخص کو سنو کہ اسکی جبلی عادت بدل گئی ہے تو اسکا یقین نہ کرنا وہ پھر پیدائشی عادت کیطرف منتقل ہو جاویگا اور آپ نے فرمایا ان بنی آدم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلقوا علےٰ طبقات شتیٰ فمنہم من یولد مومنا فذکر الحدیث بطولہ لوگ مختلف درجونکے پیدا کیئے گئے ہیں بعض مسلمان پیدا کیئے گئے ہیں آخر حدیث تک غصہ اور ترش کے تقاضے میں اُنکے درجونکا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ جیسی سونے چاندی کی کانیں ہیں ایسے ہی آدمیونکی کانیں ہیں •

اور خدا تعالےٰ نے فرمایا کل یعمل علےٰ شاکلتہ یعنے اسی طریقے پر ہر شخص عمل کرتا ہے جسپر وہ پیدا کیا گیا ہے؛ اور اگر تمکو معلوم کرنا منظور ہے کہ اس بات میں جو مجھپر خدا نے کیا منکشف کیا ہے اور ان احادیث کے معنی مجکو کیا بتائے ہیں •

تو سمجھو کہ ملکی قوت خدا نے لوگوں میں دو طرح پر پیدا کی ہے (۱) اسطرح پر کہ ملاء اعلےٰ کیمالات سے اُسکو مناسبت ہوتی ہو جنکی شان یہ ہے کہ خدا کے اسما اور صفت کے علوم سے وہ رنگین رہتے ہیں عالم جبروت کی باریکیوں سے واقف ہوتے ہیں محیط طور پر انتظامی امور کو حاصل کرتے رہتے ہیں اور اُن امور کو وجود میں لانے کے لئے ہمت کو جمع کرتے ہیں •

اور دوسری اسطرح پر ہوتی ہے کہ اُسکو ملاء اسفل کے فرشتوں سے مناسبت ہوتی ہے جنکا یہ کام ہے کہ جس خواہش کا اوپر کیجانب سے حال معلوم ہوا فوراً اُسکے لئے آمادہ ہو گئے نہ اسکا احاطہ کیا نہ وہاں ہمت جمع ہوتی ہے نہ اُنکو اُس سے پوری واقفیت ہوتی ہے وہ سراپا نور ہوتے ہیں بہیمی آلودگیوں سے بالکل پاک •

اور علےٰ ہذا قوت بہیمی بھی انمیں دو ہی طرح سے پیدا ہوتی ہے بعض حالتوں میں بہیمیت کے اثر نہایت شدت سے اُس میں جمع ہوتے ہیں جیسے کہ مست اونٹ جو نہایت قوی ہو پیدایش ہی سے اُسکو بہت سی غذا ملی ہو اور مناسب تدبیر سے اُسکی تربیت ہوئی ہو اسلیئے بڑا تنا ور اور مضبوط ہو گیا ہو بلند آواز ہو سخت گیر ہو اُسکے قصد میں کسی قسم کی روک نہ ہو اسمیں بڑی ایذا ہو غصہ اور کینہ اسمیں اشد ہو شہوانی قوت زیادہ ہو ہر بات میں دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو توانا دل ہو •

اور بعض میں بہیمیت کے اثر نہایت ضعیف ہوتے ہیں جیسا کہ کوئی حیوان خصی ناقص الخلقت جسکا نشو و نما خشکسالی میں ہوا نامناسب تدبیروں سے اُسکی تربیت ہو اُسکا جسم کمزور حقیر ہو اور آواز باریک نرم ہو بزدل کم ہمت ہو دوسروں کے مقابلے میں غلبہ اور فتحمندی کی اُسکو پرواہ نہ ہو • اور ان دونوں قوتونکی ایک خاص جبلی حالت ہے جو کہ انمیں سے ایک خاص قوت کو ٹھیرا دیتی ہے اور اُسکے بعد کسبی اور اختیاری امور سے اُسکو قوۃ اور مدد پہنچتی رہتی ہے •

اور جب یہ دونو قوتیں کسی میں جمع ہوتی ہیں تو اُسکے جمع ہونیکے بھی دو طریقے ہیں کبھی تو باہمی مزاحمت کے بعد ان دونو کا اجتماع ہو جاتا ہے اسطرح پر کہ ہر ایک قوۃ اپنی اپنی خواہشوں کی طلب میں سرگرم ہوتی ہے اپنی اپنی انتہائی اغراض میں کامیاب ہونیکی منتظر رہتی ہے اپنی اپنی ذاتی مسلک اور طریقونکے حاصل کرنیکا قصد کرتے رہتے ہیں اسلیئے انمیں باہم جذب و کشش ہوا کرتی ہے جسکا غلبہ ہوا تو دوسری میں پژمردگی آگئی اور علےٰ ہذا •

اور کبھی باہم دونوں میں مصالحت ہو جاتی ہے اسطرح ملکی قوۃ اپنے خالص احکام کی جانب نہیں ہوتی بلکہ ان احکام پر بس کرتی ہے جو قریب قریب ہیں جیسے دانائی نفس کی فیاضی طبیعت کی پارسائی۔ اپنے نفع ذاتی یا عام منفعت کو پسند کرنا موجودہ خواہشوں پر اکتفا نہ کرنا بلکہ آئندہ نتیجہ کا انتظار کرنا اپنے تعلق کی تمام چیزوں میں صفائی اور ستھرے پن کو محبوب سمجھنا اور ایسے ہی قوۃ بہیمی بھی اپنی خالص خواہشوں کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ جو امور ایک رائے کلی سے بالکل دور نہیں ہوتے •

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُس سے زیادہ مخالف نہیں ہوتے انکو اپنا شیوہ کر لیتی ہے اُن دونوں قوتوں میں باہم میل جول ہو کر ایک ایسا مزاج حاصل ہو جاتا ہے جسمیں باہمی مخالفت کے اثر نہیں ہوتے۔

ملکیت اور بہیمیت اور اُنکے باہمی میل کے دو دو کنارے ہیں اور ایک درجہ توسط کا ہے اور کچھ کناروں کے قریب ہیں اور بعض توسط کے قریب ہیں اسطرح پر بے نہایت درجے انمیں ہو گئے ہیں لیکن اصلی اقسام جنکے احکام جدا جدا ہیں اور انکے قسموں کے معلوم ہونے سے اور اقسام کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے آٹھ ہیں اسطرح پر کہ جب ان دونوں قوتوں میں باہمی کشش سی میل ہو جاتا ہے تو انکی چار صورتیں ہوتی ہیں (۱) ملکیہ بلند و قوی بہیمیہ کی حالت قوی یا ضعیف ایسے ہی ملکیہ ضعیف اور اُسکے ساتھ بہیمیت قوی یا ضعیف۔

اور ایسے ہی چار قسمیں اُس صورت میں ہیں کہ ان دونوں قوتوں میں باہمی میل و مصالحت ہو جائے ہر ایک قسم کا حکم جدا ہے جسمیں تبدیلی نہیں ہوتی خدا نے جسکو انکے احکام معلوم کرنیکی توفیق دی ہے اُسکو اکثر پریشانیوں سے آرام ملجاتا ہے۔

باب ۱۰

ان ارادوں کے اسباب میں جو کاموں کے باعث ہوتے ہیں

معلوم کرو کہ آدمی جن ارادوں کو اپنے دل میں پاتا ہے اور انہیں ارادوں کے موافق اُسکو کام کرنے کی آمادگی ہوتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان ارادوں کے کچھ نہ کچھ اسباب ہونگے۔ خدا کا طریقہ جیسا کہ اور ناپیدا شدہ اشیا میں ہے ویسا ہی یہاں بھی ہوگا غور اور تجربہ سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ ان اسباب کے سب سے بڑا سبب آدمی کی ذاتی پیدائش ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ذکر فرمایا ہے جسکو ہم نے پہلے بیان کیا ہے (کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام)

انہیں اسباب میں سے آدمی کا پیدائشی مزاج ہے جو خورد و نوش وغیرہ کی محیط تدابیر سے متغیر رہتا ہے۔ مثلاً گرسنہ کھانے کو طلب کرتا ہے اور تشنہ پانی کو اور خواہش نفسانی والا عورتوں کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اکثر لوگ مقوی باہ غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں تو انکو عورتوں کیطرف میلان ہو جاتا ہے انکے دلوں میں ایسے ہی ایسے خیالات اور وسوسے گذرتے ہیں جن کو عورتوں سے تعلق ہوتا ہے ایسی حالت سے اکثر کاموں کا جوش لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر لوگ سخت غذاؤں کا استعمال کرتے ہیں تو انسے وہ سنگدل ہو جاتے ہیں قتل کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ ایسے ایسے موقعوں پر غصہ ظاہر کرتے ہیں جہاں اور وں کو غصہ نہیں آتا۔ اور جب یہی لوگ روزہ نماز سے ریاضت نفس کرتے ہیں یا بڑے بوڑھے ہو جاتے ہیں یا کوئی سخت بیماری انکو لاحق ہوتی ہے تو اکثر پہلی حالتیں بدلجاتی ہیں دل نرم ہو جاتے ہیں نفوس پاکیزہ ہو جاتے ہیں اس لئے تم بوڑھوں اور جوانوں کی حالت میں بڑا فرق دیکھتے ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں بوڑھے آدمی کو بوسہ کی اجازت دی ہے اور جوان کو اسکی اجازت نہیں دی۔

انہیں اسباب میں سے عادات اور مالوف چیزیں ہیں اسلئے کہ جس شخص کو جب کسی چیز سے تعلق ہو جاتا ہے اور اسی کی مناسب صورتیں اور شکلیں اُسکے دل میں جم جاتی ہیں تو اکثر خواہشوں اور ارادوں کی جانب اُس کا میلان ہو جاتا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انہیں اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ بعض اوقات نفس ناطقہ قوت بہیمیہ کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور مقام والا سے جیسا کہ اسکے لئے آسان ہو وہ ایک نورانی ہیئت کو اخذ کر لیتا ہے کبھی یہ ہیئت اُنس و طمانیت کی قسم سے ہوتی ہے اور کبھی اس سے کسی کام کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔

اور انہیں اسباب میں سے یہ ہے کہ بعض ردی نفوس۔ شیاطین سے متاثر ہو جاتے ہیں انکا بعض رنگ اُن نفوس پر چڑھ جاتا ہے اور اکثر ارادے اور کام ایسی حالت اور ہیئت سے ہوتے ہیں۔

معلوم کرو کہ خوابوں کا حال بھی ارادوں ہی کا سا ہوتا ہے مگر یہ فرق ہے کہ تجرد نفس کی حالت میں ارادوں کی صورتیں نفس کے سامنے متمثل ہوا کرتی ہیں۔

محمد ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) نفس کی بات (۲) شیاطین کا ڈرانا (۳) خدا کی جانب سے مژدہ۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۱

اعمال کی نفس کیساتھ چسپیدگی اور اعمال کی یادداشت نفس میں

خدا تعالے فرماتا ہے وکل انسان الزمنٰہ طٰئرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیٰمۃ کتٰبا یلقٰہ منشورا اقرا کتٰبک کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔

ہر شخص کے عمل کو ہم نے اُسکی گردن میں چپکا دیا ہے قیامت کے روز ہم اُسکے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کو پیش کرینگے جس سے وہ ملیگا اور کہینگے اپنی کتاب کو پڑھ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب کرنے کو کافی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار تبارک و تعالے کی نقل سے فرمایا ہے کہ بیشک یہ تمہارے اعمال ہیں انکو میں تم پر شمار کرتا ہوں اُن اعمال کو تمہارے لئے پورا کرتا ہوں جو شخص بھلائی پاوے وہ خدا کا شکر کرے اور جو اُسکے علاوہ کچھ اور پاوے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اُسکو سچ کر دیتی ہے یا اُسکی تکذیب کر دیتی ہے۔

معلوم کرو کہ آدمی جن اعمال کا اہتمام سے قصد کر لیتا ہے اور جو اخلاق کہ اسمیں جمے ہوئے ہیں وہ سب نفس ناطقہ کی جڑ سے نکلتے ہیں پھر اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نفس کے دامن کو چمٹ کر اُسکو گھیر لیتے ہیں۔

نفس سے نکلنے کی یہ وجہ ہے کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ قوۃ ملکی اور بہیمی اور ان دونوں کی جمع ہونے کی مختلف قسمیں ہیں اور ہر ایک قسم کا حکم جدا ہے اور مزاج طبعی کا غالب ہو جانا اور فرشتوں اور شیاطین سے رنگین ہونا اور ایسے اور اسباب کا تعلق بھی اندازہ سے ہوتا ہے جو پیدایش انسانی کا عطیہ ہوتا ہے اور پیدایش سے اُس کو مناسبت ہوتی ہے۔ اسواسطے اُن سب کا اصل نفس ہے بواسطہ یا بلاواسطہ۔

دیکھو مخنث کی پیدایش ابتداً ایک زنیک مزاج پر ہوتی ہے پہچاننے والا اُس مزاج سے معلوم کر لیتا ہے کہ اگر وہ اسی زنیک مزاج پر جوان ہو گیا تو عورتوں کی سی عادات اختیار کریگا۔ انہیں کے ہم لباس ہوگا اور انہیں کے ہم [illegible] ہوگا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویسے ہی طبیب معلوم کر لیتا ہے کہ کوئی لڑکا اگر اپنے اسی مزاج پر جوان ہوگیا اور کوئی نگہبان درمیان میں نہ آیا تو توانا اور تیز ہوگا یا ناتوان اور کند ہوگا۔

اور اخلاق کا نفس کی طرف عائد ہونا اس طرح پر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کو برابر کرتا رہتا ہے اور اسکو بکثرت کرتا ہے تو اسکا عادی ہوجاتا ہے پھر وہ باسانی اسکو کرسکتا ہے اور کچھ غور و فکر یا ارادہ کی محنت برداشت کرنیکی ضرورت نہیں ہوتی اسلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ نفس اس کام سے متاثر ہوجاتا ہے اسکا رنگ قبول کرلیتا ہے اور ان ایک جنس اعمال میں سے ہر ایک عمل کو اس تاثیر میں دخل ہوتا ہے اگرچہ یہ تاثیر باریک اور مخفی المکان ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اسیطرف اشارہ ہے کہ چٹائی کیطرح مرتبہ بمرتبہ فتنے دلونکو احاطہ کئے ہوئے ہیں جس دل میں وہ فتنے پیوست ہوجاتے ہیں اسمیں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے اور جو دل انسے بیزار ہوتا ہے اسمیں ایک سفید نقطہ پیدا ہوجاتا ہے حتیٰ کہ وہ فتنے دو دلوں پر منتقل ہوتے ہیں ایک سپید صاف پتھر کیطرح جبتک کہ آسمان اور زمین ہیں کوئی فتنہ اس دل کو مضر نہیں ہوتا اور دوسرا دل سیاہ ہوتا ہے غبار آلودہ جیسے کج کوزہ نہ کسی نیک کام کو پہچانتا ہے نہ برے کام کو وہاں صرف اس خواہش کو پہچانتا ہے جو اس میں بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔

اور اعمال کا نفس کے دامن کو پکڑنا اس طرح پر ہوتا ہے کہ نفس اول مرتبہ ہیولانیت کیحالت میں پیدا کیا جاتا ہے اور ان سب رنگوں سے خالی ہوتا ہے جو اسپر چڑھتی رہتی ہیں اسکے بعد روز بروز ہمیشہ وہ قوت سے فعلیت کیطرف خارج ہوتا رہتا ہے اور جو حالت بعد کو حاصل ہوتی ہے وہ پہلی حالت کیلئے متمّم ہوتی ہے اور ان سب معدات کا ایک مرتب سلسلہ ہوجاتا ہے پچھلی کو پہلی پر تقدم نہیں ہوتا اور نفس کی ہیئتیں وہ سب حالتیں مجموعی طور پر جمع ہوتی ہیں اور نفس میں بالفعل ہر ایک معدہ کا حکم موجود رہتا ہے اگرچہ خارجی امور کی مشغولی کیوجہ سے نفس پر انکا تفصیلی وجود مخفی ہوجائے البتہ اگر وہ شے ہی فنا ہوجائے جسمیں وہ قوت موجود تھی جس سے اعمال کی آمادگی ہوتی تھی جیسے بوڑھا یا مریض تو وہ حالتیں بیشک مفقود ہوجاتی ہیں یا آسمانی جانب سے کوئی ہیئت ہجوم کرے جو ان حالتوں کے انتظام کو بالکل بدل دے جیسے بوڑھے اور مریض میں بدل جاتا ہے تب بھی نفس میں سے حالتوں کا ازالہ ہوجاتا ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان الحسنات یذھبن السیات نیکیاں بیشک برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔ اور فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملک بیشک اگر تونے شرک کیا تو تیرے کام نابود ہوجاوینگے۔

اور نفس کا اعمال کو یاد رکھنا اسکے راز کو میں نے اپنے ذوق سے اس طرح پر پایا ہے کہ عالم مثال میں ہر ایک آدمی کیلئے انتظام فوقانی سے بخشش و عطا سے ایک خاص صورت ظاہر ہوتی ہے میثاق کے قصہ میں جسکا ظہور ہوا وہ اسیکا شعبہ تھا۔ جب یہ شخص موجود ہوتا ہے تو وہی صورت اسپر منطبق ہوجاتی ہے اور اسکے ساتھ متحد ہوجاتی ہے۔

یہ شخص جب کوئی کام کرتا ہے تو بے اختیار ایک قدرتی نشانی اس صورت کو اس عمل سے ہوتی ہے اسوجہ سے عالم ملاء میں ظاہر ہوتا ہے کہ نفس کے اعمال آسمانی جانب سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ عملنامونکے پڑھنے کے یہی معنی ہیں اور وہیں یہ بھی اکثر ظاہر ہوتا ہے کہ اعمال نفسانی اعضا کو چمٹے ہوئے ہیں ہاتھ پاؤں کے گویا ہونیکے یہی معنے ہیں۔

اور یہ امر بھی ہے کہ ہر ایک عمل کی صورت سے اس عمل کے ثمرہ کا اظہار ہوتا ہے جو دنیا اور آخرت میں مقرر ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فرشتے کبھی اس عمل کی صورت قرار دینے میں توقف کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اکتبوہ کما ہو کہ اس عمل کو جیسا کا تیسا لکھ لو۔

امام غزالی نے فرمایا ہے کہ عالم کی ابتداء آفرینش سے اخیر تک جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ سب ایک مخلوق الٰہی میں تحریر کیا گیا ہے کبھی اسکو لوح سے تعبیر کرتے ہیں کبھی کتاب سے اور کبھی امام مبین سے جیسا کہ قرآن میں اسکے نام آئے ہیں پس جو کچھ عالم میں ہو چکا ہے یا ہوتا چلا جاتا ہے وہ اس میں نوشتہ اور منقوش ہے لیکن اسکے نقوش اس آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

اور یہ گمان نہ کرنا کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور وہ کتاب کاغذ یا پتے کی قسم سے ہے بلکہ تم کو قطعاً یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کی لوح مخلوق کی لوح کے مشابہ نہیں ہے اور خدا کی کتاب مخلوق کی کتاب کے ہمشکل نہیں ہے۔ خدا کی ذات اور صفات بھی تو مخلوق کی ذات اور صفات سے مشابہت نہیں رکھتی۔

اگر تم اسکی کوئی مثال چاہتے ہو جس سے یہ بخوبی سمجھ میں آجائے تو معلوم کر لو کہ لوح محفوظ میں مقدور کا جمنا ایسا ہی جیسا کہ حافظ قرآن کے دماغ اور دل میں قرآن کے حروف و کلمات منقش ہوتے ہیں وہ اسکے دل و دماغ میں سب ایسے منضبط ہوتے ہیں گویا کہ وہ پڑھتے وقت انکو دیکھتا ہے اور اگر اسکے دماغ کی تلاشی لو گے تو اس خط کا ایک حرف بھی اسکے دماغ میں نہ پاؤ گے اسی انداز پر تم کو یہی سمجھنا مناسب ہے کہ تمام مقدرات الٰہی اس لوح میں منقش ہوتے ہیں انتہے۔ اور نفس اکثر اپنے اعمال نیک اور بد کو یاد کرتا رہتا ہے انکی جزا و سزا کا متوقع رہتا ہے اس سے اسکے عمل کے نفس میں جمنے اور قرار پانے کے منجملہ اور وجوہ کے ایک اور وجہ ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔

باب ۱۲
اعمال کا ملکاتِ نفسانی سے تعلق

معلوم کرو کہ اعمال کے ذریعہ سے نفسانی ملکات کا ظہور اور بیان ہوتا ہے یہ اعمال انکے لیے بمنزلہ لوازم کے ہیں عرف عام میں اعمال انکے ساتھ متحد ہوا کرتے ہیں یعنی قدرتی سبب کی وجہ سے جسکو صورتِ نوعیہ عطا کرتی ہے عام لوگوں کا اسپر اتفاق ہے کہ وہ ان ملکات کو اعمال سے تعبیر کیا کرتے ہیں یہ اسلئے ہے کہ خواہش اور ارادہ سے جب کسی کام کی آمادگی پیدا ہوتی ہے اور نفس اسکا کہا مان لیتا ہے تو اس ارادے میں انبساط اور فرحت ہوتی ہے۔ اور اگر نفس نے اسکا کہا نہ مانا تو اس میں انقباض اور افسردگی پیدا ہوتی ہے اب جب وہ عمل سرزد ہو جاتا ہے تو اس عمل کا چشمہ قوت پکڑ لیتا یا بیخ بن ہو جاتا اور مستقل اور اسکا مقابل کمزور ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ نفس آرزو اور خواہش کرتا رہتا ہے اور شرمگاہ اسکی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے تم کسی خلق کو نہ دیکھو گے کہ جسکے لئے خاص خاص اعمال اور صورتیں نہ ہوں کہ جنسے اس خلق کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے انہیں سے اس خلق کو تعبیر کرتے ہیں انہیں اعمال کی صورت سے اس خلق کا اظہار ہوتا ہے اگر کوئی شخص کسی کی شجاعت کا بیان کرے اور اس سے اسکی شجاعت کو دریافت کریں تو یہ اسکی سخت سخت جفاکشیوں کو ہی بیان کریگا اور اگر سخاوت بیان کریگا تو ان درہموں اور دیناروں کی کیفیت بیان کریگا جسکو کہ وہ فیاضی سے خرچ کرتا ہے اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ شجاعت اور سخاوت کی صورتیں اسکے سامنے پیش ہوں تو ان اعمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیصورتوں کی ہی اُسکو حاجت پڑیگی۔ ہاں اگر اُسنے خدائی فطرت کو جسپر خدا نے لوگوں کو اُسپر پیدا کیا ہے بدل دیا ہوگا تو وہ ویسا نہ کریگا اگر کسی شخص میں کوئی خلق موجود نہ ہو اور وہ چاہے کہ وہ خلق مجھ میں پیدا ہو جائے تو اُسکا طریقہ یہی ہے کہ اُس خلق کے موقعوں کا متلاشی ہو اور اُن اعمال کی محنت برداشت کرے جنکا اُس خلق سے تعلق ہو اور اُس خلق کے توانا اور پُرزور لوگوں کے واقعات کو یاد رکھے ۔

اسکے بعد یہ ہے کہ اعمال منضبط اُمور ہوا کرتے ہیں جنکے لئے اوقات معیّن ہوتے ہیں وہ سامنے نظر آتے ہیں نقل کئے جاتے ہیں اور دوسروں پر انکا اثر ہوتا ہے وہ قدرت اور اختیار میں داخل ہوتے ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ اُنکے کرنے نہ کرنے پر دار و گیر کی جائے ۔

اعمال اور ملکات اعمال کے حفظ میں نفوس سب برابر نہیں ہوا کرتے بعض نفوس تو بڑے دانا ہوتے ہیں کہ بہ نسبت اعمال کے ملکات زیادہ تر اُنکے سامنے متمثل رہتے ہیں اُنکا اصلی کمال صرف اخلاق ہوتے ہیں انہیں اخلاق کیوجہ سے اعمال کی صورتیں بھی اسلئے اُنکے پیش نظر رہتے ہیں کہ یہ اعمال اُن ملکات کے لئے قالب اور ہیکل ہوا کرتی ہیں اسلئے وہ اعمال کی بھی محافظت کرتے ہیں لیکن یہ محافظت اخلاقی محافظت کی نسبت کم ہوتی ہے یہ محافظت اسی درجہ ہوتی ہے جیسےکہ خواب میں مقصود معانی کا متمثل ہونا۔ مثلاً مونھوں اور شرمگاہوں پر مہر لگانا ۔

اور بعض نفوس ضعیف ہوا کرتے ہیں چونکہ نفسانی ملکات انمیں مستحکم طور پر نہیں ہوتے اسلئے وہ اعمال کو ہی اپنا عین کمال سمجھتے ہیں اُنکے اعمال میں مضمحل طور پر ملکات کی صورتیں نمایاں ہوتی ہیں اسلئے وہ اعمال سے ملکات کو جمع کرتے رہتے ہیں اس قسم کے لوگ اکثر ہوا کرتے ہیں اور اُنہیں تعیین اوقات کی سخت حاجت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوامیس اور شرائع الہیہ نے اعمال کا نہایت اہتمام کیا ہے ۔

بہت سے اعمال ایسے ہیں جنکا تقرر ملاء اعلیٰ میں ہو چکا ہے اور اُن نفسانی ملکات سے قطع نظر کرکے کہ جنسے وہ اعمال سرزد ہوتے ہیں خود ان اعمال کی خوبی اور بُرائی ملاء اعلیٰ کیطرف متوجہ ہوتی ہے۔ اسلئے کسی عمدہ عمل کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ گویا ملاء اعلیٰ کیجانب سے اور کرنیوالے نے الہام قبول کر لیا کہ اپنے آپکو اُنسے قریب کرے اُنکے مشابہ ہو جائے اُنکی انوار کو حاصل کرے اور بُرے کام کرنیسے اُنکے مخالف اثر ہوتے ہیں ۔

اعمال کا ملاء اعلیٰ میں اسطرح پر تقرر کئی طرح سے ہوتا ہے

کبھی اسطرح کہ اُنکو اپنے پروردگار کیجانب سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانی نظام جب ہی منتظم ہوگا کہ خاص خاص اعمال ادا کئے جاویں اور بعض بعض اعمال سے باز رہیں اسلئے وہ اعمال اُنکے سامنے متصور ہوتے ہیں اور پھر وہیں سے شریعتوں میں اُنکا نزول ہوتا ہے ۔

اور کبھی اسطرح پر ہوتا ہے کہ بزرگ نفوس جنہوں نے اعمال کی مشق کی ہوتی ہے اور اُنکو ہمیشہ استعمال کیا ہے جب وہ ملاء اعلیٰ کیطرف منتقل ہوتے ہیں اور ملاء اعلیٰ کی خوبی اور بُرائی اُن کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور اسی حالت میں مدتیں گذر جاتی ہیں تو اعمال کی صورتیں ملاء اعلیٰ کے سامنے قرار پکڑ جاتی ہیں تو اب اعمال ویسا ہی اثر کرتے ہیں جیسا کہ عزیمتوں او منتروں کا اثر ہوتا ہے جنکی بندشیں او وضعات سلف سے نقل ہوتے چلے آتے ہیں واللہ اعلم ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۳

جزا و سزا کے اسباب

معلوم کرو کہ جزا و سزا کے اسباب اگرچہ بہت ہیں لیکن انکا مآل دو قاعدوں کیطرف ہے۔

اول یہ کہ نفس اپنی قوۃ ملکی کیوجہ سے کسی عمل اور خلق کو جس کا وہ اکتساب کرتا ہے یہ معلوم کرتا ہے کہ یہ قوت ملکی کے مناسب اور موافق نہیں ہے اسلئے اسمیں ندامت اور حسرت و افسوس پیدا ہوتا ہے اور اکثر اسکی وجہ سے خواب یا بیداری میں ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن میں تکلیف، اہانت اور تہدید ہوا کرتی ہے اور اکثر نفوس میں اس الہام کی استعداد ہوتی ہے کہ فلاں عمل اور خلق مخالف ہے اور ملائکہ کے ذریعہ سے اس مخالفت کا ظہور ہو جاتا ہے نفس میں جیسا کہ دوسرے علوم کی استعداد ہوتی ہے ایسے ہی اس قسم کی بھی استعداد ہوتی ہے۔ اسی قاعدہ کیطرف اشارہ اس خدا تعالے کے قول میں ہے بلے من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ہم فیہا خالدون۔ ہاں جو لوگ برے کام کریں اور انکی خطا انکو گھیر لے تو یہ لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ وہ اسمیں رہینگے۔

اور دوسرا سبب حظیرۃ القدس کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا ہے اسلئے کہ ملاء اعلے میں اکثر صورتیں اور اعمال و اخلاق پسندیدہ اور باعث خوشنودی اور اکثر ناپسندیدہ باعث ناخوشی ہیں۔ اسیوجہ سے وہ اپنے پروردگار سے اہتمام طبع سے درخواست کرتے ہیں کہ پسندیدہ اخلاق والوں کو آرام پہنچے اور بد اعمال نکبت میں مبتلا ہوں۔ انکی دعا کو خدا قبول فرماتا ہے اور ان فرشتوں کے ارادے لوگوں کا احاطہ کر لیتے ہیں اور ملاء اعلیٰ کے علوم کیطرح خوشنودی یا لعنت کیصورت انپر مترشح ہوتی ہے اسلئے ایسے ایسے واقعات متمثل ہوتے ہیں جن میں تکلیف یا مہربانی و انعام پایا جاتا ہے۔ وہ ملائکہ کا مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا ہے کبھی تہدید والی صورت میں اور کبھی سرور و بہجت پیش کرتے ہوئے۔ ملائکہ کی ناخوشی سے کبھی نفس پر برا اثر پڑتا ہے اور نفس میں غشی یا مرض کیسی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

بلکہ خاص حق الامر یہ ہے کہ جب سے خداوند عالم نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تب ہی سے اسکو لوگوں کے ساتھ ایک خاص توجہ ہے وہی توجہ اسکے باعث ہے کہ لوگوں کو بے مہار اور مہمل نہ چھوڑے انکے اعمال پر انسے مواخذہ کرے لیکن اسکے ادراک کرنے میں چونکہ دقت تھی اسلئے ہم نے ملائکہ کی دعا کو اس کا عنوان قرار دیا ہے واللہ اعلم۔ اور اسی قاعدہ کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولاہم ینظرون۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی ہی حالت میں مر گئے انپر خدا اور تمام فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے وہ ہمیشہ اسی لعنت میں رہینگے انسے عذاب کم نہ کیا جائیگا اور نہ وہ رستگار ہونگے۔

اور یہ دونوں قاعدے باہم مل بھی جایا کرتے ہیں اور انکے ملنے سے استعداد نفس اور اعمال کے لحاظ سے اکثر عجیب عجیب صورتیں پیدا ہوتی ہیں لیکن پہلے قاعدے کو زیادہ قوت ان اعمال اور اخلاق میں ہوتی ہے جو اصلاح یا فساد نفس کا باعث ہیں اور اسوجہ کو وہ نفس زیادہ قبول کرتے ہیں جو نہایت ذکی الطبع قوی ہوں اور دوسرے کو قوۃ ان اعمال و اخلاق میں ہوتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو مصالح عامہ کے مخالف ہوں اور اس انتظامی حالت کے منافی ہوں جنکا اثر یہ ہے کہ لوگوں کے انتظامات درست ہو جائیں اسوجہ کو وہ نفوس قبول کرتے ہیں جو کہ خود کمزور اور قبیح ہوتے ہیں۔

ان اسباب میں سے ہر ایک کے لئے خاص خاص موانع ہوتے ہیں جو اس سبب کو اثر سے ایک خاص وقت تک روکتے ہیں پہلے سبب سی قوت ملکی کا ضعف اور قوت بہیمی کا غلبہ مانع ہوتا ہے بہیمیت بڑھتے بڑھتے نفس گویا بالکل بہیمی ہو جاتا ہے قوت ملکی تکلیف سی اس کو کوئی رنجش نہیں ہوتی لیکن جب بہیمی چادر سے نفس سبکدوش ہوتا ہے (مرنیکے بعد) اور بہیمیت سی اسکو مدد نہیں پہنچتی اور قوت ملکی کی بجلیاں اسپر چمکتی ہیں تب اسکو رنج و آرام رفتہ رفتہ محسوس ہوتا ہے اور دوسرے سبب سی یہ امر مانع ہوتا ہے کہ اس سبب کے حکم کے مخالف اسباب متفق ہو جائیں یہانتک کہ جب مقدر موت کا وقت آتا ہے تو اسوقت جزا و سزا کی ورود انکی تیزی سے ہوتی ہے خدا تعالے فرماتا ہے لکل امۃ اجل اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ ہر ایک قوم کا ایک وقت معین ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی کی دیر نہیں ہوتی اور نہ وہ اس سے اپنے آپ کو کر سکتے ہیں۔

دوسرا مبحث زندگی اور بعد موت کے جزا و سزا کی کیفیت میں

باب ۱۴

دنیا میں اعمال کی سزا

خدا تعالے فرماتا ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کیوجہ سے پہنچتی ہے اور وہ اکثر قصور انکو معاف بھی کر دیتا ہے اور فرمایا ولو انھم اقاموا التوریۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم۔ بیشک اگر یہ لوگ ٹھیک رکھتے توریت اور انجیل اور ان احکام کو جو انکے پروردگار کیجانب سے انپر نازل ہوئے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پیروں کے نیچے سی کھاتے۔ اور خدا تعالے نے باغ والوں کے حق میں جب انہوں نے صدقہ کو منع کیا تھا جو فرمایا ہے وہ معلوم ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ارشادِ الٰہی کی تفسیر میں کہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (جو تمہارے دل میں ہے خواہ تم اسکو ظاہر کرو یا مخفی رکھو خدا اسکا حساب تم سے لیگا) اور اس ارشاد میں کہ من یعمل سوءا یجز بہ جو برا کام کریگا اسکی سزا اسکو دیجاویگی فرمایا ہے کہ ان آیتوں میں خدا تعالے کے اس عتاب کا بیان ہے جو بندہ پر بخار اور مصیبت کی پہنچنے سے ہوا کرتا ہے حتی کہ وہ کوئی سامان اپنی قمیص میں رکھتا ہے۔ اور اسکے کھو جانے سے گھبرا جاتا ہے ایسے حالات کیوجہ سے وہ بندہ گناہ سے ایسا صاف نکلجاتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی سے سرخ لوہا۔

معلوم کرو کہ ملکی حالت کبھی بہیمیت میں پوشیدہ ہو کر پھر ظاہر ہو جاتی ہے وہ پہلی بہیمیت سے پیوند پاکر پھر علیحدہ ہو جاتی ہے یہ علیحدگی کبھی طبعی موت سے ہوتی ہے جب قوۃ بہیمی کو غذا سے مدد نہیں پہنچتی اسکے مادے تحلیل ہو جاتے ہیں اور انکو کچھ بدل نہیں پہنچتا اور عارضی حالات گرسنگی بیسیری غصہ وغیرہ کے نفس میں کوئی ہیجان پیدا نہیں کرتے تو عالم قدس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اسپر تو پڑتا ہے۔

اور کبھی اختیاری موت سے یہ صورت پیش آتی ہے ہمیشہ آدمی ریاضت سے بہیمی طاقت کو مغلوب کرتا رہتا ہے اور اپنی توجہ ہمیشہ عالم قدس کیطرف رکھتا ہے اسواسطے اُسپر ملکی طاقت کی بجلیاں درخشان رہتی ہیں۔

اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ ہر چیز کو اپنے مناسب اعمال سے انبساط ہوتا ہے اور اپنے مخالف کاموں سے کشیدگی اور ناگواری ہوا کرتی ہے اور ہر ایک رنجیدگی اور لذت کی خاص شکل ہوتی ہے اسی لیے وہ متشکل ہوا کرتی ہے مثلاً حاد اور تیز خلط کی صورت ایسی ہے جیسے کوئی سوزن چبھاتا ہے اور صفرا کی حرارت سے ایذا پانے کی صورت بے چینی اور بیقراری اور خواب میں آگ اور شعلوں کا نظر آنا ہے اور بلغم سے ایذا اٹھانے کی صورت میں سردی کی تکلیف اور خواب میں پانیوں کا اور برف کا نظر آنا تو جب قوت ملکی ظاہر ہوتی ہے تو بیداری کی حالت میں یا خواب میں جسوقت کہ وہ پاکیزہ اور فروتنی و نیازمندی کا کام کرتا ہے ایک اندرونی انبساط پیدا ہوتا ہے اور جب ملکیت کے خلاف اُس سے اعمال سرزد ہوتے ہیں تو اُن کیفیات کی صورت میں جو اعتدال کے خلاف ہوتی ہیں یا اُن واقعات کیصورت میں جن میں اہانت اور تہدید پائی جاتی ہے خوشحالی اور بشاشی کے مخالف امور صورت پذیر ہوتے ہیں۔ ایک گزندہ درندہ کیصورت میں غصہ ظاہر ہوتا ہے اور مار گزیدہ کیصورت میں بخل کا ظہور ہوتا ہے۔ بیرونی جزا و سزا کا کلی قاعدہ یہ ہے کہ اسباب کیصورت میں اُسکا ظہور ہوتا ہے جو شخص تمام اسباب اور اُس انتظام کو معلوم کریگا جو اسباب سے پیدا ہوتا ہے وہ خوب سمجھ لیگا کہ خدا کسی گنہگار کو بغیر دنیوی سزا کے نہیں چھوڑتا لیکن اُس انتظام کا لحاظ رکھتا ہے جب بظاہر اسباب آرام و تکلیف کے نہیں ہوتے تو اُن اعمال صالحہ اور اعمال فاجرہ ہی کیوجہ سے آرام و رنج پہنچتا ہے اور جب کوئی بندہ نیک ہوتا ہے اور اسباب تکلیف کے مہیا ہوتے ہیں اور اُسکی اصلی اصلاح کے وہ منافی نہیں ہوتے تو اُسکے خود اعمال کسی بلا کے دفع ہونے یا بلا کی تخفیف کا باعث ہوا کرتے ہیں اور کسی فاسق کے لئے جب اسباب آرام کے جمع ہوتے ہیں تو اُنسے اُس کی نعمت کا ازالہ ہوتا ہے اور اگر اعمال کے مناسب ہی اسباب جمع ہوتے ہیں تو انہیں صاف صاف زیادتی ہو جایا کرتی ہے۔

اور اکثر انتظام عالم کے اسباب اعمال کے حکم کی نسبت زیادہ اہم ہوا کرتے ہیں تو اسوقت بظاہر بدکار کو ڈھیل دے دی جایا کرتی ہے اور نیک بندہ پر تنگی کیجاتی ہے اور اُس تنگی سے اُسکی قوۂ بہیمی کے مغلوب کرنے کا کام لیا جاتا ہے اُنکو یہ امر سمجھا دیا جاتا ہے اور وہ اُسکو اسی خوشی سے مان لیتا ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے شوق و رغبت سے تلخ دوا کو پی لیتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے یہی معنی ہیں۔ مثل المؤمن کمثل الخامة من الزرع تفيئها الريح تصرعها مرة وتعدلها اخرى حتى ياتيه اجله ومثل المنافق كمثل الارزة المجذية التي لا يصيبها شي حتى يكون انجعافها مرة واحدة مومن کا حال نرم تنہ درخت کا سا ہے اُسکو ہوائیں اِدھر سے اُدھر کو جھکاتی رہتی ہیں کبھی وہ اُسکو پٹک دیتی ہیں کبھی اُسکو سیدھا کر دیتی ہیں یہانتک کہ اُسکی موت آجاتی ہے اور منافق ایسا ہے جیسے کہ سیدھا مضبوط تنہ اُسکو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا یہانتک کہ ایک ہی بار وہ اوکھڑ کر جا پڑتا ہے۔

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ما من مسلم یصیبه اذى من مرض فما سواه الا حط الله به سيئاته كما تحط الشجرة ورقها کوئی مسلمان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا نہیں ہے کہ مرض وغیرہ کی تکلیف اسکو پہنچے اور اسکے گناہ ایسے جھڑ جائیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ اکثر ملک ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں شیطان کی بندگی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہاں کے لوگ بہایم کے سے نفوس رکھتے ہیں لیکن خاص مدت تک جزائے عمل کو ان سے موقوف رکھتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اہلہا بالبأساء والضراء لعلہم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء والسراء فاخذناہم بغتۃ وہم لا یشعرون ولو ان اہل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناہم بما کانوا یکسبون کسی گاؤں میں ہم نے نبی نہیں بھیجا کہ ہم نے خوشی اور نقصان میں انکی پکڑ دھکڑ نہ کی تاکہ وہ نیاز مند ہو جائیں پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی سے بدل دی یہانتک کہ وہ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ دادوں کو تکلیف پہنچی تھی تب ہم نے دفعۃً انکو پکڑ لیا بے خبری میں اور اگر گاؤں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو انکے اعمال کی وجہ سے ہم نے انکی پکڑ دھکڑ کی ۔

الحال یہ ہے کہ دنیا میں جزا و سزا کا مل آنا کا مشکل ہے جو دارو گیر کے لئے خوب طرح فارغ نہ ہو اور جب قیامت کا دن آویگا تو وہ پورے فراغ کیساتھ اسکو پورا کریگا سنفرغ لکم ایہا الثقلان اے آدمیوں اور جنوں میں تمہارے لئے فارغ ہونگا اسکی طرف اشارہ ہے اور جزا و سزا کا ظہور کبھی بندہ کے نفس میں ہوتا ہے اسطرح پر کہ انبساط اور طمانیت اسمیں پیدا ہو جاوے یا انقباض اور بیقراری اور کبھی اسکا اثر اسکے بدن میں ہوتا ہے کہ غم اور خوف کے ہجوم سے امراض اسپر طاری ہو جائیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے جب شرمگاہ ظاہر ہو گئی تھی اور آپ بیہوش ہو گئے تھے وہ جزائے بدنی اسی قسم کی تھی اور کبھی مال اور اہل و عیال میں اسکا ظہور ہوتا ہے اور اکثر لوگوں یا فرشتوں اور بہایم کو الہام ہوتا ہے کہ فلاں شخص کیساتھ نیکی سے پیش آئیں یا اسکو برائی پہنچائیں اور کبھی وہ شخص الہام اور تعبیرات کی وجہ سے خود بھلائی یا برائی کے قریب پہنچا دیا جاتا ہے ۔

جو شخص مذکورہ بالا تقریر کو خوب سمجھ لیگا اور ہر ایک چیز کو اپنے اپنے موقعہ پر رکھیگا وہ بہت سی اشکالوں سے آرام میں ہو جائیگا۔ مثلاً ان احادیث کے اختلاف کو سمجھ جائیگا جو بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ نیکی سے رزق بڑھتا ہے اور بدکاری رزق کی کمی کا سبب ہے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاروں کو دنیا میں فوراً سزا ملجاتی ہے اور بلا میں گرفتار ہونے والے وہ ہیں جنکو زیادہ قرب اور فضیلت حاصل ہے اور انکے بعد درجہ بدرجہ اور ایسی ہی اور حدیثیں واللہ اعلم ۔

باب ۱۵
موت کی حقیقت میں

معلوم کرو کہ ہر ایک صورت معدنی اور نباتی اور حیوانی کا ایک خاص مرکب اور سواری ہے جو دوسرے کے لئے نہیں ہے اور ہر ایک اپنے کمالات ازلی میں دوسرے سے ممتاز ہے اگر بنظر ظاہر اسکے معلوم کرنے میں کچھ اشتباہ ہو تو سمجھ لو کہ جب عناصر چھوٹے چھوٹے ہو جاتے ہیں اور کمی و بیشی کی وجہ سے مختلف طریقوں سے انکی باہمی آمیزش ہوتی ہے تو انکی مرکبات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثنائی جنمیں دو دو عناصر سے ترکیب ہو مثلاً بھاپ ۔غبار ۔دھواں ۔نرم مٹی ۔زمین کاشت کی ہوئی ملپٹ ۔شعلہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور کبھی مرکبات ثلاثی مثلاً خمیر کردہ مٹی ۔پانی کے اوپر کی سبزی اور مرکبات سباعی مذکورہ بالا کیطرح پیدا ہوتے ہیں ۔

اب ان اشیا میں سے ہر ایک کی خاصیتیں اپنی اپنی جدا جدا ہیں جو صرف انکے اجزا کی خاصیتوں سے ملکر بنتی ہیں ۔ان خاصیتوں میں اور کوئی سوا اجزا کی خاصیت کے علاوہ نہیں ہوتی ۔ان اشیا کا کائنات الجو نام ہے تو معدنی صورت معدنی مزاج پر اپنا تسلط کر لیتی ہے اسکو اپنا مرکب بناتی ہے اسمیں اپنے نوعی خواص جدا ہوتے ہیں اور اس مزاج معدنی کی وہ محافظ رہتی ہے اسکے بعد صورت نباتی محفوظ المزاج جسم کو اپنا مرکب بناتی ہے وہ ایسی طاقت ہوتی ہے کہ عناصر اور کائنات الجو کو اپنے مزاج کیطرف منتقل کرتی رہتی ہے تاکہ ان اجزا کے لئے جو کمال ممکن اور متوقع ہے اسکو فعلیۃ میں لادے پھر صورت حیوانی روح ہوائی کو جسمیں تغذیہ اور تنمیہ کی قوتیں ہوتی ہیں اپنا مرکب بناتی ہے وہ صورت اس روح ہوائی کی اطراف و جوانب میں حس و ارادہ کے تصرفات کو نافذ کرتی ہے اپنے مطالب کی اسمیں آمادگی ہوتی ہے اور ان چیزوں سے وہ باز رہتی ہے جو گریز کرنے کے قابل ہیں ۔

ان کے بعد صورت انسانی نسمہ کو جسکا بدن میں تصرف ہوتا ہے اپنا مرکب بناتی ہے اور ان اخلاق کو اپنا مقصد قرار دیتی ہے جو آمادگیوں اور نفرتوں کے لئے حاصل ہیں وہ ان اخلاق کو مزین کرتی ہے عمدگی سے ان کا انتظام کرتی ہے اور آسمانی جانب سے جن امور کا اسپر القا ہوتا ہے انکے لئے اخلاق کو جلوہ گاہ بناتی ہے ۔

اول نظر میں اگرچہ کسی قدر استبعاد معلوم ہوتا ہے لیکن غور نظر ان تمام اثر ونکو اپنے اپنے چشموں سے ملحق کر دیتا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مرکب سے جدا کر دیتا ہے اور ہر ایک صورۃ کے لئے ایک مادہ کی ضرورت ہے جسمیں وہ صورت قایم رہے ہر ایک صورت کا مادہ اسکے مناسب ہوا کرتا ہے ۔صورت کا ایسا حال ہے جیسا کہ موم کے پیکر میں انسان کی صورت قایم ہوتی ہے بغیر موم کے صورت کا قیام نہیں ہو سکتا وہ شخص حق گو نہیں ہے جو قایل ہے کہ موت کیوقت نفس ناطقہ مخصوص یہ آدمی مادہ کو کلیۃً ترک کر دیتا ہے ۔البتہ آدمی کے دو مادے ہیں ایک بالذات وہ تو نسمہ ہے اور دوسرا بالعرض وہ یہ زمینی بدن ہے جب آدمی مرتا ہے تو اس مادہ زمینی کے زوال سے اسکو کوئی مضرت نہیں ہوتی وہ بدستور اپنے مادہ نسمہ میں حلول کئے ہوئے رہتا ہے وہ پر جودت کاتب کیطرح رہتا ہے کہ جب اسکے دونو ہاتھ قطع کر دئے جاویں تب بھی وہ اپنی کتابت میں محو رہتا ہے اسمیں کتابت کا ملکہ بجا لہا قایم رہتا ہے یا جیسے کوئی چلنے کا شایق ہو اور اسکے دونو پاؤں قطع کر دئے جائیں یا سمیع اور بصیر جب وہ گونگا یا بنا ہو جاوے ۔

اور یقین کرو کہ اعمال اور صورتیں بعض تو ایسی ہیں کہ آدمی انکو دلی قصد اور ارادے سے کرتا ہے اگر اسکو اپنی حال پر چھوڑ دو تو وہ اسکے کرنے کا اقدام کریگا اور انکے مخالف اعمال سے باز رہیگا اور بعض اعمال اور ہیئتیں ایسی ہیں کہ ان کو آدمی اپنے بھائی بند ونکی خاطر سے یا کسی خارجی عارض گرسنگی اور تشنگی وغیرہ کیوجہ سے کرتا ہے جب وہ عارض دور ہو جاتا ہے تو اسکی خواہش بھی فرو ہو جاتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو کسی آدمی کے یا شعر یا اور کسی امر کی کوشش

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاشقانہ ہوا کرتی ہے اور لباس وضع میں اپنی قوم کی موافقت کی اُنکو ضرورت ہوا کرتی ہے لیکن جب اُسکو اُسکے حال پر چھوڑ دیں اور وہ اُس لباس کو بدل ڈالے تو اُسکو کچھ پروا نہیں ہوتی اور بہت سے آدمی خود کسی خاص لباس کو پسند کرتے ہیں جب اُنکو سجال خود چھوڑ دو تو اُس لباس کے ترک کرنے کی اُنکو جرات نہیں ہوتی ۔

اور بعض آدمی بیدار بالطبع ہوتے ہیں وہ اکثر امور میں ایک جامع چیز کو خود سمجھ لیتے ہیں اور معلومات کو چھوڑ کر اُنکا دل علیہ کو پکڑ لیتا ہے اور فعلوں سے نظر قطع کر کے ملکہ پر دل جم جاتا ہے اور بعض خوابیدہ طبع اور غافل ہوا کرتے ہیں وحدت کو ترک کر کے کثرت کیطرف مائل رہتے ہیں اور ملکات سے اُنکو بحث نہیں ہوتی۔ صرف کام اُنکو ملحوظ نظر رہتے ہیں اور اعمال کی ارواح سے اُنکی صورتوں کیطرف توجہ کرتے ہیں ۔

معلوم کرو کہ مرنے کے بعد آدمی کا یہ زمینی بدن خراب ہو جاتا ہے اور اُسکے نفس ناطقہ کا تعلق نسمہ سے باقی رہتا ہے جو چیزیں اُسمیں موجود ہوتی ہیں اُنہیں کے لئے نفس فارغ ہو جاتا ہے اور جو جو امور اُس میں دنیوی زندگی کی وجہ سے بغیر اُسکی دلی خواہش کے تھے اُنکو وہ خدا حافظ کہتا ہے جن امور کو وہ اپنے اصل جوہر میں روک لیتا ہے وہ سب باقی رہتے ہیں اُسوقت ملکی طاقت کا ظہور ہوتا ہے اور بہیمی قوت مخفی اور کمزور ہو جاتی ہے اور اُسکو اِسوقت میں آسمانی جانب سے حظیرۃ القدس اور اُن امور کا یقین ہوتا ہے کہ جو وہاں اُسکے لئے جمع کئے گئے ہیں اور اِسی وجہ سے قوۃ ملکی کی خوشحالی یا بدحالی ہوتی ہے ۔

معلوم کرو کہ قوت ملکی جب بہیمیت سے مل ملا کر اُس میں ڈوب جاتی ہے تو کسی قدر اُسکی مطیع ہو کر اُس کے بعض بعض اثروں سے متاثر ہو جاتی ہے لیکن ملکی طاقت کے لئے نہایت مضر یہ ہے کہ نہایت درجہ کے قابل نفرت امور اُسمیں جم جائیں اور اُس کا سراپا نفع اُسمیں ہے کہ نہایت درجہ کی مناسب ہیئتیں اُسمیں متشکل ہوں۔ نفرت کے قابل امور میں سے ایک تو یہ ہے کہ اُسکو مال اور اہل وعیال سے تعلق زیادہ ہو اُسکو یقین ہو کہ ان دونوں امر کے علاوہ کوئی اور مطلوب نہیں ہے۔ نہایت دنی دنی صورتیں اُسکے اصل جوہر میں سما گئی ہوں اور وہ امور جمع ہوں جو فیاض طبیعت کے بالکل خلاف ہیں ۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ نجاستوں سے اُسکو آلودگی رہتی ہو خدا تعالے کو نہ پہچانکر تکبر کرتا ہو کبھی اُسکی حضوری میں نیازمندی سے پیش نہ آتا ہو اور ملاء اعلےٰ ایسے ایسے امور کا مرتکب ہو جو مرتبہ احسان کے مدمقابل ہیں ۔

اور حظیرۃ القدس کی توجہ جو امداد قیمیں اُسکے حکم کی تعظیم انبیا کی بعثت کے پسندیدہ انتظام کے قائم کرنے میں ہوا کرتی ہے اُسکو یہ برہم کرتا ہو اور اِسوجہ سے اُنکی جانب سے بغض اور لعنت کا مستحق ہوتا ہے ۔

اور نیز یہ امور میں سے اُن اعمال کا کرنا ہے جنمیں طہارت بارگاہ خداوندی میں نیازمندی اُن اعمال کو کرنا جنسے ملائکہ کی یاد دلاتی ہو اور ایسے عقاید کا حاصل کرنا ہے جس سے زندگی دنیا کا اطمینان دل سے دور ہو جاوے۔ وہ شخص فیاض طبع اور نرم دل ہو اُسکی جانب ملاء اعلےٰ کی دعاؤں کا رخ ہو اور اُنکی توجہات جو پسندیدہ انتظامات کے لئے ہوا کرتی ہیں اُسکی طرف مائل رہیں۔ واللہ اعلم ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۱۶

لوگوں کے حالات کا عالم برزخ میں مختلف ہونا

اس عالم دنیا میں لوگوں کے بیشمار و نہایت طبقے ہیں لیکن ان طبقات میں چار طبقے بمنزلہ اصول کے ہیں (۱) قسم ان لوگوں کی ہے جو بالطبع بیدار دل پیدا کئے گئے ہیں انکو صرف ان زیبا و نازیبا اعمال ہی سے رنج و آرام حاصل ہوا کرتا ہے۔ اسی قسم کی طرف اشارہ ہے کہ ان تقول نفس یا حسرتیٰ علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الساخرین (یہ ہے کہ نفس گنہگار ہائے افسوس اسپر جو میں نے خدا کی نسبت کوتاہی کی بیشک میں استہزا کیا کرتا تھا) میں نے اہل اللہ کے ایک گروہ کو دیکھا کہ انکے نفوس ایسے تھے جیسے تھمے ہوئے پانی سے لبریز حوضیں جنکو ہوائیں جنبشیں نہیں دیتی تھیں کیبارگی عین دوپہر کیوقت آفتاب کی روشنی انپر پڑی اور وہ نورانی قطعہ ہوگئے یہ نور جو ان لوگوں کے دلوں پر پڑا تھا پسندیدہ اعمال کا تھا یا نور یادداشت یا نور رحمت ٭

(۲) قسم انکے حالات کی قریب قریب ہے لیکن انپر طبعی نیند طاری ہوتی ہے ایسے لوگوں کو خواب ہوتا رہتا ہے خواب ہونے کے معنے یہ ہیں کہ وہ علوم پیش ہوجائیں جو حس مشترک میں جمع ہیں بیداری کیحالت ان میں استغراق رکھنے سے مانع ہوتی ہے اور انکے خیالی ہونے سے غفلت نہیں ہوتی لیکن سوتے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ صورتیں بعینہا وہی چیزیں ہیں جنکی یہ صورتیں ہیں ٭

صفراوی مزاج اکثر دیکھتا ہے کہ وہ گرمی کے دن ایک خشک نیستان میں ہے باد سموم چل رہی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ناگہاں چاروں جانب سے آگ نے اسکو گھیر لیا ہے وہ بھاگتا ہے لیکن موقع گریز کرنے کا نہیں ملتا اور آگ اسکو پھونک دیتی ہے اسوجہ سے اسکو سخت رنج و تکلیف پہنچتی ہے۔ علیٰ ہذا بلغمی مزاج بھی خواب میں دیکھتا ہے کہ سرا کی رات ہے سرد نہر جاری ہے باد صرصر چل رہی ہے موجوں نے اسکی کشتی کو لوٹ پوٹ کر ڈالا ہے وہ ہر چند بھاگنے کا قصد کرتا ہے لیکن کوئی موقعہ نہیں ملتا ہے اور وہ دریا میں غرق ہوگیا ہے۔ اس وجہ سے نہایت سخت تکلیف اسکو ہوئی ہے ٭

اگر آدمیوں کی تم تفتیش کروگے تو کسی کو ایسا نہ پاؤگے جسنے اسکا تجربہ نہ کیا ہو کہ مجمع حوادث کی صورتیں جو ان کے اور دیکھنے والے کے نفس کے مناسب ہوں آرام و تکلیف کی ضمن میں نظر آئی ہوں۔ جو خواب میں مبتلا ہوتا ہے اس کی یہ حالت ہوا کرتی ہے لیکن یہ عالم برزخ کی خواب ایسی ہے کہ روز قیامت تک اس سے بیداری نہ ہوگی۔ خواب والا اپنی حالت خواب میں یہ نہیں جانتا کہ یہ چیزیں خارج میں نہیں ہیں اور یہ آرام و تکلیف عالم خارجی میں موجود نہیں ہے اگر بیداری نہ ہوتی تو یہ راز خارجی نہ ہونے کا اس کو معلوم نہ ہوتا۔ عالم برزخ کا نام عالم رویا کی نسبت عالم خارجی ہونا زیادہ مناسب ہے ٭

قوہ سبعی جسکی غالب ہوتی ہے وہ اکثر دیکھا کرتا ہے کہ کوئی درندہ اس کو زخمی کر رہا ہے اور تخیل دیکھتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیساتھ پیچھو تسکو کات رہے ہیں علوم آسمانی کا نزول اکثر دو فرشتوں کیصورت میں نظر آتا ہے جو اس سے دریافت کرتے ہیں من ربک من دینک وما قولک فی ہذا الرجل یعنے صلعم تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے نبی صلعم کے متعلق تیرا کیا قول ہے ۔

(۳) قسم ان لوگوں کی ہے جنکی بہیمی اور ملکی دونوں قوتیں ضعیف ہوتی ہیں انکو زمین کے ملائکہ سے اتصال ہوجاتا ہے ایسکے اسباب کبھی پیدایشی طور پر ہوتے ہیں اصلاح پر آنکی ملکی قوت بہیمیت میں نہیں ڈوبتی اسکی اطاعت نہیں کرتی اس کے اثرونسے متاثر نہیں ہوتی ۔

اور کبھی ایسکے اسباب کسبی ہوتے ہیں یہ لوگ دلی ارادہ سے پاکیزگیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے نفسوں میں الہامات اور ملکیت کی سفیلیوں کی قوت پیدا کر لیتے ہیں جیسکہ بعض لوگ مردوں کی صورت پیدا ہوتے ہیں اور انکی مزاج میں زنانہ پن اور عورتوں کی ہیئتوں کی جانب میلان ہوتا ہے لیکن بچپن میں انکی زنانہ پن کی خواہشیں مردوں کی خواہشوں سے تمیز نہیں ہوتیں اس زمانے میں بڑا اہتمام کھانے پینے اور لہو و لعب کی رغبت کا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں آدمیوں کی سی روش کا جیسا انکو حکم دیا جاتا ہے وہ پابند رہتے ہیں اور زنانہ وضع و انداز سے منع کرنے سے باز رہتے ہیں لیکن جوان ہوتے ہی اور بے باک طبیعت کی مقتضا کیطرف لوٹتے ہی مستقل طور پر وہ عورتوں کی وضع اختیار کر لیتی ہیں انہیں عادات کے عادی ہوجاتے ہیں انہیں کی رغبت انکے مزاج پر غالب ہوجاتی ہے۔ جو جو عورتوں کے کام ہیں وہی کرتے ہیں انہیں کی سی گفتگو کرتے ہیں۔ ویسا ہی عورتوں کا سا اپنا نام رکھتے ہیں اب وہ مردوں کے مرتبہ سے بالکل خارج ہو جاتے ہیں علے ہذا۔ آدمی بھی دنیوی زندگی میں کھانے پینے شہوات وغیرہ مقتضاے اور مراسم طبیعت میں مشغول رہتا ہے لیکن ملاء سافل کیحالت سے اسکو قرب ہوا کرتا ہے انکی کشش اسمیں قوی ہوتی ہے اسلئے بعد مرنے کے تعلقات کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ اپنے اصلی مزاج کی طرف عود کر آتا ہے اور ملائکہ سے اسکو اتصال ہوجاتا ہے اور انہیں میں منسلج ہوجاتا ہے انکا ہی سا الہام اسکو بھی ہونے لگتا ہے اور انہیں کی مساعی میں سرگرم رہتا ہے حدیث میں وارد ہے کہ میں نے جعفر طیار کو فرشتہ کیصورت میں دیکھا وہ دو پروں سے فرشتوں کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے تھے ۔

اکثر وہ کلمۃ اللہ کے بلند کرنے میں خدا کے گروہ کی امداد میں مصروف رہتے ہیں کبھی انکو آدمیوں کے سلوک کیطرف توجہ ہوتی ہے ۔

اکثر انکو بدنی صورت کا نہایت اشتیاق ہوتا ہے۔ پیدایشی اثر سے یہ اشتیاق پیدا ہوتا ہے اس سے عالم مثال میں گنجایش پیدا ہوتی ہے عالم مثال کی طاقت نسمہ سے ملکر ایک نورانی جسم بن جاتا ہے بعض کو کھانے وغیرہ کی رغبت ہوتی ہے تب مرغوبات میں مدد دینے سے انکا شوق پورا کر دیا جاتا ہے۔ آیت ذیل میں اسکی طرف اشارہ ہے ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتہم اللہ من فضلہ (ترجمہ) ان لوگوں کو جو خدا کی راہ میں قتل کیئے گئے ہیں مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس سے وہ رزق پاتے ہیں جو مہربانی خدا نے انپر کی ہے اس سے وہ محظوظ رہتے ہیں ۔

ان کے مقابلہ میں ایک ایسا گروہ ہوتا ہے جنکو شیاطین سے زیادہ قرب ہوتا ہے یہ قرب کبھی پیدایشی طور پر ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ خود انکا مزاج ہی فاسد ہوتا ہے اُن کی نظر میں ایسی رائیں پسندیدہ ہوتی ہیں جو حق کے مخالف۔ رائے کلی کے نامناسب پسندیدہ اخلاق سے دور کنارہ پر ہوتی ہیں اور کبھی یہ قربِ شیطانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اُن کو پوچ حالتوں اور فاسد خیالات سے تعلق رہا کرتا ہے شیطانی وسوسوں کی وہ بجا آوری کرتے ہیں اسلئے لعنت اُنکو گھیر لیتی ہے مرنے کے بعد وہ سفلیین میں ملجاتے ہیں اور ایک تاریک لباس پہن لیتے ہیں بعض بعض خسیس لذات انکے سامنے مصور ہوتی ہیں انہیں سے وہ کچھ اپنی کاربراری کر لیتے ہیں۔ پہلے گروہ کو ذاتی خوشی سے آرام حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کو تنگی اور غم سے تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ مخنث یہ خوب جانتا ہے کہ زنانہ پن آدمی کے حالات میں نہایت بدترین حالت ہے لیکن مخنث اپنی طبیعت سے اسکو قلع قمع نہیں کر سکتا (۴) درجہ اُن لوگوں کا ہے جنکی بہیمی قوت غالب اور قوی ہوتی ہے اور ملکی طاقت کمزور ہوتی ہے اکثر لوگوں کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے انکے اکثر امور صورتِ حیوانی کے تابع رہا کرتے ہیں انکی پیدائش میں یہی ہے کہ بدنی تصرفات میں محو رہے موت کے وقت ان لوگوں کے نفوس کلیۃً بدن سے جدا نہیں ہوتے تدابیر بدن سے نفس کو علٰحدگی ہوجاتی ہے لیکن بدن کے خیال اور وہم سے جدائی نہیں ہوتی اُن نفوس کو اس امر کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ اور بدن بعینہٖ شے واحد ہیں حتیٰ کہ اگر بدن کو پامال یا قطع کرو تو اُن نفوس کو یقین ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ ایسا کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ گو وہ تقلید یا رسم کیوجہ سے اپنی زبانوں سے قایل نہ ہوں لیکن وہ خاص دلی حالت سے اسکے قایل ہوتے ہیں کہ اُن کی روحیں اور بدن ایک ہی شے ہیں یا روحیں ایک عارضی شے ہیں جو بدنوں پر طاری ہوجاتی ہیں ایسے لوگوں کا جب انتقال ہوتا ہے تو ایک خفیف سی روشنی اُن پر چمکتی ہے اور جیسے کہ یہاں ریاضت کرنیوالوں کو ضعیف سا خیال نظر آتا ہے ایسا ہی اُنکو بھی نظر آتا ہے کبھی خیالی صورتوں میں امور اُنکو نظر آتے ہیں اور کبھی دوسری خارجی مثالی شکلوں میں اُنکا مصور ہونا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ریاضت کرنیوالوں کے سامنے۔

اگر کسی شخص نے ملکی اعمال کئے تھے تو خوشنما صورت فرشتوں کی صورتوں میں جو ہاتھوں میں حریر لئے ہوتے ہیں اُن اعمال کی عمدگی کا علم مندرج ہوتا ہے لطیف لطیف خطابات اور صورتوں میں اُنکا ظہور ہوتا ہے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جسمیں سے جنت کی مہک آتی ہے اور اگر ملائکہ کے قابلِ نفرت اور لعنت اعمال کئے ہوتے ہیں تو وہ اعمال کریہ منظر فرشتوں کی صورت میں اور سخت سخت گفتگو اور صورتوں میں نمایاں ہوتی ہیں جیسا کہ غصہ کی حالت میں درندوں کی صورت میں اور بزدلی کی حالت میں خرگوش کی صورت میں ظہور ہوتا ہے اور عالم برزخ میں بعض نفوس ملکی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی استعداد باعث ہوتی ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر ظاہر ہو کر آرام یا تکلیف پہنچائیں اس وقت وہ گرفتار حالت اُن کو اپنی آنکھوں کے سامنے معاینہ کرتا ہے گو دنیا کے لوگ اُن کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔ معلوم کرو کہ عالم قبر ایسی عالم دنیا کے تتمہ ہونے سے ہوا کرتا ہے ایک پردے کے آڑ میں وہ سب علوم نمایاں ہوتے ہیں اور فرادی فرادی نفوس کے احکام ظاہر ہوتے ہیں عالم حشر میں ایسا نہیں ہوتا وہاں نفوس کے جزئی احکام مفقود ہوجاتے ہیں اور صورت انسان کے احکام نفوس میں باقی رہ جاتی ہیں واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبحث تیسرا تدابیر نافعہ کے بیان میں

باب ۱۸

تدابیر نافعہ کی حصول کی کیفیت میں

معلوم کرو کہ آدمی کھانے۔ پینے۔ مجامعت۔ دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے سایہ میں رہنے موسم سرما میں گرمی کی تلاش میں اور انکے علاوہ اور تمام ضرورتوں میں اپنے اور ہمجنسوں کے موافق ہے خدا تعالیٰ کی آدمی کے حال پر یہ بڑی عنایت ہے کہ اسکو طبعی الہامات سے بتقاضائے صورت نوعی تعلیم دی گئی ہے کہ حوائج رفع کرنے کی دقتیں کیونکر دور ہوسکتی ہیں تمام اسکے ہمجنس افراد اس الہام و تعلیم میں اس کے برابر ہیں اگر کوئی ناقص الخلقت ہی ہو اور اسکا مادہ ہی عاصی ہو تو یہ احکام اسمیں نہ ہونگے ورنہ سب میں عموماً وہ پائے جائینگے مثلاً خداوند عالم نے شہد کی مکھی کو الہام کیا ہے کہ یوں پھلوں کی رطوبت کو چوسے اسطرح اپنا گھر بنائے تمام مکھیاں اسمیں جمع ہوں اس طرح اپنے یعسوب کا اتباع کریں اور شہد کو جمع کریں چڑیا کو الہام سے بتایا کہ اسطرح غذائی دانوں کو تلاش کرے یوں پانی پر اترے اسطرح آبی اور شکاری سے گریز کرے پھر جوڑے سے ملکر انڈوں کی پرورش کریں بچوں کو چگا دیں ایسے ہی خداوند عالم نے ہر ایک نوع کے لئے ایک شریعت قرار دی ہے جو صورت نوعی کے راستے اس نوع کے تمام افراد کے سینوں میں پھونک دی ہے ایسے ہی آدمی کو بھی الہام کیا ہے کہ ان ضرورتوں کے متعلق کیا کیا مفید تدابیر عمل میں آسکتی ہیں لیکن انسانی تدابیر میں جنسے تدابیر کے علاوہ تین امر کا اور اضافہ ہوگیا ہے یہ تینوں امر بھی آدمی کی صورت نوعی کے اقتضا سے ہوتے ہیں جسکو تمام انواع پر فوقیت اور برتری ہے۔

(۱) یہ کہ آدمی کسی رائے کلی اور جامع تحریک سے کسی چیز کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے اور چارپائے طرف طبعی خواہش اور ارادہ سے کسی محسوس یا موہوم غرض کیلئے آمادہ ہو جایا کرتے ہیں مثلاً گرسنگی کی خواہش سے یا تشنگی اور مجامعت کے شوق سے اور آدمی عقلی منفعت کیوجہ سے اکثر آمادہ ہوتا ہے اسمیں کوئی طبعی تحریک نہیں ہوا کرتی وہ بسا اوقات قصد کرتا ہے کہ تمدن کے متعلق کوئی پسندیدہ اور عمدہ انتظام قایم کرے۔ یا اپنے اخلاق کو مکمل کرے اپنے نفس کو مہذب بنائے آخرت کی عذاب سے اپنے آپ کو رہائی دے اپنی وجاہت لوگوں کے دلوں میں راسخ کرے۔

(۲) آدمی اپنی تدابیر میں لطافت اور ظرافت کا اضافہ کرتا ہے چارپائے صرف اتنی ہی تگاپو پر بس کرتی ہیں جس سے انکی کار برآری ہو جائے اور آدمی علاوہ کار برآری کے یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ شے ظاہر النظر میں خوشنما ہو اور لذایذ و کیفیات اسمیں زیادہ ہوں اسواسطہ وہ جمیلہ بیوی لذیذ طعام۔ فاخرہ لباس بلند بلند ایوانوں کا طالب رہتا ہے۔

(۳) آدمیوں میں بعض بعض دقیقہ شناس اور خردہ بین ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مفید مفید تدابیر کو خود مستنبط کرتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انکے دلوں میں بھی عقلا کیطرح تدابیر کی الجھن پیدا ہوتی ہے لیکن خود ان میں استنباط کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوت نہیں ہوتی ہے جب وہ حکما کی تدبیر کو دیکھتے ہیں یا انکی مستنبط باتوں کو سنتے ہیں تو فوراً دل سے انکو قبول کر لیتے ہیں اور چونکہ ان امور کو وہ اپنے علم اجمالی کے موافق پاتے ہیں اسلئے خوب استحکام سے ان کو اختیار کر لیتے ہیں آدمی گرسنہ یا تشنہ ہوتا ہے اور کھانے پینے کی کوئی چیز اسکو نہیں ملتی ہے تو نہایت تکالیف کے بعد یہ چیزیں اسکو میسر تو ہو جاتی ہیں تاہم اُنسے متمتع ہونے کا کوئی طریقہ نہیں سوجھتا تنے ہی میں اسکو کوئی حکیم ملجاتا ہے جو اسی کی سی مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہو اس نے خود غذائی حاجوں کو معلوم کر لیا ہو۔ اسکے لئے تخم ریزی آب رسانی اور کاٹنے کے طریقے استنباط کئے ہوں انکے کھوندنے سی ہوا اور روانے اور وقت ضرورت تک انکی حفاظت کے طریقے نکالے کنوئیں کھودنے کا طریق ان موقعوں کے لئے ایجاد کیا جو چشموں اور نہروں سے دور تھے بڑی بڑی خم شکیں بڑے بڑے پیالے بنانے اور ان امور سے فوائد حاصل کرنے کی راہیں نکالیں اسکے بعد وہ ناواقف شخص علیہ کو بغیر اصلاح کے استعمال کرتا تھا اور وہ معدے میں غیر منہضم رہجاتے تھے خام میووں کو کھاتا تھا اور وہ ہضم نہ ہوتے تھے اسلئے اسکے قصد ارادی میں آتا تھا کہ کوئی چیز انکی اصلاح کے لئے ہوتی لیکن اسکو رہنمائی نہ ہوتی تھی اب اسکی ملاقات ایسے حکیم سے ہو جاتی ہے کہ جسنے پخت و پز اور بریاں کرنے کے طریقے ایجاد کئے ہوتے ہیں تو اس سے ایک دوسرا باب متمتع ہونے کا مفتوح ہو جاتا ہے انہیں امور پر تمام حوائج انسانی کو قیاس کر لو۔

تامل کرنیوالے کی نظر میں ایسے ایسے بہت سی مفید امور شہروں میں نئے نئے ایجاد ہوتے رہتے ہیں جنکا پہلے ذکر بھی نہ تھا اب وہ مدتوں سے رائج ہو گئے ہیں۔ لوگ ہمیشہ انکو استعمال میں لاتے ہیں حتی کہ ان الہامی علوم کا جن کو کسب سے مدد پہنچتی رہتی ہے ایک مجموعہ مرتب ہو جاتا ہے لوگ پختگی سے ان اصول کے بعد رہتے ہیں انہیں پر انکی زندگی اور موت کا مدار ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان ضروری الہامات کا ان تینوں اشیا کے ساتھ ملکر تنفس کا سا حال ہے حرکت نبض کیطرح فی الحقیقت سانس لینا بھی ایک ضروری امر ہے لیکن اپنے اختیار سے سانس کو چھوٹا اور بڑا کر سکتے ہو پھر چونکہ یہ تینوں امر سب لوگوں میں ایک سے نہیں ہوتے اسوجہ سے کہ لوگوں کے مزاج اور عقول میں جن کا مقتضا یہ ہے کہ رائے کلی کی آمادگی ہو لطافت پسندی ہو امور نافع کا استنباط ہو ان کی پیروی کیجاوے بڑا اختلاف ہے اور علی ہذا استدلال اور فکر و خوض کرنے میں سب ایک طرح فارغ دل نہیں ہوتے اور ایسے ہی اور اسباب کیوجہ سے تدابیر نافعہ کی دو حدیں قرار پا گئی ہیں۔

(۱) ایسے امور ہیں کہ ادنےٰ درجہ کی جماعتوں میں مثلاً بیابانیوں پہاڑی چوٹیوں کے باشندوں عمدہ ولایتوں کے بعید اطراف میں رہنے والوں میں انکا وجود ضروری قرار دیا گیا ہے ان کا تدابیر ادنےٰ نام ہے۔

(۲) وہ تدابیر ہیں جو ان شہروں معمور قصبوں اور عمدہ ولایتوں میں قرار دیجاتی ہیں جن کا مقتضا یہ ہے کہ کامل الاخلاق لوگوں اور حکما کی انمیں پیدایش ہو ان آبادیوں میں جماعتوں کی کثرت ہوتی ہے بکثرت ان کو حاجتیں پیش آتی ہیں بہت سی آزمایشوں اور تجربوں کا موقع ملتا ہے اسلئے بڑے بڑے قوانین وضع کئے جاتے ہیں اور استحکام کے ساتھ انپر عملدرآمد ہوتا ہے۔ اس حد کا نہایت ذیشان حصہ شاہانہ عملدرآمد کا ہوتا ہے جو پورے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیش و آرام کے لوگ ہیں مختلف فرقوں کے حکماکی اُنکے پاس آمد و رفت رہتی ہے۔ یہ سلاطین عمدہ عمدہ اصول کو اخذ کرتے رہتے ہیں انکا نام تدابیر سابق ہے اور جب تدابیر ثانی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں تو تدابیر ثالث کی اصطلاح اُنسے تولید ہوتی ہر کرتا ہیں ہیں معاملات باہمی کا دور رہتا ہے پھر انمیں معاملات کیوجہ سے بخل سستی۔ انکار طبیعتونمیں پیدا ہوتا ہے اسلئے استفاقات نزاع فساد کی بنیاد لوگوں میں قایم ہوجاتی ہے اور نیز ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جنپر ردی نفسانی خواہشیں غالب ہوتی ہیں بعض کی پیدائش میں قتل و غارتگری کی بیباک صفت ہوتی ہے اور نیز مشترک النفع تدابیر کا قایم کرنا ایک شخص کا کام بھی نہیں ہوتا انکے حق میں ایسی تدابیر کا قایم کرنا نہ آسان ہوتا ہے اور نہ دلیری سے وہ انکو انجام دے سکتے ہیں اسلئے مجبوراً ان کو ایک پادشاہ کے مقرر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو انصاف سے انکی باہمی خصومتوں کا فیصلہ کرے۔ سرکشوں پر اپنا رعب قایم رکھے دلیروں سے مقابل ہو کر محصول تحصیل کرے اپنے اپنے موقعوں پر اسکو صرف کرے اور ایسے ہی یہ تدابیر سوم تدابیر چہارم کے منتج اور باعث ہوتے ہیں اسلئے کہ جب ہر ہر ملک کا مستقل بادشاہ قرار دیا جاتا ہے اسکو مالگذاری ادا کی جاتی ہے دلیر طبع لوگ اس سے آملتے ہیں تب انمیں بخل حرص اور کینہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور باہمی فساد بڑھتے بڑھتے جنگ و جدل کی نوبت آتی ہے اسلئے ان میں خلیفہ کے قایم کرنے یا ایسے شخص کی اطاعت کی ضرورت ہوتی ہے جس کا عام تسلط خلافت کرنے کا سا ہو خلیفہ سے میری مراد ایک ایسا شخص ہے جس کو اتنی شوکت اور صولت حاصل ہو کہ دوسرے شخص کا اُسکے ملک کو دبالینا ناممکن سا ہو۔ اسکی ملک کا انتزاع جب ہی ہو سکے کہ بکثرت لوگوں کی جماعتیں اتفاق کریں کثرت سے یہ لوگ مال صرف کریں اور اس امر کا امکان مدتہاے دراز کے بعد ایک دو شخصوں کو ہوا کرتا ہے۔ خلفا کی حالت لوگوں اور عادات ملکی کیوجہ سے مختلف ہوا کرتی ہے جن لوگوں کی طبیعت نہایت سخت اور تند ہوتی ہے اُن کو بہ نسبت اور کمزور لوگوں کے سلاطین اور خلفا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اب ہم ان تدابیر نافعہ کے اصول اور اُن کے ابواب کی فہرستیں مندرج کرتے ہیں ان کی ایسی پیراستہ جماعتوں کی عقلوں نے جانچ کی ہے جن کے عمدہ اخلاق تھے بلا اختلاف اونکے اور اعلے نے انکو ایک مسلّم طریقہ میں تسلیم کرلیا ہے آئندہ بیانات میں تم کو غور کرنا چاہیے۔

باب ۱۹

تدابیر اولے کے بیان میں

انہیں تدابیر سے ایک لغت ہی جس سے دلی امور بیان کئے جاتے ہیں لغت کی یہ حقیقت ہے کہ اجسام کے افعال و ہیئتوں کو کسی نہ کسی آواز سے کچھ تعلق ہوا کرتا ہے یہ آوازیں اُن اشیا سے ملی ہوئی ہوتی ہیں یا سبب وغیرہ کا اُن دونوں میں علاقہ ہوتا ہے لغت سے اس آواز کو ہو بہو نقل کر دیا کرتے ہیں پھر معانی کے مقابلے میں مختلف صیغے بنا بنا کر اُن میں تصرفات کیا کرتے ہیں اور جن امور کا نظروں کے سامنے اثر پڑتا ہے یا نفس کی وجدانی ہیئتوں سے وہ پیدا ہوتے ہیں وہ سب اسی قسم مذکور سے مشابہ کئے جاتے ہیں اور تکلیف ویسی ہی آوازوں کے لئے بھی بنانے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں اور مشابہت کی وجہ سے یا کسی میل یا کسی علاقہ سے نقل کر لینے کی وجہ سے لغات میں مجازی طور پر وسعت ہوجاتی ہے لغات کے اور اصول بھی ہیں جن کو تم کہیں کہیں ہمارے کلام میں پا سکو گے۔ انہیں تدابیر میں سے زراعت درختوں کا بونا، کنوؤں کا کھودنا، پکانے اور نا خورش بنانے کی کیفیت بھی ہے اور انہیں میں سے برتنوں اور مشکوں کا بنانا ہے۔

انہیں میں سے بہائم کا مطیع کرنا انکو اپنے قابو میں رکھنا بھی ہے کہ انکی سواریوں گوشتوں پوستوں بالوں دودھوں بچوں سے امداد لیجائے۔

انہیں میں سے غار اور مکانات وغیرہ ہیں جو گرمی اور سردی سے لوگوں کو محفوظ رکھیں۔

انہیں میں سے بہائم کی پوست درختوں کے پتوں یا اپنے بنائے ہوئے کپڑوں کا لباس ہے جو کہ پرندوں کے پروں کے قائم مقام ہے۔

انہیں میں سے اپنی منکوحہ کا معین کرنا ہے کہ کوئی دوسرا اسمیں مزاحمت نہ کر سکے اس سے نفس رانی کیجائے اپنی نسل انکے ذریعہ سے بڑھائی جائے اور اپنی خانگی ضرورتوں میں اولاد کی نگرانی اور تربیت میں اس سے مدد لیجائے آدمی کے علاوہ اور حیوانات اپنے جوڑے کو متعین نہیں کر سکتے مگر محض اتفاقیہ طور پر یا اسلئے کہ وہ دونوں توامان ہیں اور بلوغ تک انہیں رفاقت رہی ہو اور ایسے ہی اسباب سے۔

اور انہیں تدابیر سے صنعتوں کی رہنمائی ہے جنکے بغیر زراعت کرنا۔ درختوں کا لگانا۔ کنوؤں کا کھودنا [illegible] کام لینا ممکن نہیں ہے جیسے (دولاب) ڈول۔ ہل۔ رسیاں وغیرہ۔

اور انہیں میں سے باہمی مبادلوں کے بعض بعض امور میں باہمی ہمدردی کی رہنمائی ہے۔

اور انہیں میں سے یہ ہے کہ جس شخص کی رائے درست ہو اور اسکے مزاج میں سخت گیری ہو وہ اوروں کو اپنا مسخر بنا کر انپر ریاست کرے اور انسے کسی نہ کسی طرح سے چوتھ لیوے۔

اور انہیں سے یہ بھی ہے کہ انہیں مسلم قوانین ہوں جنسے مناقشوں کا فیصلہ ہو سکے اور ان سے ظالموں کی تعدی روکی جائے اس کی مدافعت کی جائے۔ جو ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کرے۔ ہر قوم میں ایسے لوگوں کا وجود ضروری ہے وہ لوگوں کی مہتم بالشان امور میں تدابیر کے طریقے وضع کرتے ہیں اور اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی ضروری ہیں جو آرائشگی پسند ہوں۔ کسی نہ کسی وجہ سے عیش و آرام اور تن آسانی کے خواہاں ہوں جو اپنے اوصاف شجاعت۔ فیاضی۔ خوش بیانی۔ زیرکی وغیرہ پر نازاں ہوں اور ان کی تمنا یہ ہو کہ ہماری شہرت دور دور پہنچ جائے انکا مرتبہ بلند ہو۔ خدا تعالیٰ نے کلام مجید میں بندوں پر اس کا بڑا احسان کیا ہے کہ ان تدابیر کے الہامی شعبوں کو بخوبی بتا دیا ہے اسکو معلوم تھا کہ عموماً ہر قسم کے لوگ احکام قرآنی سے مکلف ہونگے۔ اور اسی قسم کی تدابیر ہیں جو ان سب میں پائی جاتی ہیں واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۲۰

آدابِ معیشت کے بیان میں

آدابِ معیشت حکمۃ کا ایک شعبہ ہے اسمیں اُن تدابیر کا بیان ہوتا ہے جو اُن ضرورتوں کے متعلق ہیں جنکا بیان مشائی کے موافق پہلے گذر چکا ہے انہیں اصلی امر یہ ہے کہ تدابیر اونکے کو ہر باب میں صحیح تجربہ پر پیش کریں۔ جو جو صورتیں ضرر سے بعید ہیں اور نفع سے قریب ہیں وہی اختیار کیجائیں اور اُن آداب کا عمدہ اخلاق سے موازنہ کیا جائے جو کامل المزاج لوگوں کی پیدایش میں ہوا کرتے ہیں جو آداب ان اخلاق کے زیادہ مناسب ہوں وہی اختیار کئے جائیں اور اُن کے ماسوا سب ترک کر دیئے جائیں اور نیز اُن آداب کا اندازہ حسنِ معاشرت اور لطف مشارکت سے کیا جائے اسمیں وہ مقاصد ملحوظ رکھنے چاہئیں جو رائے کلی سے پیدا ہوں۔ معاش کے اہم مسائل یہ ہیں۔ کھانے پینے کے آداب چلنے کے نشست برخاست سونے کے سفر کرنے۔ قضائے حاجت ہم بستری۔ لباس۔ مکان ستھرائی پاکیزگی آرایش۔ باہمی گفتگو کے طریقے۔ آفات کے وقت دواؤں منتروں کا استعمال۔ حوادث پیش آنے کے وقت پیش بینی۔ خوشی۔ ولادۃ۔ نکاح۔ عید۔ مسافروں کے آنے وغیرہ کی خوشی کے موقعوں میں اور رویوں میں فرحت اور سرور کا اظہار مصائب میں رنج وغم کا اظہار۔ مریضوں کی عیادت۔ مردوں کو دفن کرنا جو عموماً شہروں کے باشندے ہیں صحیح المزاج لوگ شمار کئے جاتے ہیں اُن کا اتفاق ہے کہ ایسی چیزیں نہ کھائی جائیں جن میں پلیدی ہو مثلاً جو چیز اپنی موت سے مرگئی ہو یا متعفن ہو اور وہ جانور بھی استعمال نہ کئے جائیں جن کے مزاج میں اعتدال نہ ہو۔ اُنکے اخلاق منتظم نہوں یہ بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ برتنوں میں اور دستر خوانوں وغیرہ پر کھانا چنا جائے۔ کھانے کیوقت منہ اور ہاتھ پاک کئے جائیں ایسی حالتوں سے احتراز کیا جائے جو حیوانوں کی سی ہوں اور نہ ایسی حالتوں سے جو متغافہ ہوں۔

ایسے امور کی احتیاط چاہئے جن سے اپنے شرکا کی طبیعتوں میں تکدر پیدا ہو۔ بدبودار پانی نہ پیا جائے بغیر ہاتھ لگائے صرف منہ سے پانی پیے بد ہواسی میں بھی پانی نہ پیا جائے۔ اور نیز تمام عمدہ طبیعت کے لوگ اپنے بدن اور کپڑے اور مکان کو دو قسم کی پلیدیوں سے پاک صاف رکھنا پسند کرتے ہیں۔ اول اُن چیزوں سے جنمیں گندگی اور بو آتی ہو دوسری اُن میل اور چرکوں سے جو قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہیں۔ گندہ دہنی کو مسواک سے غالباً دور کرتے ہیں۔ بغل اور زیر ناف کے بالوں کو مونڈ ڈالتے ہیں کپڑوں کا میلا ہونا اور مکان پر خس و خاشاک کا ہونا ناپسند کرتے ہیں۔ عموماً سب کا اتفاق ہے کہ سب لوگوں کے سامنے آدمی نہایت پاک صاف نظر آئیں۔ لباس درست ہو۔ سر اور داڑھی کے بال شانہ سے صاف رکھے جائیں۔ کوئی عورت جب کسی شخص کے نکاح میں ہو تو خضاب اور زیور سے آراستگی کرتی رہے سب کی نظر میں ننگی بے شرمی کی بات ہے اور لباس رونق کی چیز ہے دونوں شرمگاہوں کا کھلا رہنا بھی بے شرمی خیال کی جاتی ہے پورا لباس وہی ہے جس سے تمام بدن چھپا ہے اور نیز مناسب ہے کہ شرمگاہ چھپانے کا لباس جدا ہو اور باقی بدن کا لباس جدا ہو اور یہ بھی اتفاقی امر ہے کہ خواب نجوم نیک فالی کہانت رمل وغیرہ سے آئندہ واقعات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیش بینی کیجاتی ہے جس شخص کا مزاج معتدل اور ذوق سلیم ہوا کرتا ہے وہ اپنی گفتگو میں ضرورةً ایسے الفاظ کو استعمال کرتا ہے جن میں وحشت نہ ہو زبان پر وہ گراں معلوم نہ ہوں ایسی ایسی تراکیب کو اپنی گفتگو میں وہ پسند کرتا ہے جن میں متانت اور سنجیدگی ہو ایسا طرز کلام اختیار کرتا ہے جسکو لوگ گوش دل سے متوجہ ہو کر سنیں ایسا شخص فصاحت اور خوش بیانی کی میزان ہوا کرتا ہے۔

بہرحال ہر ایک باب میں اجماعی مسائل قرار دئیے گئے ہیں جن کو تمام شہروں نے گو وہ ایک دوسرے سے دور و دراز فاصلہ پر ہوں تسلیم کر لیا ہے۔ اسکے بعد آداب معیشت کے قواعد مرتب کرنے میں لوگ مختلف ہیں عالم طبیعت کا واقف طبی خوبیوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اور نجومی ستاروں کی خاصیتوں کا لحاظ رکھتا ہے اور الٰہیات کا واقف اخلاص اور احسان کی رعایت کرتا ہے یہ سب امور مذکورہ بالا تمام فرقوں کی تصانیف میں مفصل مذکور ہیں مزاج اور عادات کے اختلاف سے ہر ایک قوم کا لباس اور آداب وغیرہ جدا جدا ہوتے ہیں انہیں سے ان میں باہم امتیاز ہوا کرتا ہے واللہ اعلم۔

باب ۲۱

تدبیر منزل میں

تدبیر منزل حکمت کا وہ حصہ ہے جسمیں ان روابط اور تعلقات کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کیجاتی ہے جو تدابیر کے دوسری حد کے موافق ایک مکان کے رہنے والوں میں ہوا کرتے ہیں۔ اس حکمت کے چار حصے ہیں (۱) ازدواج (۲) ولادت (۳) مالک ہونا (۴) باہمی صحبت۔ ان تعلقات کی اصل یہ ہے کہ ہم بستری کی ضرورت نے اولاد مرد اور عورت میں ایک تعلق اور رابطہ کو پیدا کیا پھر بچہ پر شفقت والدین باعث ہوئی کہ دونوں ملکر اسکی پرورش میں ایک دوسرے کی اعانت کریں مرد اور عورت کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں تربیت کی جانب عورت کو نسبت مرد کے زیادہ رہنمونی ہوا کرتی ہے۔ نیز عورت بہ نسبت مرد کے کم عقل ہوتی ہے محنت کے کاموں سے جان چرانی ہے عورت میں شرم کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ خانہ نشینی کی جانب زیادہ مائل رہتی ہے۔ ادنے ادنے اور حقیر کاموں کی کوشش میں زیادہ ہوشیاری اور خداقت صرف کیا کرتی ہے۔ بہ نسبت مرد کے اسمیں مادہ اطاعت کا بھی زیادہ ہوتا ہے امر مرد کی رائے میں سنجیدگی زائد ہوتی ہے۔ وہ ننگ و ناموس کے امور کی زیادہ روک تھام کرتا ہے۔ مشقتوں کے متحمل ہونے میں بڑا جری اور دلیر ہوتا ہے۔ نخوت تسلط۔ غیرت مناقشہ وغیرہ اوصاف اسمیں پورے ہوتے ہیں۔ اس واسطے عورت کی زندگی بغیر مرد کے نہیں ہو سکتی۔ اور مرد کے لئے عورت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور چونکہ عورتوں کے باب میں مردوں کی مزاحمت کا اندیشہ ہوا کرتا ہے اور عورتوں کے معاملات میں مردوں کو غیرت ہوا کرتی ہے اسواسطے ان دونوں کی اصلاح جب ہی ہو سکتی ہے کہ سب کے سامنے علی رؤس الاشہاد مرد کی بیوی مرد کے لئے خاص ہوجائے اور چونکہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ مرد کو عورت کی جانب رغبت ہے اور عورت اپنے ولی کی نظر میں معزز ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلئے مہر اور منگنی اور ولی کیطرف سے سربراہ کاری ضروری قرار دیگئی؛ اگر محارم میں اولیا کی رغبت تجویز کیجاتی۔ تو عورت کو اس سے بڑا ضرر پہنچ سکتا تھا ولی عورت کو اس شخص سے روک سکتا تھا جو عورت کی نظر میں مرغوب ہوتا اور نیز عورت کے لئے کوئی ایسا شخص نہ ہوتا جس سے وہ حقوق زوجیت کا مطالبہ کرتی حالانکہ اسکو ان حقوق کی نہایت ضرورت ہے؛ اور سوکنوں وغیرہ کے باہمی مناقشوں سے رحم کیحالت بھی خراب رہتی اور نیز سلامت مزاج کا یہ بھی اقتضا ہے کہ آدمی کو اس عورت کیجانب رغبت نہ ہو جس سے وہ خود پیدا ہوا ہے یا اس سے عورت پیدا ہوئی ہے یا وہ دونوں ایسے ہیں جیسے ایک باغ کی دو شاخیں جو کہ ہم بستری کی ضرورت کے ذکر کرنے میں حیا آیا کرتی ہے اسواسطے ضروری ہے کہ عروج (عورت کو اپنی جانب مائل کرنا) کے ضمن میں اس حاجت کا ذکر مخفی رہے جو کہ دونوں کے وجود سے مقصود ہے اور شہرت دینے اور عروج دینے کو مدار منزلی قرار دینے کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ ولیمہ کیا جاوے اور لوگوں کی اس میں دعوت کیجاوے دف بجائی اور خوشی میں اس کا اظہار کیا جاوے اور ماحصل یہ ہے کہ بہت سی وجوہ سے جنمیں سے بعض کو میں نے ذکر کیا ہے اور بعض کو لوگوں کے فہم پر اعتماد کر کے حذف کر دیا نکاح کی یہ حالت کذائی کہ غیر محارم سے نکاح کیا جائے لوگوں کے مجمع میں اس کی تقریب ہو اس سے پہلے مہر اور منگنی ہو کفو کا بھی لحاظ رکھا جائے اولیا کی سربراہ کاری ہو ولیمہ کیا جاوے لوگوں کا عورتوں پر قابو رہے لوگ ان کی معاش کی تکفل رہیں عورتیں خانگی خدمات میں مصروف رہیں اولاد کی تربیت کرنے میں اطاعت سے رہیں تمام لوگوں کی نظر میں لازمی طریقہ اور مسلم امر ہوگیا ہے اور امر فطری ہوگیا ہے جس پر لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے عرب عجم میں کوئی اس میں اختلاف نہیں کرتا اور نیز زن وشوہر میں باہم اعانت میں کامل سعی کہ دوسرے کی نصرت کو اپنی نصرت اور دوسرے کے نفع کو اپنا ہی نفع خیال کرے جب ہی ہوسکتی ہے کہ دونوں اپنے ذہن میں عزم مصمم کرلیں کہ نکاح کی ہی حالت میں زندگی بسر کرینگے اور جب ان دونوں میں نہ بنے اور ایک دوسرے سے سرکشی کریں تو کوئی ایسا طریقہ بھی ضرور ہونا چاہئے جس سے ایک دوسرے کے پنجہ سے خلاصی پاسکیں اگرچہ یہ علیحدگی تمام مباح امور میں سے نہایت ہی درجہ مبغوض ہو اسلئے طلاق میں خاص خاص قیود اور عدت وغیرہ کا لحاظ ضروری قرار دیا گیا اور ایسی ہی خاوند کی وفات میں اس قسم کے لحاظات معتبر کئے گئے تاکہ دونوں میں نکاح کا ادب اور وقعت باقی رہے اور دوامی حقوق اور معاہدہ مصاحبت کی کسی قدر وفاداری ادا ہوسکے اور نسبوں میں اشتباہ بھی نہ ہونے پائے اور اولاد کو چونکہ آبا کی ضرورت ہوتی ہے اور بالطبع آبا کو اپنی اولاد کیطرف کشش ہوا کرتی ہے اسواسطے ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسے مفید امور کی مشاقی اور تربیت کرائیں جو فطرۃً انکے لئے موزون اور مفید ہیں اور ضرور ہوا کہ اولاد پر آباد کو تقدیم ہو وہ اسلئے بزرگ تسلیم کئے گئے ہیں کہ انکے عقول اور تجربے کمل ہوتے ہیں اور اخلاقی تندرستی کا بھی مقتضا یہی ہے کہ احسان کے مقابلہ میں احسان کیا جاوے اور اولاد کی تربیت میں وہ ایسے ایسے شدائد جھیلتے ہیں جو محتاج بیان نہیں ہیں اس لئے والدین کی خدمتگذاری بھی لازمی طریقہ قرار دیا گیا ہے اور چونکہ لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوا کرتی ہیں اسواسطے یہ بھی ضرور ہے کہ بعض لوگ بالطبع سرداری کے قابل ہوں جن میں فراست اور بالطبع بیداری ہو امور معاش میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مستقل ہوں۔ اُن میں انتظام اور رفاہ عام کا پیدائشی مادہ ہو اور بعض لوگ قدرتی طور پر غلامی کی حالت پر پیدا ہوتے ہیں اُن میں حماقت دوسرے کی تابعداری کا ہی مادہ ہوتا ہے جسطرف اُن کو کھینچو وہ کھچے چلے جاتے ہیں لیکن ایسے دونوں شخصوں کی معاش بغیر ایک دوسرے کے تکمیل نہیں ہوسکتی اور رنج و آرام میں باہمی ہمدردی آقا اور مملوک میں جب ہی ممکن ہوتی ہے کہ وہ دونوں اپنے اپنے دلوں میں ٹھان لیں کہ اس تعلق کو ہمیشہ قایم رکھینگے اور نیز بعض اتفاقات ایسے واقع ہوتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو قید کر لیتا ہے یہ حالت اسیری بھی لوگوں میں قابل لحاظ ہے اس سے بھی ایک قسم کا علاقہ مالکیت اور مملوکیت کا باہم مقید اور قید کرنیوالے میں منتظم ہوجایا کرتا ہے اسکے لئے بھی وضع قانون کی ضرورت ہے کہ مالک و مملوک اُسکے پابند رہیں اور اُسکی فروگذاشت پر قابل تعزیر سمجھے جائیں۔

اور اسیری کے بعد فی الجملہ کوئی طریقہ رہائی کا بھی بالیقین یا بالضرور ال کا ہونا ضروری ہے۔ نیز لوگوں کو اکثر مصائب اور ضرورتیں پیش آیا کرتی ہیں کبھی مرض لاحق ہوجاتا ہے کبھی پاشکستگی پیش ہوتی ہے کبھی کسی کا حق اُس سے متعلق ہوتا ہے بہر حال ایسی ایسی ضرورتیں پیش آیا کرتی ہیں کہ بغیر اپنے ابناے جنس کی دستگیری کے اپنی حالت کی اصلاح بدقت ہوتی ہے ایسے ایسے عوارض پیش آنے میں سب لوگوں کی حالت یکساں ہے اسی واسطے ضرورت پڑا کرتی ہے کہ لوگوں میں باہم الفت اور میل ہمیشہ قایم رہے اور لوگوں میں مظلوم کی دادرسی اور مصیبت زدہ کی امداد کا طریقہ مسلوک ہے کہ لوگ اُسکے متقاضی ہوں اور اُسکی فروگذاشت پر تعزیر کی جائے اور ضرورتوں کے دو حصے ہوا کرتے ہیں (۱) وہ حصہ کہ اُسکی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ ہر شخص دوسرے کے ضرر و نفع کو اپنا ہی ضرر اور نفع سمجھے یہ امر جب ہی پورا ہوسکتا ہے کہ ہر شخص دوسرے کے خلوص و محبت میں پوری طاقت صرف کرے اُسکے نفقہ کا اور وراثت کا التزام ہو اکثر امور کیوجہ سے جانبین میں سے ہر شخص کو ایسی ایسی امداد کا التزام کرنا پڑتا ہے تاکہ نقصان کے عوض میں کسی قدر متمتع ہونے کا بھی موقعہ حاصل ہوسکے اس اندازے کے قابل رشتہ داروں کی حالت ہوا کرتی ہے ان کی باہمی محبت اور رفاقت قدرتی امر سا ہوتا ہے ضرورتوں کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت بالا سے کسی قدر اُن کا درجہ کم ہوتا ہے اسلئے اہل مصائب کی ہمدردی اور مواساۃ لوگوں میں مسلم قانون بن گیا ہے اور اُن سب میں صلہ رحم کا سب سے زیادہ مضبوطی سے اہتمام کیا جاتا ہے اس خانگی تدابیر کے مہتم بالشان مسائل یہ ہیں۔

(۱) اُن اسباب کا دریافت کرنا جو ازدواج یا ترکیب ازدواج کے باعث ہوتے ہیں۔

(۲) خاوند کے فرائض کہ جن سے معاشرت قایم رہے اور فواحش و ننگ و عار سے اہلیہ کا ناموس محفوظ رہے۔

(۳) اہلیہ کے فرائض پارسائی خاوند کی اطاعت خانہ داری کی مصلحتوں میں پوری طاقت صرف کرنا۔

(۴) جب باہم دونوں میں نفرت ہوجائے تو مصالحت کیسی کروائی جائے۔

(۵) طلاق کا طریقہ۔

(۶) خاوند کی وفات کے بعد ماتمی حالت میں بسر کرنا۔

(۷) اولاد کی تربیت۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) والدین کے خدمات ۔

(۹) غلاموں کا انتظام اور نیز احسانات ۔

(۱۰) غلاموں کی اپنے آقاؤں کی خدمتگزاری ۔

(۱۱) آزادی کا طریقہ ۔

(۱۲) رشتہ داروں اور ہمسایوں سے صلہ رحم کرنا ۔

(۱۳) شہر کے حاجتمندوں کے ساتھ ہمدردی اور جو مصائب انپر طاری ہوں انکی مدافعت کی کوشش ۔

(۱۴) خاندان کے نقیب کا ادب اور عزت ۔

(۱۵) نقیب کا معاملات خاندانی پر نظر رکھنا ۔

(۱۶) ورثہ میں ترکے کی تقسیم ۔

(۱۷) ایسی اور جیسی امور کی پاسداری لوگوں میں سے کسی جماعت کو نہ پاؤ گے کہ ان ابواب کے اصول پر انکو اعتقاد نہ ہو ان کے مذاہب میں اختلاف ہو ان کے وطن جدا جدا ہوں لیکن ان امور کے قایم کرنے میں سب کو سعی اور کوشش رہتی ہے واللہ اعلم ۔

باب ۲۲
معاملات کے فن میں

یہ حکمت کا وہ حصہ ہے جس میں باہمی مبادلوں کا ایک دوسرے کی دستگیری اور پیشوں کا بیان کیا جاتا ہے اسمیں اصلی امر یہ ہے کہ جب ضرورتوں کی کثرت ہوئی اور سب ضرورتوں کا مہیا کرنا مطلوب ہوا اور یہ قصد کیا گیا کہ ہمیں شائستگی سے یہ ضرورتیں سب مہیا کی جائیں کہ جن سے آنکھوں کو تازگی ہو اور دلوں کو لذیذ معلوم ہوں تو ہر شخص سے اس طرح پر آن کا سرانجام متعذر ہوا اور بعض لوگوں کے پاس غذا حاجت سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اس کے پاس پانی نہیں ہوا اکثر بعض کے پاس پانی حاجت سے زیادہ ہوتا ہے لیکن غذا کافی نہیں ہوتی تو ان صورتوں میں بجز مبادلہ کے اور کوئی طریقہ ان کے حصول کا نہیں ہوتا اسلئے باہمی مبادلے ضرورتوں کی دقتیں رفع کرنے کے لئے قرار دیئے گئے اور ضرورۃً یہ قرار پایا گیا کہ ہر شخص ایک ایک ضرورت کے سرانجام کی طرف متوجہ ہو اس کو خوب مستحکم کرے اسی کے تمام وسائل کے مہیا کرنے کی کوشش کرے اور اپنی اور ضرورتوں کو مبادلوں کی وجہ سے اسی ذریعہ سے رفع کرے سب لوگوں کی نظر میں یہ ایک مسلم قانون ہوگیا ہے اکثر لوگوں کو کسی خاص چیز کی رغبت ہوتی ہے یا کسی چیز سے بے رغبتی ہوتی ہے لیکن اس حالت میں ایسا کوئی شخص نہیں ملا کرتا جس سے معاملہ کیجیے اور جو کہ پہلے ہی سے ایسے امور کے سرانجام کی ضرورت پڑا کرتی ہے اسلئے سب لوگوں نے قرار دیا کہ معدنی جوہروں کو ان اغراض کے لئے معین کرلیں یہ جوہر زیادہ دیرپا ہیں انہی سے داد و ستد کرنا سب کی نظر میں مسلم ہوگیا ہے اور ان معدنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوہر ونمیں سے سونا اور چاندی زیادہ موزون تھے اسلئے کہ انکا حجم چھوٹا ہوتا ہے اور اُن دونوں کے اقسام بھی یکساں ہوتے ہیں اور بدن انسانی کے لئے وہ نافع بھی بہت ہیں اُن سے آرایش بھی ہوتی ہے تو گویا یہ دونوں قدرتی طور پر نقد تھے اور اور معدنی چیزیں قرار دینے سے نقد ہو جاتی ہیں

کسی کے اصول میں سے زراعت ہے اور چارپایوں کو چرانا اور بر و بحر کے مباح مالوں معدنیات نباتات حیوانات کا جمع کرنا ہے۔ یا نجاری آہنگری بوریا بافی وغیرہ کی دستکاریاں ہیں جن کے ذریعہ سے قدرتی جوہروں کو اس قابل کر لیتے ہیں کہ وہ نفع حاصل کرنے اور اغراض میں استعمال کرنے کے لائق ہو جائیں اُن کے بعد تجارت پیشہ ہو گیا پھر ملکی مصالح کا سر انجام دینا بھی پیشہ قرار دیا گیا اس کے بعد اور تمام انسانی ضرورتوں کا مہیا کرنا پیشہ ہو گیا لوگ جتنی ترقی کرتے جاتے ہیں اور لذایذ اور عیش و آرام کو جتنا زیادہ بڑھاتے جاتے ہیں اُسی قدر مطالب کے اطراف و جوانب اور متعلقات روز بروز پھیلتے جاتے ہیں ہر شخص کا کسی خاص پیشے سے تعلق دو وجہوں سے ہوا کرتا ہے ۔

(۱) قوتوں کی مناسبت سے مثلاً شجاع و دلیر آدمی فنون جنگ کے مناسب ہوتا ہے اور ذکی قوی الحافظہ حساب کتاب کے لئے اور نہایت توانا باربرداری کے لئے اور مشقت و محنت کے کاموں کے لئے (۲) موجودہ اتفاقات کی وجہ سے مثلاً آہنگر کے بیٹے اور ہمسایہ کیلئے آہنگری کا پیشہ جیسا آسان ہو سکتا ہے دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتا اور کنارہ دریا کے باشندوں کے لئے مچھلی کا شکار جیسا آسان ہو سکتا ہے دوسرے کے لئے نہیں ہے۔ اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ مطالب کے عمدہ طریقوں کا اختیار کرنا اُن کو دشوار ہوتا ہے اس لئے وہ ایسے پیشے اختیار کر لیا کرتے ہیں جو ملک کے لئے ضرر رسان ہوا کرتے ہیں مثلاً چوری۔ کمار بازی۔ مبادلہ کی بھی صورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں مبادلہ کبھی شے کا شے سے ہوتا ہے جیسے خرید و فروخت اور کبھی کسی شے کو دیکر اُس کے بدلے میں منفعت حاصل کر لیا کرتے ہیں اُس کو مزدوری کہتے ہیں اور چونکہ ملک کا انتظام بغیر اسکے نہیں ہو سکتا ہے کہ لوگوں میں باہم ہمدردی اور الفت پیدا ہو اور الفت کا مقتضا ہوتا ہے کہ ضروری چیزیں بغیر معاوضہ کے فیاضانہ طور پر دی جایا کریں اس لئے ہبہ اور رعایت کی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اور ہمدردی کا مقتضا یہ بھی ہے کہ حاجتمند اور فقیروں کی کار براری کی جائے اس لئے صدقہ اور خیرات کا طریقہ مقرر ہوا ہے ۔

سلسلۂ اسباب کی وجہ سے سب لوگ یکساں حالت میں نہیں ہوتے بعض احمق ہوتے ہیں اور بعض کارگذار بعض مفلس اور بعض تونگر بعضوں کو ادنے کام سے عار آتی ہے بعضوں کو کچھ عار نہیں ہوتی بعض لوگوں پر ضرورتوں کا ہجوم ہوتا ہے اور بعض فارغ البال ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک کی معاش کا پورا سامان جب ہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے کی جانب سے اعانت ہو اور بغیر عقد اور شرائط کے اور بغیر اسکے کہ سب ملکر ایک طریقہ مقرر کرلیں اعانت ہو نہیں سکتی اسلئے مزارعت مضاربت۔ شرکت وکیل مقرر کرنا قرار دیا گیا ہے ضرورتوں کی وجہ سے قرض لینا پڑتا ہے ودیعت رکھنی ہوتی ہے اور ہمیں تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ خیانت۔ انکار سستی کیا کرتے ہیں اسلئے گواہوں۔ تحریر دستاویزات رہن۔ کفالت۔ حوالہ کی حاجت ہوا کرتی ہے اور لوگ جتنے خوشحال اور آسودہ ہوتے ہیں وتنے ہی امانتوں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقسام پھیلتے جاتے ہیں لوگوں میں سے تم کوئی فرقہ ایسا نہ پاؤ گے جو ان معاملات کا برتاؤ نہ کرتے ہوں اور انصاف اور رحم میں تمیز نہ کرتے ہوں۔ واللہ اعلم ۔

باب ۲۳

سیاست مدن کے بیان میں

سیاست مدن حکمت کے اس حصہ کا نام ہے جس میں ان تعلقات کے حفظان کی کیفیت بیان کی جاتی ہے جو باہم اہلیان شہر کے مابین ہوا کرتے ہیں شہر سے وہ جماعتیں مراد ہیں جو قریب قریب آباد ہوں ان میں باہم معاملات ہوتی رہیں اور جدا جدا مکانوں میں بود و باش رکھتے ہوں۔ سیاست مدن میں اصلی امر یہ ہے کہ تعلقات کی وجہ سے شہر گویا ایک شخص ہوا کرتا ہے جسکی ترکیب اجزا اور مجموعی ہیئت سے ہوتی ہے ہر مرکب چیز میں ممکن ہے کہ اسکے مادہ یا صورت میں کوئی نقصان اور خرابی پیدا ہو جائے اس کو کوئی مرض ہو جائے یعنی اسمیں ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ نوعی احکام کیلئے کوئی دوسری حالت زیادہ مناسب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مرکب صحت کی حالت میں رہے یعنے وہ اپنی ذاتی رونقوں اور خوبیوں کی وجہ سے کمل حالت میں ہو۔ چونکہ شہر میں بڑی بڑی جماعتوں کا مجمع ہوا کرتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ سب کے سب اس پر متفق الرائے ہو جائیں کہ راہ راست کی حفاظت میں مجموعی کوشش کریں اور بغیر کسی ممتاز منصب اور رتبے کے ایک دوسری کی روک ٹوک بھی نہیں کر سکتا اس سے جنگ و جدل کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے شہر کا پورا انتظام جب ہی ہو سکتا ہے کہ تمام اہل حل و عقد ایک شخص کو اپنا آقا قرار دیں وہ پرشوکت ہو اعوان و انصار کی ایک جماعت اسکے ہمراہ ہو۔ جو لوگ نہایت تنگدل تیز مزاج خونریزی اور غصہ میں بیباک ہونگے انکو سیاست کی ضرورت اور دفعیے زیادہ ہوگی۔ سیاست مدن میں بڑی خرابی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بد ذات لوگوں کی ایک جماعت جن کو قوت اور شوکت حاصل ہو نفسانی خواہشوں اور راہ راست کے ترک کرنے پر متفق ہو جائے ایسا اتفاق کئی طرح پر ہوتا ہے ۔

(۱) لوگوں کے مال و متاع کی طمع سے جیسے راہزن لوگ ۔

(۲) لوگوں کو غصہ اور کینے کے سبب سے ضرر رسانی ۔

(۳) ملک اور حکمرانی کی آرزو جسکی وجہ سے لوگوں کے جمع کرنے اور جنگ قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسی خرابی کا باعث ظالم شخص کا کسی کو مار ڈالنا یا زخمی کرنا یا زد و کوب کرنا ہے۔ یا کسی شخص کی اہلیہ میں مزاحمت کرنا اسکی بیٹیوں اور بہنوں کی ناحق طمع کرنا۔ یا کسی کا مال علانیہ غصب کرنا۔ یا چوری سے لے لینا یا کسی شخص کی بے آبروئی کرنا۔ اس کو کسی قابل ملامت قبیح امر سے منسوب کرنا۔ یا سختی سے گفتگو کرنا اور نیز ان کاموں سے بھی خرابی ہوا کرتی ہے جو شہر کے لئے مخفی طور پر مضر ہوتی ہیں۔ جیسے بے خبر زہر خورانی۔ لوگوں کو فساد کرنے کی ترغیب و تعلیم دینی۔ بادشاہ کے مقابلے میں رعیت کو اور آقا کی نسبت غلام کو اور شوہر کے حق میں اہلیہ کو مکر و فریب پر آمادہ کرنا اور نیز تمدن کے خلاف وہ خراب عادات ہیں جن سے اہم ملکی منفعتیں تلف ہو جاتی ہیں۔ جیسے کہ لواطت۔ نکاح بالید چارپایوں سے مجامعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا۔ یہ سب امور نکاح سے باز رکھتے ہیں یا وہ عادات ہیں جو فطرتِ سلیم کے مقتضا کے خلاف ہوتے ہیں جیسے مرد ہو کر زنانہ پن اختیار کرنا اور عورت کو مردانہ روش اختیار کرلی۔ یا اُن عادات سے بڑے بڑے نزاع پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے کسی عورت سے کوئی خصوصیت نہ ہو اور چند لوگ اُس سے تعلق پیدا کرکے ایک دوسرے کی مزاحمت اختیار کریں شراب کی کثرت بھی ایسی ہی مذموم عادت ہے اور بعض معاملات ایسے ہوا کرتے ہیں جنسے تمدن کو مضرت پہنچتی ہے جیسے قمار۔ دوناد وناسود کھانا۔ رشوت لینا۔ پیمانہ اور وزن میں کمی کرنی کسی جنس میں عیب کو مخفی رکھنا۔ تاجروں نے شہر کے باہر ہی باہر مال خرید لینا۔ غلہ کو بند کر رکھنا۔ خود خریداری کا قصد نہ ہو اور مال کی تعریف کرکے دوسرے کو دھوکہ دینے کو قیمت بڑھا دینا اور ایسے ہی باہمی معقدمات ہیں جن میں ہر ایک شخص مشتبہ دلیل پیش کرتا ہو اور اُن کا صاف صاف حال معلوم نہ ہوتا ہو۔ اسوجہ سے دلایل قسموں۔ دستاویزات۔ قراین۔ واقعات۔ وغیرہ کی ضرورت پڑا کرتی ہے اور راہ راست پر ان کو لانا پڑتا ہے۔ ترجیح حق کی وجہ ظاہر کرنی پڑتی ہے فریقین کے مکاید وغیرہ معلوم کئے جاتے ہیں ❖

اور شہریت کے لئے یہ بھی مضر ہے کہ شہر کے رہنے والے بادیہ نشینی اختیار کریں یا کسی دوسرے شہر میں جا بسیں یا سب ایسے مکاسب پر جھک پڑیں جن سے تمدن کو نقصان پہنچے۔ مثلاً زراعت چھوڑ کر سب تجارت پیشہ ہو جائیں۔ یا اکثر لوگ لڑائی کا پیشہ اختیار کرلیں۔ مناسب یہی ہے کہ زراعت پیشہ لوگ بمنزلہ غذا کے قرار دئے جائیں اور دستکار۔ تاجر۔ محافظین ملک۔ بجائے نمک کے سمجھے جائیں جن سے گویا غذا کی اصلاح ہو جاتی ہے مضر درندوں اور موذی پرندوں کا بھی پھیلنا باعث ابتری ہوتا ہے انکے فنا کرنے کی بھی کوشش ہونی چاہئے اور شہر کی پوری حفاظت ان عمارتوں کے بنانے سے ہوتی ہے جن میں سب کا مشترک نفع ہو۔ مثلاً شہر پنائیں۔ سرائیں قلعجات۔ سرحدیں۔ بازار۔ پلیں وغیرہ اور ایسے ہی کنوؤں کا کھدوانا چشموں کا نکالنا کشتیوں کا دریا کے کنارے پر فراہم کرنا ہے اور نیز سوداگروں کو مانوس و مالوف کرکے اسپر آمادہ کرنا کہ باہر سے اجناس وغیرہ لائیں شہر والوں کو سمجھا دینا کہ مسافروں سے خوش معاملگی کریں۔ اسکی وجہ سے سوداگروں کی آمد و رفت زیادہ ہوتی ہے زراعت پیشہ لوگوں کو اسپر آمادہ کرنا کہ کوئی زمین کاشت سے چھوٹی نہ رہے۔ دستکاروں پر تاکید کرنا کہ چیزوں کو عمدہ اور خوب مضبوط بنائیں شہر والوں کو فضائل کے تحصیل پر آمادہ رکھنا۔ علم خط حساب تاریخ طب اور پیش بینی کے عمدہ عمدہ طریقوں کی تکمیل کرانا۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ شہر کے تمام حالات کی اطلاع ملتی رہے تاکہ مفسد اور خیر اندیش کا حال معلوم ہوتا رہے اگر کسی محتاج کا حال معلوم ہو تو اعانت ہو سکے اگر کوئی عمدہ دستکار رہے تو اُس سے مدد لیجائے اور اس زمانے میں شہروں کی ویرانی کے دو بڑے باعث ہیں ❖

(۱) لوگوں پر بیت المال کو تنگ کر دینا۔ غازیوں اور اُن علما کی جن کا بیت المال میں حق ہے اور اُن شعراء زہاد وغیرہ کی جنکے ساتھ سلاطین سلوک ہوا کرتے ہیں یہ عادت ہوگئی ہے کہ اُنہوں نے اپنا طریق معاش بیت المال کو سمجھ رکھا ہے یہ لوگ کوئی خدمت نہیں کرتے انکا گذارہ بیت المال سے ہوتا ہے ❖

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے یکے بعد دیگرے یہ لوگ بڑھتے جاتے ہیں اور باعث تنفس ہو کر شہر پر ایک بار سا ہو جاتے ہیں۔

(۲) اور جو مزارعین اور سوداگروں اور پیشہ وروں پر بڑے بڑے ٹکس مقرر کرنا ویرانی کا بڑا باعث ہے اس کی وجہ سے فرمانبردار لوگوں کا استیصال ہو جاتا ہے اور جن لوگوں کو قوت ہوتی ہے وہ درپے بغاوت ہو جاتے ہیں۔ تمدن کی اصلاح تخفیف لگان سے اور بقدر ضرورت محافظین ملک کے قائم کرنے سے ہوتی ہے اہل زمانہ کو اس نکتہ سے واقف رہنا چاہئے واللہ اعلم۔

باب ۲۴
بادشاہوں کی سیرت میں

بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ پسندیدہ اخلاق سے موصوف ہو ورنہ وہ شہر پر بار ہو جاویگا۔ اگر اس میں شجاعت نہ ہوگی تو وہ اپنے مخالفوں سے پورا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ رعیت اس کو ذلت کی آنکھ سے دیکھیگی۔ اگر اسمیں علم کی صفت نہ ہوگی تو وہ سلطنت کو برباد کر دیگا۔ اگر حلیم نہ ہوگا تو مناسب تدابیر کو مستنبط نہ کر سکیگا بادشاہ کو چاہیئے کہ عقلمند بالغ آزاد مرد ہو ذی عقل ہو۔ بینا شنوا اور گویا ہو لوگ اس کی اور اس کے خاندان کے اعزاز کو تسلیم کرتے ہوں۔ اس کے آباؤ اجداد کے عمدہ فضائل کو لوگ دیکھ چکے ہوں۔ اور خوب جانتے ہوں کہ بادشاہ صالح ملکی کی پاسبانی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا یہ سب امور عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں اور تمام فرقوں نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ ان کے شہروں میں کیسا ہی بعد کیوں نہ ہو اور وہ کسی ہی مذہب کے کیوں نہ ہوں اسلئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ بادشاہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر امور بالا کے کمل نہیں ہو سکتی۔ اگر بادشاہ ان امور میں فروگذاشت کریگا تو لوگ اسکو خلاف مقصود جانینگے اور اس سے بیزار ہو جائینگے اور اگر خاموش بھی رہینگے تو درپردہ ان کی طبیعتوں میں غصہ بھرا رہیگا اور بادشاہ کو مناسب ہے کہ اپنی رعایا کے دلوں میں اپنے اعزاز کو پیدا کرے اور پھر اعزاز باقی رکھنے کا اہتمام کرے مناسب تدبیر سے ان امور کا تدارک کرتا ہے جو اسکی شان کے منافی ہوں اور اس سے سرزد ہوں۔ جو بادشاہ اپنے جاہ و مرتبے کو قایم رکھنا چاہے اس کو چاہیئے کہ ان اعلےٰ ترین اخلاق سے اپنے آپ کو پیراستہ کرے جو اس کے مرتبہ ریاست کے شایان ہوں مثلاً شجاعت و حکمت سے فیاضی سے زیادتی کرنے کی حالت میں معافی عام منفعت کے اہتمام میں ان کرتبوں کا لحاظ رکھے جن کو کہ صیاد وحشی جانوروں کے صید کرنے میں کیا کرتا ہے۔ صیاد جب نیستان میں جاتا ہے تو آہوؤں کو دیکھکر ان صورتوں کو سوچتا ہے جو آہوؤں کی طبیعتوں اور عادتوں کے مناسب ہوا کرتے ہیں انہیں صورتوں کے لئے وہ آمادہ ہوتا ہے پھر دور سے ان کے سامنے ظاہر ہوتا ہے ان کی آنکھوں اور کانوں کیطرف سے نگاہ کو نیچا کر لیتا ہے آہوؤں کیجانب سے جب اس کو ذرا سا بھی کھٹکا معلوم ہوتا ہے تو فوراً جم کر ایسا کھڑا ہو جاتا ہے جیسے پتھر ذرا بھی حرکت نہیں ہوتی اور جب اس کو کسی قدر غافل پاتا ہے تو نہایت نرمی اور آہستگی سے آگے کو بڑھتا ہے کبھی اس کو نغمہ سے خوش کرتا ہے کبھی اس کے سامنے ایسا چارہ ڈالتا ہے جس کو وہ بہت پسند کرتا ہو اور بادشاہ خود بھی بالطبع فیاض ہو فیاضی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اُس کی غرض لوگوں کا شکار کرنا نہ ہو۔ نعمتوں سے منعم کی محبت دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور محبت کی زنجیر آہنی زنجیر سے زیادہ سخت ہوا کرتی ہے ایسے ہی جو شخص اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تو اُس کو مناسب ہے کہ ایسا لباس گفتگو۔ ادب اختیار کرے جس کی جانب لوگوں کے دلوں کو کشش ہو۔ اور آہستہ آہستہ اُن سے قریب ہوتا جائے اور اخلاص و محبت کو بغیر اسراف و گزاف کے اُن پر ظاہر کرے کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جس سے وہ سمجھ جائیں کہ یہ مہربانیاں صرف اُن کے شکار کرنے کو ہیں اور خوب اُن کی دل نشین کر دے کہ اُس کا مثل اُنکے حق میں ناممکن ہے اور جب تک لوگوں کے دلوں میں اُس کی فضیلت اور فوقیت خوب بیٹھ نہ جائے برابر اسی کوشش میں اُس کو رہنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ اُن کے سینوں میں بادشاہی محبت اور تعظیم بھر گئی ہے اُن کے اعضا میں نیازمندی اور فروتنی سرایت کر گئی ہے اب بادشاہ کو ان سب امور کی نگرانی چاہیئے۔ کوئی امر ایسا پیش نہ آئے جس کی وجہ سے اُن کی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا ہو۔ اگر بالفرض کوئی کوتاہی پیش بھی آ جائے تو فوراً اُس کا تدارک کر دے اُن پر لطف و احسان کرے اور ظاہر کر دے کہ جو کچھ عمل میں آیا ہے بمقتضائے حکمت عملی آیا ہے۔ یہ اُن کے فائدے کے لئے ہوا ہے نہ مضرت کے لئے اور ان سب امور کے بعد بادشاہ کو اپنی فرمانبرداری ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ سرکشوں سے انتقام لے جس شخص کا اُس کو حال معلوم ہو کہ اُس نے جنگ میں یا خراج وصول کرنے یا کسی اور تدبیر میں کوئی کار نمایاں کیا ہے تو اُس پر زیادہ داد و دہش کرے اُس کے مرتبہ کو بلند کرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اُس سے پیش آئے اور جس شخص کی خیانت تخلف نافرمانی بادشاہ کو معلوم ہو تو اُس کے وظیفہ کو گھٹا دینا چاہیئے اُس کے مرتبے کو کم کر دینا چاہیئے اُس سے ترش روئی کرنی چاہیئے اور بادشاہ کو بہ نسبت عام لوگوں کے زیادہ تونگری کی بھی ضرورت ہے اور بادشاہ کو مناسب ہے کہ لوگوں کو زیادہ تنگ نہ کرے۔ مردہ زمینوں کو زندہ کرنے پر اُن کو مجبور نہ کرے اور سدود جانب کی حمایت اور حفاظت نہ کرائے۔ اور اگر کسی سے نہایت سخت گیری کرے تو پہلے اہل حل و عقد کو ثابت کر دے۔ کہ یہ اسی کا مستحق ہے مصلحت ملکی اسی کی مقتضی ہے اور بادشاہ کو چاہیئے کہ اُس میں نہایت فراست کا مادہ ہو دلوں کے راز سمجھ سکتا ہو جس میں ایسی زیرکی ہو کہ اُس کے گمان ایسے ٹھیک ہوں جیسا کسی چیز کو دیکھ رہا ہے یا سُن رہا ہے اور بادشاہ کے لئے ضرور ہے کہ ضروری امر کو کل پر نہ چھوڑے اور اگر رعیت میں سے کسی کو ایسا پائے کہ اُس کے دل میں بادشاہ کی جانب سے عداوت ہو تو جب تک اُس کو برہم نہ کر دے اور اُس کی طاقت کو ضعیف نہ کر دے اُسکو تسلی نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

باب ۲۵

اپنے اعوان و انصار کی سیاست کے بیان میں

جب بادشاہ خود ان تمدن کی مصلحتوں کا کارپرداز نہیں ہو سکتا ہے اسلئے ضرور ہے کہ ہر ایک کام کے لئے اُسکے پاس معاون ہوں۔ معاونین میں یہ شرط ہے کہ اُن میں امانت کی صفت ہو اور جو خدمت اُن کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق کیگئی ہے وہ اس کی بجا آوری کرسکیں اور بادشاہ کے ظاہر و باطن میں فرمانبردار اور مخلص ہوں جس معاون میں یہ صفت نہ ہوگی وہ معزول کرنے کے لائق ہے اگر بادشاہ اُس کے معزول کرنے میں سستی کریگا تو گویا وہ شہر کیساتھ بددیانتی کریگا اور اپنی حالت کو خراب کردیگا اور یہ بھی مناسب ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنا معاون نہ بنانے جن کا معزول کرنا دشوار ہو یا قرابت وغیرہ کے سبب سے وہ ملکی حقدار سمجھے جاتے ہوں اسلئے کہ ایسے لوگوں کا معزول کرنا بھی نازیبا ہوا کرتا ہے اور بادشاہ اپنے مخلصین کی بخوبی تمیز رکھے بعض لوگ تو کسی بیم یا امید کے لئے اخلاص ظاہر کیا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کسی حیلہ اور ذریعے سے اپنی طرف مائل رکھنا چاہئے اور بعض بے غرضانہ بادشاہ کے مخلص ہوا کرتے ہیں بادشاہ کا نفع اُن ہی کا نفع اور اُس کا نقصان اُن کا نقصان ہوا کرتا ہے ایسے لوگوں کی محبت صاف بے غل و غش ہوتی ہے ہر شخص کی ایک خاص پیدائشی طبیعت اور ایک خاص عادت ہوتی ہے جس کا وہ عادی ہوا کرتا ہے اور بادشاہ کو یہ بھی مناسب ہے کہ ہر شخص کی حیثیت اور حالت سے زیادہ خدمت کی توقع نہ رکھے معاونین کی خدمتیں مختلف ہوا کرتی ہیں انہیں سے ایک حصہ مخالفین کی شر سے ملک کی پاسبانی کرتا ہے اُن کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بدن انسانی میں ہاتھ ہتھیاروں کو تھامے ہوئے اور ایک حصہ شہر کی تدابیر کا منتظم رہتا ہے جیسے بدن انسان میں مدبر قوتیں اور ایک حصہ ملکی مشیروں کا ہوتا ہے جیسے آدمی کے لئے عقل اور حواس۔ بادشاہ کا فرض ہے کہ روزانہ معاونین کیحالت کو دریافت کرکے تمام واقعات اصلاح اور خرابی کو معلوم کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ اور تمام کارکن شہر کی مفید خدمتوں میں مصروف رہتے ہیں اسلئے شہر کو اُن کی مصارف کی کفالت کرنی چاہئے اور ضرور ہے کہ وہ ٹیکس اور خراج جمع کرنے میں ایسا راہ راست اختیار کیا جائے جس میں لوگوں کو ضرر نہ پہنچے اور حوائج کے لئے کافی ہو جائے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ ہر شخص اور ہر ایک مال سے ٹیکس وصول کیا جائے اور تمام مشرقی اور مغربی قوموں کے سلاطین نے خاص لحاظ کرکے اتفاق کیا ہے کہ مالداروں اور کسانوں سے محصول وصول کیا جائے اور اُن مالوں سے جو ترقی پذیر ہیں جیسے نسل والے چار پائے اور زراعت و تجارت اگر کبھی زیادہ خراج لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو پیشہ وروں سے وصول کیا جاتا ہے اور بادشاہ کا یہ بھی فرض ہے کہ لشکروں کی سیاست اسطرح کرے جیسے ایک ماہر شہسوار گھوڑے کی درستی کرتا ہے وہ ہر ایک قسم کی چال پویہ دوڑ قدم سے واقف ہوتا ہے گھوڑے کے تمام بُرے عادات توسنی وغیرہ کو بخوبی جانتا ہے چابک للکارنے مہمیز وغیرہ سے گھوڑے کی بخوبی تنبیہ کرنے کو سمجھتا ہے اور خوب ان امور کا لحاظ رکھتا ہے جب کوئی ناپسندیدہ حرکت وہ کرتا ہے یا پسندیدہ حرکت کو ترک کرتا ہے تو اُس کو اسطرح تنبیہ کرتا ہے کہ اس کی طبیعت اُس کو قبول کرلیتی ہے اور جس سے اُس کی تندی فرو ہو جاتی ہے اس تنبیہ میں شہسوار کو یہ لحاظ رہتا ہے کہ اسکی طبیعت پریشان نہ ہو جائے اور جس وجہ سے اُس کو مارا ہے اُسکو نہ سمجھ سکے اور جس امر کو وہ گھوڑے کے سامنے پیش کرتا ہے اسکی صورت گویا اُس کے سامنے کھڑی کردیتا ہے اور خوب اُسکے دل میں بٹھا دیتا ہے اور اُس کی طبیعت میں سزا کا خوف جما دیتا ہے اور جب غرض کے موافق اُس سے بخوبی کام ہونے لگتے ہیں تو وہ اُس کی مشاقی کو جب تک ترک نہیں کرتا کہ جبتک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نہیں دیکھ لیتا کہ اغراض مطلوبہ اس کی طبیعت اور عادت ہوگئی ہیں اور اسکی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اگر روک ٹوک نہ کی جائیگی تو خلاف اغراض کیطرف میلان نہ کریگا ایسے ہی لشکروں کے منتظم پر بھی یہ ضرور ہے کہ مقصود طریقوں کو خوب پہچان سکے کہ کون کون سے امور کرنے کے قابل ہیں اور کون سے امور نہ کرنے کے لائق اور ان امور سے بھی واقفیت ہو کہ جنسے لشکریوں کو تنبیہ کرتے ہیں اور منتظم کو چاہیئے کہ ان امور کو کبھی ترک نہ کرے اور معاونین کی تعداد محدود نہیں ہے شہر کی جتنی ضرورتیں ہوتی ہیں اُن ہی کے موافق معاونین کی تعداد ہوا کرتی ہے کبھی اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک کام کے لئے دو معاون ضروری ہوتے ہیں اور کبھی دو خدمتوں کے لئے ایک ہی معاون کافی ہوتا ہے لیکن اصلی معاون پانچ قسم کے ہوتے ہیں اول قاضی۔ قاضی میں یہ اوصاف ہونے چاہئیں کہ آزاد ہو مرد بالغ اور عاقل ہو پوری طرح پر اپنی خدمت کو انجام دے سکے معاملات کے طریقوں سے اچھی طرح واقف ہو ان کو زبل سے خوب واقف ہو کہ اثنائے خصومت میں مدعی مدعا علیہ کیا کرتے ہیں اس میں صفت سختی اور حلم کی ہو اور دونوں پر خوب غور کرے اور دوسرا امیر لشکر۔ امیر لشکر کو چاہیئے کہ سامان جنگ اور دلیر طبع اور شجاعت پیشہ لوگوں میں باہم الفت قایم رکھے اور خوب جانتا ہو کہ ہر شخص کو کہاں تک نفع پہنچ سکتا ہے لشکروں کی ترتیب جاسوسوں کے مقرر کرنے کی کیفیت اسکو خوب معلوم ہو اور مخالفین کی کیدوں سے بخوبی آگاہ ہو۔ اور تیسرا منتظم شہر منتظم شہر کا تجربہ کار ہونا ہے جو شہر کی درستی اور خرابی کے طریقوں سے خوب واقف ہو اسمیں سختی کے ساتھ حلم بھی ہو اور ایسے خاندان کا ہو جو ناپسندیدہ امر کو دیکھکر خاموش نہ رہ سکتے ہوں اور منتظم شہر کو یہ بھی مناسب ہے کہ ہر قوم کے لئے انہی میں سے ایک نقیب مقرر کرے جو اس قوم کے حالات سے پورا واقف ہو اس نقیب کے ذریعہ سے اُس قوم کے تمام حالات منتظم رہ سکتے ہیں اور اس قوم کی حالت کی دار و گیر اس نقیب کے ذریعہ سے کی جا سکتی ہے اور چوتھا عامل۔ عامل کو چاہیئے کہ مالوں پر محصول لینے کی کیفیت سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ مستحق لوگوں پر اس آمدنی کو کیسی تقسیم کر سکتے ہیں اور پانچواں وکیل بیت بادشاہ کے تمام اُن امور کا متکفل ہو جو اس کے معاش کے متعلق ہیں اسلئے کہ بادشاہ احوال ملکی کیوجہ سے اپنی اصلاح معاش کیطرف توجہ نہیں کر سکتے۔

باب ۲۶

منافع چہارم کے بیان میں

حکمت کا وہ حصہ ہے جسمیں شہروں کے حکام اور بادشاہوں کی حکمرانی کا بیان کیا جاتا ہے اور اُن تعلقات کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے جو مختلف اقالیم کے باشندوں کے مابین ہوا کرتے ہیں۔ جب ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے شہر پر بالاستقلال حکومت کرتا ہے ہر ایک کو مالی حصہ ملتا ہے دلیر طبع لوگوں کی جماعتیں اُن سے آملتی ہیں تو مزاجوں کے اختلاف اور استعدادوں کی یکساں حالت نہ ہونے سے اُن میں جور و تعدی کا مادہ آجاتا ہے اور رہنمائی کے راستے کو ترک کر کے ایک دوسرے کے شہر چھین لینے کی طمع کرتے ہیں جزئی خیالات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ۔ باعث ہوتے ہیں مثلاً کسی کو مالی خواہش ہوتی ہے کسی کو اضی کے یا صرف رشک و حسد کے سبب سے آن میں باہمی رنجشیں پیدا ہو کر نوبت جنگ و جدال کی آیا کرتی ہے جب باہم بادشاہوں میں یہ خرخشے بڑھتے رہتے ہیں اسلئے ان امور کی اصلاح کے لئے خلیفہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ خلیفہ سے ایسا شخص مراد ہے جسکے قبضہ میں اتنی لشکر اور سامان ہوں کہ دوسرے شخص کا اس سے ملک لینا بمنزلہ ناممکن کے ہو ایسے شخص سے ملک کو لینا جب ہی ممکن ہوتا ہے کہ نہایت درجہ کوشش اور محنت کیجائے بہت سی جماعتیں متفق ہوں بکثرت مال صرف کیا جائے ایسا ہی تمام لوگوں سے نہیں بن پڑتا عادۃً ایسا ہونا ناممکن ہے۔ جب خلیفہ قرار پاجاتا ہے اور ملک میں اپنی عمدہ سیرت کا وہ عملدرآمد کرتا ہے اور تمام زبردست لوگ اور شاہ اسکے فرمان پذیر ہوتے ہیں تو خدا کی نعمت کامل ہوجاتی ہے شہروں اور لوگوں میں خاموشی پیدا ہوجاتی ہے ان مضرتوں کے دور کرنے کے لئے جو لوگوں کو درندہ طبیعتوں سے پہنچتے ہیں کہ ان کے مالوں کو وہ تاخت تاراج کرتے ہیں ان کی اولادوں کو اسیر کر لیتے ہیں ان کے ننگ و ناموس کی پردہ دری کرتے ہیں خلیفہ کو جنگ کرنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے اسی ضرورت کیوجہ سے بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا۔ ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ (ہمارے لئے ایک بادشاہ کو بھیجو تاکہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں) ابتداءً جب نفسانی خواہشوں یا درندوں کی سیرت پیدا کر لینے سے لوگوں کی حالت خراب ہوجاتی ہے اور وہ ملک میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں تو بلاواسطہ یا انبیاء کے ذریعہ سے خدا سبحانہ الہام فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا رعب و داب اٹھا دیا جائے اور ان میں جو بالکل قابل اصلاح نہ ہو وہ قتل کردیا جائے اس قسم کے لوگ نوع انسانی میں ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی عضو اکلہ (گلنے) کی بیماری سے ماؤف ہو جائے۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع و بیع (اگر خدا لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرے تو تمام کلیسا اور عبادت خانے منہدم کردئے جائیں) میں اسی ضرورت کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسی لئے خدا نے فرمایا ہے وقاتلوہم حتے لاتکون فتنۃ (ان سے جب تک لڑو کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو) اور خلیفہ بغیر مالی طاقت اور لوگوں کی زبردست جماعتوں کے بادشاہوں سے مقابلہ کرکے ان کے رعب و داب کو اٹھا نہیں سکتا ہے اور ان امور کے لئے ضرور ہے کہ خلیفہ ان اسباب سے واقف ہو جو جنگ و صلح کے مقتضی ہوا کرتے ہیں خراج اور جزیہ لگانے کے طریقوں کو جانتا ہو اس کو اس میں تامل کرنا چاہئے کہ مقابلہ سے کیا مقصود ہے کسی ظلم کا دفع کرنا ہے یا ناپاک درندوں کی سی طبایع کا تباہ کرنا جن کی اصلاح سے بالکل مایوسی ہو یا ان لوگوں کے رعب و داب کو گھٹانا جو ناپاکی میں پہلوؤں کی نسبت کم درجے کی ہیں یا کسی قوم مفسد ملک کی قوت کو اس طرح توڑنا کہ ان کے مدبر سردار قتل کردئے جائیں یا ان کے مالوں اور اراضی کی ضبطی کی جائے یا رعیت کا رخ ان سے پھیر دیا جائے خلیفہ کو یہ زیبا نہیں ہے کہ کسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مشکل امر میں پھنس جائے مثلاً مالی فوائد کے لئے اپنے رفقا کی ایک عمدہ جماعت کو فنا کردے خلیفے کا فرض ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف پھیرے ہر ایک کی نفع رسانی کا اندازہ رکھے اور ہر شخص کی جو حالت ہے اس سے زیادہ کسی پر اعتماد نہ کرے اور رؤسا اور دانشمند لوگوں کی بلندی مرتبہ کا خیال رکھے اور ترغیب اور تخویف سے انکو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑائی پر آمادہ کرتا رہے اور ابتدائی حالت میں اس کا اہتمام رکھے کہ تحت بادشاہ کی جماعت متفرق رہے اُن کو غلبہ نہ ہونے پائے اُنکے دل مخالف رہیں حتی کہ وہ سب کے سب حضوری میں دست بستہ ہیں اور اپنے لئے کچھ منصوبہ نہ کر سکیں جب ایسا بنا نے میں اُنپر کامیابی ہوجائے تب لڑائی سے پہلے اپنے گماشتے خوب اُن کا اندازہ کرے اگر اب بھی اُن کو اندیشہ ہو کہ فساد سے باز نہ آئینگے تو گراں گراں خراج اُنپر لگا تا جائے سخت جرمانے سے انکو زیر بار کرتا رہے اُن کے قلعوں کو مسمار کردے اُن کو ایسا عاجز کر دے کہ پھر اُن سے ایسی حرکت نہ ہوسکے اور چونکہ خلیفہ ایک ایسے مزاج کا محافظ ہوتا ہے جو نہایت مخالف خلطوں سے حاصل ہوا کرتا ہے اسلئے بہت ضرور ہے کہ وہ خود بیدار طبع ہو اور ہر طرف جاسوسوں کو بھیجتا رہے اور ہمیشہ فراست اور دوربینی سے کام لیتا رہے جہاں کہیں دیکھے کسی لشکر کی ایک جماعت نے اتفاق کر لیا ہے تو فوراً ایک دوسری جماعت کو متعین کرے کہ اُن سے نہ مل سکیں اور اگر کسی شخص کو دیکھے کہ خلافت کا خواہاں ہے تو اُس کی جڑ ادھیڑ دے اُس کی شوکت اور عافیت کے زائل کرنے میں تامل نہ کرے اور سب لوگوں کے لئے یہ طریقہ قرار دے کہ سب اُسکے حکم کو قبول کریں اور اُسکے اخلاص پر متفق رہیں یہ صرف زبانی ہی قبول نہ ہو بلکہ قبول کی ظاہری علامت ایسی ہو جس سے عام پر دارو گیر کی جائے مثلاً اُسکے لئے متفق ہو کر دعا مانگتے رہیں بڑے بڑے مجموعوں میں اُس کی رفعت شان کا اظہار ہو اور جس لباس اور ہیئت کا خلیفہ حکم دے اُس کو دل سے اختیار کریں جیسے فی زماننا خلیفہ کا اشرفیوں پر نام کندہ ہوتا ہے واللہ اعلم۔

باب ۴۷

اس بیان میں کہ اُصول منافع پر سب لوگوں کا اتفاق ہے

اقالیم معمورہ کے شہروں میں سے کسی شہر کی معتدل المزاج عمدہ اخلاق قوموں سے کوئی قوم حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لیکر روز قیامت تک ان تدابیر منافع سے خالی نہیں رہی اور نہ رہ سکتی ہے ہر زمانے میں نسبہ بدرجہ ان تدابیر کے اصول سب کے نزدیک مسلم رہتے آئے ہیں جو شخص ان تدابیر کی مخالفت کرتا ہے لوگ اُس سے نہایت بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور چونکہ وہ نہایت مشہور ہوگئی ہیں اسلئے بدیہی امور کے درجہ میں سمجھی جاتی ہیں اُن تدابیر کی صورتوں اور فروعات کے اختلاف سے بیان بالا کی تکذیب نہیں ہوتی اسلئے کہ مثلاً سب کا اتفاق ہے کہ مُردوں کی عفونت دور کیجائے اور اُن کی بدبو ظاہر نہ ہو لیکن اُس کی صورت میں لوگ مختلف ہیں بعض زمین میں دفن کرنا پسند کرتے ہیں بعض آگ میں جلانے کو اچھا خیال کرتے ہیں سب اس پر متفق ہیں کہ نکاح کی شہرت دیجائے تاکہ حاضرین کے سامنے اُس میں اور زنا میں تمیز ہوجائے لیکن اُس کے لئے مختلف صورتیں قرار دی گئی ہیں بعض نے گواہوں اور ایجاب و قبول اور ولیمہ کو بہتر سمجھا ہے اور بعض نے دف اور رنگ و راگ اور لباس فاخرہ کو جو کہ صرف بڑی بڑی دعوتوں میں ہی پہنا جاتا ہے سب اس پر متفق ہیں کہ زانیوں اور چوروں پر زجر اور توبیخ کی جائے بعض نے سنگساری اور ہاتھ کا قطع کرنا پسند کیا ہے بعض نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکلیف دہ زدوکوب یا سخت قید یا سخت جرمانوں کی سزا اختیار کی ہے اور نیز دو قسم کے گروہوں کے ان اصولوں کے مخالف ہونے سے ہمارے قول کی تردید نہیں ہوتی۔

(۱) احمق لوگوں کے مخالفت جن کی حالت چارپایوں سے ملتی جلتی ہے عام لوگ یقیناً جانتے ہیں کہ اُن کے مزاج ناقص اور اُن کی عقلیں بیہودہ ہوتی ہیں اور اِن لوگوں کی بلاہت اس ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان تدابیر نافع کے پابند نہیں ہوا کرتے۔

(۲) فاسق و فاجر اگر اُن کا دل ٹٹولا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ تدابیر نافع کے معتقد ہیں لیکن اُن پر نفسانی خواہشیں غالب ہو جاتی ہیں جو اُنسے نافرمانیاں کراتی ہیں وہ خود خوب سمجھتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں اور لوگونکی بیٹیوں اور بہنوں سے زنا کرتے ہیں اور اگر کوئی اُن کی بیوی یا بہن سے ایسی حرکت کرے تو غصے سے کانپنے لگیں وہ خوب جانتے ہیں کہ لوگونپر اُن بُرائیوں کا وہی اثر ہوتا ہے جو اُنپر ہوتا ہے اور ایسے ایسے اثروں اور امور کا ہونا انتظام مدن کے لئے مضر ہے لیکن خواہش اُنکو اندھا کر دیتی ہے چوری اور غصب کا بھی یہی حال ہے خیال نہ کرنا چاہئے کہ لوگوں نے بلاوجہ ان تدابیر پر اتفاق کر لیا ہے اور سب کی تدابیر کا یکساں ہونا محض اتفاقی امر ہے جیسے کہ تمام اہل مشرق اور مغرب ایک ہی غذا اختیار کریں یہ خیال محض دھوکہ ہے یہ نہیں ہے بلکہ سلیم فطرت فیصلہ کرتی ہے کہ سب لوگوں کا اِن امور پر اتفاق کرنا حالانکہ اُن کے مزاج مختلف اُن کے شہر دور و دراز اُنکے مذہب جدا جدا ہیں صرف قدرتی مناسبت سے ہے جو نوعی صورت سے پیدا ہوتی ہے تمام آدمیوں نے کثیر الوقوع ضرورتوں کی وجہ سے اُن کو اختیار کیا ہے اور صحت نوعی اُس کی باعث ہوتی ہے جو لوگوں کے مزاجوں میں پڑی ہوئی ہے اگر کوئی شخص بیابان میں پیدا ہو جو اطراف آبادیوں سے دور ہو اور کسی سے وہ مراسم نہ سیکھے تو ضرور ہے کہ اُسکو کھانے پینے تشنگی خواہش نفسانی کی حاجتیں عارض ہونگی اور عورت کی رغبت بالطبع اُس میں پیدا ہوگی اور جب مرد و عورت کا مزاج صحیح ہوگا تو اُن سے اولاد بھی پیدا ہوگی اور خاندان کی بنا پڑنے لگیگی اور پھر باہم معاملات ہونے لگینگے اور تدابیر اُولٰے منتظمانہ صورت میں ظاہر ہونے لگینگی اور جب اُنکی اور بھی کثرت ہوگی تو ضرور ہے کہ کامل الاخلاق لوگ بھی اُن میں ہونے لگیں گے اور ایسے واقعات پیش آنے لگینگے جن سے تمام تدابیر متحقق ہوتی جائینگی۔ واللہ اعلم۔

باب ۲۸

اُن رسموں کے بیان میں جو لوگوں میں مشتہر ہوتی ہیں

معلوم کرنا چاہئے کہ رسمیں تدابیر کے لئے ایسی ہیں جیسے بدن انسان کے لئے دل مذاہب نے اُن کا بالذات اور سب سے پہلے قصد کیا ہے اور شرایع الٰہیہ میں انہیں کے مباحث اور اشارات ہوا کرتے ہیں رسموں کے پیدا ہونے کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً حکما کا اُن کو مستنبط کرنا اُن دانوںپر خدا کا الہام جن کو انوار ملکی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا نے مؤید کیا ہے رسموں کے مختلف اسباب ہوتے ہیں جن کے سبب سے وہ لوگوں میں پھیلتی ہیں کبھی کسی بڑے بادشاہ کا طریقہ ہوتا ہے جس کے سبب لوگ مطیع ہوتے ہیں اور کبھی وہ ان امور کی تفصیل اور تشریح ہوتی ہیں جنکو لوگ اپنے دلوں میں موجود پاتے ہیں اور اپنی دلی شہادت سے اُن کو قبول کر لیتے ہیں اور کبھی رسم کے چھوڑنے سے انکو غیبی سزا ملنے کا تجربہ ہوتا ہے اسلئے وہ نہایت اہتمام سے اختیار کرتے ہیں یا اُن کے ترک کرنے سے کوئی فساد پیدا ہوتا ہے یا رہنما عقلمندوں کے قائم کرنے سے وہ پیدا ہوتی ہیں ایسے لوگ اُن رسموں کے ترک کرنے پر ملامت کیا کرتے ہیں اہل بصیرت کو طریقوں کے زندہ کرنے یا انکو مردہ کرنے سے اکثر شہروں میں نظایر بالا کی تصدیق کرنے کی توفیق اکثر حاصل ہو جایا کرتی ہے۔

اور مستعمل طریقے اپنے اصلی حالت میں درست ہوتے ہیں اسلئے کہ اُن سے عمدہ تدابیر کی حفاظت ہوتی ہے اور اُن کے ذریعے سے افرادِ انسانی کو کمالِ نظری یا عملی حاصل ہوتا ہے اور اُن کے نہ ہونے سے اکثر لوگ بہایم طبع ہو جاتے ہیں اکثر آدمی نکاح و معاملات مقصود طریقے کے موافق کرتے ہیں اور جب اُن سے اسکا سبب پوچھا جاوے کہ اُن قیدوں میں وہ کیوں پھنسے ہوئے ہیں تو وہ یہ جواب دینگے کہ ہم لوگوں کی موافقت سے ایسا کرتے ہیں اُن کی نہایت کوشش کا نتیجہ اُن امور کی پابندی کے متعلق ایک علم اجمالی ہوتا ہے کہ جس کو صاف طور پر اُن کی زبان بیان نہیں کر سکتی تو اُنکا کیا احتمال ہے کہ اُن امور کی تدابیر کی وہ تمہید بیان کر سکیں ایسے لوگ اگر ان طریقوں کی ضروری پابندی نہ کریں تو تقریباً وہ بہایم صفت ہو جاوینگے لیکن اُن رسموں میں کبھی کبھی باطل چیزیں بھی شامل ہو جاتی ہیں اور لوگوں کو اُن کے عمدہ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اسطرح پر کہ ایسے خاندان کو کبھی ریاست حاصل ہو جاتی ہے اور جن پر جزئی رائیں غالب ہوں تو وہ کلی مصلحتوں کا خیال نہ کریں اسلئے رہزنی اور غصب وغیرہ درندوں کے سے کام کرنے لگیں یا نفسانی خواہشوں کے موافق کام کریں جیسے لواطت اور مردوں کا زنانہ پن یا پرُ خطر پیشے اختیار کریں رباخواری کریں اور وزن پیمانہ میں کمی کریں یا لباس اور ولیموں میں ایسے عادات اختیار کریں جن میں فضولی اور اسراف ہو اور ان اشیا کے موجود و مہیا کرنے میں بڑے اہتمام کی ضرورت پڑے یا تفریح کے لئے اپنے شوق بڑہائیں جنکے سبب سے امورِ معاش و معاد معطل ہو جائیں جیسے مزامیر شطرنج شکار کبوتر بازی وغیرہ یا مسافروں پر پُر مشقت محصول مقرر کریں اور رعیت سے ایسے خراج وصول کریں جس سے وہ تباہ ہو جائے یا باہم حرص و بغض زیادہ کر لیں انکو یہ عمدہ معلوم ہوتا ہو کہ لوگوں سے ایسا برتاؤ کریں اور اُس کو ناپسند کرتے ہیں کہ اور لوگ اُن سے ایسا معاملہ کریں ایسے لوگوں کے مرتبے اور شوکت کی وجہ سے کوئی شخص اُن پر حرف گیری نہ کر سکتا ہو اُن کے بعد اُسی خاندان کے فاسق اور فاجر لوگ ایسے اعمال کی پیروی کریں اُن اعمال میں مدد دیں اُن کے پھیلانے میں خوب کوشش کریں یا ایسے لوگ پیدا ہوں کہ جن کی طبیعتوں میں نہ اعمالِ صالحہ کا قوی میلان ہو نہ اعمالِ فاسدہ کا لیکن رؤساہی کی حالت دیکھ کر اُن میں بھی اُن ہی امور کی آمادگی پیدا ہو جائے یا عمدہ راستے ہی اُن کو بآسانی نہ مل سکیں۔ اسواسطے وہ ایسے امور کو اختیار کر لیں ایسے خاندانوں کی اخیر حالت میں بھی ایسے لوگ باقی رہا کرتے ہیں جن کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرتیں درست ہوتی ہیں وہ اُن سے میل جول نہیں رکھتے اور غصے کی حالت میں خاموش رہتے ہیں ایسی خاموشی سے بھی مذموم طریقے مستحکم ہوتے رہتے ہیں ایسی حالت میں کامل العقل لوگوں کا فرض ہے کہ حق کے پھیلانے وجلدی کرنے میں باطل چیزوں کے نابود کرنے میں پوری کوشش کریں اکثر حق کی تائید کے لئے نزاعوں اور لڑائیوں کی نوبت بھی آتی ہے لیکن یہ نزاعیں تمام نیک کاموں میں سے افضل ہوا کرتی ہیں اور جب رہنمائی کے طریقے خوب منعقد ہوجاتے ہیں اور ہر زمانے میں لوگ اُن کو تسلیم کرتے ہیں تو انہی پر اُن کی موت زندگی ہوتی ہے اور دل اور خیالات اُن طریقوں سے مملو ہوتے ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ طریقے اصل تدبیروں کے لئے لازم ہیں ایسی حالت میں اُن کی نافرمانی ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جن کی طبیعتوں میں بہت ہی بے باکی ہوتی ہے اور وہ سبک حرکات ہوتے ہیں اور اُن کی نفسانی خواہشیں اُن پر غالب ہوتی ہیں اور ہوا پرستی اُن کی عادت ہوجاتی ہے وہ ایسی لغزشیں تو کرتے ہیں لیکن یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں بعض مصلحت کلی ہیں اور اُن میں ایک پردہ حائل ہوجاتا ہے اور جب وہ کام بے باکانہ طور پر کرتے ہیں تو اُن کی نفسانی مرض کی کیفیت صاف صاف معلوم ہوتی ہے اور اُن کے ذہن میں رخنہ پڑجاتا ہے اور جب خوب صاف یہ باتیں دل میں قرار پاجاتی ہیں تو ملاء اعلیٰ کی دعائیں اور اُن کی نیاز مندیاں اس طریقے کے موافقین کیلئے پابند ہوتی ہیں اور اُن کے مخالفوں پر اُن کی بددعا ہوتی ہے اور حظیرۃ القدس میں موافق کے لئے خوشنودی اور مخالف کے لئے ناخوشی ظاہر ہوتی ہے جب ان طریقوں کی یہ حالت ہوتی ہے تو وہ اس فطرت سے شمار کئے جاتے ہیں جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

چوتھا مبحث سعادت کے بیان میں

باب ۲۹

سعادت کی حقیقت کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ انسانی کمالات مختلف ہیں بعض باقتضائے صورۃ نوعی ہوتے ہیں اور بعض نوعی نہیں اور وہ بھی جنس قریب یا بعید کے اقتضاء سے ہوتے ہیں لیکن سعادت کا وہ حصہ جن کے مفقود ہونے سے انسان کو حسرت ہوتی ہے اور درست عقل کے لوگ اس کا نہایت اہتمام اور قصد کرتے ہیں وہ پہلا حصہ نوعی کمالات کا ہے اس لئے کہ وہ تعریف کے قابل کبھی ایسی صفات ہوتی ہیں کہ معدنی اجسام بھی اس میں شریک ہیں مثلاً درازی قد اور بزرگی قد اگر سعادت اسی کو قرار دیں تو پہاڑوں میں سعادت کی صفت پوری پوری ہونی چاہئے اور بعض صفات ایسے ہیں کہ وہ نباتات میں بھی ہوتے ہیں جیسے مناسب نشوونما۔ یا ترو تازہ صورتیں اگر اس کو سعادت کہینگے تو پھولوں میں کامل سعادت ہوگی اور بعض صفات ایسی ہیں جن میں حیوانات شریک ہیں جیسے زور آوری بلند آوازی جنسی کی طاقت زیادہ کھانا پینا غضب اور کینہ کا زیادہ ہونا اگر اسی کا نام سعادت ہو تو گدھے میں سعادت زیادہ ہونی چاہئے اور بعض صفات ایسے ہیں کہ صرف انسان ہی کا وہ حصہ ہے جیسے مہذب اخلاق عمدہ تدابیر اعلیٰ قسم کی صنعتیں بلندی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منتبہ بادی الرائے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہی امور کا نام سعادت ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انسانی بستیوں میں کامل العقل اور درست رائے لوگ انہیں اوصاف کو حاصل کیا کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اور اوصاف کو گویا وہ قابل تعریف ہی نہیں جانتے لیکن ابھی تک پوری تنقیح نہیں ہوئی اسلئے کہ تمام افراد حیوانی میں ان اوصاف کی اصل موجود ہے مثلاً شجاعت کی بنیاد ہے غصہ انتقام لینا شدائد میں ثابت قدمی مہلکات کی طرف اقدام اور یہ سب امور نر درندہ بہائم میں موجود ہیں لیکن ان کا شجاعت جب ہی نام رکھا جاتا ہے کہ نفس ناطقہ کے فیضان سے ان میں تہذیب آتی ہے اور مصلحت کلیہ کی اطاعت سے ان کا صدور ہوتا ہے عقلی خواہش ان کو پیدا کرتی ہے اور ایسے ہی اور صنعتوں کی اصل بھی حیوانات میں موجود ہے چڑیا اپنے آشیانے کو بناتی ہے بلکہ اکثر صنعتیں ایسی ہیں کہ حیوانات بالطبع انکو بناتے ہیں اور انسان تکلیف بھی ویسی نہیں بنا سکتا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ امور بھی اصلی سعادت نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو بالعرض سعادت کہہ سکتے ہیں اور سعادت یہی ہے کہ بہیمی حالت نفس ناطقہ کے تابع ہو خواہش عقل کے تابع ہو خواہش پر عقل کی حکومت ہو باقی سب خصوصیات بخوبی معلوم کر لو کہ حقیقی سعادت سے جن امور کو تعلق ہے وہ دو قسم کے ہیں ایک قسم ایسی ہے جس میں پیدائشی طور پر نفس ناطقہ کا فیضان امور معاش میں ہوتا ہے لیکن اس قسم سے خلق مطلوب پوری طرح پر حاصل ہونا ممکن نہیں ہے اس قسم کے مرتین افعال کے لئے جزئی فکروں میں اکثر خوض کرنا پڑتا ہے ایسی حالت کمال مطلوب کے خلاف ناقص شخص کی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کوئی شخص غصہ اور کشتی کے جوش دلانے سے شجاعت حاصل کرنا چاہے یا عرب کے اشعار اور خطبوں کی واقفیت سے فصیح بننا چاہے اسلئے کہ اخلاقی امور کا ظہور اپنے ہمجنسوں کی مزاحمتوں سے ہوتا ہے اور ضرورتوں کے پیش آنے سے منافع حاصل ہوا کرتے ہیں اور آلات اور ان سے صنعتوں کی تکمیل ہوا کرتی ہے اور یہ سب امور دنیوی زندگی کے ختم ہو جانے سے ختم ہو جایا کرتے ہیں اگر وہ ناقص ایسی حالت میں مر جائیگا اور اس کو ان امور سے کچھ بیزاری بھی ہوگی تب تو وہ صرف اصلی کمال سے ہی محروم رہیگا اور اگر ان تعلقات کی صورتیں نفس کو لپٹی ہونگی تو نفع سے زیادہ اس کو مضرت ہوگی۔

اور دوسرا حصہ وہ ہے جس کی بہیمیت ملکیت کے تابع ہو کر بہیمیت ملکیت کے اشارہ سے سب امور کی بجا آوری کرے اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور قوت ملکی ایسی ہو کہ بہیمیت کے ادنے اثروں کو قبول نہ کرے اس کے کمینہ نقوش اس میں نہ جم سکیں جیسے موم میں انگشتری کے نقوش جم جاتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ملکی طاقت اپنی ذاتی خواہشوں کو بہیمیت کے سامنے پیش کرکے اس سے مطالبہ کرتی رہے اور بہیمیت اس کی اطاعت کرے کسی قسم کی بغاوت اس کی جانب سے نہ ہو ان کی تعمیل سے باز نہ رہے اور ایسے ہی ملکی طاقت اپنی خواہشوں کا بہیمیت سے امضا کرواتی رہے حتی کہ وہ اس کی عادی ہو کر مشتاق ہو جائے یہ سب ملکی خواہشیں جو ملکیت کے لئے ذاتی ہونگی اور بہیمیت کو مجبوری ان کی تعمیل کرنی ہوگی وہ سب اس قسم کی ہونگی کہ ان میں ملکیت کو خوشی اور کشایش ہوگی اور بہیمیت کی تنگ دلی ہے اس سے عالم الملکوت کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور جبروت کی کیفیت نظر آنے لگتی ہے یہ حالتیں قوت ملکی کا خاصہ ہیں اور قوت بہیمی کو ان حالات سے نہایت بعد ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی قسم میں سے ہے کہ قوت بہیمی کی خواہشیں اور اس کے لذائذ اور وہ امور جن کا جوش بہیمیت میں زیادہ شوق ہوا کرتا ہے ترک کر دیجائیں اس حصے کا نام عبادات اور ریاضات ہے یعنی مقصود اخلاق کے حاصل کرنے کے لئے دم ہے جو موجود نہیں ہوتے ہیں لئے اس مقام کی تحقیق کا انجام یہ ہوا کہ بغیر عبادات کے اصلی اور حقیقی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی اسی لئے صورت نوعیہ کے روشندان سے مصلحت کلی افراد انسانی کو ندا کرتی ہے اور نہایت تاکیدی حکم کرتی ہے کہ بقدر ضرورت ان صفات کی اصلاح کیجائے جو انسان کے لئے کمال ثانی ہیں اور غایت ہمت اور نہایت توجہ سے تہذیب نفس حاصل کیجائے اور نفس ایسی ایسی ہیئتوں سے آراستہ و پیراستہ کیاجاوے جن کی وجہ سے وہ ملاء اعلے کے ہمرنگ ہوجاوے اسمیں ایسی استعداد پیدا ہو جاوے کہ عالم جبروت و ملکوت کے اثر اس میں پیدا ہوسکیں قوت بہیمی اُسکے زیر فرمان رہے اور وہ ملکی احکام کا مظہر بنجائے افراد انسانی میں جب نوعی تندرستی ہوتی ہے اور اُن کا مادہ احکام نوع کے پوری طرح پر ظاہر ہونے کے قابل ہوتا ہے تو اُن میں اس سعادت کے حاصل کرنے کا شوق ہمیشہ رہتا ہے اور اس سعادت کیطرف ان کی کشش ایسی ہوتی ہے جیسے لوہے کی مقناطیس کی طرف یہ ایک جبلی فطری امر ہے جو خدا نے لوگوں کی طبیعت میں پیدا کیا ہے اور اسی واسطے لوگوں میں سے معتدل المزاج کوئی فرد ایسا نہیں ہوا جس میں ایسا عظیم الشان حصہ موجود نہ ہو جو اُس کو اس خلقی کمال کے حاصل کرنے کا اہتمام نہ ہو اور اُس کو اعلے ترین سعادت تسلیم نہ کرتا ہو سلاطین اور حکما اور اُن سے پست درجہ کی لوگ جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اُن مقاصد کی کامیابی ہوئی ہے جن کا درجہ دنیوی سعادت سے برتر ہے یہ لوگ فرشتوں میں مل گئے ہیں اُن ہی کی جماعت میں منسلک ہونے ہیں حتے کہ یہ سب لوگ ان سے برکت لیتے ہیں اور اُن کے ہاتھ پاؤں پر بوسہ دیتے ہیں پس تمام عرب اور عجم کا اس پر متفق ہونا حالانکہ ان کے عادات اور مذاہب مختلف ہوتے ہیں اور اُنکے وطن دور دراز ہوتے ہیں اور بوحدت نوعی سب کا ایک اسی حالت کا مقر ہونا پیدایشی او فطری مناسبت کے سبب سے ہے یہ اتفاق کچھ بعید نہیں ہے اسلئے کہ معلوم ہو چکا ہے کہ قوت ملکی اصل فطرت انسانی میں موجود ہے اور سب لوگوں میں افضل اور اعلے درجے کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں واللہ اعلم

باب ۳۰

اس بیان میں کہ لوگ اس سعادت انسانی کے حاصل کرنے میں مختلف ہوا کرتے ہیں

معلوم کرنا چاہئے کہ جیسے لوگ شجاعت اور تمام اخلاقی اوصاف میں مختلف ہوا کرتے ہیں یعنے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جن میں شجاعت کا وصف موجود نہیں ہوتا اور کسی ایسی مخالف حالت کی وجہ سے جو اُن کی نفس طبیعت میں ہوتی ہے شجاعت کے حاصل ہونے کی امید ہی نہیں ہوتی جیسے کہ مخنث اور نہایت کمزور اور بعض لوگوں میں بالفعل شجاعت نہیں ہوتی لیکن شجاعت کے مناسب افعال اور اقوال اور مناسب ہیئتوں کی مشاقی کے بعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے شجاع ہونے کی امید ہو سکتی ہے جب شجاع لوگوں سے وہ ان اقوال اور افعال کو حاصل کرتے ہیں اور پیشوایان شجاعت کے تذکرے اور واقعات کو یاد کرتے ہیں تو سختیوں میں ثابت قدمی ہلاکی کے موقعوں پر ان سے اقدام ہونے لگتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اصلی خلق ان کی طبیعت میں پیدائشی ہوتا ہے ہمیشہ وہ اسکی لاف زنی کرتے ہیں اگر اُس خلق سے ان کی طبیعت علیحدہ کی جائے تو ان کو بہت تنگ دلی ہوتی ہے اور ناگواری سے وہ خاموش رہ سکتے ہیں اور اگر ان کی پیدائشی حالت کے مناسب کوئی حکم دیا جائے تو ان کی ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے گندھک شعلۂ آتشین کے قریب پہنچتے ہی فوراً مشتعل ہو جائے، اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں نہایت کامل طور پر کسی خلق کی پیدائش ہوتی ہے وہ اُس کے مناسب اُس ہی کی خواہشوں کی طرف عجلت کرتے ہیں اگر ان کو بزدلی کی طرف بزور بلائیں تو وہ بالطبع اُس کو قبول نہیں کرتے بغیر کسی رسم و رواج اور بغیر کسی دوسرے کی خواہش کے اُن کو اس خلق کے کاموں اور ہیئتوں کا کرنا آسان ہوتا ہے ایسا آدمی اُس خلق کا امام ہوا کرتا ہے اُس کو کسی اور امام کی حاجت نہیں ہوا کرتی ہے اور جو لوگ اس خلق میں اُس سے کم درجے کے ہوتے ہیں اُن میں ضرور ہوتا ہے کہ اُس کے طریقے کو مضبوطی سے اختیار کریں اور اُس کی حالتوں اور واقعات کو اہتمام سے یاد کرتے رہیں تاکہ ان کو وہ اخلاقی کمال حاصل ہو سکے جس کی توقع ہو سکتی ہے ایسے ہی لوگ اس خلقی حالت پر مختلف ہوتے ہیں جس پر اُن کی سعادت کا مدار ہے بعض میں وہ حالت ایسی مفقود ہوتی ہے جس کی درستی کی امید ہو ہی نہیں سکتی جس کو حضرت خضر نے مردود الاستعداد بالطبع کافر تھا صم بکم عمی فہم لا یرجعون میں اس کی ہی طرف اشارہ ہے اور بعض لوگوں میں اصلاح کی امید ہوتی ہے لیکن جب وہ سخت سخت ریاضتیں کریں اور اعمال پر مداومت کریں نفس اُن اعمال سے متاثر ہوتا رہے اُس کے لئے انبیا کی جوش دہندہ دعوت اور اُن کے منقول شدہ طریقوں کی ضرورت ہوتی ہے اس قسم کے لوگ اکثر ہوا کرتے ہیں بعثت انبیا کے لئے بالذات یہی لوگ مقصود ہوا کرتے ہیں اور بعض لوگوں میں اجمالی طور پر خلق کی حالت موجود ہوتی ہے اُن سے اُس خلق کے آثار ظاہر ہوا کرتے ہیں لیکن وہ تفصیلی امور میں اور اُس خلق کے مناسب اکثر ہیئتوں کے درست کرنے میں امام کے محتاج ہوتے ہیں یکاد زیتھا یضیٓء ولو لم تمسسہ نار قریب ہے کہ اُس کا روغن روشن ہو وے اگرچہ اُس کو آگ بھی نہ لگے الخ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے ان لوگوں کو سباق کہتے ہیں اور لوگوں میں ایک طبقہ انبیا کا ہے وہ اس خلق کے کمالات کو مرتبہ فعلیہ میں لا سکتے ہیں اس کی مناسب ہیئتوں کو اختیار کرتے ہیں اس خلق کے حصہ میں جو کمی ہو اُس کے حاصل کرنے کی اور جو موجود ہو اُس کے باقی رکھنے کی کیفیت کو اختیار کرتے ہیں بغیر کسی رہبر اور امام اور کسی کی دعوت کے وہ نقص کو پورا کرتے ہیں وہ بمقتضائے فطرت جیسا جیسا کہ عمل کرتے رہتے ہیں تو ان کے اس عملدرآمد سے ایسے قانون منتظم طور پر مرتب ہو جاتے ہیں جو لوگوں میں یادگار رہتے ہیں اُن کو لوگ اپنا دستور العمل کر لیتے ہیں جب آہنگری اور درودگری وغیرہ عام لوگوں کو بغیر اُس کے حاصل نہیں ہوتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں سے منقول شدہ طریقوں کا استعمال کریں تو اُن اعلے مقاصد کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو جن کی رہنمائی صرف انہیں لوگوں کو ہوتی ہے جن کو خدا نے توفیق دی ہے اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اور اُن کے طریقوں کی پیروی کے لئے اُن کے حالات و اختیار کی طرف متوجہ ہونے کی کیسی شدید ضرورت ہے واللہ اعلم ۔

باب ۳۱

اِس سعادت کے حاصل کرنے کی کیفیت لوگوں میں مختلف ہوتی ہے

معلوم کرو کہ یہ سعادت دو طرح پر حاصل ہوتی ہے ایک طریقہ ایسا ہے کہ گویا اُس میں بہیمی طبیعت سے بالکل علیحدگی اور آزادی کرنی پڑتی ہے ایسے حیلے اور ذرایع اختیار کئے جاتے ہیں جن سے طبعی حکومت میں خاموشی پیدا ہو جاتی ہے اُن کا جوش بجھ جانے اُن کے علوم اور حالات بالکل پژمردہ ہو جائیں اور عالم جبروت کی طرف جو تمام جہتوں سے علیحدہ ہے اُس کی کامل توجہ ہو جائے نفس اُن علوم کو قبول کرنے لگے جو مکان اور زمانے سے بالکل علیحدہ اور جدا ہیں اور ان لذتوں کی خواہش اُس میں پیدا ہو جائے جو اوف لذتوں سے بالکل علیحدہ ہیں جیسے کہ لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیا جائے اُن کی مرغوبات سے بے رغبتی ہو اُن کے خوف کرنے کی چیزوں سے بے خوفی ہو تمام لوگوں سے یک دور کنارے پر علیحدگی ہو حکمائے اشراقیین کا یہی مدعا ہوتا ہے اور صوفیہ کرام میں سے مجذوبوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے ان میں سے بعض لوگ انتہائے غایت تک پہنچ بھی جاتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہیں اور باقی لوگ اُس غایت کے اشتیاق ہی میں رہتے ہیں اُس کے منتظر ہوتے ہیں کہ اُس میں بہیمیت کی اصلاح ہو جایا کرتی ہے اُس کی کجی دور کر دی جاتی ہے لیکن اُس کی اصل حالت باقی رہتی ہے یہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ یہ کوشش کی جاتی ہے کہ نفس ناطقہ کے افعال اور ہیئتیں اور اذکار وغیرہ کی قوت بہیمی ایسی ہی نقل کرتی ہے جیسے گونگا آدمی لوگوں کے اقوال کی اپنے اشاروں سے نقل کرتا ہے اور کوئی مصور نفسانی حالات خوف اور شرمندگی وغیرہ کی ایسی ایسی صورتوں سے نقل کرتا ہے جو اُن حالات کے ساتھ ساتھ نظر آیا کرتی ہیں اور جس عورت کا بچہ مر جاتا ہے وہ اس کا غم ایسے کلموں اور دردمندی سے ظاہر کرتی ہے کہ اُس کو جو سنتا ہے اُس پر غم طاری ہو جاتا ہے اور غم کی صورت اس کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے اور چونکہ تدبیر الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے بہت قریب اور سہل حالت اختیار کی جائے اور رفتہ رفتہ جو اُس کے قریب ہو اور اُن امور کی درستی ہو جائے جو تمام افراد انسان کے لئے موزون ہو سکیں نہ صرف چند صورتوں کے لئے دارین کی مصلحتیں قائم کی جائیں ۔ اُن دونوں میں سے کسی انتظام کی برہمی نہ ہو اسی لئے لطف و رحمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ اُس دوسرے طریقے کے قائم کرنے اور اسکی طرف دعوت اور آمادہ کرنے کے لئے پیغمبروں کو مبعوث کیا وہ پہلے طریقے کی طرف بھی رہبری کرتے ہیں لیکن صرف ضروری اشارات اور ضمنی اظہارات سے واللہ اعلم

اسکی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حالات انہیں لوگوں سے بن پڑتے ہیں جن میں لاہوتی کشش زیادہ ہو اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اُن حالتوں کے لئے نہایت سخت ریاضتوں کی نہایت درجہ فراغ خاطر کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہوا کرتی ہے اُن کے انجام دینے والوں کی تعداد کم ہوتی ہے ان حالتوں کے رہبر اور امام وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے امور معاش کو بالکل ترک کر دیا ہو دنیا میں دعوت دین کا اُن کو منصب حاصل نہیں ہے اور نیز اس حصہ کی تکمیل بغیر اس کے نہیں ہوتی کہ دوسرے حصے کا مستقل مجموعہ بھی پیش نظر رکھا جائے اور نیز اس حصے سے ایک نہ ایک سعادت سے مراد ہوگا یا دنیوی تدابیر کی اصلاح نہ ہوگی یا آخرت کے لئے نفس کی اصلاح نہ ہوگی۔ اگر سب لوگ اسی حصہ کو اختیار کر لیں تو دنیا ویران ہو جائیگی اور اگر لوگوں کو ان احکام کی تکلیف دی جائے تو گویا تکلیف بالمحال ہوگی اسلئے کہ تدابیر نافعہ ایک فطری شئے ہو گئے ہیں جن کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں اور دوسرے طریقے کے رہنما اور امام فہمین اور مصلحین ہوتے ہیں دین اور دنیا کی ریاست اُن کو حاصل ہوتی ہے اُن کے دعوت دینی کو لوگ قبول کرتے ہیں اُن کے طریقے کا اتباع کیا جاتا ہے سابقین اور اصحاب الیمین کے کمالات اسی تعلیم میں منحصر ہوتے ہیں اور اس قسم کے لوگ بھی کثرت سے موجود ہوا کرتے ہیں ذکی اور غبی اور مشغول اور بے کار بغیر حرج کے ان امور کو عمل میں لا سکتے ہیں اور نفس کی درستی اس کی کبھی رفع کرنے کے لئے اُن تکالیف سے بچنے کے لئے جن کا معاد میں اندیشہ ہے اسی قدر بندہ کے لئے کافی بھی ہے اس لئے کہ ہر نفس کے لئے کچھ افعال مقرر ہیں جن کے ہونے سے اس کو آخرت میں آرام ملتا ہے اور اُن کے نہ ہونے سے اسکو تکلیف ہوتی ہے اور بعض کیفیات ہیں جب عالم قبر اور حشر پیش آئیگا تو اُن کے احکام اس طرح ظاہر ہونگے جن کا علم اسکو جبلی طور پر نہ ہوگا اگرچہ وہ ایک زمانہ کے بعد ہونگے شعر

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا ویاتیک بالاخبار من لم تزود

ترجمہ زمانہ وہ حالات ظاہر کر دیگا جن کی تجھکو خبر بھی نہ تھی اور تیرے پاس خبروں کو وہ شخص لائیگا جن کے لئے تو نے توشہ طیار نہ کیا تھا یعنی وہ قاصد جس کو تو نے قاصدی کے لئے روانہ نہ کیا تھا۔ اور حاصل یہ ہے کہ غیر سعادت کے لئے تمام طریقوں کو پوری طرح پر احاطہ کرنا قریب محال کے ہے اور جبل بسیط اس سے معز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۳۲

اُن اصول و قواعد کے بیان میں جو دوسرے طریقہ کے لئے مدار اور مرجع ہیں

معلوم کرنا چاہئے کہ دوسرے طریقے کے موافق سعادت کا حاصل کرنا بہت سی صورتوں سے ہوتا ہے لیکن خدا نے اپنے فضل سے مجھکو سمجھایا ہے کہ اُن کی انتہا چار خصلتوں پر ہوتی ہے کہ جب نفس ناطقہ کا قوت بہیمیہ پر غلبہ ہوتا ہے اور نفس ناطقہ اس کو اپنی مناسب حالتوں پر مجبور کرتا ہے تو اس میں یہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں انسان کے تمام حالات میں سے اُن اوصاف کو ملا ملائکہ سے زیادہ ہمرنگی ہے انہیں اوصاف کی وجہ سے انسان اس برترین جماعت سے لحق ہو جاتا ہے اور انہیں میں منسلک ہو جاتا ہے خدا نے مجھکو سمجھایا ہے کہ انبیا کی بعثت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں اوصاف کے لئے ہوئی ہے انہیں پر وہ لوگوں کو مستعد کرتے ہیں تمام شرعی امور انہیں کے تفصیل ہیں سب کی انتہا انہیں کی طرف ہوتی ہے ان میں سے ایک وصف طہارت اور پاکیزہ زندگی کا ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کی فطرت سلیم ہوتی ہے اس کا مزاج صحیح ہوتا ہے اس کا دل تمام علمی مشاغل سے جو تدبیر کے مانع ہوتے ہیں خالی ہوتا ہے ویسی حالت میں جب اس کو پلید چیزوں سے آلودگی ہو جاتی ہے اور اس کو بول و براز کی مثلاً ضرورت ہوتی ہے اور ان سے فراغ نہیں ہوتا یا وہ مجامعت اور اس کی دواعی سے قریب ہی فارغ ہوتا ہے تو اس کا دل ایک انقباض کی حالت میں ہوتا ہے اس پر تنگی اور غم سا طاری ہوتا ہے اور اپنے آپ کو وہ نہایت گھٹن میں پاتا ہے اور جب دونو قسم کی نجاستیں دور ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کو ملتا ہے اور غسل کرتا ہے اور اچھے کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اس کا انقباض دور ہو جاتا ہے اور بجائے اس کے بہجت و خوشی معلوم ہوتی ہے۔ یہ لوگوں کی نمایش کے لئے یا ان کی رسموں کی پابندی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ صرف نفس ناطقہ کے اثر سے ہوتا ہے پہلی حالت کو حدث کہتے ہیں دوسری کو طہارت۔ اور جو لوگ ذکی ہیں اور احکام نوعی میں ان سے سلامتی ظاہر ہوتی ہے اور ان کا مادہ صورت نوعیہ کے احکام کو قادرانہ طور پر عمل میں لا سکتا ہے ان کی نظر میں ہر ایک حالت دوسرے سے بخوبی تمیز ہوتی ہے وہ ایک کو بالطبع پسند کرتے ہیں اور دوسرے سے ناخوش رہتے ہیں۔ غبی لوگوں کا بھی یہ حال ہے کہ جب کسی قدر قوت بہیمی ان کی کم ہو جاتی ہے اور پاکیزگی اور علیحدگی کا اثر ان پر پڑتا ہے اور ان دونوں کیفیتوں کے پہچاننے کی کسی قدر ان کو فرصت مل جاتی ہے تو وہ بھی ان دونوں کو پہچان سکتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے تمیز کر لیتے ہیں + اور سب روحانی صورتوں میں سے ملاء اعلیٰ کی حالت سے مشابہت اس طہارت اور پاکیزگی کی صفت کو ہے ان کو بھی تمام بہیمی آلودگیوں سے علیحدگی رہتی ہے اور ہمیشہ اپنی نورانی کیفیت سے ان میں بہجت رہتی ہے اسی طہارت کے سبب سے نفس میں قوت عملی کے کمالات کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور جب حدث کی کیفیت انسان میں جم جاتی ہے اور چاروں طرف سے احاطہ کر لیتی ہے تو آدمی میں شیطانی وسوسوں کے قبول کرنے کا مادہ حاصل ہو جاتا ہے وہ شیاطین کو حس مشترک کے سامنے دیکھتا ہے اس کو پریشان خوابیں نظر آتی ہیں اور نفس ناطقہ کے قرب میں تاریکی سے ظاہر ہوتی اور ملعون اور کمینہ حیوانات کی صورتیں نظر پڑتی ہیں اور جب آدمی کو پاکیزگی کی پوری قدرت ہوتی ہے اور یہ کیفیت اس کو احاطہ کر لیتی ہے اس کے لئے وہ متنبہ رہتا ہے اور اس ہی کا میلان طبیعت میں ہوتا ہے تو اس میں فرشتوں کے الہامات قبول کرنے کی اور ان کے دیکھنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے وہ عمدہ عمدہ خوابیں دیکھتا ہے انوار اس کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں اور نہایت پاکیزہ اور پر برکت اور بزرگ چیزیں اس کو نظر آتی ہیں + اور دوسری صفت خدا کے حضور میں اپنی عاجزی اور نیاز ظاہر کرنا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو اپنی سلامتی اور فراغ حال کے زمانے میں جب خدا تعالے کی نشانیں اور صفتیں یاد دلائی جاویں اور وہ خوب طرح سے ان میں غور کرے تو نفس ناطقہ کو بیداری حاصل ہوتی ہے اور تمام حواس و بدن ان کے سامنے عاجزی کو اظہار کرتے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ حیرت زدہ سا ہو جاتا ہے اور عالم قدس کی جانب اپنا میلان پاتا ہے اور ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ جیسے بادشاہوں کے مقابلے میں اپنی عاجزی دیکھ کر اور اُن کا استقلال بخشش اور منع کرنے میں معلوم کرکے رعیت کی حالت ہوتی ہے ؛ یہ حالت بھی تمام روحانی حالتوں کی نسبت ملاءِ اعلےٰ سے نزدیک تر اور زیادہ مشابہ ہے وہ بھی اپنے خالق کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اس کی جلال و تقدس میں سراپا حیرت اور مستغرق ہوتے ہیں اسی وجہ سے یہ حالت نفس کو آمادہ کرتی ہے کہ اُس کے کمالاتِ علمی ظاہر ہوں یعنے ذہن میں خدا کی معرفت منقش ہو جاوے اور خاص طرح سے اُس بارگاہ کے ساتھ اُس کا اتصال ہو جاوے اگرچہ عبارت سے اس اتصال کا پورا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور تیسری صفت سماحت ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس اس درجہ کو پہنچ جائے کہ قوت بہیمی کی خواہشوں کی اطاعت نہ کرے اُس کے نقش اُس میں نہ جم سکیں اور اُس قوت کا چرک اُس سے نہ مل سکے : یہ کیفیت جب پیدا ہوتی ہے کہ جب نفس امور معاش میں مصروف ہوتا ہے عورتوں کی اس میں خواہش پیدا ہوتی ہے اور لذات کا عادی ہوتا ہے یا کسی غذا کا اس کو شوق ہوتا ہے تو ان اغراض کے حاصل کرنے میں اتنی کوشش کرتا ہے کہ اپنی حاجت کو پورا کرے اور ایسے ہی جب وہ غضب ہوتا ہے یا کسی چیز کی حرص کرتا ہے تو وہ اُس کیفیت میں کسی قدر مستغرق ہو جاتا ہے دوسری چیز کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا پھر یہ حالت دور ہو جانے کے بعد اگر اُس میں سماحت کی قوت ہوتی ہے تو وہ ان تنگیوں سے ایسا نکل جاتا ہے کہ گویا اُس میں کبھی تھیں ہی نہیں اور اگر اُس میں قوت سماحت کی نہیں ہوتی تو وہ کیفیتیں اس میں اپنا جال پھیلا دیتی ہیں اور جیسے موم میں انگشتری کے نقوش جم جاتے ہیں ایسے ہی وہ کیفیتیں بھی اُس میں جم جاتی ہیں اور وہ کشادہ دل اور صاحب سماحت جب اپنے بدن سے جدا ہوتا ہے اور تمام تاریک اور مجتمع تعلقات سے اس کو سبکدوشی ہوتی ہے اور اپنی موجودہ حالت کی طرف رجوع کرتا ہے تو کوئی چیز ملکی قوت کی مخالف جو کہ دنیا میں تھیں نہیں پاتا؛ اسی واسطے اُس کو ایک حالت اُنس و اطمینان کے حاصل ہو جاتی ہے اور نہایت فراخ عیش ہوتا ہے : اور حریص طمع شخص میں ان تعلقات کے نقوش ایسے ہی جمے رہتے ہیں اُس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی کا کوئی نفیس اور عمدہ مال چوری ہو جاوے اگر وہ شخص سخی ہوتا ہے تو اُس کو کچھ اُس چوری کی پرواہ نہیں ہوتی اور اگر وہ تنگدل ہوتا ہے تو دیوانہ سا ہو جاتا ہے اور اس مال کی صورت اُس کے سامنے کھڑی رہتی ہے : اور سماحت اور حرص کی اُن چیزوں کے لحاظ سے کہ جن میں وہ ہوا کرتی ہیں بہت سے لقب ہیں اگر وہ مال میں ہوں تو سخاوت اور حرص اُن کا نام ہے ، اور اگر شرمگاہ اور شکم کی خواہشوں میں ہوں تو پارسائی اور شرہ اُس کا نام ہے اور اگر آرام کے اور مشقتوں کے دور رہنے میں ہوں تو اُس کو صبر اور بیقراری کہتے ہیں اور جو گناہوں اور ممنوعات شرعی میں ہوں تو ان کا نام تقوی اور بدکاری ہے جب انسان میں سماحت کی صفت جم جاتی ہے تو نفس تمام دنیوی خواہشوں سے خالی ہو جاتا ہے اور بلند ترین اور مجردات کی لذتوں کے لیے مستعد ہوتا ہے اور سماحت ایسی صفت ہے جو انسان کو اس بات سے روکتی ہے کہ کمال مطلوب علمی اور عملی کے خلاف کوئی چیز اُس میں جم سکے۔ اور چوتھی صفت عدالت ہے عدالت اُس نفسانی ملکہ کا نام ہے جس کی وجہ سے نفس سے ایسے اعمال کئے جاتے ہیں جن سے ملکی اور قومی انتظامات بہ آسانی منتظم اور قیام پذیر ہوتی ہیں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفس اس قسم کے افعال پر گویا مجبور ہوجاتا ہے اس کا راز یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ کے نفوس مجردہ میں وہ مقاصد منقش ہوا کرتے ہیں جن کو اس نظام کی مصلحات کے متعلق آفرینش عالم میں خدا رہا کرتا ہے اس نظام کے مناسب تدابیر کی طرف ان کی مرضیات کا میلان رہتا ہے روح مجرد کے لئے یہ طبعی امر ہے جب نفوس اپنے بدنوں سے علٰحدہ ہوتے ہیں اور انہیں عدالت کی صفت ہوتی ہے تو ان کو نہایت فرحت اور بہجت حاصل ہوتی ہے اور موقع ملتا ہے کہ اس لذت سے مسرور ہوں جو تمام دنیاوی لذتوں سے جدا ہوتی ہے اور اگر بدنوں سے مفارقت کرنے کے بعد نفوس میں یہ صفت عدالت نہیں ہوا کرتی تو ان کا حال نہایت تنگ ہوتا ہے وہ متوحش اور ملول ہوتے ہیں جب خداوند تعالیٰ پیغمبر بھیجتا ہے تاکہ دین قائم کرے اور تاریکیوں میں سے لوگوں کو نورانیت کی طرف نکال لائے اور تمام لوگ متصف بہ عدالت ہوجائیں تو ایسے وقت میں جو شخص اس نور کے پھیلانے میں کوشش کرتا ہے لوگوں میں اس کی تمہید کرتا ہے وہ قابل رحمت ہوجاتا ہے اور جو اس کے رد کرنے میں اس کے معدوم کرنے میں کوشش کرتا ہے مستوجب لعنت و نگساری ہوتا ہے جب عدالت کی صفت آدمی میں خوب جم جاتی ہے تو اس میں اور حاملین عرش اور مقربان بارگاہ فرشتوں میں شرکت ہوجاتی ہے جو جود الٰہی اور برکات نازل ہونے کے ذریعہ ہیں اور اس میں اور ان لوگوں میں فیضان کا دروازہ کھل جاتا ہے ان کے اثر اس پر نازل ہوتے ہیں ان کے الہامات سے وہ مستفیض ہوتا ہے اور انہیں الہامات کے موافق اس کو آمادگی ہوتی ہے اگر ان چاروں اوصاف اور خصائل کی حقیقت معلوم کریگا اور اس کیفیت کو سمجھ لیگا جس سے کمالات علمی اور عملی حاصل ہوتے ہیں اور یہ اوصاف کیونکر آدمی کو مشغول میں منسلک کردیتے ہیں اور یہ بھی بخوبی سمجھ لیگا کہ ان اوصاف سے ہر زمانے میں نوامیس الٰہی کا کیونکر استخراج ہوتا ہے تو اس وقت سمجھو نفع عظیم حاصل ہوگا دین کا تو راز دان ہوجائیگا ان لوگوں سے تیرا شمار ہوگا جن کی بہتری خدا کو منظور ہوتی ہے۔ ان اوصاف کے مجموعے سے جو حالت مرکب ہوتی ہے اس کو فطرت کہتے ہیں اور فطرت کے بہت سے اسباب انہیں اوصاف سے حاصل ہوتے ہیں بعض علمی ہیں اور بعض عملی اور بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کو مقاصد فطری سے روکتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ فطرت کے حجابات کو زائل کردیتے ہیں ہمارا قصد ہے کہ ان تمام امور پر لوگوں کو متنبہ کریں اس لئے آئندہ بیانات پر کان لگا کر بتوفیق الٰہی غور کرو واللہ اعلم۔

باب ۳۳

ان چاروں اوصاف کے حاصل ہونے کے طریقے میں اور اس بیان میں کہ ناقص اوصاف کی تکمیل اور فوت شدہ کی واپسی کیسی ہوسکتی ہے

ا۔ ان اوصاف کے حاصل ہونے کی دو تدبیریں ہیں (۱) تدابیر علمی (۲) عملی۔ تدبیر علمی کی اس واسطے ضرورت ہے کہ طبیعت علمی قوتوں کے تابع اور مطیع ہوا کرتی ہے نفس میں جب حیا یا خوف کی کیفیت گذرتی ہے تو خواہش نفسانی اور مجامعت کی رغبت جاتی رہتی ہے ایسے ہی جب نفس میں وہ تمام علمی امور مملو ہوں جو فطرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مناسب ہیں تب فطرت نفس میں راسخ ہو جائیگی اس لئے اعتقاد کرنا چاہئے کہ ہمارا ایک پروردگار تمام بشری نقصوں سے منزہ اور پاک ہے زمین اور آسمان میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اُس سے مخفی نہیں ہے۔ اگر تین شخص مل کر کسی امر میں سرگوشی کریں تو وہ خداوند عالم انمیں چوتھا ہوتا ہے اور اگر پانچ ملکر کریں تو وہ چھٹا ہوتا ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اُس کے حکم کا کوئی شخص لوٹ پھیر کرنے والا نہیں ہے، ہر چیز کو اپنے انعام سے موجود کرنے والا اور ان کو جسمانی اور نفسانی نعمتیں عطا کرنے والا ہے، اعمال کی وہ جزا دیتا ہے اگر اچھے ہوں، اور سزا دیتا ہے اگر وہ برے ہوں ایسا ہی خدا کا ارشاد ہے کہ میرے بندے نے گناہ کرکے یقین کیا کہ میرا ایک پروردگار ہے جو گناہوں کی مغفرت کرتا ہے اور اُس پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندہ کی مغفرت کی اور ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالے کا نہایت مضبوط اور کامل اعتقاد کرنا چاہئے جس سے کمال خوف اور نہایت اُس کی تعظیم نفس میں راسخ ہو جائے اور بقدر پرستش کے بھی دوسرے کی عاجزی اور خوف کی گنجائش نہ رہے اور خوب اعتقاد کرے کہ انسان کا اصلی کمال یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوکر اُس کی عبادت کرے اور آدمی کی سب سے عمدہ حالت یہ ہے کہ فرشتوں کے مشابہ ہو جائے اور جن کی حالت سے اُس کو قرب ہو یہی امور ہیں جن سے تقرب ربانی حاصل ہوتا ہے خدا نے ان ہی امور کو لوگوں سے پسند کیا ہے یہ خدا کا بندہ پر حق ہے اُن کے لئے اُس کو وقت مقرر کرنا ضرور ہے اور ماحصل یہ ہے کہ انسان کو خوب یقینی طور پر جس میں خوف نقیض کا احتمال نہ ہو جاننا چاہئے کہ انسانی سعادت ان ہی امور کے حاصل کرنے میں ہے اور اُن کے ترک کرنے میں اُس کی بدبختی اور شقاوت ہے اور ضرور ہے کہ طاقت بہیمی کے متنبہ کرنے کو ایک تازیانہ ہو جو اُس کو بالکل برہم کردے۔ انبیا کے طریقے اس علمی اور اعتقادی حالت کے پختہ کرنے کے لئے مختلف رہے ہیں سب سے عمدہ وہ طریقہ ہے جس کو خداوند کریم نے حضرت ابراہیم پر نازل کیا کہ خدا کی روشن نشانیوں کی یاد آوری ہو اُس کی برتر صفات اور تمام آفاقی اور نفسانی نعمتوں کو یاد رکھیں تاکہ بخوبی یہ امر محقق ہو جائے کہ خدا کی شان یہی لائق ہے کہ تمام لذائذ کو اُس کے لئے صرف کردیں اُسکے ذکر کو تمام ماسوائے الٰہی پر مقدم رکھیں نہایت درجہ کی اُس سے محبت رکھیں اور انتہائی کوشش سے اُسکی عبادت میں مصروف ہوں؛ ان امور کے ساتھ حضرت موسےٰ کی تعلیمات میں خدا تعالےٰ نے تذکیر بایام اللہ کی مطالب کا اضافہ کردیا یعنی اُن جزاؤں اور سزاؤں کو بیان کرنا جو خدا تعالےٰ نے اپنے فرمان پذیر اور نافرمان بندوں کو دی ہیں اُس نے اپنی نعمتوں اور تکالیف کو کس طرح ادل بدل رکھا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں گناہوں کا خوف اور خدا کی اطاعت کی کامل رغبت ذہن نشین ہو جائے اور ان علوم بالا کے ساتھ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں حوادث قبر اور مابعد قبر کے خوف اور بشارت کا اضافہ کردیا اُن کے ذریعے سے نیکی اور گناہ کے خواص بیان فرما دیئے گئے۔ ان امور کا صرف معلوم کرلینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اُن کے تکرار کا دور رہنا چاہئے ہمیشہ اُن کو ملاحظہ رکھنا چاہئے جتنی کہ علمی طاقتیں اُن کے اثروں سے لبریز ہو جائیں اور تمام اعضا اُن اثروں کی بجا آوری کریں۔ یہ تینوں علوم اور علم احکام جن میں واجب حرام وغیرہ کی تفصیل ہوتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کفار سے مخاصمت کا علم یہ پانچوں علوم قرآن عظیم کی علوم میں سے چیدہ اور عمدہ ہیں۔

اور دوسری تدبیر سعادت انسانی کی تکمیل کے لئے عمل ہے اسلئے ایسی ہیئتیں اور افعال اور امور اختیار کرنے چاہئیں جن کی وجہ سے نفس میں مطلوب عادات و اوصاف کی یاد پیدا ہو نفس کو وہ تنبیہ کرتے رہیں اس کو جوش دلا کر ذہنی اوصاف کی آمادگی پیدا کرتے رہیں ان اعمال میں اور ان اوصاف میں یا تو مادۂ تلازم ہوتا ہے یا مناسبت فطری کیونکہ جب سے ان اوصاف کے ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے دیکھو جب کوئی شخص اپنے آپ کو غصہ پر آمادہ کرتا ہے اور اپنے سامنے اس کی صورت پیش کرتا ہے تو اس شخص کی دشنام دہی کا خیال کرتا ہے جس پر غصہ کرنا منظور ہوتا ہے اور دشنام سے جو شرم و عار پیدا ہوتی ہے اس کو سوچتا ہے ایسے ہی کوئی رونے والی عورت جب اظہار غم اور بے قراری کرنی چاہے تو مردے کی خوبیوں کو ہی یاد کرتی جاتی ہے جو شخص ہم بستری کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی دواعی کو خیال میں لاتا ہے ایسے ہی اس بات کی نظیریں بکثرت ہیں جو شخص اس میں زیادہ بسط دیکر تقریر کرے تو اس کو تمام متعلقات کلام کا ذکر کرنا آسان ہے ان اوصاف مذکورہ میں ہر ایک وصف کے اسباب مقرر ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اوصاف حاصل کئے جا سکتے ہیں ان امور کی بخوبی معرفت کے لئے ان لوگوں کے ذوق پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جن کے ذوق سلیم ہیں شناعت کے اسباب یہ ہیں دل میں بہیمی خواہشوں کا مملو ہونا عورتوں سے نفسانی رغبت کو پورا کرنا حقائق امور کی مخالفت دل میں پوشیدہ ہونا ملاء اعلے کی لعنت کا دل کو گھیر لینا بول و براز کی ضرورت کا پیش آنا نیز بول و براز اور ریح سے ابھی فارغ ہونا یہ تینوں معدے کے فضلے ہیں ایسے ہی بدن پر میل و چرک کا ہونا گندہ دہنی بینی میں آب بینی کا جمع ہونا زیر ناف یا بغل میں بالوں کا بڑھ جانا ناپاکیوں سے کپڑے یا بدن کا آلودہ ہونا حواس میں ایسی صورتوں کا مملو ہونا جن سے بہیمی حالتیں پیش نظر رہیں مثلاً قاذورات شرمگاہ کو دیکھنا حیوانوں کی جفتی اور مجامعت کو زیادہ غور سے دیکھتے رہنا فرشتوں اور نیک لوگوں کی شان میں طعن و تشنیع لوگوں کے ایذا دینے میں کوشش کرنا اور پاکیزگی کے اسباب یہ ہیں کہ یہ تمام نجس اسباب دور کر دیئے جائیں ان کے مخالف اسباب حاصل کئے جائیں ان عادات کا برتاؤ کرنا جن کا بکمال پاکیزہ ہونا قرار پا چکا ہے جیسے غسل وضو عمدہ لباس کا پہننا خوشبو لگانا یہ امور نفس کو طہارت کے لئے تنبیہ کرتے ہیں۔ اور خاکساری اور نیازمندی کے اسباب میں سے ہے کہ تعظیمی حالتوں میں سے اعلے قسم کی حالتوں کا اختیار کرنا سرنگوں ہوکر کھڑے رہنا سجدہ کرنا ایسے لفظوں کو ادا کرنا جن سے مناجات اپنی ذلت اپنی حاجت کا خدا کے حضور میں اظہار ہو ان امور سے نفس کو عاجزی اور فروتنی کی بکمال تنبیہ ہوتی ہے اور سماحت کے اسباب سخاوت داد و دہش ظالم کے قصور معاف کرنا ناگوار حالتوں میں صبر اختیار کرنا ہے اور عدالت کے اسباب میں تفصیلی طور پر تمام رہنمائی کے طریقوں کی محافظت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۳۴

حجابات کی تفصیل میں جو فطری امور کے ظاہر ہونے سے مانع ہوا کرتے ہیں

معلوم کرو کہ بڑے بڑے حجاب مانع فطرت تین ہیں (۱) طبیعت کا حجاب (۲) رسم کا حجاب (۳) ناقص فہمی کا حجاب طبیعت کا سبب یہ ہے کہ آدمی میں کھانے پینے نکاح کی خواہشیں پیدا کی گئی ہیں نفس کا دل طبعی حالات کے نیچے سوا ہوتا ہے کبھی وہ غمگین ہوتا ہے کبھی خوش ہوتا ہے کبھی غصہ کرتا ہے اور خوف کرتا ہے وغیرہ اور ان حالتوں میں وہ مصروف رہتا ہے ہر حالت کے طاری ہونے سے پہلے نفس اس کے اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کے مناسب امور کے لئے قوتیں مطیع ہوتی ہیں اس طرح پر نفس اس میں مستغرق رہ کر اس کے علاوہ اور اہتماموں سے بالکل غافل ہوتی ہے ہر حالت کے بعد اس کی کیفیت اور رنگ باقی رہتی جاتی ہے شب و روز گذرتے جاتے ہیں اور وہ شخص اسی محویت میں رہتا ہے اس کو اور کمالات کے حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا اور بعض لوگوں کے قدم اس گڑھے میں ایسے پھنس جاتے ہیں کہ تمام عمر ان کو رستگاری نہیں ہوتی اور اکثر لوگوں پر طبیعت کے احکام اس طرح غالب آجاتے ہیں کہ وہ تمام رسمی اور عقلی امور کو خیرباد کہہ دیتے ہیں اور ملامت کا بھی ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا اسی حجاب کو حجاب نفس کہتے ہیں لیکن بعض لوگوں کی عقل کامل ہوتی ہے ان میں بیداری کا کافی مادہ ہوتا ہے وہ اپنے اوقات میں فرصت اور موقع تلاش کرتے ہیں اور طبعی حالات میں خاموشی پیدا کر سکتے ہیں ان کے نفس میں ان حالات کے علاوہ بھی اور امور کی گنجایش ہوتی ہے اور طبعی مناسبات کے علاوہ اور علوم کے فیضان کی بھی وہ قابل ہوتے ہیں ان میں قوت علمی اور عملی کے لحاظ سے کمال نوعی کی طرف بھی گرویدگی ہوتی ہے جب وہ اپنی تمام طبیعت کو کھو سکتے ہیں تو فوراً وہ اپنی قوم کی تدابیر لباس اور فخر و مباہات کا مطالعہ کرتے ہیں فصاحت مختلف صنائع کی خوبیاں ان میں دیکھتے ہیں ان کے دل پر ان امور کا بڑا اثر پڑتا ہے اور بہ عزم کامل اور قوی ہمت سے وہ انکی طرف رخ پھیرتے ہیں اس کا نام حجاب رسم ہے اور اس کا نام دنیا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان ہی امور میں محو اور مستغرق ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ موت ان کو آ لیتی ہے اور ان فضائل اور خوبیوں کا کمال چونکہ بدن کی بقا اور ثبات پر موقوف ہوتا ہے اس لئے مرنے کے بعد وہ سب کے سب زائل اور مفقود ہو جاتے ہیں نفس اب بالکل فضائل سے عاری ہو جاتا ہے کوئی خوبی اس میں نہیں رہتی اس کا حال باغ جلنے کا سا ہوتا ہے جس کو آندھی نے ایسا ویرانہ کر دیا ہو جیسے گرد کو تیز ہوا اندھیلے دن میں اڑا لے جاتی ہے اور اگر اس شخص میں ہوشیاری اور بیداری کی جھلک ہوتی ہے تو وہ کسی دلیل یقینی یا خطابی یا شریعت کی پیروی سے یقین کرتا ہے کہ اس کا کوئی پروردگار ہے تمام اسباب پر غالب اس کے تمام ساز و سامان کا مدبر تمام نعمتوں کی بخشش کرنے والا اس کے بعد اس کے دل میں خدا کی جانب میلان اور محبت پیدا ہوتی ہے اس کے قرب کا وہ خواستگار ہوتا ہے اپنی حاجتوں کو اس سے طلب ہوتا ہے اس کو قبلۂ حاجات سمجھتا ہے بعض ان میں سے ٹھیک راستے پر ہوتے ہیں اور بعض کو خطا ہو جاتی ہے خطا کے دو بڑے سبب ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) یہ کہ خالق میں مخلوق کے اوصاف کا اعتقاد کرے یا مخلوق میں صفات وہی کو ثابت کرنے لگے پہلی حالت کا نام تشبیہ ہے اسکا منشا ہوتا ہے غائب کی حالت کو کسی حاضر پر قیاس کر لینا اور دوسری خطا خدا کی شان میں شرک کرنا ہے جب کوئی شخص مخلوقین میں خلاف عادت اثروں کو دیکھتا ہے تو اس کو گمان ہوتا ہے کہ ان کا تعلق انہیں کی ذات سے ہے یہاں کے سوا رواتی میں تم تمام افراد انسانی کا تجسس کرو جیسے حالات بتلائے گئے ہیں سب میں بتفاوت پائے گئے ہیں لیکن انسان کے لئے وہ کلی طور پر ہیں جن کو ایسے اوقات ہوا کرتے ہیں جن میں وہ تھوڑے بہت نفسی حجاب میں محو رہتا ہے اگرچہ وہ رسم کی عملی طور پر پابندی بھی کرتا ہو اور ایسے اوقات بھی ہوتے ہیں کہ وہاں میں رسم کے پردے میں مستغرق رہتا ہے اور اہتمام کرتا ہے کہ عقلاء قوم کی گفتگو لباس اخلاق معاشرت میں مشابہت کرے۔

باب ۳۵

ان طریقوں کے بیان میں جن سے یہ حجاب دور ہو سکتے ہیں

حجاب طبع دور کرنے کے دو طریقے ہیں (۱) اس حجاب کے دور کرنے کا اس پر حکم کریں جس کو رغبت ہو اس میں اس میں اچھی طرح بیداری جائے کہ طبعی امور کو دفع کرے (۲) ان امور پر زد و کوب کریں اور برضا یا جبراً اس پر مسلط کیا جائے پہلا طریقہ ریاضتوں سے حاصل ہوتا ہے جس سے بہیمی قوت کمزور ہو جاتی ہے۔ روزہ رکھا جائے بیداری اختیار کی جائے بعض لوگ ریاضتوں کو انتہا تک پہنچاتے ہیں کہ ان سے خلقی امور کی تبدیلی ہو جاتی ہے مثلاً آلات تناسل کو قطع کر دیتے ہیں اور عمدہ اعضاء مثلاً دست و پا کو خشک کر دیتے ہیں ایسے لوگ جاہل ہوتے ہیں توسط کی حالت بہتر عمدہ ہوا کرتی ہے۔ روزہ اور بیداری بھی ایک قسم کا علاج ہے اس کو بھی بقدر ضرورت کرنا چاہئے۔

اور دوسرے طریقے کے لئے اس شخص کو ملامت کرنا چاہئے جس نے طبیعت کا اتباع کر کے صحیح راستہ کو ترک کر دیا ہو اس کو یہ طریقہ بتانا چاہئے جس کی وجہ سے وہ غلبۂ طبیعت کے پنجہ سے چھوٹ سکے۔ لیکن لوگوں کو نہایت تنگ نہ کرنا چاہئے اور سب حالتوں میں صرف زبانی انکار پر بھی اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ بعض لوگوں میں سخت بدنی یا مالی سزا بھی دینی چاہئے اور جن زیادتیوں میں کہ متعدی ضرر ہوتا ہے مثلاً زنا یا قتل ایسے سزا دینا اور بھی زیادہ مناسب ہے اور حجاب رسم سے بچنے کے دو طریقے ہیں اولاً ہر تدبیر نافع کے ساتھ ذکر الٰہی کو مقرون کرنا چاہئے ان نقلوں کو محفوظ رکھنا چاہئے جو ذکر الٰہی کے لئے قرار دئے گئے ہیں ان کی محافظت نہایت اہتمام اور حکمت سے کرنی چاہئے جو جاہ و منزلت کے لئے مرغوب ہوں ان دونوں تدبیروں سے رسمی کدورتیں دفع ہو جاتی ہیں عبادات الٰہی سے ان کی تائید ہوتی ہے اور عقلانی امور کی طرف ان کا رخ ہو جاتا ہے اور دونوں قسم کے دو حجابوں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ پروردگار تمام بشری صفتوں سے بالکل منزہ ہے محسوسات اور مشابہات میں سے نہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اثر اور نشان نہیں ہے اس واسطے بخوبی معرفت الٰہی اور شناخت خداوندی لوگوں کو نہیں ہو سکتی اس کی تدبیر یہی ہے کہ لوگوں کو خدا کی حقیقت اس عنوان سے سمجھانی چاہئے جو ان کے ذہن میں آسکے اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی شے ہو خواہ موجود یا معدوم انسان اس کو دو طرح پر معلوم کیا کرتا ہے، یا اس کی صورت کو اپنے سامنے پیش کرتا ہے یا کسی دکسی مشابہت اور قیاس سے اس کو جان لیتا ہے حتے کہ عدم مطلق[1] اور مجہول مطلق[2] کو بھی اس طرح سمجھتا ہے کہ پہلے وجود کے معنے جانتا ہے خیال کرتا ہے کہ عدم وجود سے موصوف نہیں ہوا کرتا اور لفظ جہل سے صیغہ مشتق مفعول کے معنے سمجھتا ہے پھر مطلق کا مفہوم کرتا ہے پھر ان امور کو باہم ایک دوسرے سے ملا کر ایسی صورت ترکیبی درست کر لیتا ہے جس سے امر بسیط[3] کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے جس کا خیال میں لانا مقصود ہوا کرتا ہے اور وہ نہ خارج میں ہوا کرتی ہے نہ ذہن میں ایسا ہی جب کسی مفہوم نظری[5] کا معلوم کرنا چاہتا ہے تو پہلے ایک ایسے معنے کو سوچتا ہے جس کے جنس ہونے کا خیال ہو سکتا ہے اور پھر ایسے مفہوم کو سوچتا ہے جس کو فصل خیال کرتا ہے ان دونوں کو ملا کر ان سے صورت ترکیبی پیدا کر لیتا ہے جس سے وہ چیز معلوم ہو جاتی ہے جس کا تصور کرنا مقصود ہے اس طرح پر لوگوں کو بتانا چاہئے کہ خدا موجود ہے زندہ ہے لیکن اس کا وجود اور زندہ ہونا ہمارا سا وجود اور ہمارا سا زندہ ہونا نہیں ہے بہرحال خدا کی ذات میں ایسی صفتوں کا لحاظ کرنا چاہئے جو موجود اور محسوس اشیا میں باعث خوبی اور تعریف سمجھی جاتی ہیں تین مفہوموں کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ہماری نظر میں ہیں بعض چیزیں ہم ایسی دیکھتے ہیں کہ ان میں صفات بالفعل موجود ہیں اور ان میں ان صفات کے آثار بھی پیدا ہوتے ہیں بعض چیزوں میں نہ وہ صفات ہیں اور نہ ان کی شان سے ہیں کہ ان میں صفات پیدا ہوں اور بعض چیزوں میں صفات موجود تو نہیں ہیں لیکن وہ قابل صفات ہیں مثلاً زندہ اور مردہ اور جماد، تو اس قسم کی صفات خدا کو ثابت کرنا چاہئیں اثروں کے لحاظ سے پھر تشبیہ کا تدارک یوں کر دیا جائے کہ خدا میں اور ان میں کوئی مشابہت نہیں ہے دوسری وجہ نافہمی اور سوء معرفت کی یہ ہے کہ نہایت مزین اور حسین صورتیں پیش نظر ہوتی ہیں نہایت خوش مزا لذیذ چیزیں سامنے ہوتی ہیں یہ حسی صورتیں علم اور خیال میں بھری رہتی ہیں اس لئے خدا کی جانب خالص توجہ نہیں ہوتی اس کی تدبیر یہ ہے کہ ریاضتیں کی جائیں ایسے اعمال کی پابندی کرنی چاہئے جن سے آدمی میں تجلیات الٰہیہ کی استعداد پیدا ہو جائے اگرچہ اس کا ظہور عالم معاد میں ہی ہو، خلوتیں اور اعتکاف اختیار کرنا چاہئے بقدر امکان ان شغلوں کو دور کرنا چاہئے جیسے کہ آنحضرت صلعم نے پردۂ نگارین کو پارہ کر دیا تھا اور ریشمی کپڑے کو دور کر دیا تھا جس میں بیل بوٹے تھے۔

۱؎ عدم مطلق ایک شے کا محض نابود ہونا ۲؎ ایسی چیز جس کا ہمیں کچھ بھی علم نہیں ۳؎ وہ شے جو جز نہ رکھتی ہو اور نہ تقسیم بھی ہو سکتی ہو۔ ۵؎ ایسی بات جس کو انسان بغیر فکر کرنے اور سوچنے کے نہ سمجھ سکے۔ دیکھو ... صفحہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث پانچویں نیکی اور گناہ کی حقیقت میں

مقدمہ

نیکی اور گناہ کی حقیقت میں

پہلے ہم جزا اور سزا کے دلائل بیان کر چکے ہیں اُس کے بعد فطری تدابیر نافع کا بیان کیا گیا کہ وہ لوگوں میں ہمیشہ بلا بدل قائم رہتی ہیں پھر سعادت اور اُس کے حاصل کرنے کے طریقے بیان کئے گئے اب ہم نیکی اور گناہ کی تحقیق میں مشغول ہوتے ہیں۔ نیکی وہ عمل ہے جس کو آدمی ملاء اعلیٰ کی اطاعت سے یا الہام الٰہی کے قبول کرنے میں ہمہ تن محو ہو جانے سے یا مراد الٰہی میں فانی ہو جانے سے کرتا ہے یا ایسا عمل ہو جس کی جزا دنیا یا آخرت میں ملے یا ایسا عمل ہو جس سے تدابیر نافع کی اصلاح ہو جاوے جن پر نظام انسانی کی بنا ہے یا ایسا عمل ہو جس سے قربان پذیری کا اظہار ہو اور حجابات دور کرنے کا ذریعہ ہو اور گناہ وہ عمل ہے جو شیطانی تحریک اور اطاعت سے کیا جاوے یا جس کی سزا دنیا یا آخرت میں حاصل ہو یا اُس سے تدابیر نافعہ میں خرابی اور ابتری پیدا ہو یا تمردانہ ہو اور حجابات فطرت اُس سے مستحکم ہو جائیں جیسے کہ نافع تدابیر کو آگاہ دل لوگوں نے مستنبط کیا ہے اور تمام لوگوں نے دلی شہادت سے اُن کی پیروی کی ہے اور تمام روئے زمین کے رہنے والوں نے اُن پر اتفاق کر لیا ہے ایسے ہی نیکی کے یہی طریقے ہیں جن کا الہام اُن کے دلوں پر ہوا ہے جو ملکی روشنی سے موید کئے گئے ہیں اُن پر حالت فطری غالب ہوتی ہے یہ الہامات ایسے ہی ہیں جیسے شہد کی مکھی کو ان امور کا الہام ہوتا ہے جو اصلاح کے لئے مفید ہیں اسی واسطے ان لوگوں نے ایسے الہامی امور اختیار کرکے اور لوگوں کو اُن کی رہنمائی کی اور اُن کی طبیعتوں میں آمادگی پیدا کی لوگوں نے اُن کی پیروی کی اور تمام مذاہب کے لوگوں نے اُن پر اتفاق کیا حالانکہ اُن کے وطنوں میں بعد تھا اُن کے مذاہب مختلف تھے یہ اتفاق بمناسب فطری اور نوعی اقتضا سے ہوا ہے اور جب اُن امور کے اصول سب کے نزدیک مسلم ہیں تو اُن طریقوں کی صورتوں میں اختلاف کچھ مضر نہیں ہے اور نہ کچھ اس سے مضرت ہوتی ہے کہ لوگوں کا ناقص طبقہ اُس کی تکمیل سے باز رہے اصحاب بصیرت اگر اُن لوگوں کی حالت پر غور کریں گے۔ تو اُن کو کبھی شک نہ ہوگا کہ خود اُن کا ارادہ ہی احکام صورت نوعیہ کی بجا آوری سے ناشی ہوا کرتا ہے وہ لوگوں میں ایسی ہی ہوتے ہیں جیسے انسانی بدن میں عضو رئیس جس کا علیحدہ ہو جانا اس کے ہونے سے زیادہ زیبا ہوتا ہے اِن سنن اور قوانین الٰہیہ کے شائع ہونے کے بڑے بڑے اسباب اور پختہ تدابیر ہوتے ہیں اُن کو وہ لوگ مستحکم کرتے ہیں جو بہ وحی الٰہی موید ہوتے ہیں صلوات اللہ علیہم انھوں نے لوگوں کی گردنوں پر ایک نہایت بڑا احسان ثابت کیا ہے ہمارا قصد ہے کہ ان طریقوں کے اصول پر تنبیہ کریں جن پر عمدہ اقالیم کے باشندوں اور بڑی بڑی جماعتوں نے اتفاق کیا ہے اُن جماعتوں میں سے ہر ایک حصہ حکما سے ملیین اور صالحین اور روشن رائے حکماء عرب اور عجم یہود و مجوس و ہنود کا شامل ہے ہم یہی بیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرینگے کہ یہی طاقت جب ملکی قوت کے مطیع ہو جاتی ہے تو یہ اصول کیونکر اس سے پیدا ہوتے ہیں اور یہی چند فوائد ذکر کرینگے جن کا ہم کو چند مرتبہ ذاتی تجربہ ہوا ہے اور عقل سلیم نے بھی ان کا فیصلہ کیا ہے واللہ اعلم۔

باب ۳۷

توحید کے بیان میں

نیکی اور اقسام نیکی میں اصل الاصول اور نہایت عمدہ حصہ توحید ہے پروردگار عالم کے حضور ہی میں نیاز و انکسار کا حاصل ہونا اس کی توحید پر منحصر ہے اور یہ نیاز ہی سعادت جاذب اخلاق میں ایک بڑی چیز ہے یہ تدبیر علمی کی بنیاد ہے جو ان دونوں تدابیر مذکورہ میں زیادہ مفید ہے اسی کی وجہ سے آدمی کو غیب کی جانب کامل توجہ ہوتی ہے نہایت مقدس طریقے سے نفس میں غیب کے اتصال کی اسی کی وجہ سے استعداد حاصل ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عظمت پر تنبیہ کی ہے اور اس کو تمام اقسام نیکی میں بمنزلہ دل کے قرار دیا ہے اگر وہ درست ہے تو سب نیکیاں درست ہیں اگر وہ فاسد ہے تو سب نیکیاں فاسد ہیں اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مرے اور خدا کے ساتھ کسی کو کسی امر میں شریک نہ کرتا ہو وہ بے شک جنت میں داخل ہوگا یا فرمایا ہے کہ اس پر دوزخ کی آگ حرام یا وہ جنت سے نہ روکا جائیگا اور ایسے ہی ایسی عبارتیں وارد ہوئی ہیں اور خدا کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ سے ملے اور روئے زمین کے برابر اس کی خطائیں ہوں لیکن کسی امر میں خدا کا شریک کسی کو نہ کرتا ہو تو میں ویسی ہی اسکی مغفرت کردونگا۔

معلوم کرنا چاہیئے کہ توحید کے چار مرتبے ہیں (۱) صرف خدا تعالے میں ہی صفت وجوب وجود کی ثابت کرنا کوئی دوسرا بجز اس کے واجب نہ ہو (۲) صرف اسی کی ذات کو عرش و کرسی آسمان و زمین اور تمام جوہروں کا خالق جاننا، کتب الٰہیہ نے ان دونوں مرتبوں سے کچھ بحث نہیں کی ہے مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ نے بھی اس توحید کی مخالفت نہیں کی قرآن عظیم میں صاف مذکور ہے کہ یہ دونوں مقدمات ان سب کو مسلم تھے (۳) تیسرے آسمان و زمین اور تمام ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں مدبر صرف ذات خداوند کو سمجھنا (۴) بجز خدا کے کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں ہے، ان دونوں حصوں میں قدرتی تعلق اور ربط ہے اس لئے ایک دوسرے کو لازم ہے اور انہیں میں بعض فرقوں نے اختلاف بھی کیا ہے مخالفین میں تین فرقے بڑے ہیں (۱) نجومی ان کا مذہب ہے کہ ستارے پرستش کے مستحق ہیں ان کی پرستش سے دنیاوی منفعت حاصل ہوتی ہے اپنی حاجتوں کو ان کے سامنے پیش کرنا بجا ہے وہ قائل ہیں کہ ہم کو خوب ثابت ہوگیا ہے کہ روزانہ حوادث میں ستاروں کا بڑا اثر ہے ان کو آدمی کی خوش نصیبی اور بدبختی تندرستی اور مرض میں بڑا دخل ہے ستاروں کے نفوس مجردہ اور وہ مقاصد میں وہی انکو ان حرکتوں پر آمادہ کرتے ہیں وہ اپنے پجاریوں سے بے خبر نہیں ہیں اس لئے نجومیوں نے ستاروں کے نام پر مورتیں بنالی ہیں انہیں کو وہ پوجتے ہیں، اور مشرکوں کا وہ فرقہ مسلمانوں کے ساتھ اس امر میں توموافق ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بڑے امور کی تدبیر اور قطعی حکم کرنے کا منصب تو خدا ہی کو ہے اُس نے کسی کو اختیار نہیں دیا ہے لیکن وہ باقی " دو دین مسلمانوں کے موافق نہیں ہیں اُن کا مذہب ہے کہ پہلے صلحا نے جو خدا کی خوب عبادت کی ہے اِس سے وہ بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہو گئے ہیں خدا نے الوہیت کا مرتبہ اُن کو عطا کر دیا ہے اِس واسطے وہ بہ نسبت اور مخلوقات کے پرستش کے مستحق ہو گئے ہیں جیسے کہ کوئی شخص کسی شہنشاہ کی نہایت خدمت کرتا ہے تب شہنشاہ اُس کو کوئی خلعت عطا کر کے کسی شہر کی حکومت اور انتظام اُس کے متعلق کر دیتا ہے اس لئے وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ اُس شہر کے لوگ اُس کی خدمت اور اطاعت کریں، مشرکین کا قول ہے کہ بغیر اُس کی پرستش شامل کئے عبادت مقبول نہیں ہوتی بلکہ خدا کا رتبہ نہایت بلند ہے اُس کی عبادت سے تقرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا البتہ اُن لوگوں کی پرستش ضرور ہے تاکہ یہ قرب الٰہی کے لئے ذریعہ بن جائیں، مشرکین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ سنتے ہیں دیکھتے ہیں اپنے پجاریوں کی شفاعت کرتے ہیں اُن کے امور کا ساز و سامان کرتے ہیں اُن کے معاون رہتے ہیں اسی لئے مشرکین نے اُن کے نام کے پتھر تراش لئے ہیں جب وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اُن پتھروں کو اپنی توجہ کا قبلہ کرتے ہیں، ان مشرکین کے بعد اور لوگ پیدا ہوئے انہوں نے ان پتھروں میں اور ان لوگوں میں جن کے لئے پتھر تراش کئے گئے کوئی فرق نہیں کیا اور خود انہیں پتھروں کو اصلی معبود قرار دے لیا اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے مشرکین کے رد میں تنبیہ فرمائی کہ حکومت اور قدرت صرف خدا ہی کا خاصہ ہے اور کبھی بیان فرمایا کہ یہ محض جمادات ہیں الھم ارجل یمشون بہا ام لھم اید یبطشون بہا ام لھم اعین یبصرون بہا ام لھم آذان یسمعون بہا (کیا اُنکے پاؤں ہیں جن کے بل پر وہ چلتے ہیں یا ہاتھ ہیں جن سے وہ کچھ پکڑ سکتے ہیں یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھ سکیں یا کان ہیں جن سے کچھ سن سکیں) اور فرقہ نصاریٰ کا مذہب ہے کہ حضرت عیسےٰ کو خداوند سے نہایت قرب ہے اور تمام مخلوق سے اُن کا رتبہ زیادہ ہے اسلئے مناسب نہیں ہے کہ ہم اُن کو بندہ کہیں یہ اُن کی شان میں سوء ادبی ہے اور اس قرب کا لحاظ ترک کر دینا ہے جو اُن کو خدا سے حاصل ہے اسلئے بعض نصاریٰ نے اس خصوصیت کے اظہار کے لئے اُن کا نام ابن اللہ رکھتے ہیں چونکہ باپ بیٹے پر مہربانی کرتا ہے اور اپنی نظر کے سامنے اسکی تربیت کیا کرتا ہے اُس کا درجہ غلام سے زیادہ ہوا کرتا ہے اسواسطے یہی نام مناسب ہے۔ اور بعض نصاریٰ نے حضرت عیسےٰ کا نام خدا ہی رکھ دیا ہے اس خیال سے کہ خدا نے اُن میں حلول کیا ہے اسی لئے اُن سے ایسے ایسے آثار صادر ہوئے کہ آدمیوں سے وہ صادر نہیں ہوا کرتے مُردوں کو انہوں نے زندہ کیا پرندوں کو پیدا کیا اسلئے حضرت کا کلام بعینہ کلام الٰہی ہے اور اُن کی عبادت بالکل خدا کی عبادت ہے اور نصاریٰ جب بعد کو پیدا ہوئے تو اس نام رکھنے کی وجہ کو انہوں نے کچھ نہ سمجھا اور وہ بیٹے کے لفظ سے حقیقی ہی معنے کے بیٹے سمجھے یا یا اُن کو من جمیع الوجوہ واجب خیال کیا اسیواسطے خدا تعالےٰ نے کبھی اُن کے اقوال کو اسطرح رد کیا کہ خدا کے پاس بیوی نہیں اور کبھی اسطرح تردید فرمائی کہ انہ بدیع السموات والارض انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (خدا آسمانوں اور زمین کا از سر نو پیدا کرنے والا ہے اُس کی شان ہے کہ جب وہ کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کہدیتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے ۔ ان تینوں فرقوں کے بڑے لمبے چوڑے دعوے ہیں کہ ان میں کثرت خرافات اور بیہودہ پن بھرا ہوا ہے تلاشی پر وہ مخفی نہیں ہیں قرآن عظیم نے ان دونوں مرتبوں کو خوب بیان کیا ہے اور ان لوگوں کے شبہات کا بالاستیعاب رد کیا ہے ۔

باب ۳۸

حقیقت شرک کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیے کہ عبادت کے معنے ہیں نہایت درجہ کی عاجزی جب کسی سے ایسے نہایت درجہ کی ذلت اور عاجزی ظاہر ہو گی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا صوری مثلاً ایک شخص کا کھڑا ہونا ایک کا سجدہ کرنا یا قصد اور نیت سے ہوتی ہے مثلاً سجدہ سے بندوں کی اپنے مولے کے لئے تعظیم کرنا اور قیام سے رعیت کی بادشاہوں کے لئے یا شاگردوں کی استاد کے لئے تعظیم کرنا اور کوئی تیسری صورت تعظیم کی نہیں ہے اور جب ثابت ہو چکا ہے کہ سجدہ سے فرشتوں نے حضرت آدمؑ کے اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کی تعظیم کی تھی حالانکہ سجدہ سے زیادہ اور کوئی تعظیم نہیں ہے تو ضرور ہوا کہ نیت سے ہی فرق کیا جائے لیکن ابھی تک پوری تنقیح نہیں ہوئی اسلئے کہ مولا کے لفظ کے کئی معنے مستعمل ہوتے ہیں اور یہاں اس سے مراد معبود کی ذات ہے تو وہ گویا عبادت کے تعریف میں ماخوذ ہے پس اس کے متعلق یوں تنقیح کی جائیگی کہ ذلت و خواری کا اقتضاء ذلیل میں ناتوانی اور ضعف کا لحاظ کرنا اور دوسری میں قوت اور غلبہ کا خیال کرنا ذلیل کی حالت میں ذلت اور پستی اور دوسری میں شرف اور رفعت کو ملحوظ رکھنا اور آدمی جب مخلی بالطبع ہو جائے تو اسکو معلوم ہوگا کہ وہ قوت شرف مسخر کرنے وغیرہ امور کے لئے دو قسم پر اندازہ کرتا ہے ایک اپنی ذات کے لئے اور اس کے لئے جو ذاتی امور میں اس سے ملتا جلتا ہو اور ایک اور ذات کے لئے جو حدوث و امکان کے داغ سے بالکل پاک ہے دوسرے ان لوگوں کے لئے جن میں ایسی پلید ترین ذات کی بعض خصوصیتیں منتقل ہوتی ہیں مثلاً وہ امور غیبیہ کے معلوم کرنے کے لئے دو درجے قرار دیتا ہے ایک وہ درجہ جو غور و فکر یا مقدمات کے ترتیب دینے یا القوت حدث یا خواب یا ان چیزوں کے الہام کو اخذ کرنا جن کے مخالف اپنے آپ کو بالکلیہ نہیں پاتا ہے دوسرے ذاتی علم جو علم کی ذات کا ہے مقتضا ہو دوسرے سے وہ اس کو حاصل نہ کرے اور تحصیل کی محنت کا بار نہ برداشت کرے ایسے ہی تاثیر تدبیر تسخیر کے لئے کوئی سا فقط ہو وہ دو درجے سمجھتا ہے ایک تو اعضا اور قوا کا استعمال کرنا اپنی کیفیات حرارت برودت وغیرہ سے اعانت لینا یا اور امور جن کی استعداد قریب یا بعید اس میں موجود ہے دوسری تاثیر کا درجہ خیال کیا جاتا ہے کہ بغیر کسی کیفیت کے ملانے اور بغیر کسی امر کے استعمال کے کسی شے کو پیدا کر دینا جس کو خدا فرماتا ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہدیتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے اور ایسے ہی وہ عزت اور شرف کے دو درجے قرار دیتا ہے ایک ایسی عظمت جیسے کہ بادشاہ کی رعیت کے مقابلے میں ہوتی ہے جس کی انتہا سامعین کی کثرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعامات واد ودہش کا زیادہ ہوتا ہے یا جیسے کسی بڑے توانا اور استادی کی عظمت دوسرے ضعیف القویٰ اور شاگرد کے مقابلے میں ہوتی ہے اور دوسرا درجہ عظمت کا وہ ہے کہ وہ صرف اُس میں ہو جس کی رفعت وشان نہایت اعلےٰ درجے کی ہو اس راز کو مستعدی سے تلاش کرنا چاہئے تاکہ تجکو یقین ہو جائے کہ جو شخص اُس کا معترف ہے کہ یہ تمام امکانی سلسلہ ذات واجبی پر ختم ہو جاتا ہے دوسرے کی پھر کچھ حاجت نہیں رہتی اس کو ان صفات کا اہل دو کے وجود جہ قرار دینے پڑینگے ایک وہ درجہ ذات خداوندی کے لائق ہو دوسرے جو اپنی حالت اور شان کے مناسب ہے ۔

اور چونکہ الفاظ جو دونوں میں استعمال کئے جاتے ہیں باہم معنے کے لحاظ سے بہت قریب قریب ہوا کرتے ہیں اس لئے لوگ شرایع الہیہ کے بیجا موقع معنے لگا لیا کرتے ہیں اور اکثر بعض آدمیوں یا فرشتوں وغیرہ سے ایسے ایسے افعال آدمی کو معلوم ہوتے ہیں جن کا صادر ہونا اُن کی بنائے جنس سے مستبعد ہوا کرتا ہے اسلئے اُن کی نظر میں حالت مشتبہ ہو جایا کرتی ہے اور اُن کے لئے وہ قدسی مرتبہ اور الٰہی تاثیر ثابت کرتا ہے لوگ درجہ بلند کی شناخت میں برابر نہیں ہوتے بعض لوگ اُن انوار کی قوتوں کا احاطہ کر لیا کرتے ہیں جن کے اثر تمام سوالیہ پر غالب اور محیط ہوتے ہیں لیکن یہ شخص اُن طاقتوں کو اپنی طاقت جیسے سمجھتے ہیں اور بعضوں کو ایسے احاطہ کرنے کی طاقت نہیں ہوا کرتی ہر انسان کو اسقدر تکلیف دی گئی ہے جتنی اُس سے ممکن ہے اُس حکایت کے یہی معنے ہیں جس کو کہ سراپا صداقت آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ خدا نے اُس شخص کو نجات دی تھی جس نے اپنے اہل کو حکم دیا تھا کہ مجکو جلا دینا اور میرے خاکستر کو ہوا میں اڑا دینا اُس کو خوف تھا کہ مبادا خدا مجکو پھر زندہ کرے اور مجھ پر قابو پائے اس شخص کو یہ یقین تھا کہ خدا میں کامل درجے کی قدرت ہے لیکن اس کو قدرت اُن ہی چیزوں میں ہے جو کہ ممکن ہیں ممتنع چیزوں پر اُس کو قدرت نہیں ہے وہ جانتا تھا کہ اُس خاکستر کا جمع کرنا ممکن ہے جو پراگندہ ہو کر اُس کا نصف حصہ خشکی میں ہو اور نصف دریا میں اس سے خدا کی ذات میں نقص پیدا نہیں ہوا جتنا اُس کا علم تھا اتنا ہی وہ ماخوذ ہوگا لیکن کافروں میں اُس کا شمار نہ ہوگا تو تشبیہ اور ستاروں اور نیک بندوں کے ساتھ شرک کرنا جن سے خلاف عادت امور مثل مکاشفہ اور قبولیت دعا کی ظاہر ہوتی رہتے ہیں لوگوں میں موروثی ہو گیا ہے اور جو نبی اپنی قوم میں بھیجا جاتا ہے اُس کو فرض ہے کہ لوگوں کو شرک کی حقیقت خوب سمجھا دیوے اور دونوں درجوں کی حقیقت تمیز کر کے مقدس درجہ کو صرف واجب تعالےٰ ہی میں مانے اگرچہ دونو درجوں کے الفاظ قریب المعنے ہیں جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب سے فرمایا کہ تو صرف رفیق ہے اور طبیب حقیقت میں خدا ہی ہے اور جیسے کہ آپ نے فرمایا کہ سردار صرف خدا ہی ہے اُن حدیثوں میں طبیب اور سردار کے خاص معنے لئے ہیں اس کے بعد جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حواری اور صحابہ اور ان کے حاملین دین کا زمانہ ختم ہو گیا اُن کے بعد ایسے ناشدنی لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشوں کی پیروی کی اور مستعمل اور مشتبہ الفاظ کے بیجا معنے بنا لئے جیسے کہ محبوبیت اور شفاعت کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا نے تمام شریعتوں میں بندگان خاص کے لئے ثابت کیا ہے لیکن لوگ اس کے بجا منشاء مراد نہیں لیتے اور ایسے ہی خلاف عادت اور مکاشفات سے وہ لوگ یہ مراد لیتے ہیں کہ علم الٰہی اور غلبہ الٰہی کی حالت اس شخص میں منتقل ہو آئی ہے جو ایسے ایسے کام کرتا ہے حالانکہ یہ امور ناسوتی یا روحانی طاقتوں سے تعلق رکھتے ہیں جن میں ایک خاص وجہ سے تدبیر الٰہی کے نازل ہونے کی استعداد آجاتی ہے ان امور کو ایجاد الٰہی اور ان امور سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا جو واجب تعالےٰ کے لئے خاص ہیں اس مرض میں لوگ کئی طرح سے گرفتار ہوتے ہیں بعضے خدا کی بزرگی کو بالکل بھول جاتے ہیں اور صرف شرکا کی ہی عبادت کرتے ہیں اپنی حاجتوں کو انہیں سے مانگتے ہیں خدا کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے اگرچہ یقینی دلیل سے یقین کرتے ہیں کہ سلسلہ وجود خدا پر ہی ختم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کا اعتقاد ہوتا ہے کہ سردار اور مدبر تو خدا ہی ہے لیکن وہ کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور معبودیت کا خلعت پہنا دیتا ہے اور بعض خاص کاموں کا ان کو اختیار ملجاتا ہے وہ ان کی سفارش کو قبول کرتا ہے جیسے کوئی شہنشاہ کسی حصہ ملک پر کسی بادشاہ کو بھیجتا ہے اور وہ بجز بڑے بڑے کاموں کے اس ملک کی پوری تدبیر اس کے سپرد کر دیتا ہے اس وجہ سے ایسے شخص کے حق میں ان لوگوں کو بندگان خدا کہنے کی جرأت نہیں ہوا کرتی کہیں خداوندوں کے برابر نہ ہو جائیں وہ بجائے اس نام کے ان کو ابن اللہ اور محبوب الٰہی کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کا غلام سمجھتے ہیں وہ اپنا نام عبد المسیح یا عبد العزیٰ رکھتے ہیں عام یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کو یہ مرض ہوتا ہے اور فی زمانا اسلام میں بھی بعض ایسے غالی منافق موجود ہیں اور چونکہ شریعت کی بنا اس پر ہوا کرتی ہے کہ شرک کی چیز کو بجائے اصل کے قرار دیں اس لئے وہ محسوس امور جن میں شرک کا گمان تھا کفر شمار کئے گئے جیسے بتوں کا سجدہ کرنا ان کے لئے قربانی کرنا ان کے نام پر حلف کرنا اور ایسے ہی اور امور اول اول مجھ پر یہ علم اس طرح منکشف ہوا کہ میرے سامنے ایسی ایک قوم پیش کی گئی جو ایک چھوٹی سی زہریلی گس کے لئے سجدہ کرتی تھی جو ہمیشہ اپنی دم اور ساتھ پاؤں ہلاتی رہتی تھی تو میرے دل میں القا ہوا کہ کیا تو ان میں بھی شرک کی تاریکی پاتا ہے اور جیسی خطا اور ہرزہ کاری نے بت پرستوں کو گھیر لیا ہے ایسے ہی ان گس پرستوں کو بھی گھیر لیا ہے میں نے کہا کہ ان لوگوں نے کسی کو اپنا قبلہ قرار دیا ہے لیکن قلت کے درجہ کو عزت کے درجہ سے نہیں ملایا ہے سو اس واسطے میں ان لوگوں میں شرک کی تاریکی نہیں پاتا مجھ سے کہا گیا کہ تجھے اصلی راز کی رہبری ہو گئی ہے اس روز سے میرا دل علم توحید سے لبریز ہو گیا اور اسمیں مجھ کو بصیرت حاصل ہو گئی اور توحید و شرک اور ان چیزوں کی حقیقت جن کو شرع نے توحید و شرک کا موقع قرار دیا ہے بخوبی مجھ کو معلوم ہو گئی ہے اور تدبیر کے ساتھ عبادت کے تعلق کو میں خوب سمجھ گیا واللہ اعلم۔

باب ۳۹

شرک کے اقسام میں

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بڑے بزرگ شخص کی نسبت کسی کا یہ اعتقاد ہو کہ عجیب عجیب آثار اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادر ہوتے ہیں وہ اسی لئے صادر ہوتے ہیں کہ اُس میں ایسی کمالی صفت حاصل ہو گئی ہے جو اُس کے ابنائے جنس میں معمولی طور پر نہیں ہو سکتی بلکہ صرف واجب تعالےٰ ہی میں پائی جا سکتی ہے دوسرے کسی شخص میں اُس کا جب ہی امکان ہے کہ خدا تعالےٰ الوہیت کا خلعت اُس کو پہنا دے اور اُس کو خدا اپنی ذات میں ملا لے یا ایسا ہی بیہودہ گمان کوئی اور ہو جس کا مشرکین اعتقاد کیا کرتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مشرکین لبیہ (لبیک کہنا) اس طرح پر کیا کرتے تھے لاشریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک (ہم حاضر ہیں ہم حضور میں ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہے مگر وہ شریک جس کا تو مالک ہے اور جس کی تمام ملکیت کا تو مالک ہے) اسی لئے اُس شخص معبود کی نسبت کمال ذلت اور عاجزی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اُس سے ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے جیسا کہ کوئی بندہ اپنے خدا کے ساتھ شرک کے قصد سے کرتا ہے اور اس قسم کے معاملات کی مختلف صورتیں اور قالب ہوا کرتے ہیں شریعت کو صرف انہیں صورتوں سے بحث ہوتی ہے جن کو لوگ عمل میں لاتے ہیں اور ان امور میں شرک کا احتمال ہوتا ہے اور عادت وہ شرک کو لازم ہوا کرتی ہیں ایسے ہی شرع کی عادت اور روش یہ ہے کہ بجائے مصالح اور مفاسد کے وہ اُن کے اسباب وعلل کو قرار دیتی ہے ہم ان امور پر متنبہ کرتے ہیں جن کو شریعت محمدیہ نے (علے صاحبہا الصلوات والتسلیمات) شرک کے مواقع بتا کر اُن امور کو منع کیا ہے اُن میں سے یہ ہے کہ مشرکین بتوں اور ستاروں کو سجدہ کیا کرتے تھے اسی لئے غیر خدا کے سجدہ کو منع فرمایا خدا تعالےٰ فرماتا ہے لاتسجدوا للشمس والقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن (آفتاب اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ ان کے خالق کو سجدہ کرو) اور سجدہ کرنے میں شرک کرنے کو ضروری اور لازم ہے کہ تدبیر میں بھی شرک ہو گا اُس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں اور ایسا نہیں ہے جیسے متکلمین کا گمان ہے کہ توحید عبادت احکام الہیہ میں سے ایک حکم ہے اور یہ حکم مذہبوں کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے اُس کے لئے دلیل یقینی کی ضرورت نہیں ہے یہ تقریر درست نہیں اگر یہی ہوتا تو خدا مشرکین کو الزام کیوں دیتا کہ وہ پیدا کرنے اور تدبیر کرنے میں یگانہ ہے خدا فرماتا ہے قل الحمد للہ وسلٰم علے عبادہ الذین اصطفٰے ءاللہ خیر (کہہ الحمد للہ اور مقبول لوگوں پر سلام ہے کیا خدا بہتر ہے) اخیر پانچ آیتوں تک بلکہ یہی حق ہے کہ مشرکین مقر تھے کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر اور خلق خدا ہی کی صفت ہے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ عبادت ان دونوں صفتوں کو لازم ہے توحید کے معنے میں ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں اسی واسطے خدا تعالےٰ نے ان کو الزام دیا ولله الحجة الباقية اور انہیں امور شرکیہ میں سے یہ تھا کہ مشرکین اپنے اغراض کے لئے غیر خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے بیماری کی شفا اور فقیروں کی تونگری کو اُن سے طلب کرتے تھے اُن کے لئے نذریں مانتے تھے ان نذروں سے اُن کو حصول مطالب کی امید ہوا کرتی تھی تبرکاً اُن کے نام جپا کرتے تھے اسی واسطے خدا تعالےٰ نے لوگوں پر واجب کیا کہ نمازوں میں ایاک نعبد وایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے یاوری کے خواہاں ہیں) پڑھا کریں اور خدا نے فرمایا ولا تدعوا مع اللہ احداً (خدا کے ساتھ دوسرے کو مت پکارا کرو) اور دعا کے معنی عبادت کے نہیں ہیں جیسے بعض مفسرون کا قول ہے بلکہ استغاثہ کے ہیں خدا دوسری جگہ فرماتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بل اياه تدعون فيكشف ما تدعون (خدا ہی سے مدد طلب کرو تاکہ وہ حاجت پوری ہو جائے جس میں تم مدد کے خواہاں ہو) نہیں امور سے یہ مشرکین بعض شرکا سے الٰہی کا نام بنات اللہ یا ابناء اللہ رکھتے تھے نہایت سخت درجہ کے تشدد سے وہ اپنے افعال سے روکے گئے پہلے ہم اس کا ذکر بیان کر چکے ہیں اور نیز امور شرکیہ میں سے یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے علما اور زاہدوں کو بجز خدا کے اپنا حاکم اور پروردگار بنا رکھا تھا اُن کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو یہ لوگ حلال کر دیتے ہیں وہ حلال ہو جاتی ہے نفس الامر میں اُس میں کوئی مضایقہ نہیں ہوتا اور جس چیز کو وہ حرام کر دیتے ہیں وہ واقع میں مواخذے کے قابل ہوا کرتی ہے اور جب آیہ (اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ) کافروں نے علما اور زاہدوں کو دوسرا خدا بنا رکھا ہے) نازل ہوئی تو عدی بن حاتم رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کے معنے دریافت کئے آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں کو وہ حلال کر دیا کرتے تھے اُن کو لوگ حلال سمجھنے لگتے تھے اور جن چیزوں کو حرام بتاتے تھے اُن کو لوگ حرام ہی سمجھتے تھے اُس کا یہ راز ہے کہ تحلیل اور تحریم کا موجود کرنا ملکوت میں جاری ہوا کرتا ہے کہ فلاں شے مواخذہ کے قابل ہے اور فلاں قابل مواخذہ نہیں ہے اس طرح پر موجود کرنا مواخذہ اور ترک مواخذہ کا سبب ہوا کرتا ہے اور یہ بجز خدا کے کسی دوسرے کی صفت نہیں ہو سکتی تحلیل اور تحریم کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس واسطے کیا کرتے ہیں کہ آپ کا فرمانا قطعی قرینہ ہوتا ہے کہ یہ خدا ہی نے حرام یا حلال کیا اور امت محمدیہ کے مجتہدین کی طرف اُن کی اس واسطے نسبت کرتے ہیں کہ انہوں نے نص شارع سے اُس کو نقل کر دیا ہے یا شارع کے کلام سے اُس کو مستنبط کیا ہے۔ معلوم کرنا چاہئے کہ جب خدا تعالٰے کسی پیغمبر کو مبعوث کرتا ہے اور اُس کی رسالت معجزات سے ثابت ہو جاتی ہے اور اُس کی زبان سے بعض امور کا حلال وحرام ہونا معلوم ہو جاتا ہے تاہم بعض لوگوں کو اس خیال سے کہ اُس کے مذہب میں کوئی چیز حرام تھی اُس کے کرنے میں کشیدگی سی رہا کرتی ہے یہ توقف دو طرح پر ہوتا ہے اگر اُس کو اس شریعت کے ثبوت ہی میں کلام ہے تب تو وہ کافر ہے اور اگر اُس کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلی تحریم منسوخیت کے قابل ہی نہ تھی خدا نے اپنے بندے کو الوہیت کا خلعت پہنا دیا تھا وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ تھا کسی امر سے اُس کا منع کرنا یا کسی امر کو اُس کا مکروہ خیال کرنا مالی یا جانی نقصان کا باعث ہے ایسا شخص مشرک ہے وہ گویا خدا کے لئے غصہ اور ناخوشی تحلیل اور تحریم الٰہی کا ثابت کرتا ہے اور غیر محدود حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر صحابہ کے نام بدل دئے تھے جن کا نام عبد العزے اور عبد الشمس تھا اُن کا نام عبد اللہ اور عبد الرحمن وغیرہ رکھ دیا تھا یہ سب مذکورہ بالا امور شرک کے قالب تھے اسواسطے شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سب سے لوگوں کو روک دیا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۰

خدا تعالیٰ کے صفات پر ایمان لانے کے بیان میں

نیکی کے تمام قسموں سے سب سے زیادہ پُرعظمت قسم خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانا اُن کے ساتھ خدا کے متصف ہونے کا اعتقاد کرنا ہے اِس کی وجہ سے بندے اور خدا تعالیٰ کی ذات میں تعلق کا دروازہ مفتوح ہوجاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی اور کبریائی کے منکشف ہونے کا ذریعہ نکل آتا ہے معلوم کرنا چاہئے کہ خدا کا مرتبہ اِس سے بلند ہے کہ کسی عقلی یا حسی چیز پر اُس کو قیاس کرسکیں یا اُس میں صفات ایسے حلول کریں جیسے اپنے اپنے محل میں اعراض حلول کرتے ہیں یا عام عقلیں اُن کا اندازہ کرسکیں یا معمولی لفظ اُن کو ادا کرسکیں لیکن لوگوں کو اُن صفات کی رہبری بھی ضرور ہے تاکہ حتے الامکان وہ اپنے کمال کو پورا کرسکیں اِس لئے ضرور ہے کہ صفات کا جب استعمال کیا جائے تو اُن سے نتیجے اور غایتیں مراد لیجائیں نہ اُن کی ابتدائی حالتیں مثلاً رحمت کے معنے سے نعمتوں کے ذریعہ سے فیض پہنچانا مراد ہو نہ دل کا میلان اور نرمی اور ایسے لفظ اوصاف کے بیان کرنے کے لئے مستعار لئے جائیں جن سے خدا کا مالک اور قابض ہونا معلوم ہو جیسے کہ بادشاہ اپنے شہر پر قابض ہوتا ہے اِس لئے کہ تمام موجودات خدا تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اِس غرض کے لئے کوئی اور عبارت زیادہ خوش ادا نہیں ہے اور تشبیہات کا اِس طرح استعمال ہو کہ اُن کے اصلی معنے مراد نہ ہوں بلکہ ایسے معنے مقصود ہوں جو عرفاً اصلی معنے کے مناسب ہوں مثلاً ہاتھ کی کشایش سے جود و فیاضی مراد ہو اور تشبیہ کے بیان میں یہ لحاظ رہے کہ مخاطبین کو کبھی آودیوں کا خدا کی ذات میں ہونے کا صریح شبہ معلوم ہو اِس میں مخاطبین کی حالت مختلف ہوجاتی ہے اِس لئے یوں کہنا چاہئے کہ خدا سنتا ہے دیکھتا ہے یہ نہیں کہنا چاہئے کہ وہ چکھتا ہے یا چھوتا ہے اور چند معانی کا جب ایک ہی اثر ہو تو اُن کی فیض رسانی کو ایک ہی نام سے تعبیر کریں جیسے کہیں رزاق یا مصور اور اُن اوصاف کی خدا سے نفی کی جائے جو اُس کی شان کے شایان نہ ہوں خصوصاً وہ اوصاف جن کو کافر بیان کیا کرتے ہیں مثلاً خدا کے کوئی فرزند نہیں اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے تمام آسمانی مذاہب نے اتفاق کیا ہے کہ خدا کی صفات اِس طرح بیان کی جائیں اِن عبارتوں کا استعمال ہو بہو رہے اور استعمال سے زیادہ اُن کی بحث و تفتیش نہ کی جائے جن زمانوں کی خوبی اور بہتری کی شہادت دی گئی ہے وہ اسی حالت پر گذر گئے لیکن اُن کے بعد مسلمانوں کے ایک فرقے نے اُن مباحث اور تحقیق معانی میں زیادہ خوض کیا لیکن اُس کے متعلق نہ کوئی نص تھی نہ دلیل قطعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مخلوق میں غور کرو اور خالق میں مت غور کرو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت وان الی ربک المنتہٰی میں فرمایا کہ پروردگار کی ذات میں غور کرنا بجا نہیں ہے اور صفات چونکہ مخلوق اور ناپیدا نہیں ہیں تو اُن میں غور کرنے کے معنے یہی ہیں کہ خدا میں یہ صفتیں کیونکر حاصل ہوگئیں تو گویا اُن میں غور کرنا خالق ہی میں غور کرنا ہو گیا ترمذی نے حدیث یداللہ ملائی (خدا کا ہاتھ بھرا ہوا ہے) کے متعلق

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے کہ اہلحدیث نے اس حدیث کی نسبت بیان کیا ہے کہ جس طرح یہ حدیث وارد ہے ویسے ہی ہم اس پر ایمان لاتے ہیں نہ اُس کی ہم کچھ تفسیر کرتے ہیں نہ اُس میں کسی اور امر کا خیال کرتے ہیں اکثر ائمہ کا قول یہی ہے ان میں حضرت سفیان ثوری۔ مالک بن انس۔ ابن عیینہ اور عبد اللہ ابن مبارک بھی ہیں یہ سب کہتے ہیں کہ یہ امور روایت سے ثابت ہیں ہمارا اُن پر ایمان ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسا کیونکر ہے اور دوسرے موقع پر ترمذی ہی نے کہا ہے کہ ان صفات کو جیسا کا تیسا رکھنا تشبیہ نہیں ہے تشبیہ جب ہی کہا جائیگا کہ خدا کی صفت شنوائی اور بینائی ایسی ہو جیسی ہماری شنوائی اور بینائی حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے صحیح طریقہ سے کوئی ایسا امر منقول نہیں ہے کہ جس سے اس کی صاف توضیح ہو سکے کہ متشابہات میں تاویل کرنا ضروری ہے یا تاویل بیان کرنا بالکل منع ہے یہ امر محال ہے کہ خدا تعالے اُن چیزوں کی تبلیغ کا حکم دے جو خدا کی جانب سے لوگوں پر نازل ہوئیں اور الیوم اکملت لکم دینکم بھی ان پر نازل ہوا پھر بھی متشابہات کا کچھ ذکر نہ کیا جائے اور اُس کی کچھ تمیز نہ ہو کہ خدا کی جانب کسی امر کو منسوب کر سکتے ہیں اور کس کو منسوب نہیں کر سکتے حالانکہ آنحضرت ہمیشہ لوگوں کو آمادہ کیا کرتے تھے کہ احادیث کو نقل کرتے رہیں اور فرماتے رہے کہ حاضر شخص غایب کو سب حالات کی خبر دے دے حتے کہ لوگوں نے آپ کے اقوال و افعال اور حالات کو اور اُن امور کو جو آپ کے سامنے پیش آئے بخوبی نقل کر دیا پس معلوم ہوا کہ سب مسلمانوں کا اتفاق رہا کہ جو خدا کی ان متشابہات سے مراد ہے اُسی پر ایمان رکھنا چاہئے مخلوقات کے مشابہات سے خدا تعالے نے اس طرح تنزیہ ذکر کر دی ہے کہ لیس کمثلہ شیئ (اسکی مثل کوئی نہیں ہے) جس شخص نے ان کے بعد اس قول کی مخالفت کی تو گویا اسلامی طریقے کے مخالف کی انتہے میں کہتا ہوں کہ شنوائی، بینائی، قدرت، ضحک، کلام، استواء میں کوئی فرق نہیں اہل زبان کی نظر میں ان تمام اوصاف سے وہی معنی مفہوم ہوتے ہیں جو خدا کی بارگاہ قدس کے لائق نہیں ہیں ضحک میں اگر کوئی استحالہ ہے تو یہی ہے کہ اُس کے لئے مُنہ چاہئے ایسے ہی صفتِ کلام کا حال ہے اور گرفت و نزول میں بھی یہی استحالہ ہے کہ بغیر ہاتھ پیروں کے نہیں ہو سکتے ایسے ہی یہ شنوائی اور بینائی کی صفت بھی گوش اور آنکھ کی خواہاں ہے واللہ اعلم۔ ان خوض کرنے والوں نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے اور اُن کا نام مجسمہ اور مشبہ رکھا ہے! کہتے ہیں کہ یہ لوگ (تجسیم) کو چھپاتے تھے مجکو خوب صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے اپنے قول میں انہوں نے اور دراثیہ خطا کی ہے! ائمہ ہدایت کی نسبت اُن کا طعن بیجا ہے! اس کی تفصیل یہ ہے کہ متشابہات میں دو مقام ہیں (۱) یہ کہ خدا تعالے کو صفات کس طرح ثابت ہوئے ہیں آیا یہ صفات ذاتِ خداوندی پر زائد ہیں یا اُس کی عین ذات ہیں اور شنوائی بینائی اور کلام وغیرہ کی حقیقت کیا ہے! بادی الرائے میں جو اُن الفاظ سے معنے سمجھے جاتے ہیں وہ خدا کی شان کے مناسب نہیں ہیں اس مرتبہ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا ہے بلکہ اس میں بحث و گفتگو کرنے سے اپنی امت کو روک دیا ہے اس لئے کسی کی تاب نہیں ہے کہ جس چیز کو آپ نے منع فرما دیا ہے اسکا اقدام کرے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ ایسی صفات کون سی ہیں جن کو ہم شرع کی اجازت سے خدا کے لئے ثابت کر سکیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایسی کون سی ہیں جن کا اطلاق خدا کے لئے درست نہیں ہے اس کے متعلق حق یہ ہے کہ خدا کی صفات اور اسما توقیفی ہیں یعنی اگرچہ ہم کو وہ قواعد معلوم ہیں جن کو شرع نے صفات الٰہی کے بیان کرنے کے لئے معیار قرار دیا ہے اس کو ہم کتاب کے شروع میں تحریر کر چکے ہیں لیکن اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر صفات میں خوض کرنے کی انکو اجازت دے دیجاوے تو وہ خود بھی گمراہ ہوجائیں اوروں کو بھی گمراہ کردیں۔ اور بہت سی صفات بھی ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ خدا تعالےٰ کو موصوف کرنا اصل میں جائز ہے لیکن کفار کے بعض فرقوں نے ان کا بے جا استعمال کیا ہے یہ استعمال ان میں شائع تھا اس لئے اس فساد کے دور کرنے کو شرع نے ان صفات کے استعمال سے منع کردیا ہے۔ اور بعض صفات ایسے ہیں کہ اگر ان کو ظاہری معنے میں استعمال کریں تو خلاف مقصود کا وہم ہوا کرتا ہے اس واسطے ان صفات کے استعمال سے بھی احتراز چاہئے اسی حکمت سے شرع نے اوصاف کو توقیفی قرار دیا ہے اور اپنی رائے سے ان میں خوض کرنے کو جائز ٹھیرایا ہے اور ماحصل یہ ہے کہ ضحک فرحت بشاشی کا استعمال کرنا خدا کی شان میں جائز ہے اور گریہ، خوف، وغیرہ کا استعمال درست نہیں ہے اگرچہ ان دونوں قسموں کا ماخذ قریب قریب ہے اور یہ مسئلہ جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کردی عقل اور نقل سے مؤید ہے اس کے آس پاس باطل کو گذر نہیں ہے لوگوں کے اقوال اور مذہب کے باطل کرنے کا یہ موقع بھی نہیں ہے بلکہ اور موقع میں ان کا ابطال کیا جاتا ہے اور ہم ان الفاظ متشابہ کی تفسیر اور دوسرے معنے سے بھی کر سکتے ہیں جو بنسبت ان علما کے معنے کے زیادہ قریب الفہم اور مناسب ہوں جو معنے انہوں نے ذکر کئے ہیں وہ ابھی تک بالکل متعین نہیں ہوئے ہیں دلیل بھی ان پر ہم کو مجبور نہیں کرتی اور دوسرے معنے کے لحاظ سے کچھ ان کو ترجیح اور فضیلت بھی نہیں ہے نہ ان میں یہ حکم کیا جاتا ہے کہ یہی اقوال مراد الٰہی کے موافق ہیں نہ ان کے اعتقاد پر اجماع اور اتفاق ہوگیا ہے یہ بات بھی بہت دور ہے اسلئے ہم کہتے ہیں مثلاً تمہارے سامنے تین قسم کی چیزیں ہیں زندہ۔ جماد۔ مردہ اور زندہ چونکہ دانا مخلوق میں موثر ہوتا ہے اس واسطے زندہ کی حالت کو حضور خداوندی سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ ہم خدا کا نام حی رکھیں اور ہمارے حق میں علم اشیا کی ظاہر اور منکشف ہونے کا نام ہے اور خدا پر بھی تمام اشیا منکشف ہیں پہلے وہ سب اس کی ذات میں مندرج تھیں اس کے بعد ان کا وجود تفصیلی ہوا اس لئے ضرورۃً ہم اس کو علیم کہہ سکتے ہیں اور بینائی اور شنوائی سے نظر آنے والی اور سنی گئی چیزوں کا پورا انکشاف ہوا کرتا ہے اور خدا کو یہ انکشاف نہایت کامل درجہ کا ہے اسلئے ہم اس کو سمیع اور بصیر ضرورۃً کہینگے اور جب ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ ارادہ کیا تو اس سے یہی معنے ہوتے ہیں کہ کسی کام کے کرنے یا ترک کرنے کی خواہش اس میں ہوئی اور جب کسی کام کی شرائط منظور ہوجاتی ہے یا عالم میں کوئی استعداد پیدا ہوجاتی ہے تو خدا تعالےٰ بھی اکثر کاموں کو فعلیت میں لاتا ہے جو چیزیں پہلے ضرور نہ تھیں شرط اور استعداد ان کو ضروری سے کردیا کرتی ہے اور بہت دور کے حصوں میں خدا کے حکم سے بکثرت اجتماع ہوجاتا ہے حالانکہ پہلے سے وہ اتفاق نہیں ہوا کرتا اس وجہ سے خدا کو مرید کہا جاتا ہے اور نیز جب ارادۂ الٰہی جو خدا کی ذاتی صفت ہے اور خواہش اس کے معنے بیان کئے گئے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ تمام عالم سے وہ متعلق ہو چکا اور بعد کو وقتاً فوقتاً نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اسلئے یہی مناسب ہے کہ ایسی ہر چیز کیطرف اسکو منسوب کر کے کہیں کہ خدا نے ایسا ارادہ کیا اور ویسا ارادہ کیا۔

اور جب ہم کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو قدرت ہے تو اسکے یہی معنے ہوا کرتے ہیں کہ وہ کوئی کام کر سکتا ہے اور کوئی خارجی سبب اُس کو نہیں روک سکتا۔ اور دو مقدور چیزوں میں سے اگر قادر ایک ہی کو اختیار کرے تو اس سے نفی قدرت نہیں ہو سکتی اور خدا تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ محض اپنی عنایت اور خواہش ذاتی سے بعض افعال کو پسند کرتا ہے اور ان افعال کے مخالف امروں کو ترک کر دیتا ہے یہی وجہ ہے اُس کا نام قادر ہے اور جب کلام کیا فلاں نے فلاں سے کہا جاتا ہے تو اسکے یہی معنے ہوا کرتے ہیں کہ اُسنے اپنے مقصود معانی کو ان لفظوں سے ادا کر دیا جن سے وہ معانی معلوم ہوتے تھے اور خدا بھی اکثر اپنے بندے کو علمی فیض پہنچایا کرتا ہے اور اُن کے ساتھ ہی الفاظ کا بھی افاضہ کرتا ہے جن کی صورت اُس بندے کے خیال میں منعقد ہو جاتی ہے وہی الفاظ اُن معنے پر دلالت کیا کرتے ہیں اِسکی وجہ سے تعلیم خوب صاف اور صریح ہوتی ہے اسوجہ سے خدا کو متکلم کہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم (آدمی کا مرتبہ نہیں ہے کہ خدا اُس سے ہم کلام ہو ہاں وحی سے یا پردے کی آڑ میں وہ کلام کرتا ہے یا کسی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے وہ خدا کی اجازت سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے بیشک خدا بڑا اور حکمت والا ہے وحی نام ہے دل میں کسی چیز کا خواب کے ذریعے سے ڈال دینا یا جب غیب کی طرف توجہ ہو تو بدیہی طور پر علم پیدا کر دینا اور پردے کی آڑ کے معنے یہ ہیں کہ ایک منتظم گفتگو کو سنادے سامع کسی گفتگو کرنے والے کو نہ دیکھتا ہو لیکن واقع میں اُسکی آواز سن رہا ہو یا خدا کبھی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے اور وہ اس کے سامنے صورت پکڑ کر ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پیغمبر عالم غیب کی جانب متوجہ ہوتا ہے اس کے تمام حواس مغلوب ہوتے ہیں کہ دفعۃً وہ گھنٹہ کی سی جھنکار کو سنتا ہے جبکہ سرخ اور سیاہ رنگوں کے دیکھنے سے غشی سی طاری ہو جایا کرتی ہے چونکہ حظیرۃ القدس میں یہ مطلوب ہے کہ لوگوں میں نظام قایم کیا جائے اگر اُن کے طبائع اس نظام کے موافق ہوتی ہیں تو وہ ملاء اعلےٰ میں شامل ہو کر تاریکیوں سے نور الٰہی میں آجاتے ہیں اُن کو نفسانی بشاشت حاصل ہوتی ہے فرشتوں اور لوگوں پر الہام ہوتا ہے کہ اُن کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں اور اگر اُن کی طبائع اس نظام کے مخالف ہوتی ہیں تو ملاء اعلےٰ سے انکی علحدگی ہو جاتی ہے اور ملاء اعلےٰ کی بیزاری سے اُن پر مصیبت ہوتی ہے اور جیسا پہلے ذکر ہوا ہے اُن کو تکلیف و عذاب ہوتا ہے اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ خدا خوشنود ہے شکر کی جزا دیتا ہے یا خدا ناخوش ہوا اُس کی لعنت ہوئی یہ امور اسی لئے ہوتے ہیں کہ بمقتضاء مصلحت عالم کے احکام جاری رہیں اور منجملہ نظام عالم کے اُس امر کا پیدا کرنا بھی ہے جسکے لئے دعا مانگی گئی ہو اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے دعا قبول کر لی اور ہمارے استعمال میں رویت کے معنے یہ ہیں کہ نظر آنے والی چیز پوری طرح پر ظاہر ہو جائے اور لوگوں کو جب اخروی وعدے حاصل ہونگے تو انکو تجلی حاصل ہوگی جس کا قیام عالم مثال کے وسط میں ہے تمام لوگ اسوقت خدا کو برای العین دیکھینگے سو اسطے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ کیا چاہئے انکم سترونہ کما ترون القمر لیلۃ البدر (بیشک تم خدا کو ایسا ہی دیکھو گے جیسا کہ شب بدر میں ماہ کو دیکھتے ہیں) واللہ اعلم۔

باب ۴۱

قدر پر ایمان لاتے ہیں

قضا و قدر پر ایمان لانا بڑے اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے اسی سے آدمی کو وہ یکساں تدبیر نظر آسکتی ہے جو تمام عالم کو سمیٹے ہوئے ہے جس شخص کو اس تدبیر کا ٹھیک ٹھیک اعتقاد ہوگا وہ ان چیزوں پر نظر رکھیگا جو خدا تعالےٰ کے قبضے میں ہیں دنیا اور ما فیہا ان کا عکس اُسے معلوم ہوگا لوگوں کے اختیارات کو قضائے الٰہی کے مقابلے میں ایسا سمجھے گا جیسے آئنہ میں صورت کا عکس ہوتا ہے اس سے اُس شخص میں تدبیر یگانہ کا انکشاف ہوگا اگرچہ کامل انکشاف عالم معاد ہی میں ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نیکی کے تمام قسموں میں اُس کا بلند رتبہ ہونا بتایا ہے کہ جس شخص کا قدر کی نیکی اور برائی پر ایمان نہ ہو تو میں اُس سے جدا ہوں اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ کسی بندہ کا ایمان درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ قدر کی نیکی اور برائی پر ایمان نہ رکھے اور خوب یقین کرے کہ جو کوئی عمل درست ہوگیا اسمیں خطا کا دخل نہ تھا اور جو اُس نے خطا کی اسمیں درستی کا احتمال نہ تھا۔

معلوم کرنا چاہئے کہ خدا کا علم ازلی اور ذاتی تمام ان چیزوں کو محیط ہی جو موجود ہوچکیں یا آئندہ موجود ہونگیں یہ محال ہے کہ خدا کے علم سے کوئی ایسی چیز موجود ہو جو اُس کے علم میں نہ تھی اگر ایسا ہو تو وہ علم نہ ہوگا بلکہ جہل ہوگا یہ مسئلہ تو شمول علم کا ہے قدر کا مسئلہ یہ نہیں ہے اس میں کسی اسلامی فرقہ نے مخالفت نہیں کی ہے جس قدر کا حال مشہور حدیثوں سے معلوم ہوا ہے اور سلف صالح کا وہی عقیدہ رہا اور محققین ہی کو اُس کے سمجھنے کی توفیق ہوئی اُس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تکلیف کو دور کرتی ہے اور جب یہ حالت ہے تو عمل کرنے کے کیا معنے ہیں وہ قدر وہی ہے جو قبل موجود ہونے کے حادث اشیا کے وجود کو ضروری قرار دیتی ہے اُس کے لازم کرنے سے وہ شے موجود ہوتی ہے نہ گریز کرنا اُس کو دفع کرسکتا ہے نہ کوئی اور ذریعہ مفید ہے اس قدر کے واقع ہونے کے پانچ مرتبہ اور درجہ ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ازل میں قرار دیا کہ عالم کو ایک عمدہ صورت میں پیدا کرے حتی الامکان اُس میں سب خوبیاں ہوں تمام مصلحتوں کا لحاظ ہو اُس کے موجود ہونے کے وقت تمام اضافی خوبیوں کے آثار ہوں خدا کے علم کی نہایت اُس پر ہوئی کہ ان کی تمام صورتوں میں سے خاص خاص صورتیں متعین کردیگئیں اس طرح پر تمام حادث اشیا کا ایک مرتب سلسلہ قائم ہوگیا جن سے سب کے وجود ملجا ہوگئے ان کے مصداق میں کثرت بیجی خداوند عالم کا جس پر کوئی امر پوشیدہ نہیں ہوسکتا یہ ارادہ کرنا کہ عالم کو موجود کرے یہی معنی رکھتا ہے کہ اُس نے وجود عالم کی صورت کو نہایت الامر خاص کردیا دوسرا مرتبہ یہ کہ اس نے ہر چیز کے مقدار او رانداز کو مقدر کیا روایت کی جاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے تمام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوقات کے مقداروں کو پچاس ہزار برس پہلے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے لکھ دیا تھا یہ اس طرح ہوا کہ عرش کے وجود میں خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر ایک کی صورت مقرر کر دی شریعت میں اسی مرتبہ کو ذکر سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً اُس نے وہاں محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت موجود کی اور مقرر کر دیا کہ وہ فلاں وقت میں لوگوں کی طرف مبعوث ہونگے لوگوں کو احکام الٰہیہ پر مطلع کرینگے ابولہب اُن کا انکار کریگا دنیا میں خطا اور گناہ اُسکے دل کو احاطہ کریگا اور آخرت میں آتش دوزخ سے اس پر عذاب ہوگا اسی صورت کی وجہ سے تمام حادث چیزوں کا ظہور اُسی روش و طریقے سے ہوتا ہے کہ جیسے وہاں انکا اندازہ ہو چکا تھا۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نے جب آدم علیہ السلام کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ تمام آدمیوں کے باپ ہر نوع انسانی کے مبدا ہوں تب اُس نے اُن کی اولاد کی صورتیں عالم مثال میں پیدا کر دیں اور نور و تاریکی سے اُن کی سعادت اور شقاوت کی صورت مقرر کر دی اُن کی ایسی حالت بنا دی کہ احکام الٰہیہ سے مکلف ہونے کے قابل ہوں اُن میں اپنی شناخت اور نیازمندی کا مادہ پیدا کیا عہدِ قدیم کی جو لوگوں کی فطرت میں مخفی رکھا گیا ہے یہی اصل ہے اسی کی وجہ سے مواخذہ کیا جاتا ہے اگرچہ وہ واقعہ انکو یاد نہ رہا ہو جو لوگ زمین پر پیدا کئے گئے ہیں اور انہیں صورتوں کا عکس ہیں جو وہاں موجود ہو چکتے ہیں اُن میں وہ ہی امور مضمر ہیں جو وہاں پیدا ہو چکے تھے۔

چوتھا درجہ اُسوقت تقدیر اور اندازہ کا ہوتا ہے کہ جب جنین میں روح ڈالی جاتی ہے جب تخم خرما خاص وقت میں کسی زمین میں بویا جاتا ہے اور سب اُس کی خاص خاص تدبیریں تربیت کے متعلق عمل میں آتی ہیں تو جس شخص کو اُس درخت اور زمین و ہوا کی خاصیتیں معلوم ہوتی ہیں وہ جان جاتا ہے کہ یہ درخت اچھی طرح اُگے گا اُس کی شان دیکھکر بعض بعض امور کا پتہ لگا لیتا ہے ایسے ہی اُس زمانے میں مدبر فرشتوں کو اُس کی عمر اور رزق کی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے وہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ شخص ان لوگوں کے سے عمل کریگا جن کی ملکی قوت بہیمی پر غالب ہوتی ہے یا اُن لوگوں کے سے جن کی ملکی قوت بہیمی سے مغلوب ہوتی ہے اُس کی سعادت اور شقاوت کے سے ڈھنگ اُن کو معلوم ہو جاتے ہیں کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کیا جاتا ہے حظیرۃ القدس سے زمین پر ہر ایک کا نزول ہوتا ہے ایک صورت پہلے مثالی زمین کیطرف منتقل ہوتی ہے پھر اُس کے احکام یہاں پھیل جاتے ہیں اُس کو میں نے اکثر مرتبہ مشاہدہ کیا ہے ایک بار لوگ باہم مناقشہ کر رہے تھے اُن کا رنج بڑھتا جاتا تھا میں نے خدا سے التجا کی کہ یہ مناقشہ ان میں سے دور ہو جاوے اسی وقت ایک مثالی نورانی نقطہ حظیرۃ القدس سے زمین پر نازل ہوا وہ آہستہ آہستہ پھیلتا گیا جتنا وہ پھیلتا تھا اتنا ہی رنج اُن کے دلوں سے دور ہو جاتا تھا ابھی ہم اپنے مجلس سے علٰحدہ نہ ہوئے تھے کہ ان سب میں باہم ایسے ہی میل و محبت پیدا ہو گئے جیسے پہلے تھے یہ میرے نزدیک خدا تعالیٰ کی عجیب نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی ایسے ہی میرا ایک لڑکا بیمار پڑا تھا میرا دل اُس طرف لگا ہوا تھا اتنے میں نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ اُس کی موت کو میں نے نازل ہوتے ہوئے دیکھا تو اُس کا اُسی روز میں انتقال ہو گیا۔ حدیث میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ زمین پر پیدا ہونے سے پہلے سب حوادث پیدا ہو جاتے ہیں اُسکے بعد اس عالم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اسی طرح پیدا ہوکر ظاہر ہوتے ہیں کہ جیسے پہلے مرتبہ پیدا ہو چکے تھے یہ خدا کا قانون اور طریقہ ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو چیزیں وہاں موجود ہو چکی تھیں وہ محو ہو جاتی ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب (خدا جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) مثلاً کبھی کسی بلا کی کچھ نہ کچھ پیدائش ہو جایا کرتی ہے وہ مصیبت زدہ پر نازل ہونے کو ہوتی ہے کہ دعا اس کو روک لیتی ہے اور کبھی موت کی پیدائش ہونے کو ہوتی ہے کہ کوئی نیکی اس کو روک لیتی ہے اس کا راز یہ ہے کہ یہ نازل ہونے والی شے بھی معمولی اسباب میں سے ایک ایسا ہی سبب ہے جیسے بقائے زندگی کے لئے کھانا اور پینا اور موت کے لئے زہر کھا لینا یا تلوار مارنا۔ اکثر احادیث سے معلوم ہو گیا ہے کہ ایک عالم ایسا ہے جس میں تمام قائم بالغیر چیزیں مجسم ہوتی اور معانی اس میں منتقل ہوتے ہیں قبل اس کے کہ کوئی شے زمین میں پیدا ہو جایا کرتی ہے جیسے رحم کا عرش میں معلق ہونا اور فتنے ایسے نازل ہوتے ہیں جیسے قطروں کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور نیل و فرات پہلی سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں پیدا کئے گئے تھے پھر زمین پر ان کو اتار دیا ہے ایسے ہی سورہ حدید اور انعام کا نازل کرنا مجموعہ قرآن کا دوسرے آسمان پر اتارنا۔ اور آنحضرت اور دیوار مسجد کے بیچ میں جنت اور دوزخ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح ہو جانا کہ خوشہ انگور کو توڑ سکیں اور دوزخ کی حرارت کو محسوس کر سکیں۔ اور دعا اور بلا کے باہم کشتی۔ ذریت آدم کو پیدا کرنا عقل کا پیدا کرنا۔ وہ سامنے ہوئے اور اس نے پیٹھ پھیر لی۔ سورہ بقر آل عمران کا پرندوں کی دو صفوں کی صورت میں ظاہر ہونا اعمال کا وزن۔ جنت کا ناگوار چیزوں سے اور دوزخ کا خواہشوں سے بھرا ہونا۔ ایسے ہی اور بہت سی ہیں جس کو حدیث کا ادنے علم بھی ہوگا وہ ان امور کو خوب سمجھ سکتا ہے اور اپنے مسببات کے لئے اسباب کے سبب ہونے کی تقدیر کچھ مزاحم نہیں ہے۔ اس کا تعلق اس سلسلے سے ہے جو مجموعی طور پر ایک ہی مرتبہ مرتب ہو گیا ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ منتر اور دوا اور پرہیز تقدیر الٰہی سے بچا سکتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سرغ (نام مقام کے قصہ) میں فرمایا گیا یہ امر نہیں ہے کہ اگر تم ناقہ کو سبزہ زار میں چراتے تو تقدیر سے ہی چراتے اور بندوں کو اپنے افعال کا اختیار ہے لیکن اس اختیار میں ان کا کچھ اختیار نہیں ہے اس لئے کہ اس اختیار کے لئے ضرور ہے کہ مقصود کی صورت اس کا نفع اور خواہش اور عزم پیدا ہو جائے اور ان سب امور کا علم بھی نہیں ہوا کرتا پھر انہیں خود مختاری کیسی آنحضرت فرماتے ہیں۔ ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبھا کیف یشاء (دل خدا کی دو انگشتوں میں ہیں جس طرح چاہتا ہے انکو پھیر دیتا ہے) واللہ اعلم ۔

باب ۴۲

اس پر ایمان لانا چاہئے کہ عبادت کرنا بندوں پر خدا تعالیٰ کا حق ہے خدا بندوں پر انعام کرنیوالا ہے اور بالقصد انکو جزا دینیوالا ہے

معلوم کرو کہ نیکیوں کے تمام اقسام میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی خالص دل سے اس طرح یقینی اعتقاد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے کہ دوسرے کسی خلاف اعتقاد کا اس میں احتمال بھی نہ ہو کہ عبادت کرنا بندوں پر خدا تعالے کا حق ہے کہ خدا کی جانب سے عبادت کا بندوں سے ایسا ہی مطالبہ کیا جاتا ہے جیسے کہ اور حقدار اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے معاذ تم جانتے ہو کہ خدا کا بندوں پر اور بندوں کا خدا پر کیا حق ہے حضرت معاذ نے عرض کیا خدا اور اس کے رسول ہی کو یہ خوب معلوم ہے آپ نے فرمایا خدا کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اس کی خالص عبادت کریں کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں۔ اور بندوں کا حق خدا پر یہ ہے کہ جو بندہ مشرک نہ ہو خدا اس کو عذاب نہ دے۔ اس لئے کہ جس شخص کا اس امر پر کہ عبادت خدا کا حق ہے یقینی اعتقاد نہ ہوگا اور اس کی نظر میں یہ احتمال ہوگا کہ آدمی بالکل مہمل اور بے مہار ہے اس سے عبادت کا مطالبہ نہیں ہے۔ اور پروردگار مرید مختار کی طرف سے عبادت کا کچھ مواخذہ نہ ہوگا تو ایسا شخص دہریہ ہوگا اگر اعضاء ظاہری سے اس نے عبادت کی بھی لیکن دلی حالت پر وہ کچھ موثر نہ ہوگی۔ خدا کے اور اس کے درمیان کوئی دروازہ مفتوح نہ ہوگا۔ جیسے عادۃً وہ اور کام کرتا ہے ایسے ہی وہ عبادت بھی کریگا۔ اصل امر یہ ہے کہ عالم جبروت کے موقعوں میں ایک ایسا موقع ہے جہاں قصد وارادہ قرار پاتا ہے یعنی کسی کام کے کرنیکا فیصلہ ہوجاتا ہے اور اس موقع کے لحاظ سے اس کام کو کرنا یا اسکو ترک کردینا دونوں امر درست ہوا کرتے ہیں اگرچہ مصلحت فوقانی کے لحاظ سے کوئی امر متردد اور مشکوک نہیں رہا کرتا وہاں کوئی حالت منتظرہ نہیں رہا کرتی یا کسی امر کا ہونا ضروری قرار پایا جاتا ہے یا اس کا نہ ہونا۔ ان لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے جو اپنا نام حکما کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ارادہ میں کسی شے کے ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہوا کرتا ہے ایسے لوگوں نے بعض چیزیں محفوظ رکھیں اور بہت سی چیزیں ان کی نظر سے غائب رہیں۔ وہ جبروت کے اس موقع کے مشاہدہ کرنے سے محجوب ہیں۔ اور آفاقی والنفسی دلائل ان پر قائم ہوسکتی ہیں۔ ان کے محجوب ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ ان کو اس مقام کی رہبری نہیں ہوئی جو تجلئے اعظم اور ملاء اعلے کے بین بین ہے جیسے شعاع کے جوہر میں قائم ہوتی ہے ایسے ہی اس مقام کی حالت ہے وللہ المثل الاعلےٰ اس مقام میں کسی امر کے ہونے کی صورت قرار پا جایا کرتی ہے ملاء اعلے کے علوم اور ان کے حالات اس تقرر کے باعث ہوا کرتے ہیں لیکن اس شے کا کرنا نہ کرنا ابھی تک مختیاری ہوا کرتا ہے اور ان حکما کے مقابلے میں دلیل اس طرح پر قائم ہوسکتی ہے کہ ہر شخص اس کو بداہتہ جانتا ہے کہ مثلاً اتنے بڑھا کر قلم لے لیا جایا کرتا ہے لیکن ابھی یہ شخص محض ایک شے کا قصد کرنیوالا ہی ہوا کرتا ہے۔ اس قصد کے اعتبار سے اس شے کا کرنا نہ کرنا یکساں ہوتا ہے اس قوت کے لحاظ سے جو اس شخص کے نفس میں ہے فعل یا ترک فعل میں کوئی مرجح نہیں ہوا کرتی اگرچہ فوقانی مصلحت نے اس امر کا وجب الفعل یا واجب الترک ہونا طے کردیا ہو یہی حالت ان سب امور کی سمجھ لینی چاہئے کہ خاص خاص استعدادیں ان کے باعث ہوا کرتی ہیں اور مادے جیسی جیسی صورتوں کے لئے قابل اور مستعد ہوا کرتے ہیں ویسے ہی صورتیں خالق صور کی جانب سے ان پر نازل ہوجایا کرتی ہیں جیسے دعا کی جاتی ہے تو اسکے بعد قبولیت مرتب ہوتی ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ایک جدید شے کے پیدا ہونے میں دعا کو ایک قسم کا دخل ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس تقریر میں اگر یہ شبہ ہو کہ اس حالت میں مصلحت فوقانی سے ناواقفیت معلوم ہوتی ہے کہ اس مصلحت نے کس چیز کو واجب کیا ہے تو یہ مقام حقانی اور نفس الامری کیونکر ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ حاشا للہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ علم ہے اور اس مقام کا حق پورا کرتا ہے۔ جہل جب ہوتا کہ یوں کہا جاتا کہ یہ شے واجب نہیں ہے۔ تمام شرائع الہیہ نے اس جہل کی نفی کی ہے اس لئے کہ انہوں نے ایمان بالقدر کو ثابت کیا ہے۔ ما اصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک (جو چیز تم کو پہنچی ہے اس میں چوک ہونے والی نہ تھی اور جس چیز میں چوک ہو گئی وہ تجھکو پہنچنے والی نہ تھی) جب یہ کہا جاویگا کہ اس موقع کے لحاظ سے اس شے کا کرنا یا نہ کرنا درست ہوتا ہے تو بھی علم حق ہے۔ یقیناً جب تم شتر نر کو زینہ کام کرتے ہوئے اور اونٹنی کو مادینہ کام کرتے ہوئے دیکھوگے تو اس وقت اگر یہ حکم کروگے کہ یہ کام مجبوری سے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے پتھر دوسرے کے لڑکانے سے لڑکتا ہے تو تم خلاف واقعہ حکم کروگے اور اگر یہ کہوگے کہ بلا سبب یہ کام صادر ہوتے ہیں نہ اونٹ کا مزاج ان کا باعث ہے نہ اونٹنی کا تب بھی تمہارا حکم خلاف واقعہ ہوگا اور اگر یہ کہوگے کہ انکا ارادہ جو ان کی ذات اور طبیعت میں منقش ہے صرف فوقانی ضرورت کا ناقل ہے اسپر اس کا سہارا ہے خود ان میں کوئی ذاتی اور مستقل جوش اور ہیجان کسی امر کا نہیں ہوا کرتا اس فوقانی حالت کے علاوہ کوئی اور آماجگاہ نہیں ہے تب بھی یہ حکم خلاف واقعہ ہوگا بلکہ امر حق اور یقینی بین بین حالت ہے یعنی اختیار ایک امر معلول ہے جو اس کی علل و اسباب ہیں ان سے اس کو تخلف نہیں ہوا کرتا جو کام مقصود ہوا کرتا ہے اسی کے اسباب اسی کے باعث ہوا کرتے ہیں ان کے لحاظ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کام نہ ہو لیکن اس اختیار کی شان اور اس کی اپنی حالت کیوجہ سے اس میں بہجت اور سرور حاصل ہوا کرتا ہے۔ کسی فوقانی امر کا اس میں لحاظ نہیں ہوتا اب اگر تو اس مقام کا حق ادا کرکے کہیگا کہ میں اپنی ذات میں معلوم کرتا ہوں کہ کسی امر کا کرنا نہ کرنا میرے نزدیک برابر تھا اور میں نے اس کا کرنا اختیار کرلیا ہے اور یہ میرا اختیار ہی اس کام کی علت اور سبب ہے تو البتہ تو اپنے قول میں سچا ہوسکے گا شرائع الہیہ نے اسی ارادے کی خبر دی ہے جو اس مقام میں منقش ہوا کرتا ہے بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ ایک ایسے ارادے کا ثبوت ہے جو وقتاً فوقتاً متعلق ہوتا رہتا ہے اور اس کے لحاظ سے دنیا اور آخرت میں جزا ثابت اور مرتب ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ مدبر عالم نے احکام شریعت کے واجب کرنے سے عالم میں تدابیر کو قائم کیا ہے کہ لوگ اس شریعت پر عمل کریں اور اس سے منفعت حاصل کریں تو گویا شریعت سے لوگوں کو مامور کرنا ایسا ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلاموں سے کوئی خدمت لینا چاہتا ہے وہ اپنے ان غلاموں سے خوش ہوتا ہے جو اس کی خدمت کریں اور ان سے وہ ناخوش ہوتا ہے جو خدمت کرنے سے انکار کریں۔ اسی طرز و انداز پر شریعتوں کا نزول ہوا ہے۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ صفات الہیہ وغیرہ کا بیان شریعتوں میں ایسے طرز و عنوان سے ہوا کرتا ہے کہ ان کے بیان کے لئے کوئی اور عبارت زیادہ خوش ادا اور حق کو زیادہ واضح طور پر بیان نہیں کرسکتی۔ شریعت کی تعبیر کبھی حقیقۃ لغوی کے طور پر ہوتی ہے اور کبھی متعارف مجاز کی صورت میں۔ شریعت نے اس امر کے دریافت کرنے پر کہ عبادت خداوند عالم کا حق ہے لوگوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین مقدمات کی وجہ سے قدرت دی ہے یہ تینوں اصول سب کے نزدیک مسلم ہیں۔ اور بمنزلہ امور مشہورہ اور بدیہی کے اُن کی نظر میں ہوگئے ہیں۔

(۱) خداوند عالم منعم ہے اور منعم کا شکریہ واجب ہوا کرتا ہے اور عبادت کرنا وہی انعامات کا شکریہ ہے۔

(۲) خداوند تعالے بارگاہ احدیت سے اعراض کرنیوالوں اور دنیا میں عبادت کے ترک کرنیوالوں کو سخت سزا دیتا ہے۔

(۳) خدا تعالے آخر میں اطاعت اور نافرمانی کی جزا دیگا۔ ان مقدمات سے تین قسم کے اور علوم کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۱) انعامات الٰہی کا یاد دلانا۔

(۲) انتقامات خداوندی کا یاد دلانا۔

(۳) معاد کے حالات کا یاد دلانا۔ قرآن بزرگ میں انہیں علوم کی تشریح ہے ان علوم کی تشریح کی جانب زیادہ توجہ اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ انسان کی اصل فطرت میں خدا جل مجدہ کی جانب ذاتی میلان پیدا کیا گیا ہے یہ میلان ایک امر دقیق ہے اس کی صورت آدمی کی خلقت میں ہی منقش ہے۔ انسانی خلقت میں یہ مندرج ہے کہ خدا تمام لوگوں کا منعم ہے اُن کے اعمال کی جزا دیتا ہے اس واسطے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ عبادت اُسی کا حق ہے۔ وجدان صحیح سے یہ امر ثابت ہے پس جو شخص ارادے کا انکار کرے یا اُس کو اس میں کلام ہو کہ بندہ پر خدا کا کوئی حق نہیں ہے یا جزا سزا پر اُس کو یقین نہ ہو تو وہ شخص دہریہ ہے اُس کی فطرت سلیم نہیں اُس نے میلان کو کھو دیا جو فطرۃً اُسکی طبیعت میں ودیعت رکھا گیا تھا ایسا ہی شخص دہریہ کا نائب اور خلیفہ اور اسکے قائم مقام بنایا جاتا ہے۔

اور اگر اس میلان کی حقیقت معلوم کرنی چاہتے ہو تو سمجھو کہ روح انسانی میں ایک لطیفہ نورانی ہے جس کو بالطبع خداوند عالم کی جانب ایسی ہی کشش ہے جیسے لوہے کو مقناطیس کیطرف ہوتی ہے۔ وجدان سے یہ امر معلوم ہے۔ جو شخص اپنے لطائف نفسانی کے آثار معلوم کرنے کا نہایت غوض سے متلاشی ہوگا اور ہر لطیفہ کی کیفیت کو وہ معلوم کریگا تب وہ اس لطیفہ نورانی کی کیفیت بھی معلوم کرسکیگا اور یقیناً معلوم کریگا کہ اُس کو خداوند تعالے کی جانب بالطبع میلان اور کشش ہے اہل وجدان کے نزدیک اس میلان کا نام محبت ذاتی ہے جبکہ اور وجدانی امور کے لیے دلائل کی حاجت نہیں ہے ایسے ہی اس کے لئے بھی نہیں ہے وہ ایسا ہے جیسے گرسنہ کی بھوک اور تشنہ کی تشنگی جب آدمی لطائف سفلی کے احکام کی وجہ سے پردہ اور تاریکی کی حالت میں ہوتا ہے تو اُسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے اُس نے اپنے بدن میں کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو اور اسکی بالکل حس جاتی رہی ہو۔ اُس پر گرمی اور سردی کا کچھ اثر نہیں ہوتا جب اس کے لطائف سفلی میں مزاحمت سے خاموشی اور سکون پیدا ہوتا ہے یہ خواہ اضطراری موت سے ہو جس سے نسمہ کے بہت سے اجزا منتشر ہوجاتے ہیں اور نسمہ کی اکثر ماہیتیں گھٹ جایا کرتی ہیں۔ یا اختیاری موت سے ہو کہ نفسانی اور بدنی ریاضتوں کے ذرائع عجیب عجیب اُس نے استعمال کئے ہوں تب وہ بمنزلہ اس شخص کے ہوتا ہے کہ مخدر چیز کا اثر اُس میں سے دور ہوگیا ہو اس وقت میں وہ اپنی ذاتی اثروں کو معلوم کرسکتا ہے جن کی پہلے اُس کو خبر بھی نہ تھی۔ پس جب آدمی کی وفات ہوتی ہے اور بارگاہِ ازلی کی طرف اُس کو توجہ نہیں ہوا کرتی اس حالت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اس کا اعراض محض جہل بسیط اور سادہ لاعلمی سے ہوا کرتا ہے تو ایسا شخص کمال نوعی کے لحاظ سے شقی ہوا کرتا ہے بعد مرنے کے اسکو برزخ کے بعض حالات کا انکشاف تو ہوگا لیکن ذاتی استعداد کے نہ ہونے سے کامل انکشاف نہ ہوگا اس لئے وہ حیران ہکا بکا رہ جائیگا اور اگر اس اعراض کے ساتھ اس کی علمی اور عملی قوتوں میں کوئی مخالف صورت توجہ الی اللہ کے قایم تھی تو وہاں باہم کشمکش ہوگی اور اس کا نفس ناطقہ جبروت کی طرف اور نسمہ مخالف صورت حاصل کرنے کی وجہ سے عالم سفل کی طرف منجذب ہو جاویگا اس میں وحشت اور سرگردانی ہوگی جو نفس ناطقہ کے جوہر سے صعود کریگی اور اس نسمہ کے جوہر پر پھیل جائیگی۔ اکثر تو حش کے ہمرنگ اسکو واقعات بھی پیش آئینگے جیسے صفراوی مزاج والے کو خواب میں آگ کے شعلے نظر آیا کرتے ہیں۔ یہ کلیہ معرفت کی حکمت سے پیدا اور معلوم ہوتا ہے اور نیز ملاء اعلے کی جانب سے ایسے شخص پر غضب ناک تند نظری بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ملائکہ وغیرہ ذوی اختیار نفوس کے دلوں پر الہامات ہوتے رہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ایذا اور تکلیف پہنچائیں یہ قاعدہ ان ارادوں اور خواہشوں کے اسباب معلوم کرنے سے دریافت ہوتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں ۔

بہرحال جبروت کی طرف میلان اور عمل کو واجب قرار دینا جس سے اس قید سے رہا ہو سکے جو لطائف سفلی کی مزاحمت سے پیدا ہوتی ہے اور اس واجب کردہ عمل کے ترک سے مواخذہ کرنا یہ صورت نوعیہ کے احکام اور اسکی قوتوں اور اثروں میں سے ہے جس کا خالق صور اور وجود کا فیضان عطا کرنے والے کی جانب سے افراد نوعی کے ہر فرد پر مصلحت کل کا لحاظ کر کے فیضان کیا گیا ہے۔ لوگوں کے ذاتی التزام یا رسم و رواج کی پابندی سے نہیں ہے اور یہ تمام اعمال حقیقتاً اس لطیفہ نورانی کا ہی فرض اور حق ہے جس کو خدا کی جانب ذاتی کشش ہے ان اعمال سے اسی لطیفہ کی خواہش کا پورا کرنا اور اسکی ہی کمی کا درست کرنا ہے اور چونکہ یہ مضمون نہایت دقیق تھا اسکو بخوبی سمجھنے والے لوگ شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہیں اسواسطے اس حق کی نسبت اس لطیفے کی جانب نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس کو ذات خداوندی کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کی طرف اس کا میلان اور وہی اسکا قبلہ مقصود ہے اور اس میں نفسانی قوتوں میں سے خاص ایک قوت کو معین کر لیتا ہے جسکی وجہ سے میلان ہوا کرتا ہے تو گویا وہ مضمون ہمارے اس قول کا اختیار ہے کہ عبادت لطیفہ کا حق ہے اسوجہ سے کہ اسکو خدا کی جانب میلان ہوا کرتا ہے شارع علیہ السلام نے اس راز کو نہایت صاف عبارت سے ظاہر کر دیا ہے جس کو لوگ اپنی ذاتی اور فطری علوم سے سمجھ سکیں۔ خدا کا یہی طریقہ کہ وہ دقیق معانی کو ان مثالی صورتوں کے لباس میں نازل کیا کرتا ہے جو وجود مثالی کے مناسب ہوا کرتی ہیں جیسے کہ ہم کو خواب کے ضمن میں مجرد معانی کسی شے کی ایسی صورت میں نظر آیا کرتے ہیں جو ان معانی کو عادۃً لازم یا اس کے ہمرنگ اور مشابہ ہوا کرتی ہے اسیواسطے کہا جاتا ہے کہ عبادت بندوں پر خدا تعالےٰ کا حق ہے۔ اس طرح پر قرآن مجید کا حق اور پیغمبر کا۔ آقا کا۔ والدین کا۔ رشتہ داروں کا حق قیاس کر لینا چاہئے حقیقت میں یہ سب نفس کے حقوق خود اپنے ہی ذمہ پر ہیں۔ انہیں سے نفس کو اپنے کمال کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔ ان کی وجہ سے وہ جور و تعدی سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن ان حقوق کی نسبت نفس کی طرف نہیں کیا کرتے بلکہ ان اشیا کیطرف کیا کرتے ہیں کہ جن سے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصولان سے ہی معاملہ پڑتا ہے۔ اس لئے تم کو ظاہری امور پر تمیز نا نہیں چاہئے بلکہ واقعی امور کا تحقیق سے سراغ لگانا چاہئے۔

باب ۴۳

خدا کے نشانات اور شعائر کی تعظیم کے بیان میں

خدا تعالےٰ فرماتا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب (دلی تقوی میں سے خدا کے نشانات کی تعظیم بھی ہے) معلوم کرو کہ شریعتوں کی بنا شعائر الہٰی کی تعظیم اور انکے ذریعہ سے خدا کی حضور میں تقرب حاصل کرنے پر ہے اس کی وجہ وہ ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ جس طریقے کو خدا نے مقرر کیا ہے وہی ہے کہ جو امور قضا تجرد میں ہیں ان کی نقل اس طرح کی جائے کہ قوت بہیمی انسانی سے ان کا استعمال کر سکے اور شعائر سے وہ ظاہری اور محسوس امور مراد ہیں جو اس لئے قرار دئے ہیں کہ عبادت الہٰی کا وہ ذریعہ ہوں۔ خدا کے ساتھ ان کو خصوصیت ہو لوگوں کے ذہن میں ان کی تعظیم گویا خدا کی تعظیم سمجھی جاتی ہو۔ اور ان میں کوتاہی بارگاہ خداوندی میں کوتاہی ہو یہ تعظیم لوگوں کے دلوں میں ایسی راسخ ہو گئی ہو۔ کہ اگر ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں تو بھی یہ تعظیم ان کے دلوں سے نہ نکل سکے۔ اور شعایر کا وجود قدرتی طور پر ہو جایا کرتا ہے۔ جب اطمینان دلی سے لوگ کوئی عبادت اختیار کرتے ہیں اور وہ عبادت ان میں مشہور اور شایع ہو کر بمنزلہ بدیہی امور کے ہو جاتی ہے کوئی شک و شبہ اس میں باقی نہیں رہتا۔ تو انہیں امور کے ذریعہ سے جن کو ان کی طبیعتیں اور مشہور علوم ضروری قرار دیتے ہیں رحمت الہٰی کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ سب اس رحمت کو قبول کرتے ہیں اور ان کی حقیقت پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ برابر قریب و بعید اسکی طرف بلائے جاتے ہیں۔ اسوقت میں ان امور کی تعظیم لوگوں پر واجب قرار دیجاتی ہے۔ اور ویسی ہی حالت ہو جاتی ہے جیسے خدا کے نام کی قسم کھانیوالا اپنی قسم توڑنے سے خدا کے حق میں گویا کمی اور کوتاہی دل میں رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اسی اندرونی کمی پر ان سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں بہت سے ایسے امور کی شہرت ہوتی ہے۔ لوگوں کے خیالات اور علوم میں ان کی عظمت ہوتی ہے انکے خیالات کا مطیع ہونا اس کا باعث ہوتا ہے۔ خدا کی رحمت کا ظہور انہیں امور میں ہوتا ہے جن کو وہ تسلیم کرتے ہیں تدبیر کی بنا اس پر ہے کہ پہلے سب سے زیادہ آسان امر کیا جائے اس کے بعد اور آسان۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ جو ان کی نظر میں نہایت درجہ تعظیم کی چیز ہے۔ اسی سے لوگوں کی دار و گیر ہو لوگوں کا یہی کمال ہے کہ تمام ان امور کی تعظیم کریں سستی اور اہمال اس میں نہ کریں خدا تعالےٰ نے بندوں کے لئے کوئی ایسی چیز قرار نہیں دی ہے جس کا فائدہ خدا کو ملتا ہے۔ خدا کی شان اس سے برتر ہے۔ بلکہ جو کیا ہے انہیں کے فائدوں کے لئے کیا ہے اور چونکہ ان کا ذاتی کمال یہ تھا کہ نہایت درجہ تعظیم ہو اس واسطے جو امور ان کے نزدیک تعظیمی ہوں۔ انہیں کا مواخذہ کیا جائے اور ان کو حکم دیا جائے کہ خدا کی شان میں کوتاہی نہ کریں اور شریعت کے امور میں زیادہ لحاظ تمام لوگوں کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت کا ہوا کرتا ہے نہ ایک دو شخصوں کا۔ و ﷲ الحجۃ البالغہ۔

خدا کے بڑے شعائر چار ہیں (۱) قرآن (۲) کعبہ (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز۔ قرآن کا نشان الٰہی ہونا اس طرح پر ہے کہ لوگوں میں سلاطین کی طرف سے فرامین کا رعایا کی طرف بھیجنا رائج ہے۔ سلاطین کی تعظیم کے تابع فرامین شاہی کی بھی تعظیم ہوتی ہے اور انبیا کے صحیفے اور اور لوگوں کی تصانیف بھی شائع اور رائج ہو گئی تھیں۔ لوگوں کا اُنکے مذہب کی پیروی کرنے کے ساتھ ہی اُن کتابوں کا تعظیم کرنا۔ اُن کا پڑھنا پڑھانا بھی تھا۔ اُن کے علوم کو ہمیشہ کے لئے قبول اور حاصل کرنا بغیر ایسی کتاب کے بادی الرائے میں محال بھی تھا جس کو وہ پڑھیں یا اُس کی روایت کریں اسواسطے لوگوں کا منشاء ہوا کہ ایک کتاب کی صورت میں رحمت الٰہی کا ظہور ہو جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہووے اور اُس کی تعظیم واجب ہو۔ تعظیم کی یہ صورت ہو کہ جب وہ کتاب پڑھی جاوے تو سب لوگ خاموش ہو کر اُسکو غور سے سنیں۔ اُس کے فرامین کی فوراً تعمیل کریں۔ سجدۂ تلاوت کریں۔ جہاں تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں تسبیح کریں۔ بغیر وضو کے قرآن کو ہاتھ نہ لگائیں اور کعبہ کا شعائر میں سے ہونا اِس لئے قرار پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر بکثرت عبادت خانے اور کنیسے بنائے تھے۔ اُن کی نظر میں کسی ذات بجز غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اُس کے محال تھا کہ اُس کے نام کی ہیکل بنائی جائے۔ اُس میں جانا اور رہنا باعث تقرب کا ہو۔ بادی الرائے میں اُن کی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی اس واسطے اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے ضرور ہوا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو۔ لوگ اُس کا طواف کریں اُسکے ذریعہ سے خدا سے تقرب حاصل کریں۔ اس لئے خدا نے اُن کو خانہ کعبہ کیطرف بلایا۔ اُس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اُس کے بعد ایک زمانہ بعد زمانہ کے آتا رہا۔ ہر زمانہ میں یہ حکم پیدا ہوتا رہا۔ کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے۔ اُس میں کمی خدا کی شان میں کمی ہے اِس لئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہو گیا۔ اور اُس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اُسکا طواف نہ کیا جائے۔ نماز میں اُس کے سامنے کھڑے ہوں۔ ضرورت بشری کے وقت اس کے سامنے نہ ہو۔ نہ اُس کی طرف پشت کریں اور پیغمبر صاحب کا شعائر الٰہیہ میں سے ہونا اس واسطے ہے کہ اُن کا نام مرسل اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ اُن کو بادشاہوں کے ایلچیوں سے مشابہت دی گئی ہے جو رعایا کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ سلاطین کی امر و نہی کی اُن کو اطلاع کرتے ہیں۔ ایلچیوں کی تعظیم اسواسطے قرار دی گئی ہے کہ اُس سے بھیجنے والے کی تعظیم کا اظہار ہو۔ پیغمبر کی تعظیم یہ ہے کہ اُنکے احکام کی بجا آوری کی جاوے۔ اُس پر درود بھیجا جاوے۔ گفتگو کرتے وقت آواز بلند نہ کیجاوے اور نماز کا شعائر سے ہونا اسواسطے ہے کہ اس سے مقصود بندگان شاہی سے مشابہت کا اظہار ہے۔ جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست وہاں کیجاتی ہے اس لئے دعا کرنے سے پہلے تعریف کیجاتی ہے اور آدمی کو ایسی ایسی ہیئتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجات کیوقت سلاطین کے سامنے اختیار کیجاتی ہیں۔ تمام ہاتھ پاؤں سمیٹ لئے جاتے ہیں کسی قسم کی بے توجہی نہیں کیجاتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اُسکے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۴

وضو اور غسل کے اسرار میں

کبھی کبھی آدمی طبعی تاریکیوں سے جدا ہو کر حظیرۃ القدس کی روشنیوں کو اخذ کر لیتا ہے یہ انوار اُس پر غالب ہو جاتے ہیں وہ تھوڑے عرصہ کیلئے طبیعت کی حکومت سے علیٰحدہ ہو کر انہیں میں منسلک ہو جایا کرتا ہے اور تجرید نفس کی طرف متوجہ ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہیں میں سے ہے اسکے بعد پھر اسکی وہی اصلی حالت ہو جاتی ہے۔ اسوقت میں اُسے پہلی حالت کے مناسب امور کا وہ مشتاق ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ حالت نہیں ہوتی لیکن وہ انہیں امور کو غنیمت جانتا ہے یہ چاہتا ہے کہ اُس فوت شدہ حالت کو ان امور سے اپنے دام میں لے آوے اس صفت کیوجہ سے وہ اُسی حالت کا سا لطف اور سرور و انبساط پاتا ہے۔ کیفیت اسکی بیہودگی کے ترک کرنے اور پاکیزگیوں اور ستھرائیوں کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے اسلئے وہ اُن امور کا ہمیشگی سے پابند ہوتا ہے اور اس کے بعد اُس شخص کا مرتبہ ہے کہ اُس نے مخبر صادق کو تعلیم دیتے ہوئے سنا کہ یہ حالت آدمی کیلئے موجب کمال ہے پروردگار ایسی حالت کو آدمی سے پسند کرتا ہے۔ اور اُس میں بے نہایت فائدے ہیں یہ سنکر اُس نے دلی شہادت سے اسکو سچ جانا اور جیسا اُسکو حکم دیا تھا ویسے ہی اُسکی تعمیل کی بحقناوہ اُس پر کاربند ہو گیا تو نتاہی اسکی تمام خبروں کو حق پا گیا اور اُس پر رحمت کے دروازے کھلتے گئے۔ اور فرشتوں کی سی حالت اس کی ہو گئی۔ اس کے بعد اُس شخص کا رتبہ ہے جو کہ خود اُس حالت کو کچھ نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن انبیاء نے اسکو ایسی سنتوں کیطرف زبردستی کھینچا اور مجبور کیا جو عادتیں آدمی کو فرشتوں کیساتھ ملحق کر دیتی ہیں یہی لوگ وہ ہیں جو جنت کیطرف زنجیروں کے ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں۔ وہ ناپاک امور جن کا اثر ظاہر النفس پر ہوا کرتا ہے۔ پلیدی کا خیال اُن میں زیادہ ہوا کرتا ہے اس لئے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور انہیں کا وقوع بھی زیادہ ہوتا ہے اگر وہ نہ بتائے جائیں تو لوگوں کو بڑا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ تلاش سے دو قسموں میں منحصر ہیں (۱) فضول شکم میں طبیعت کا مصروف رہنا فضول معدی تین چیزیں ہیں (۱) ریاح (۲) بول (۳) براز۔ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اپنی اس نفسانی کیفیت کو نہ جانتا ہو۔ کہ جب شکم ریاح سے پُر ہوتا ہے۔ اور اسکو بول و براز کی ضرورت ہوتی ہے تو اُس کا دل کیسا گھبرایا ہوا مجبوس سا ہوتا ہے۔ وہ متحیر اور منقبض سا ہو جاتا ہے اور اسکے اور بشاشی کے بیچ میں پردہ سا حائل معلوم ہوتا ہے۔ جب ریاح خارج ہو جاتے ہیں بول و براز سے فارغ ہونے کے بعد طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور غسل و وضو وغیرہ کا استعمال کرتا ہے جس سے نفس کی پاکیزگی پر تنبیہ ہوتی ہے تو اسوقت وہ اپنے دل میں ایک شگفتگی اور فرحت پاتا ہے ایسا خوش ہوتا ہے کہ گویا کوئی گم شدہ شے ملگئی (۲) نفس کا خواہش مجامعت میں مشغول اور فریفتہ ہونا اس کی وجہ سے نفس کا رخ بہیمی طبیعت کی جانب پھر جاتا ہے۔ جب بہائم سے مقصود آداب کی مشق بڑھائی جاتی ہے یا شکاری جانور بھوک اور رجا گنے کے لئے مطیع کئے جاتے ہیں اُن کو بتایا جاتا ہے کہ اپنے مالک کے پاس شکار پکڑ لائیں اور پرندوں کو آدمیوں کی بولیاں سکھائی جاتی ہیں بہرحال کوئی جانور ہو جب اس کی مقتضائے خواہش اور طبیعت کے چھوڑنے کی بخوبی کوشش کی جاتی ہے۔ پھر یہ جانور اپنی جنسی میل کر اپنی خواہش نفسی پوری کرتا ہے وہ چند روز انہیں لذتوں میں محو بار رہتا ہے تو سب سیکھے سکھائے کو بھول جاتا ہے تاریکی و گمراہی اسمیں پیدا ہو جاتی ہے ؀

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان امور میں غور کرنے سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی آلودگیاں جو اثر اس خواہش کے پورا کرنے سے ہوتا ہے کثرت کھانے وغیرہ اور ان تمام امور سے نہیں ہوتا جن سے نفس کو طبیعت بہیمی کی جانب کشش ہوتی ہے آدمی کو اسکا تجربہ اپنی انسانی حالت سے ہی کر لینا چاہیئے۔ اور ان تدابیر کو یاد کرنا چاہیئے جن کا ذکر اطباء نے تارک دنیا راہبوں کی اصلاح اور نفس بہیمی کی طرف انکی طبیعتوں کو پھیرنے کیلئے کی ہیں۔ اور طہارتیں جن کا اثر ظاہر محسوس ہوتا ہے۔ عام لوگوں کو وہ سمجھائی جا سکتی ہیں۔ اور آباد ملکوں میں ان طہارتوں کا ذریعہ پانی وغیرہ بکثرت موجود ہے لوگوں کے دلوں میں سب طہارتوں سے زیادہ انکا وقوع ہوتا ہے۔ اور علاوہ قدسی طریقہ کے تمام لوگوں میں وہ مسلم اور مشہور بھی ہو گئی ہیں۔ تلاش سے ان کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں

(۱) طہارت صغریٰ (۲) طہارت کبریٰ۔

طہارت کبریٰ سے یہ مراد ہے کہ تمام بدن دھویا جاوے اس لئے کہ پانی خود ایک پاک چیز ہے سب نجاستوں کو دور کر دیتا ہے تمام طبیعتوں نے اسکے اثر کو تسلیم کر لیا ہے نہایت عمدہ ذریعہ ہے کہ اسکی وجہ سے صفت طہارت پر نفس متنبہ کیا جائے۔ اکثر لوگ شراب کا استعمال کرتے ہیں نشہ میں چور ہو جاتے ہیں۔ اسی مدہوشی میں وہ ناحق خون کر ڈالتے ہیں یا نہایت نفیس مال کو ضائع کر دیتے ہیں یا انکے بعد دفعتہ وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔ اپنی ہوش میں آ کر نشہ کا اثر ان سے دور ہو جایا کرتا ہے اور اکثر ناتوان لوگوں کو نشست برخاست کی طاقت نہیں ہوتی کوئی کام نہیں کر سکتے۔ دفعتہ کوئی کام پیش آتا ہے اور ان کی طبیعت میں کوئی بڑی تنبیہ پیدا ہوتی ہے جس سے غلبہ یا حمیت یا دوسرے سے بڑھ جانے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اسوقت بڑے کام سے بڑا کام وہ کر سکتے ہیں یا کوئی بڑی خونریزی کر بیٹھتے ہیں بہرحال نفس کی حالت بعض امور سے دفعتہ بدل جایا کرتی ہے۔ اور ایک عادت سے دوسری عادت کے لئے بیداری اس میں آ جایا کرتی ہے۔ نفسانی علاجوں کیلئے اس قسم کی تبدیلیاں مفید اور عمدہ ہیں اس قسم کی بیداری اس چیز سے پیدا ہوتی ہے جس کا کامل طہارت ہونا طبیعتوں اور دلوں میں راسخ ہو گیا ہے۔ اور ایسی چیز صرف پانی ہی ہے۔ اور طہارت صغریٰ صرف ہاتھ۔ پاؤں منہ کے دھونے سے حاصل ہوتی ہے تمام آباد ملکوں میں یہ معمول جاری ہے کہ یہ اعضاء قدرتی طور پر کھلے ہوئے رہتے ہیں۔ لباس بدنی سے وہ جدا رہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پر بدن پر کپڑا پہننے سے کہ کوئی عضو بھی کھلا ہوا نہ رہے منع فرما کر اسکی طرف اشارہ کیا ہے تو ان اعضاء کے کھلے رہنے سے ان کے دھونے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی۔ اور اعضاء میں البتہ حرج ہو سکتا ہے تمام شہر والوں کا معمول ہے کہ روزانہ اپنے ان اعضاء کو دھوتے رہتے ہیں جب سلاطین و امراء کی حضور میں جائیں یا عمدہ اور پاکیزہ کام کرنے کا قصد کرینگے تو ان اعضاء کو ضرور دھوئینگے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے کہ ان اعضاء پر اکثر گرد و غبار چرک وغیرہ کا اثر جلد ہوتا رہتا ہے اور باہم ملاقات کے وقت بھی یہی اعضاء نظر پڑتے ہیں۔ اور تیز تجربہ سے شہادت ملتی ہے کہ ہاتھ پاؤں کے دھونے سے منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے خواب یا نہایت بیہوشی اس سے دور ہو جاتی ہے اس تجربہ اور علم کی تصدیق اطباء کی تجویز سے بھی ہوتی ہے۔ وہ اس شخص کے لئے جس کو غشی ہو یا اس کو زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد زیادہ لی گئی ہو یہی پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں۔ تدابیر ثانیہ کے ابواب سے جن پر انسانی کمال کا مدار ہے اور لوگوں کے لئے وہ بمنزلہ فطرت کے ہو گئے ہیں۔ طہارت بھی ایک باب ہے اس کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ قرب و اتصال ہو جاتا ہے۔ شیاطین سے بعد ہوتا ہے۔ اور عذاب قبر بھی اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیشاب سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھو۔ عام عذاب قبر اُس سے ہوتا ہے۔ اور طہارت کو اُس میں بڑا دخل ہے۔ کہ اُس کے ذریعہ سے نفس احسان کا بہت حصہ حاصل کرسکتا ہے خدا فرماتا ہے

واللہ یحب المتطہرین پاکیزہ رہنے والوں کو خدا دوست رکھتا ہے۔ جب طہارت کی کیفیت نفس میں خوب راسخ ہوجاتی ہے۔ تو ہمیشہ کے لئے نور ملکی کا ایک شعبہ اُس میں ٹھیر جاتا ہے۔ اور بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہوجاتا ہے نیکیوں کے لکھے جانے اور خطاؤں کے دور ہونے کے یہی معنی ہیں۔ اور اگر رسمی طور پر بھی وہ عمل میں لائی جائے تاہم بھی بلاؤں میں مفید ثابت ہوتی ہے اور جب کوئی منزہ اور پاک آدمی ان رسموں کی پابندی کرتا ہے جن کا لوگ سلاطین کی حضور میں لحاظ رکھا کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ساتھ کچھ اذکار روحانی بھی ہوں۔ تو سو معرفت میں وہ مفید ہوا کرتے ہیں جب آدمی خوب سمجھتا ہے کہ طہارت اُس کا کمال ہے تو وہ بغیر کسی خواہش حسی کے وہ عقلی طور پر آداب طہارت سے نفس کو مؤدب کرتا ہے تو اُس سے مشاقی ہوتی ہے۔ کہ طبیعت میں عقل کے اتباع کا مادہ بڑھتا رہتا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۴۵
نماز کے اسرار میں

معلوم کرنا چاہئے کہ کبھی آدمی حظیرۃ القدس کی سی حالت کو اخذ کرلیتا ہے۔ بارگاہ خداوندی سے اُس کو کمال اتصال و قرب ہوجایا کرتا ہے۔ وہاں سے اُس پر مقدس تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ وہاں وہ ایسی حالت کو مشاہدہ کرتا ہے جس کو زبان نہیں بیان کرسکتی ہے پھر جہاں تھا وہاں کا وہیں آجاتا ہے۔ اُس وقت میں وہ بے قرار ہوکر کوشش کرتا ہے کہ عملی حالتوں میں سے جو حالت اُس سے قریب ہے اپنے اندر پیدا کرے۔ اس لئے اپنے پروردگار کی معرفت میں مستغرق ہوجاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ جو حالت فوت ہوئی ہے وہ پھر واپس آجائے۔ یہ حالت خدا کی عظمت اور اپنی خاکساری کے اظہار سے اُن افعال اور اقوال کے ذریعہ سے خدا کی حضور میں مناجات کرنے سے جو مناجات کرنے کے لئے مقرر ہیں ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد اُس شخص کا درجہ ہوتا ہے جس نے کسی احکام کے سچے حالات بیان کرنے والے کو سنا کہ وہ ایسی حالت کی طرف لوگوں کو بلاتا اور رغبت دلاتا ہے پھر دلی شہادت سے اس سامع نے اُس کی تصدیق کی اُس کے احکام کی تعمیل کی۔ اور اُس کے تمام وعدوں کو اُس نے سچا پایا۔ اور اپنی آرزو میں کامیاب ہوگیا۔ اُس کے بعد اُس کا رتبہ ہے کہ انبیاء نے نماز و پر اُس کو مجبور کیا۔ لیکن اُسکو کوئی ذاتی علم اُن کی خوبیوں کا نہ تھا اُس کی مجبوری ایسی ہی تھی جیسے باپ اپنے بیٹے کو مفید صنعتوں کی تعلیم دے اور وہ اُسکو پسند نہ کرتا ہو کبھی آدمی اپنے پروردگار سے مصیبت کے دفع ہونے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے۔ اُس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ تعظیمی افعال اور اقوال میں مستغرق ہوجائے تاکہ اُسکی ہمت کا جو درخواست کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے۔ نماز استسقاء اسی وجہ سے مسنون ہوئی ہے۔ نماز میں اصلی امور تین ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی بزرگی اور جلال دیکھکر دلی عاجزی (۲) خدا کی عظمت اور اپنی خاکساری کو خوش بیانی سے ظاہر کرنا (۳) اُس خاکساری کی حالت کے موافق اعضا میں آداب کا استعمال۔ قائل بیان کرتا ہے۔ شعر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افادتکم النعمـــا منی ثلثة   یدی ولسانی والضمیر المحجبا

تمہاری نعمتوں کا فائدہ تین چیزوں کو پہنچا جیسے ہاتھ اور زبان اور پوشیدہ دل کو۔

افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کی حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ اپنی خاکساری اور پروردگار کی عزت و برتری کا خیال کر کے سرنگون ہو جاوے تمام لوگوں اور بہایم میں یہ فطری امر ہے کہ گردن کشی غرور اور تکبر کی علامت ہے۔ اور سرنگوں ہونا نیازمندی اور فروتنی کی علامت ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے فظلت اعناقہم لہا خاضعین۔ اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جُھک گئیں اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اُسکی حضور میں اپنے سر کو زمین پر رگڑ دے۔ جو تمام اعضا میں سے زیادہ بزرگ اور حواس انسانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں میں اپنے سلاطین اور امرا کی حضوری میں انہیں کو استعمال کرتے ہیں۔ اور سب صورتوں میں نماز کی وہ صورت عمدہ ہے جسمیں یہ تینوں امر جمع ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی ادنےٰ تعظیمی حالت سے اعلےٰ کیطرف ترقی ہو تاکہ دم بدم نیازمندی اور خاکساری کیحالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے وہ تنہا اعلےٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلیٰ حالت سے ادنیٰ کیطرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا اور نماز میں تقرب کے اعمال اصلی قرار دئے گئے ہیں عظمت الٰہی میں صرف غور کر لینا یا ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا اسمیں اصلی نہیں قرار دیا گیا اس لئے کہ خدا کی عظمت کا صحیح خیال صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی طبیعتیں اعلیٰ درجہ کی ہوں اور ایسے لوگوں کے وجود کم ہوا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے علاوہ اگر اور عام لوگ خدا کی عظمت میں خوض کریں تو انکا غور کام نہیں دیتا اور فائدہ کے تو کیا معنی وہ تو اپنے اس اعمال کو بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اور محض ذکر ہی ذکر جس کی تشریح اور مدد کسی دوسری عملی تعظیم سے جو اعضا کی ذریعہ سے ہر ایک عضو کے آداب کا لحاظ کر کے کیجاتی ہے نہ ہو تو وہ اکثر لوگوں کے حق میں بالکل بے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ البتہ نماز ایک مرکب معجون ہے جسمیں فکر بھی ہے اسکے ذریعہ سے خدا کی جانب توجہ ہوتی ہے ہر شخص کو اسکا موقع ملسکتا ہے اور جسکو گرداب شہود میں خوض کرنیکی استعداد حاصل ہو اسکو بھی کوئی مانع نہیں ہے وہ بخوبی اسمیں خوض کر سکتا ہے بلکہ نماز کیوجہ سے نفس کو اس قسم کی کامل توجہ کا بخوبی موقع مل سکتا ہے اور نیز نماز میں مختلف دعائیں بھی شامل ہوا کرتی ہیں جنمیں صاف صاف اظہار کیا جاتا ہے کہ اسکا عمل خالصاً خدا ہی کیلئے ہے اسکا رخ اسی کی جانب ہے ہر قسم کی اعانت کی خواستگاری صرف اسی سے ہے۔ اور ان کے علاوہ نماز میں بہت سے تعظیمی افعال بھی ہیں۔ سجدہ۔ رکوع ہر ایک دوسرے کا معاون اور مکمل اور اس پر متنبہ کرنے والا ہے۔ اسیوجہ سے نماز کی منفعت عام اور خاص سب لوگوں کیلئے یکسان ہے ہر ایک شخص اپنے اپنے درجہ اور استعداد کے موافق اس سے نفع اٹھا سکتا ہے۔ نماز ایمان والے کیلئے معراج ہے وہ اُس کو اخروی تجلیات کیلئے طیار کرتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم اپنے رب کو بیشک دیکھو گے۔ اگر تم کو مشاغل نہ روک سکیں تو طلوع و غروب آفتاب سے پہلے وقتوں کی نماز کا اہتمام رکھو۔ اور خدا کی محبت اور رحمت کا نماز بڑا سبب ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سجدوں کی کثرت سے اپنے نفس کو مدد کرو خدا تعالےٰ نے دوزخیوں کے احوال میں نقل کیا ہے۔ ولم نک من المصلین۔ ہم نماز نہ پڑھا کرتے تھے اور جب نماز کا شوق دل میں جم جاتا ہے تو نور الٰہی میں نماز گذار محو ہو جاتا ہے۔ اور اس کی خطائیں دور ہو جاتی ہیں۔ ان الحسنات یذہبن السیات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ معرفت الٰہی کے لئے کوئی چیز زیادہ مفید نماز سے نہیں ہے خاصۃً جب نماز کے تمام افعال واقوال حضورِ دل اور پاک نیت سے عمل میں لائے جائیں اور جب نماز کے طور پر بھی ادا کیجاتی ہے۔ تو بھی اکثر بھی برائیوں میں اُس کا بیّن نفع ہے۔ وہ مسلمانوں کا شعار ہوگیا ہے۔ نماز سے ہی مسلمان اور کافر میں فرق کیا جاسکتا ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافروں کے اور ہمارے درمیان نماز کا ذمّہ ہے جو نماز کو ترک کریگا وہ کافر ہے اور نماز سے زیادہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے طبیعت کو عقلی تدابیر کے تبع رہنے کی مشق کرائی جائے۔ واللہ اعلم۔

باب ۷۶

زکوٰۃ کے اسرار کے بیان میں

معلوم کرو کہ جب کسی مسکین کو کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ اور وہ زبان قول یا حال سے اس کے لئے خدا کی حضور میں گریہ وزاری کرتا ہے۔ تو اسکا یہ عاجزی کرنا خدا کی بخشش کے دروازہ کو کھول دیتا ہے۔ اور اُسوقت مقتضا سے مصلحت اکثر یہ ہوتا ہے کہ کسی زکی شخص کو الہام ہوتا ہے کہ اسکی حاجت رفع ہو جائے۔ تب الہام اس پر چھا جاتا ہے اسی کے موافق خدا کی خوشنودی پیدا ہوتی ہے اور اوپر سے نیچے سے دائیں بائیں سے برکتیں اُس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ قابلِ رحمت ہو جاتا ہے۔ ایک روز مجھ سے ایک مسکین نے اپنی حاجت ظاہر کی۔ وہ اس کی وجہ سے مضطر ہو رہا تھا تب میں نے اپنے دل میں الہام کی آہٹ پائی گویا وہ مجھکو حکم دیتا ہے۔ کہ میں اُس کو کچھ دوں۔ وہ الہام مجھ کو بشارت دیتا تھا کہ دنیا و آخرت میں اس کا بڑا اجر ملیگا میں نے اُس مسکین کی حاجت برآری کرائی۔ اور میں نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو سچا دیکھ لیا۔ اُس غریب کا جودِ الٰہی کے دروازہ کو کھٹکھٹانا۔ اور الہام کا پیدا ہو کر میرے دل کا اس کو اُس پر راغب کر لینا۔ اور اُس کے بعد اجر کا ظاہر ہونا یہ سب امور آنکھ کے سامنے محسوس ہوئے۔ اکثر کسی موقع پر خرچ کرنا رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ جب ملاءِ اعلےٰ کی خواہش کسی مذہب کے مشہور اور معزز کرنے کے لئے طے ہو جاتی ہے تو جو شخص اس کے کام چلانے کے درپے ہوتا ہے۔ اُس پر رحمت ہوتی ہے۔ یہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ تنگ حالی میں لڑائی کی ضرورت پڑے یا قحط سالی کا زمانہ ہو۔ اور کسی نہایت مفلس گروہ کا خدا کو زندہ رکھنا مقصود ہو تب بھی خبر دینے والا پیغمبر ان موقعوں سے ایک قاعدہ کلیہ اخذ کر کے کہتا ہے کہ جو شخص ایسے ایسے تنگ حال پر یا فلاں فلاں حالت میں خیرات کریگا۔ تو اُس کا عمل مقبول ہو جائیگا۔ اور ان امور کو کوئی شخص سنتا ہے اور اپنی دلی شہادت سے اُس کے حکم کو مان لیتا ہے اور ان سب وعدوں کو سچا پاتا ہے۔ اور اکثر بعض لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ مال کی محبت بخیلی کرنے سے اُسکے حق میں مضر ہوگی اُس کو وہ مقصود راستہ سے باز رکھیگی۔ اس لئے اُس کو اس خیال سے نہایت تکلیف ہوتی ہے اس تکلیف کو وہ اسطرح دفع کرتا ہے کہ اپنی کسی نہایت محبوب چیزوں کے صرف کرنے کی مشق کرتا ہے اُسوقت میں خرچ کرنا ہی اُس کے حق میں بہت مفید ہوتا ہے اگر وہ صرف نہ کرتا تو محبت اور بخیلی ویسی کی ویسی ہی اُسمیں باقی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتی۔ اور عالم معاد میں وہ محبت گنج سانپ کی صورت میں ہوتی یا وہ سوال مضر صورتوں میں اسکے سامنے متمثل ہوتے حدیث میں ہے

یطوق ماله شجاعاً اقرع اور خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نار جہنم فتکوی بھا جباھم وجنوبھم الآیۃ جو لوگ سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور نہیں خرچ کرتے اُسے راہ خدا میں انکو عذاب سخت کی خبر دے۔ قیامت کے روز انکی پیشانیاں اور پہلو اُسی سونے اور چاندی سے جہنم کی آگ میں تپا کر داغ دیئے جائینگے) اگر کسی شخص کے مرجانے کا حکم عالم مثال میں قرار پاجاتا ہے اتنے میں وہ بہت سا مال صرف کرتا ہے۔ اور وہ شخص اور قابل رحمت لوگ خدا کی حضور میں گریہ وزاری کرتے ہیں تو مال کے صرف سے اُس کی خود ہلاکی محو ہوجاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لایرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر (قضاء کو دعا ہی ہٹا دیتی ہے اور نیکی سے عمر زیادہ ہوتی ہے) اور آدمی اکثر طبیعت کے غلبہ سے کوئی بُرا کام کرلیتا ہے۔ پھر اُسکی برائی معلوم کرکے نہایت شرمندہ ہوتا ہے لیکن طبیعت پھر غالب آجاتی ہے اور اُسی کام کو پھر کرتا ہے ایسے نفس کا علاج یہی ہے کہ اپنے فعل کے تاوان کے لئے بہت سا مال صرف کرے تاکہ یہ نقصان اُس کے پیش نظر رہے اور پھر آئیندہ ایسے قصد سے اسکو باز رکھے۔ اور نیز اکثر خوش خلقی اور انتظام خاندانی کا خفظان اسی طرح سے ہوتا ہے کہ خوب کھانا کھلایا جاوے۔ سلام میں تقدیم کیجاوے۔ اور طرح طرح ہمدردی کیجاوے۔ ان امور کا حکم دیا جاتا ہے اور یہ امور صدقہ کئے جاتے ہیں۔ اُس سے برکت زیادہ ہوتی ہے۔ اُس سے غضب الہٰی کی آگ بجھجاتی ہے اور فیضان رحمت کو حاصل کرکے عذاب آخرت اُس سے دور ہوجایا کرتا ہے۔ ملاء اعلےٰ کی دعا اُس کی طرف مصروف ہوتی ہے جو زمین میں مصلح اور مدبر ہیں۔

باب ۴۷
روزہ کے اسرار میں

معلوم کرو کہ اکثر آدمی خدا کے الہام سے سمجھتا ہے کہ طبیعت بہیمی کا جوش اُس کو کمالِ ذاتی سے باز رکھتا ہے وہی جوش بہیمیت کو ملکی قوت کے تابع ہونے نہیں دیتا۔ اسلئے بہیمی قوت سے اُس میں نفرت اور بغض پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اُسکے جوش کو مار دے کوئی چیز اُس کو اُس کے تدارک کے لئے بجز اسکے نہیں ملتی کہ گرسنہ و تشنہ رہے مجامعت ترک کردے اپنی زبان۔ دل اور اعضا کو روکے رہے۔ انہیں امور سے وہ اپنی مرضِ جسمانی کا علاج کرتا ہے۔ اسکے بعد اُس شخص کی حالت ہے جس نے سچی خبر دینے والے سے ان تدابیر کو دلی شہادت سے اخذ کیا ہو اُس کے بعد اُس شخص کا حال ہے کہ شفقت اور مہربانی سے انبیا کشاں کشاں اُس میں یہ حالت پیدا کریں اسکو ان خوبیوں کا ذاتی علم نہ ہو لیکن معاد میں اُس کا فائدہ اُس کو حاصل ہو۔ جب یہ جوش اُس میں دب جاوے۔ اکثر آدمی کو یقین ہوجاتا ہے کہ اُس کا یہی کمال ہے کہ طبیعت عقل کے تابع رہے۔ لیکن طبیعت بغاوت کرتی ہے کبھی آزادانہ رہنے کی کوشش کرتی۔ اور کبھی احکامِ عقلی کے تابع بھی ہوجاتی ہے۔ اسواسطے اُس شخص کو مشاقی کے لئے سخت کے کام روزہ جیسے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ وہ اپنی طبیعت کو ایسے کاموں پر مجبور کرتا ہے۔ اور طبیعت سے چاہتا ہے کہ اطاعت کے عہد کو پورا کرتی رہے۔ وہ اسطرح نہیں کر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اہتمام میں رہتا ہے حتی کہ اس کا مقصود اصلی حاصل ہو جاتا ہے کبھی کبھی کسی شخص سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ مدتوں تک روزے رکھے چلا جاتا ہے جن میں کہ بہ نسبت گناہ کے زیادہ محنت اور جبر ہوتا ہے تاکہ دوبارہ ایسا کام اس سے نہ ہو اور نیز کبھی دل میں عورتوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کو مہر دینے کا مقدور نہیں ہوتا زنا کا خوف ہوتا ہے۔ اسلئے وہ اپنی رغبت سے روزہ کو مار دیتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فان الصوم له وجاء (جس شخص کو شادی کرنے کی طاقت نہ ہو تو روزہ اس کے لئے بمنزلہ خصی ہونے کے ہے) روزہ اعلے درجہ کی نیکی ہے۔ اس سے ملکی قوت بڑھتی ہے۔ اور بہیمی طاقت کمزور ہو جاتی ہے روح کے چہرہ روشن کرنے کیلئے کوئی تقلعی اس سے زیادہ نہیں ہے اور طبیعت کے مغلوب کرنے کی کوئی دوا اس سے زیادہ مفید نہیں ہے اسی واسطے خدا نے فرمایا ہے الصوم لی انا اجزی به روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا روزہ سے قوت بہیمی قلبی مضمحل اور کمزور ہوتی ہے اتنی ہی خطائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتوں کی حالت سے مشابہت بڑھتی جاتی ہے ان کو روزہ دار سے انس و محبت ہو جاتی ہے۔ یہ محبت کا تعلق بہیمیت کے ضعیف ہونے کا اثر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اگر روزہ رسمی طور پر ہو تاہم رسمی امور کے لحاظ سے مفید ہے جب کوئی امت اسکی پابندی کرتی ہے تو ان کے شیاطین کے پاؤں میں زنجیر پڑ جاتی ہے ان کے لئے جنت کے دروازے کھلجاتے ہیں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

اور جب کوئی آدمی نفس کے مغلوب کرنے کا اہتمام کرتا ہے اس کے رذائل کو دور کرنا چاہتا ہے تو عالم مثال میں اسکے عمل کی ایک مقدس صورت پیدا ہو جاتی ہے اور عارفین باللہ میں زکی القلب لوگ اس صورت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں وہ عالم غیب سے انکی علمی مدد کرتے ہیں اور تنزیہ و تقدیس کے ذریعہ سے ذات الٰہی سے اس شخص کو قرب حاصل ہو جاتا ہے الصوم لی و انا اجزی به کے یہی معنی ہیں۔

کبھی آدمی اس خرابی کو معلوم کرتا ہے جو اسکی طبیعت میں امور معاش کی مصروفیت اور بیرونی اشغال کی خواہش میں بھر جانے سے پیدا ہوتی ہے اس کے لئے تنہا ہو کر کسی مسجد میں عبادت کرنا جو نماز کے لئے بنائی گئی ہو مفید ہوا کرتا ہے اور ہمیشہ کے لئے علیحدگی ممکن نہیں ہوتی ما لا یدرک کله لا یترک کله وہ شخص اپنے اوقات میں کسی قدر فرصت کو جدا کر کے جتنا میسر ہوتا ہے اعتکاف میں تنہائی سے اوقات بسر کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی حالت ہے جس نے دلی شہادت سے مخبر صادق کے ذریعہ سے اعتکاف کی خوبی کو قبول کیا ہو۔ پھر اس شخص کی حالت ہے کہ زبردستی اس کو اعتکاف کی تعلیم دی گئی ہو۔ اکثر روزہ میں زبان کو پاک صاف رکھنے کے لئے اعتکاف کی ضرورت پڑا کرتی ہے کبھی لیلۃ القدر کی اور اسمیں فرشتوں کے اتصال کی اس کو خواہش ہوتی ہے یہ بھی بغیر اعتکاف کے میسر نہیں ہو سکتا۔ لیلۃ القدر کے معنی آیندہ آوینگے واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۴۸

حج کے اسرار میں

معلوم کر و کہ حج کی حقیقت یہ ہے کہ صلحا کی ایک جماعت کثیر ایک وقت خاص میں جمع ہوں۔ انبیاء اور صدیقین و شہدا اور صالحین کے حالات کو جن پر خدا نے اپنا انعام کیا ہے۔ وہ یاد کریں اور سب ایسے موقعہ پر جمع ہوں جہاں خدا کی ظاہر نشانیاں موجود ہوں۔ آئمہ دین کی جماعتیں وہاں کا قصد کرتی رہی ہوں۔ وہاں وہ نہایت خاکساری اور رغبت سے خدا کے شعائر کی تعظیم کرتی رہی ہوں خدا سے نیکی کی امید و خطائیں معاف ہونے کی دعائیں اور التجائیں کرتی رہی ہوں۔ جب اس کیفیت سے ہمتیں لوگوں کی جمع ہوتی ہیں تو لازمی طور پر خدا کی رحمت اور مغفرت وہاں نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جیسا کہ عرفہ کے روز نہایت ذلیل و مطرود و حقیر و غصہ ناک نظر آتا ہے ایسا کسی روز نظر نہیں آتا۔ ہر ایک امت میں حج کی اصل موجود ہے۔ ہر ایک کے لئے ایک خاص جگہ برکت لینے کی معین ہے اس میں انہوں نے خدا کی نشانیوں اور اپنے بزرگوں کی عبادات اور آثار کو ظاہر ہوتے دیکھا ہے۔ اس سے مقرب لوگوں اور ان کے حالات کی یاد آتی ہے اسلئے وہ پابندی سے وہاں کا قصد کرتے ہیں لیکن بیت اللہ سب جگہوں سے زیادہ حج کے قابل ہے اس میں بڑی نشانیاں موجود ہیں حضرت ابراہیم صلوت اللہ علیہ وسلم نے جن کی نیکی اور خوبی کی شہادت اکثر امتوں کی زبان سے ظاہر ہے خدا کے حکم اور وحی سے اس کی بنیاد قائم کی ہے پہلے اسکے زمین سخت چٹیل میدان تھی وہاں تک پہنچنا بھی مشکل تھا اور بیت اللہ کی علاوہ اور مقامات میں یا تو کچھ نہ کچھ شرک ہے یا بے اصل اسکی شہرت کر لیگئی ہے۔ طہارت نفسانی کے حصول میں سے یہ بھی ہے کہ ایسی جگہ رہنا اور ٹھیرنا اختیار کیا جائے جس کے صلحا ہمیشہ تعظیم کرتے رہے ہوں۔ ذکر الٰہی سے اسکو معمور رکھا ہو۔

اس سے ملائکہ سفلی کی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور نیک لوگوں کے لئے ملاء اعلےٰ دعا کرتے ہیں۔ ایسی جگہ رہنے سے انہیں کے منور اثر نفس میں پیدا ہو جاتے ہیں میں نے بچشم ظاہر اسکو مشاہدہ کیا ہے اور ذکر الٰہی کے متعلق خدا کے نشانات کو ملاحظہ کر کے ان کی تعظیم کرنا بھی داخل ہے جب ان پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ جیسے ملزوم کے دیکھنے سے کوئی لازم چیز یاد آتی ہے خاصیتہ جب تعظیمی حالتوں اور ان حدود کی پابندی کیجائے جن سے نفس کو کمال درجہ تنبیہ حاصل ہوتی ہے اکثر آدمی اپنے پروردگار کے شوق میں تڑپتا ہے۔ اس وقت اسکو ضرورت ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ اپنا شوق پورا کروں تو سوا حج کے اور کوئی ایسی چیز اسکو نہیں ملتی۔ اور جیسے کہ دولت اور سلطنت کو ہمیشہ ایک آزمائش اور امتحان کی ضرورت پڑتی ہے جس سے مخلص اور منافق میں تمیز ہو جائے۔ دولت کی شہرت ہو۔ اس کا کلمہ بلند ہو۔ اور سب لوگوں میں باہم جان پہچان ہو جائے ایسے ہی مذہب کو حج کی ضرورت ہے تاکہ منافق کی بخوبی تمیز ہو جائے اور دین الٰہی میں مختلف گروہوں کا داخل ہونا عیاں ہو جائے۔ ایک دوسرے سے مل جلیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے ان فوائد کو حاصل کر سکیں جو اس کو حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مقاصد باہمی مصاحبت اور ایک دوسرے کے ملنے ہی سے حاصل ہوا کرتے۔ اور رسمی حج بھی بہت سے رسمی فوائد کو اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً آئمہ دین کی حالت یاد کرنے اور ان کے اختیار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی آمادگی کیلئے کوئی چیز حج سے زیادہ مفید نہیں ہے اور چونکہ حج میں دور دراز سفر کرنا پڑتا ہے۔ وہ نہایت دشوار عمل ہے بڑی مشقت سے پورا ہوتا ہے اِس لئے اُس کی تکالیف کا برداشت کرنا۔ خدا کی خالص عبادت ہے جس سے خطائیں معاف ہوتی ہیں وہ پچھلے گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیساکہ ایمان ۔

باب ۴۹

نیکی کی اقسام کے اسرار میں

نیکی کی اقسام میں سے ذکر الٰہی ہے۔ ذکر الٰہی اور خدا کے بیچ میں آڑا ور پردہ نہیں ہے سو معرفت کی اصلاح کیلئے کوئی چیز ذکر سے زیادہ مفید نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کیا تم کو سب اعمال میں افضل عمل نہ بتاؤں الا انبئکم بافضل اعمالکم ۔ نیز خدا کی حضوری حاصل کرنے اور دل کی قساوت دور کرنے میں ذکر کا بڑا اثر ہوتا ہے خصوصاً اس شخص کیلئے جس کی قوت بہیمی فطری طور پر یا عملاً ضعیف ہوتی ہے۔ اور اس شخص کے لئے بھی جو فطرتاً اپنے خیال میں محسوس چیزوں کے احکام مجردوں میں خلط ملط کر دیتا ہے۔ اور انہیں اقسام میں سے دعا بھی ہے اس سے حضوری کا بڑا دروازہ کشادہ ہو جاتا ہے پروردگار عالم کے حضور میں نہایت درجہ طاعت اور احتیاج کو وہ پیش نظر کر دیتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدعا مخ العبادۃ کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ وہ مبدا کی جانب نفس کے متوجہ ہونے کی ظاہری صورت ہے جو درخواست کی صورت ظاہر ہوتی ہے اُسکے حاصل ہونے کی جسکے لئے دعا مانگی گئی ہے یہ حج ہے اور نیز بڑی نیکی تلاوت قرآن اور اُسکی نصائح کو گوش دل سے سننا ہے جو توجہ سے اُنکو سنتا ہے اور دل میں وہ جگہ کر لیتی ہیں بیم و امید کی حالتیں خدا کی عظمت میں حیرانی اُسکے احسانات میں مستغرق ہو جاتا ہے طبیعت کا جوش بجھانے کیلئے نہایت ہی مفید ہے نفس کو قرآن کی تلاوت اسلئے طیار کرتی ہے کہ آسمانی اثر پیدا ہونے لگیں اور عالم معاد میں وہ نہایت نافع ہے نشہ تقرر والے سے کیگا لا دریت عولا تلیت اتو نے نہ حق کو جانا نہ قرآن کی تلاوت کی) قرآن سے دل تمام سفلی کیفیتوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے (ہر چیز کے لئے ایک خاص صیقل ہوتی ہے اور دل کی صیقل قرآن کا تلاوت کرنا ہے) اور نیز نیکیوں میں سے قرابت والوں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے ہیں اپنے قرابتیوں اور ہم مذہبوں کیساتھ حسن معاشرت کرنا چاہئے غلاموں کو آزادی دینا چاہئے۔ اِن امور سے رحمت اور اطمینان نازل ہوتا ہے۔ تدابیر و دم اور رسوم کی انتظامات اِن سے مکمل ہوتے ہیں۔ ملائکہ کی دعا کے یہ امور باعث ہوتے ہیں۔ نیز نیکیوں میں سے جہاد ہے۔ خدا تعالےٰ جب کسی خلق پر لعنت کرتا ہے جس سے عام لوگوں کو مضرت پہنچتی ہے۔ اُس کا نابود کرنا مصلحت کلی کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوا کرتا ہے اسلئے خدا کسی زکی القلب کے دل پر اُس کے قتل کرنے کا الہام کرتا ہے اُسکی طبیعت سے خود بخود بغیر کسی سبب طبعی کے غصہ مشتعل ہوتا ہے۔ وہ اپنے تمام ذاتی امور سے اِس کام کیلئے علیحدہ ہو کر خدا کی مراد سے زندگی حاصل کر کے تمتن متوجہ ہو کر خدا کی رحمت اور نور میں غرق ہو جاتا ہے اِس سے تمام آدمیوں اور شہروں کا کام نبھتا ہے اسی کے قریب یہ حالت بھی ہے کہ خدا اُن ملکوں کی دولت اور حکومت کو تباہ کرنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا کی شان میں کفر کرتے ہیں اُنکے چال چلن بگڑ جاتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اس لئے کسی نبی کو جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی قوم کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا کیجاتی ہے۔ تاکہ ایسی قوم ہوں جو لوگوں کی تکمیل کیلئے پیدا کیگئی ہوں۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے دل سے کسی قوم کو معلوم ہوتا ہے کہ مظلوموں نے مفسد خصلت لوگوں کی تعدی کو روکنا عمدہ ہے۔ نافرمانوں پر تعزیرات قائم کرنی چاہئیں۔ اور برائی سے ان کو روکنا چاہئے۔ ان کوششوں سے لوگوں میں امن اور اطمینان پیدا ہوجاتا ہے اور خدا ان قوموں کے مجاہدوں کو عمدہ جزا دیتا ہے اور کبھی مصائب امراض کے بلا قصد پیش آجاتے ہیں۔ ان میں بھی کسی وجہ سے نیکی کا سامان ہوجاتا ہے کبھی اس طرح پر خدا کی توجہ ہوتی ہے کہ کسی بندہ کے اعمال درست ہوجائیں اور اسباب عالم کا مقتضا ہوتا ہے کہ اسکی حالت تنگ ہوجائے تو وہی اسباب اسکی تکمیل نفس کی باعث ہوکر اسکے خطاؤں کو دور کردیتے ہیں۔ اور اسکے لئے بجائے انکے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسے کہ جب پانی کا منفذ بند ہوجاتا ہے تو پانی اوپر اور نیچے سے پھوٹ نکلتا ہے۔ یہ بہاؤ اسمیں تنگی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے۔ اس سے خیر اضافی کی حفاظت رہتی ہے اور کبھی اس طرح پر ان میں نیکی ہوجاتی ہے کہ مسلمان پر جب مصائب ٹوٹ پڑتے ہیں اور زمین اسپر تنگ ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت میں طبیعت اور رسم کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور سب امور کو ترک کر کے خدا ہی کی طرف وہ متوجہ ہوجاتا ہے۔ اور کافر اس حالت میں اس گم شدہ چیز کی ہی یاد میں رہتا ہے اور اسی زندگی میں ذوبا رہتا ہے۔ حتی کہ زمانہ عیبت کا پہلی حالت سے بھی زیادہ خبیث ہوجاتا ہے اور کبھی وہ سختیاں نیکی کا باعث اسلئے ہوتی ہیں کہ تمام روکنے والی برائیاں غلیظ اور کثیف قوت طبعی میں جمع ہوا کرتی ہیں۔ تو مریض اور ضعیف ہوجانے سے جتنا کہ بدن کو پہنچتا ہے اس سے زیادہ مادہ تحلیل ہوجاتا ہے۔ تو وہ خود ظلمت بھی جو برائیوں کی حامل تھی تحلیل ہوجاتی ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ مریض کی خواہش نفسانی غصہ وغیرہ سب دور ہوجاتے ہیں۔ اس کے اخلاق بدل جاتے ہیں اور وہ پچھلے امور کو ایسا بھول جاتا ہے کہ گویا اس میں وہ موجود ہی نہ تھے اور ایک صورت یہ ہے کہ جب مسلمان کی قوت بہیمی اسکی قوت ملکی سے آزاد ہوتی ہے تو دنیا ہی میں اکثر انکے گناہوں پر مواخذہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا کی محنت مسلمان کے لئے عذاب ہے۔ واللہ اعلم۔

باب ۵

گناہوں کے درجوں میں

معلوم کرو جبکہ بہت سے عمل اور طریقے ایسے ہیں جن سے معلوم ہوجاتا ہے کہ قوت بہیمی ملکی کے تابع ہے ایسے ہی ایسے بھی اعمال ہیں جن سے صاف نافرمانی معلوم ہوا کرتی ہے۔ ان سے قوائے بہیمی کی سرکشی پیدا ہوتی ہے انہیں امور کو گناہ کہتے ہیں اور گناہوں کے مختلف مرتبے ہیں (۱) وہ گناہ ہیں جو انسانی کمال اور ترقی کا راستہ بالکل مسدود کردیں ایسے بڑے گناہ دو قسم کے ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق مبدا کی ذات سے ہے آدمی کو اپنے پروردگار سے ہی لاعلمی ہو۔ یا اس کا علم وہ رکھتا ہو لیکن مخلوقین کے اوصاف اس میں ثابت کرتا ہو یا خدا کی صفات مخلوقین میں ثابت کرتا ہو۔ دوسری صورت تشبیہ کی ہے اور تیسری شرک کی۔ نفس میں کبھی تقدیس نہیں پیدا ہوسکتی جب تک کہ علوی تجرد اور تدبیر عام کا جو تمام عالم کو محیط ہو رہی ہے بصیرت کی آنکھ سے مطالعہ نہ کرتا رہے۔ جب اس قسم کا غور نہیں ہوا کرتا تو نفس اپنی ہی حالتیں مشغول رہا کرتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی بیگانگی کا پردہ دور نہیں ہوتا اور بقدر سر سوزن بھی یہ مین انکشاف نہیں ہوتا یہ نہایت سخت بلا ہے اور دوسری قسم بڑے گناہ کی اس امر کا اعتقاد کرنا ہے کہ بجز اس بدنی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں ہے او بدن کے لئے اور کوئی کمال دوسرا نہیں ہے جس کا طلب کرنا اسکو ضروری ہو جب نفس میں یہ خیال جم جاتا ہے تو پھر اسکی نظر کبھی کمال کی طرف نہیں اٹھتی اور جو کہ علاوہ کمال بدن کے دوسرے کمال کا ثبوت عام لوگوں سے جب ہی ممکن ہے کہ موجودہ حالت کی بہ وجوہ مخالف حالت کا وہ تصور کر سکیں اگر یہ دونو کمالات جدا جدا اُس کے خیال میں نہ آئیں تو کمال عقلی اور کمال حسی دونو ایک دوسرے کے مخالف ہوں اور وہ شخص کمال عقلی کو چھوڑ کر کمال حسی کی طرف مائل ہو جائے۔ اسلئے لقاء الٰہی اور روز آخرت پر ایمان لانا اُس کا معیار قرار دیا گیا ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے

والذین لا یؤمنون بالاخرۃ قلوبہم منکرۃ وہم مستکبرون (جو لوگ آخرت کا یقین نہیں اُن کے دل منکر ہیں۔ اور وہ متکبر ہیں) حال یہ ہے کہ جب آدمی اس درجہ کے گناہ میں رہکر مر جاتا ہے اور اُس کی قوت بہیمی مضمحل ہو جاتی ہے تو نہایت درجہ کی نفرت آسمانی جانب سے اسکو پہنچتی ہے وہ کبھی اپنے آپ کو اس سے رستگار نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ قوت بہیمی کے غرور سے آدمی اُن فضائل سے تکبر کرتا ہے جو خدا تعالےٰ نے لوگوں کے لئے اپنے کمالات تک پہنچنے کے لئے قرار دیئے ہیں۔ اور ملاء اعلےٰ نہایت اہتمام سے پیغمبروں اور شریعتوں کے ذریعہ سے اُن کے شائع کرنے اور اُن کی شان بلند کرنے کا قصد کرتے ہیں لیکن ایسا شخص ان امور کا انکار کر کے اُن سے عداوت کرتا ہے اور جب یہ مر جاتا ہے تو ملاء اعلےٰ کی تمام ہمتیں اُس سے نفرت کرتی ہیں اور اسکو ایذا پہنچانے کی طرف مائل ہوتی ہیں اور خطا ہر جانب سے ایسا احاطہ کر لیتی ہے کہ پھر اُس سے نکلنے کا اسکو موقع نہیں ملتا۔ اور چونکہ وہ اپنے کمال کو نہیں پہنچتا اور اگر پہنچتا بھی ہے تو وہ پہنچنا قابل اعتبار و لحاظ نہیں ہوتا۔ اسواسطے یہ حالت اُس سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ یہ مرتبہ آدمی کو مذاہب میں اپنے پیغمبر کے طریقہ سے باہر کر دیتا ہے۔ اور تیسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ آدمی نجات دہندہ افعال کو ترک کر دے اور ایسے ایسے کام کرے کہ جنکے کرنیوالے پر عالم ذکر میں لعنت مقرر ہے یا اُن کاموں کی وجہ سے زمین میں کسی بڑے فساد کا گمان غالب ہوتا ہے یا اُس کی صورت تہذیب نفس کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔ اُس کی چند صورتیں ہیں یا وہ شریعت کے احکام کی تعمیل کرے جن سے بجا آوری کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یا بجا آوری کی کچھ نہ کچھ اُس میں آمادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ شرائع کی تعمیل نفوس کے مختلف ہونے سے مختلف طرح پر ہوتی ہے۔ جو لوگ بہیمیت میں ڈوبے ہوئے ہوں اور یہ قوت اُن میں کمزور ہو۔ ان کو تو احکام شرعیہ کی کثرت کی ضرورت ہوتی ہے اور جن میں یہ قوت شدید اور غلیظ ہوتی ہے۔ اُن کو اعمال شاقہ کی کثرت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور انہیں اعمال میں سے بعض اعمال درندوں کے سے ہوتے ہیں جو بڑی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں مثلاً قتل اور بعض اعمال شہوانی ہوا کرتے ہیں بعض پیشے ضرر رساں ہوتے ہیں جیسے قمار۔ ربوا۔ ان تمام مذکورہ امور سے نفس میں بڑا رخنہ پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ ان امور سے ان امور پر اقدام ہوتا ہے جو لازمی طریقوں کے مخالف ہیں اور اُن کو ملاء اعلےٰ کی جانب سے لعنت احاطہ کرتی ہے۔ اسلئے ان دونو کے کرنے سے عذاب حاصل ہوتا ہے۔ یہ گناہ کبیرہ کا مرتبہ سب کبائر سے زیادہ ہے حظیرۃ القدس میں ان امور کا حرام ہونا ایسے گنہگاروں کا ملعون ہونا قرار پا چکا ہے۔ انبیاء ہمیشہ ان امور کو بیان فرماتے رہے ہیں جو وہاں قرار پا چکے ہیں۔ ان سب کو اکثر تمام شرائع میں متفق علیہ ہیں۔ چوتھا مرتبہ اُن شرائع اور طریقوں کی نافرمانی کرنی ہے جو کہ ہر ایک امت اور زمانہ کے لحاظ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے جب خدا تعالےٰ پیغمبر کو کسی قوم کیطرف مبعوث کرتا ہے تاکہ اُن کو تاریکیوں سے روشنی کیطرف پہنچائے۔ اُنکی کجی کی صلاح کرے۔ عمدگی سے اُن کی سیاست کرے۔ تو اُس کے مبعوث ہونے میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ نہایت اہم امور جن کے بغیر اُن کی صلاح اور سیاست نہیں ہو سکتی واجب قرار پاتے ہیں۔ اسلئے ہر ایک مقصد کی ایک معیار دوامی یا اکثری ضرور ہوتی ہے۔ اُس کے لحاظ سے اُن سے مواخذہ اور خطاب کیا جاتا ہے ہر ایک امر کیلئے اوقات معین کرنے کے لئے ضروری قاعدے ہوا کرتے ہیں اکثر امور سے کوئی فساد یا مصلحت پیدا ہوتی ہے تو جیسے اُس امر کیحالت ہوتی ہے ویسا ہی حکم اُس کا مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض امور تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا امر و نہی ضروری ہوتا ہے اور بعض کا مور اور منہی عنہ ہونا بغیر اہتمام کے ہوتا ہے ایسے اکثر امور نہی کے اجتہاد سے بھی ثابت ہوا کرتے ہیں پانچواں رتبہ یہ ہے کہ شارع نے اُسکی کچھ تصریح نہیں کی مثلاً ملاءِ اعلےٰ میں کوئی حکم اُسکے متعلق ہونیکا منعقد ہوا لیکن کوئی خدا کا بندہ پوری بحث سے خدا کیطرف متوجہ ہوا اور اُس نے قیاس سے یا تجربہ وغیرہ سے ایک شے کا مامور یا ممنوع ہونا معلوم کیا۔ جیسے عام لوگوں کو اپنے ناقص تجربہ سے یا حکیم حاذق کو علامت کے پائے جانے سے کسی دوا کی تاثیر معلوم ہو جاتی ہے عامی کو تاثیر کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور طبیب نے اُس کی کوئی تصریح نہیں کی ہوتی پس ایسا شخص جب تک خود اپنی احتیاط اُس امر میں نہ کریگا۔ وہ عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ان کے گمان کی وجہ سے اسمیں اور خدا میں ایک پردہ سا ہو جائیگا اور وہ اُسکی وجہ سے ماخوذ ہوگا۔ اس مرتبہ میں اصل خوشنودی کے قابل یہ ہے کہ اس مرتبہ کے حالات کو ترک کر کے اُنکی طرف توجہ نہ کرے لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس مرتبہ کے لائق ہیں جسکے وہ قابل ہیں خدا سے جو اُن پر اُسی کی کثرت کرتا ہے۔ اسی کو خدا فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی (بندہ کا جیسا میرے ساتھ گمان ہوتا ہے ویسے ہی میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں) اور فرماتا ہے ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ (رہبانیت جسکو انہوں نے خود ایجاد کر لیا ہے ہم نے اُنپر اُسکو اسلئے واجب کیا تھا کہ خدا کی رضامندی کی تلاش میں رہیں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ خدا تم پر سختی کریگا۔ اور فرمایا گناہ وہی ہے جو تیرے دل میں برا اثر پیدا کرے یہی حال اُس حکم کی نافرمانی کا ہے جو کسی مجتہد کے اجتہاد سے ثابت ہوا ہو اور اسی مجتہد کا جس نے یہ حکم دیا ہے نافرمانی کرنے والا پیرو اور مقلد ہو واللہ اعلم۔

باب ۵۱

گناہوں کی خرابیوں کے بیان میں

معلوم کرو کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا اطلاق دو لحاظ سے کیا جاتا ہے (۱) نیکی اور گناہ کی حکمت کے لحاظ سے (۲) شریعتوں اور طریقوں کے لحاظ سے۔ جو ہر ایک زمانہ سے مخصوص ہوتے ہیں نیکی اور گناہ کی حکمت کی نظر سے گناہ کبیرہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسا گناہ ہے جس کے سبب سے قبر یا قیامت میں عذاب ضرورۃً دیا جائے۔ اُسکی وجہ سے تدابیر نافع میں کوئی بڑی خرابی برپا ہو فطرت کے کاموں سے وہ بالکل علیحدہ ہو اور گناہ صغیرہ وہ ہے جس سے امور بالا میں سے کسی امر کے ہونے کا شبہ ہو یا اکثر مرتبہ اُس سے کوئی امر پہلے مومیں سی پیدا ہوتا ہو یا ایک وجہ سے اسمیں اس قسم کی کوئی خرابی پیدا ہوتی ہو۔ اور دوسری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے وہ خرابی نہ پیدا ہوتی ہو۔ مثلاً کوئی شخص خدا کی راہ میں خرچ کرے اور اُسکے بال بچے بھوکے مرتے ہوں۔ تو اُس نے بخل کی رذیل عادت دفع کی لیکن خانہ داری کی تدبیر کو کھودیا۔ اور خاص خاص شریعتوں کے لحاظ سے کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے حرام ہونے کی شارع نے تصریح کردی ہو۔ یا اُس کے ترک کے لئے دو منع ہونے کی وعید کی گئی ہو۔ یا اُسپر کوئی حد مقرر کی ہو۔ یا اُس فعل کی برائی ظاہر کرنے کے متعلق شدت بیان کرنے کو اُسکے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج کیا ہو کبھی بعض امور نیکی اور گناہ کے لحاظ سے صغیرہ ہوتے ہیں لیکن شریعت کے لحاظ سے وہی کبیرہ قرار پاتے ہیں اُس کی صورت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کوئی قبیح کام اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ رسم ہو کر اُن میں پھیلجاتا ہے۔ اُن کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ جب بھی وہ اُنکے دل سے نہیں نکلتا ہے۔ اُس کے بعد شریعت کو اُس سے روکنا چاہتی ہے لیکن وہ لوگ اُس کام پر اڑ جاتے ہیں اُسکے کرنے پر اصرار کرتے ہیں شرع سے اُنکے اصرار پر تہدید اور سختی ہوتی ہے گویا اب اُس کا کرنا شریعت کی سخت عداوت سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اُسکو وہی شخص کرتا ہے جو مردود اور سرکش ہو خدا اور لوگوں سے اُسکو کسی قسم کی حیا نہ ہو۔ بہرحال ہم اُن گناہوں کی تفصیل جو شریعت کے لحاظ سے کبیرہ قرار دیئے گئے ہیں اس کتاب کی دوسری قسم میں بیان کرینگے۔ وہیں اُن کے بیان کا موقع ہے لیکن ان گناہوں کی خرابیاں جو بروئے حکمت سے کبیرہ قرار دیگئی ہیں ہم یہیں بیان کرتے ہیں ۔

www.KitaboSunnat.com

نیکی کے انواع میں بھی ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ لوگوں نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کبیرہ کی حالت میں مرجائے اسکو توبہ نصیب نہ ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں کہ خدا اس گناہ کو معاف کردے ہر ایک فرقہ نے قرآن و حدیث سے اپنے دلائل بیان کئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس اختلاف کو یوں حل کرسکتے ہیں کہ خدا کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ افعال جو بعادت استمراری ہوتے رہتے ہیں (۲) جو خلاف عادت ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جو مسائل لوگوں کے سامنے ذکر کئے جاتے ہیں وہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) موافق عادت (۲) بلا قید اور دو مسئلوں میں مخالف ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُن کی وجہ ایک ہی ہو۔ جیسے منطقیوں نے قضایائے موجہ (جن میں ثبوت حمل کی کیفیت مذکور ہو) میں ذکر کیا ہے کبھی جب وجہ کو ذکر نہیں کرتے ہیں تو قرآن سے اُس کا پتہ لگانا ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً ہم کہیں کہ جو شخص زہر کھائیگا وہ مرجائیگا اس کے معنی یہی ہیں کہ عادت اور معمول کے موافق زہر کا یہ اثر ضرور ہوگا۔ اور جب کہا جائے کہ یہ امر نہیں ہے کہ زہر کھاکر مر ہی جایا کریں اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایسا ہوگا تو خلاف عادت ہوگا۔ اس لئے دونو باتیں درست ہیں۔ اُن میں کچھ مخالفت نہیں ہے اور جیسے خدا تعالے کی دنیا میں بعض افعال خلاف عادت ہوتے ہیں اور بعض معمول کے موافق ایسے ہی آخرت میں بھی افعال الٰہی دو ہی قسم میں ہیں معمولی یا غیر معمولی تو خدا کی استمراری عادت تو یہ ہے کہ بغیر توبہ کے مرنے کے بعد وہ گنہگار کو زمانہ دراز تک عذاب دیتا ہے اور کبھی خلاف عادت بھی ایسے کام کرتا ہے۔ ایسے ہی حقوق عباد کا یہی حال ہے۔ اور صاحب کبیرہ کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا صحیح نہیں ہے حکمت الٰہی کا مقتضا یہ نہیں ہے کہ جو معاملہ کافر سے کرے ویسا ہی صاحب کبیرہ سے بھی کرے۔ واللہ اعلم ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۵۲

اُن گناہوں کے بیان میں جو نفس کی حالت سے متعلق ہیں

معلوم کرو کہ آدمی کی قوتِ ملکی کو ہر جانب سے قوتِ بہیمی احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسکا حال ایسا ہے جیسے قفس میں کسی پرند کا ہوتا ہے اس پرند کی خوش نصیبی اور سعادت اسی میں ہے کہ اس قفس سے نکل کر اپنے اصلی وطن تر و تازہ باغوں میں پہنچ جائے وہاں غذائی دانوں اور لذیذ میوہ جات کھائے۔ اور اپنے ہمجنس پرندوں کے جھنڈ میں ملکر ہشاش بشاش زندگی بسر کرے۔ اسی طرح آدمی کیلئے نہایت درجہ بدنصیبی اور شقاوت اس میں ہے کہ وہ دہریہ ہو۔ دہریت کی حقیقت یہی ہے کہ وہ اُن علوم کے مخالف ہو جو اسکی طبیعت اور فطرت میں خدا نے پیدا کئے ہیں پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ آدمی کی اصل فطرت میں مبداء جل علاءہ کی جانب ذاتی میلان ہے اور نہایت درجہ اسکی تعظیم کرنے کی خواہش ہے۔ خدا کے قول واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم (اور اسوقت کو یاد کر جبکہ تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن کو گواہ کیا اپنی جانوں پر) اور کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام (سب کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے) میں اسکی طرف اشارہ ہے۔ اور خدا تعالے کی بے انتہا تعظیم دلمیں جب ہی راسخ ہوتی ہے کہ خدا کی نسبت اعتقاد کیا جائے کہ وہ اپنے قصد و اختیار سے ہر قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اعمال کی جزا دیتا ہے۔ انکو مذہب کا مکلف کرتا ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہو کہ اس کا کوئی پروردگار ہے جس پر تمام ہستی کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ یا وہ معتقد ہو کر پروردگار عالم معطل ہے۔ اس عالم میں وہ کوئی تصرف نہیں کرتا۔ یا تصرف کرتا ہے۔ تو بلا قصد و مجبورانہ کرتا ہے یا وہ اپنے بندوں کے اچھے برے اعمال کی جزا نہیں دیتا۔ یا وہ اپنے پروردگار کو اور مخلوق جیسا اعتقاد کرتا ہے یا اسکے سے صفات اور لوگوں میں بھی اعتقاد کرتا ہے یا یہ جانتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو پیغمبر کے ذریعہ سے احکام شریعت کا پابند نہیں کرتا پس ایسا ہی شخص دہریہ ہے اسکے دلمیں پروردگار کی عظمت نہیں جمع ہوسکتی اور حظیرۃ القدس کیطرف اُسکے علم کو رسائی نہیں ہوسکتی۔ وہ بمنزلہ ایک پرند کے ہے جو اپنے قفس میں بند ہے۔ اُس میں سوزن کے برابر بھی کوئی سوراخ نہیں۔ مرنے کے بعد اُس پر سب چیزیں ظاہر ہوجائینگی۔ اور کسی قدر قوتِ ملکی ظاہر ہوگی اور اُس کے فطری میلان میں جنبش پیدا ہوگی لیکن پروردگار کے علم اور حظیرۃ القدس کی رسائی سے عوائق مانع ہونگے۔ اور اُس سے اسکے نفس میں نہایت وحشت کا جوش ہوگا اور اُس ناپاک حالت پر باری تعالے اور ملاء اعلے کی نظر پڑیگی تو ناخوشی اور حقارت کی نگاہ تند سے وہ دیکھے جائینگے اور ملائکہ کو اس ناخوشی اور عذاب کا الہام ہوتا ہے اور عالم مثال اور عالم خارجی میں اُن پر عذاب کیا جاتا ہے اور جیسکہ دہریہ ہونا آدمی کیلئے نہایت درجہ شقاوت کا باعث ہے۔ ایسے ہی آدمی کے کافر ہونے میں بھی اسکی ذلت اور شقاوت ہے کافر اس شان سے تکبر کرتا ہے جسکا اندازہ خدا تعالے نے اسکے نفس کیلئے کیا ہے۔

شان سے مراد یہ ہے کہ حکمت الٰہیہ کی مقتضائے عالم کے لئے خاص دور اور طریقے متعین ہوتے ہیں جب کوئی دور شروع ہوتا ہے تو تمام آسمانوں میں اسکی وحی کیجاتی ہے اور ملاء اعلے اس کی تکمیل کی مناسب تدبیر عمل میں لاتے ہیں اور لوگوں کے لئے اس دور میں شریعت کا ایک قرار داد ہوتا ہے اور خدا ملاء اعلے کو الہام کرتا ہے کہ عالم میں اس دور کے چلانے پر متفق ہوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے تعلق سے لوگوں کے دلوں پر الہام ہوتا ہے یہ مرتبہ شان کا اسی قدیم مرتبہ کے بعد ہوتا ہے جس میں حدوث کا لگاؤ نہیں ہوتا اس پہلے مرتبہ کی طرح اس مرتبہ میں بھی بعض کمالات واجب تعالےٰ کا اظہار ہوتا ہے جو شخص اس شان کی حالت کے خلاف ہوتا ہے اس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے تو ملاء اعلےٰ کی جانب سے نہایت سخت لعنت کا مستحق ہوتا ہے وہ لعنت اُسکے نفس کو محیط ہو کر اعمال پر چھا جاتی ہے اور اسکا دل سخت ہو جاتا ہے اور مفید اعمال نیکی کو وہ حاصل نہیں کر سکتا اسکی طرف خدا کے قول میں اشارہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ (جو لوگ ہماری کھلی نشانیوں اور ہدایت کو اُسکے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کے لئے کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا ہے اُن پر خدا اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ (خدا نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے)۔

یہ شخص اس پرندہ کی مانند ہوتا ہے جو اپنے قفس میں بند ہو جسکی روزن تو ہیں لیکن اس پر کوئی غلاف پڑا ہوا ہو کفر کی ادنےٰ حالت یہ ہے کہ کسی شخص کو توحید اور تعظیم الٰہی کا تو ٹھیک ٹھیک اعتقاد ہو لیکن وہ اُن احکام کی تعمیل نہ کرتا ہو جو بحکمت بر و اثم قرار دیئے گئے ہیں۔ وہ ایسا ہے جیسے کسی شخص نے شجاعت کی حقیقت اور فائدہ معلوم کر لیا لیکن وہ صفت اس میں پیدا نہیں ہو سکتی اسلئے کہ نفس شجاعت کا حاصل ہونا اور ہے اور صورۃ شجاعت کا حاصل ہونا اور لیکن اس شخص کی حالت اُس سے کسی قدر بہتر ہے جو شجاعت کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی پرندہ اپنے قفس میں ہے جسمیں سوراخ ہیں وہ سبزہ زار اور میوہ جات کو دیکھتا ہے مدتوں وہاں رہ چکا تھا لیکن اب ضعیف اسی کے شوق میں مبتلا ہو کر اپنے پر مارکرتا ہے اور اپنی چونچ روزنوں میں ڈالتا ہے لیکن باہر نکلنے کو راستہ اس کو نہیں ملتا حکمت بر و اثم کے لحاظ سے کبائر یہی ہیں۔ اور اس شخص سے بھی کمتر درجہ اس شخص کا ہے کہ وہ ان تمام احکام کی بجا آوری کرتا ہے لیکن اُن شرائط کیساتھ نہیں کرتا جو ان کیلئے ضروری ہیں وہ ایسا ہے جیسے کوئی پرندہ تنگ قفس میں بند ہے تنگی سے اس سے باہر نکل سکتا ہے لیکن جبتک جلد میں خراش نہ ہو اور پر نچ نہ جائیں نکلنا وہاں سے متصور نہیں اس کا قفس سے نکلنا ممکن ہے لیکن بہت محنت و سختی سے۔ چونکہ نکلنے کے بعد اسکی جلد میں خراش ہوگا اور پر نیچے نچ گئے ہونگے اسواسطے وہ اپنے ہم جنسوں میں بخوبی محفوظ نہ رہ سکیگا اور جیسا چاہیئے اُن باغوں کے میوہ جات سے بھی بہرہ مند نہ ہوگا۔ یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ کیساتھ برے اعمال بھی کئے ہیں۔ انکے لئے عائق اور مانع وہ گناہ ہوتے ہیں جو حکمت بر و اثم کے لحاظ سے صغیرہ گناہ ہیں۔ پل صراط کی حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بعض لوگ گر پڑیں گے اور بعض کو خراشیں لگ کر نجات ہو جائیگی اور بعض کو آگ کی لپٹ کے بعد نجات ملجائیگی واللہ اعلم۔

باب ۵۳

ان گناہوں کا بیان جن کا تعلق لوگوں سے ہوتا ہے

معلوم کرو کہ حیوانات کی قسمیں مختلف ہیں بعض کی پیدائش ایسی ہوتی ہے جیسے زمین کے کرم کا حال یہ ہے کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروردگار صور کی جانب سے یہی الہام ان پر ہوتا ہے کہ وہ کیسے اپنی غذا حاصل کریں اُن کو مکانات کی تدبیر کا الہام نہیں ہوتا اور بعض حیوانات ایسے ہیں کہ انہیں توالد و تناسل ہوتا ہے بچوں کی پرورش میں نر و مادہ ملکر باہم ایکدوسرے کے معاون ہوتے ہیں حکمت الٰہی میں ان کا یہ حق ہے کہ مکانوں کی تدبیر کا انکو الہام ہوتا ہے۔ پرندوں کو غذا حاصل کرنے اور پرواز کا طریقہ الہام ہوتا ہے اور یہ کہ وہ کیسے جفتی کریں کیسے اپنا آشیانہ بنائیں۔ اپنے بچوں کو کیسے پرورش کریں اور حیوانات میں سے آدمی مدنی الطبع ہے اسکے زندہ رہنے کیلئے ضرور ہے کہ اور اُسکی بنی نوع دستگیری کریں وہ اگی ہوئی گھاس سے خود اپنی غذا طیار نہیں کر سکتا تمام میوہ جات نہیں کھا سکتا پشم سے اپنے اندر گرمی نہیں پیدا کرسکتا۔ اس کے متعلق ہم نے پہلے تشریح کی ہے۔ آدمی کا حق ہے کہ خانہ داری کی تدبیر اور آداب معاش کیساتھ سیاست مدن کا بھی اسکو الہام ہوتا ہے۔ انسان اور حیوانات میں فرق یہ ہے کہ وہ حیوانات کو ضرورت کیوقت طبعی الہام ہوتا ہے اور انسان پر علوم معیشت کے ایک مختصر حصہ کا الہام ہوتا ہے۔ مثلاً یہ الہام ہوتا ہے کہ دودھ پینے کیوقت پستان کو کیسے چوستے ہیں آواز کی تنگی کیوقت کیسے کھانستے ہیں۔ دیکھنے کے لئے پلکوں کو کیسے کھولتے ہیں معیشت کے اور حصوں کے الہام کی ضرورت اسکو اسواسطے نہیں ہے کہ اسکا خیال خود ہر ایک چیز کو بناتا اور اہتمام کرتا ہے وہ تدبیر منزل اور سیاست مدن کے علوم کو رسم و رواج سے اور ان لوگوں کی پیروی سے حاصل کرتا ہے جن کی ملکی روشنی سے خدا تائید کرتا ہے یہ روشنی ان علوم میں ظاہر ہوتی ہے جو وحی کے ذریعہ سے انکو معلوم ہوتے ہیں نیز تجربہ اور تدابیر غیبی سے وہ ان علوم کو حاصل کرتا ہے نیز وہ خود غور کر کے علوم میں مستغرق ہو کر قیاس اور برہان سے انکو معلوم کرتا ہے ان علوم کی مثال جو لوگوں میں عام اور شائع ہو گئی ہیں حالانکہ استعدادوں کے مختلف ہونے سے انکی حالت مختلف ہوتی ہے۔ ایسی ہی شان ہے جیسے کہ خواب میں واقعات پیش ہوتے ہیں یہ واقعات اپنی آسمانی چیز سے حاصل ہوتے ہیں اور مناسب مناسب صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں و انکی صورتیں مغیض کیوجہ سے نہیں بلکہ لوگوں کیوجہ سے مختلف ہوتی ہیں ان علوم میں سے جو تمام افراد انسانی کو عطا ہوتے ہیں خواہ وہ عرب ہوں یا عجم۔ شہری ہوں یا بدوی گو ان کے حاصل ہونے کا طریقہ مختلف ہو۔ چند خصائل کا حرام ہونا ہے انکی وجہ سے انتظام تمدن میں خرابی اور برہمی ہوتی ہے ایسے خصائل تین قسم کے ہیں (۱) شہوانی اعمال (۲) سبعی اعمال (۳) وہ اعمال جو بد معاملگیوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ انکے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام لوگ خواہش نفسانی۔ غیرت حرص کے اوصاف میں مشترک ہیں اور جیسے قوی بہائم کو مادہ کا میلان ہوتا ہے وہ دوسرے کی مداخلت کو اپنے جوڑے میں گوارا نہیں کرتے ایسی ہی طبیعت قوی لوگوں کی ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ بہائم باہم لڑنے لگتے ہیں جو زیادہ مضبوط ہوتا ہے وہ کمزور پر غالب ہو جاتا ہے دوسرا اسکے سامنے سے بھاگ جاتا ہے اور چونکہ جفتی کرتے ہوئے نہیں دیکھتے اسلئے کچھ مزاحمت کا بھی انکو خیال نہیں ہوتا۔ اور آدمی نہایت زیرک پیدا کیا گیا ہے۔ اٹکل سے چیزوں کو ایسا معلوم کر لیتا ہے کہ گویا انکو دیکھ رہا ہے یا سن رہا ہے اور الہام سے اسکو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے امور میں زیادہ لڑنے جھگڑنے سے شہر ویران ہو جائینگے شہروں میں بسنا بغیر باہمی ہمدردی کے ممکن نہیں اور یہ بھی اسکو معلوم ہے کہ تمدن میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ دخل قوی مردوں کو ہوتا ہے اسواسطے بالہام الٰہی ان میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ہر شخص کی بیوی دوسرے سے علٰحدہ ہو اسمیں دوسرا شخص کسی قسم کی مزاحمت نہ کرے۔ حرمت زنا کی اصل یہی ہے اور بیویوں کے خاص کر لینے کی رسمیں اور طریقے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جداجدا ہیں اور نیز جیسے کہ قوی بہائم کو ہمیشہ مادینوں کی رغبت ہوتی ہے وہ نروں سے کبھی مانوس نہیں ہوتے ایسے ہی آدمیوں کا بھی حال ہے کہ سلامتی فطرۃ کی حالت میں اُنکو بجز عورتوں کے کبھی مردوں کی جانب التفات نہیں ہوتا۔ البتہ جن لوگوں پر ناپاک خواہش نفسانی غالب ہوتی ہے اُن کا مزاج ایسا فاسد ہوجاتا ہے جیسے کسی کو مٹی یا کوئلہ کھانے میں مزہ معلوم ہوتا ہے فطرۃ کی سلامتی اُن میں سے بالکل دور ہوجاتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی خواہش نفسانی مردوں سے پوری کرلیا کرتے ہیں یا ان میں علت ابنہ پیدا ہوجاتی ہے جن چیزوں میں سلیم الطبع لوگوں کو لذت حاصل نہیں ہوتی اُنکو ایسی لذتیں حاصل ہو سکتی ہیں ان عادات کیوجہ سے انکا مزاج بدلجاتا ہے۔ اُنکے دل روگی ہوجاتے ہیں اور نیز ان عادات سے نسل انسانی کی بیخ کنی ہوتی ہے خداتعالےٰ نے یہ خواہش اسواسطے پیدا کی تھی کہ اُس سے نسل آدمیوں کی آگے کو بڑھتی رہے اور اس نے اُس نظام الٰہی کو بگاڑ کر اُسکے مخالف طریقہ سے قضائے حاجت کی اسیوجہ سے ان افعال کا مذموم ہونا لوگوں کی طبیعتوں میں جم گیا ہے۔ فاسق فاجر ایسے افعال کرتے ہیں لیکن انکا اقرار نہیں کرتے اگر انکی طرف ایسے افعال کی نسبت کیجئے تو شرم دیلے سے مرجانا گوارا کرتے ہیں۔ ہاں منہج فطری سے جب وہ بالکل جدا ہوگئے ہوں تو ان کو کسی قسم کی حیا باقی نہیں رہتی اور برملا وہ ایسے افعال عمل میں لاتے ہیں جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو فوراً اُن کو عذاب دینا چاہیئے۔ سیدنا حضرت لوط علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ لواطت حرام ہونے کی یہی دلیل ہے۔ اور چونکہ لوگونکی معاش خانگی تدابیر اور سیاستِ مدن بغیر عقل و تمیز کے مکمل نہیں ہو سکتیں اور شراب خوری کی عادت سے تمام انسانی انتظامات میں ہل چل پڑجاتی ہے اس سے جنگ و جدل اور ذاتی رنجشیں پیدا ہوتی ہیں لیکن طبائع انسانی میں بیہودہ خواہشیں عقلوں کو مغلوب کرلیتی ہیں۔ تو ان میں ایسے ایسے رذائل کا میلان پیدا ہوجاتا ہے اور تمام تدابیر کو وہ تلف کردیتی ہیں مگر ایسی ایسی حرکات کی روک ٹوک نہ کیجائے تو لوگ ہلاک ہوجائیں یہ شراب خوری کے حرام ہونے کی دلیل ہے اور اس کے کم زیادہ حرام ہونے کو ہم شرائع کی بحث میں بیان کرینگے اور ایسے ہی قوی بہائم میں اُس چیز پر غصہ کرنے کا مادہ ہوتا ہے جو انکو اپنے مقصود سے باز رکھے یا کوئی نقصانی یا بدنی تکلیف ان کو پہنچائے ایسے ہی لوگوں میں بھی اس قسم کی صفت ہوا کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ بہائم کو محسوس یا موہوم مقصود کیطرف توجہ ہوتی ہے اور آدمی وہمی اور عقلی مطالب کو طلب کرتا ہے اور بنسبت بہائم کے آدمی میں حرص کا مادہ زیادہ ہے اور بہائم باہم لڑتے ہیں جب اُن میں سے کوئی بھاگ جاتا ہے تو اُس کی طبیعت میں کینہ وغیرہ باقی نہیں رہتا۔ بعض بہائم بھی ایسے ہیں جن میں کینہ کا اثر بعد کو بھی رہتا ہے جیسے اونٹ بیل گھوڑا لیکن آدمی اپنی عداوت کو نہیں بھولتا پھر اگر باہمی لڑائیاں برابر جاری رہیں تو شہر خراب ہوجائیں اور تمام امور معاش مختل ہوجائیں۔ اس واسطے قتل اور زد و کوب کے حرام ہونے کا اُن کو الہام ہوا ہے۔ قتل وغیرہ اگر تجویز کیا جائیگا تو کسی بڑے قصاص وغیرہ کی مصلحت کی وجہ سے تجویز کیا جائیگا اور کبھی لوگوں کے دلوں میں کینہ کا جوش پیدا ہوتا ہے اور قصاص کا اُن کو اندیشہ ہوتا ہے اسواسطے کھانے میں زہر ملا دیتے ہیں یا جادو سے قتل کرواتے ہیں اس کا حال بھی قتل کا سا ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ ہے قتل تو برملا ہوتا ہے اُس سے نجات بھی ممکن ہے لیکن اس سے بچنا مشکل اور کبھی متہم کرکے کسی صاحبِ حکومت کو قتل کروادینے کی غرض سے تخم چینی کی جاتی ہے اور معاش کے طریقے خدا تعالےٰ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے بندوں کیلئے یہی قرار دیئے ہیں کہ مباح زمین سے کوئی چیز حاصل کریں۔ اسمیں مویشی چرائیں کھیتی کریں یا زراعت و تجارت وغیرہ سے معاش پیدا کریں۔ شہر یا مذہب کا انتظام کریں۔ جو پیشے انکے علاوہ ہیں وہ تمدن کیحالت کے مناسب ہیں لیکن بعض لوگ مضر پیشے اختیار کر لیتے ہیں مثلاً چوری یا غصب ان سے شہر تباہ ہو جاتے ہیں۔ اسواسطے خدا نے لوگونکو الہام سے ان سب مضر پیشوں کو حرام ہونا تلقین کیا ہے عام لوگوں کا ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔ گو سرکش لوگ طغیانی نفس سے ان کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن انصاف پسند سلاطین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو دور کردیں بعض یہ سمجھ کر کہ سلاطین کو ان کے استیصال کا اہتمام ہوتا ہے جھوٹے دعاوی جھوٹی قسمیں جھوٹے گواہوں کا پیشہ کر لیتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ قمار بازی کرتے ہیں۔ دوچند سہ چند سود کھاتے ہیں۔ ان سب امور کا حکم بھی انہیں مضر پیشوں کا سا ہے اور خراج کی زیادہ ستانی بھی بمنزلہ رہزنی کے ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ بہرحال انہیں اسباب سے لوگوں کے دلوں میں ایسے امور کی حرمت آگئی ہے۔ جو لوگ زیادہ ہوشمند سلیم الرائے مصالح عامہ کے زیادہ واقف ہوتے ہیں وہ درجہ بدرجہ ہمیشہ لوگونکو ان امور سے منع کرتے رہتے ہیں حتٰے کہ یہ عام سوراج ہوکر اور مشہور امور کی طرف بمنزلہ بدیہیات کے ہو جاتے ہیں۔ اور جب لوگوں میں الہامی طور پر ان کا میلان ہوتا ہے۔ اسی کا اثر ملاء اعلےٰ میں ہوتا ہے کہ یہ امور حرام اور نہایت پر مضرت ہیں اس لئے جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے تو انکو سخت اذیت ہوتی ہے۔ جیسے ہمارا پاؤں جب چنگاری پر پڑتا ہے تو فوراً اسی لمحہ میں قوائے ادراکیہ میں اس کا اثر منتقل ہو جاتا ہے اور اس اذیت کے خطوط شعاعی اس عاصی کو احاطہ کر لیتے ہیں اور فرشتوں وغیرہ میں سے اصحاب استعداد کے دلوں میں پڑتا ہے کہ اس شخص کو جب ممکن ہو ایذا پہنچائیں جب وہ شخص مرجاتا ہے اور اس مصلحت میں خاموشی ہو جاتی ہے تو خدا تعالےٰ اس کو پوری طرح پر جزا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلان (اے انس و جن میں تمہارے لئے قریب فارغ ہونیوالا ہوں واللہ اعلم۔

چھٹا بحث مذہبی سیاستوں کے بیان میں

باب ۵۴

اسکے بیان میں کہ مذہبی رہنماؤں اور مذہب کے قایم کرنیوالوں کی ضرورت ہے

خدا تعالےٰ فرماتا ہے انما انت منذر ولکل قوم ہاد (بیشک تو ڈرانے والا ہے اور ہر ایک قوم کے لئے کوئی نہ کوئی رہبر ہوا کرتا ہے) معلوم کرو کہ گو وہ اصول و قوانین جن سے بہیمیت کو قوت ملکی کے تابع بناتے ہیں اور وہ گناہ جو قوت ملکی کے بالکل مخالف ہیں عقل سلیم سے بھی معلوم ہوسکتے ہیں وہ ان اصول کے فوائد اور ان گناہوں کی مضرتوں کو معلوم کرسکتے ہیں لیکن لوگ ان سے غفلت میں رہا کرتے ہیں ان کی سمجھ پر چونکہ پردے پڑے ہوئے ہیں اسلئے انکی وجدانی قوت صفرادی آدمی کی طرح بگڑ جاتی ہے مقصود حالتیں اور ان کی منفعتیں اور اندیشناک حالتیں اور انکے ضرر ان کے خیال میں نہیں آتے اسلئے تمام لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہے جو رہنمائی کے قوانین کو خوب جانتا ہو لوگوں کا ان قوانین سے انتظام کرے۔ ان لوگوں کو ہدایت کرکے آمادہ کرے۔ ان قوانین کی مخالفت سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھے۔ بعض لوگوں کی رائے ایسی فاسد ہوتی ہے۔ اُنکے مقصود بالذات وہ طریقے ہوتے ہیں جو مطلوب اصول کے مخالف ہوتے ہیں اسلئے وہ خود بھی گمراہی میں پھنستے ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ لوگوں کی حالت جب ہی درست ہوتی ہے کہ ایسے خیالات بالکل نابود کر دیئے جائیں۔ اور بعض لوگوں کی رائے میں کسی قدر رہبری ہوتی ہے لیکن ہدایت کے صرف مختصر حصّہ کو وہ معلوم کر سکتے ہیں اسلئے چند امور اُن کی یاد میں رہتے ہیں اور بہت سے امور میں اُن کی نظر چوکتی ہے یا اُن کو خیال ہوتا ہے کہ وہ فی نفسہ بڑے کامل ہیں اُنکو کسی مکمل کی حاجت نہیں ہے اسواسطے اُن کی اصلاح کے لئے ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو انکو جہل پر مطلع کر دے بہرحال لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہے جس کو پوری واقفیت ہو لغزشوں سے وہ بالکل محفوظ ہو۔ اور جب عقلِ معاش اکثر لوگوں میں موجود ہے۔ تمدّن کی اصلاحات اور انتظامات کو مستقل طور پر معلوم کر سکتی ہے تاہم شہر کو ایسے شخص کی ضرورت رہا کرتی ہے۔ جو بخوبی تمدّن کی مصلحتوں سے واقف ہو اُن کی سیاست شائستگی سے کر سکے تو پھر جب ایسا فرقہ ہو جن کی استعدادیں نہایت۔ درجہ مختلف ہوں۔ اور ایسا طریقہ ہو کہ اس کو دلی شہادت ہے وہ ہی لوگ قبول کر سکیں جو نہایت ذکی ہوں اُنکی فطرت علائق سے صاف ہو کامل تجربہ اُن کو حاصل ہو اس طریقہ کی رہبری صرف اُنہیں کو ہو سکتی ہے جو انسانی طبقے میں اعلےٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کا وجود شاذ و نادر ہوا کرتا ہے تو ایسی حالت میں کیونکر کامل کی حاجت نہ ہوگی۔ اور جب آہنگری درودگری وغیرہ پیشے عام لوگوں سے بغیر اُن اصول کے جو اُن کے بزرگوں سے اور رہنما اُستادوں سے برابر نقل ہوتے چلے آتے ہیں وہ اُن سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے ہیں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتے تو ان عمدہ مطالب کی رہنمائی جن کے سمجھنے کی خاص لوگوں کو ہی توفیق ہوتی ہے اور خالص طبیعت کے لوگوں ہی کو وہ مرغوب ہوتے ہیں نیکسے ہو سکتی ہے۔ ایسے عالم کو ضرور ہے کہ لوگوں کو برملا علی رؤس الاشہاد ثابت کر دے کہ وہ رہنما طریقہ کا عالم ہے۔ اپنے اقوال میں خطا اور گمراہی سے معصوم اور محفوظ ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اصلاح کے ایک حصّہ کو اختیار کرے اور دوسرے ضروری حصہ کو ترک کر دے اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں (۱) یا کہ یہ کسی ایسے پہلے بزرگ کے کلام کو نقل کر دے جس پر سلسلۂ کلام کا ختم ہوتا ہے۔ اور لوگ اُسکے کمال اور معصومیت کے بالاتفاق معتقد ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں میں اسکی روایتیں محفوظ ہوتی ہیں وہ اُنہیں کے اعتقادات کے موافق لوگوں سے مواخذہ کرتا ہے اور اُنہیں کی دلیل پیش کر کے اُنکو ساکت کر دیتا ہے اسکی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ گفتگو کا خاتمہ اس شخص پر ہوتا ہے جس پر سب لوگوں کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ بہرحال لوگوں کو ایسے شخص کی بڑی ضرورت ہے جو معصوم ہو اور اُسکی عصمت پر سب کا اجماع ہو۔ ایسا آدمی خواہ اُن میں موجود ہو یا اُس کے اقوال اُن کے ذہنوں میں محفوظ ہوں ایسے معصوم کا لوگوں کے مطیع ہونے کی حالت اُن قوانین کو جو اس حالت سے پیدا ہوتے ہیں اُس کے منافع کو معلوم کرنا گناہوں اور گناہوں کے مضر اثروں پر اطلاع کسی دلیل کے ذریعہ سے یا عقل سے یا بذریعہ حس کے نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا انکشاف صرف وجدان سے ہوا کرتا ہے۔ جیسے گرسنگی اور تشنگی اور دواحار یا بارد کی تاثیر صرف وجدان سے ہی معلوم ہوتی ہے ایسے ہی روح کے مناسب اور مخالف امور کی شناخت صرف ذوقِ سلیم سے ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ بدیہی طور پر اس کی ذات میں علم پیدا کرتا ہے کہ وہ خطا سے محفوظ رہے۔ اور تمام وہ چیزیں جن کا اُس نے ادراک کیا ہے بالکل حق اور واقع کے مطابق ہیں جیسے کہ دیکھنے والے کو دیکھتے ہی معلوم ہو جایا کرتا ہے اس کو کچھ احتمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا کہ میری بینائی میں کچھ فرق ہے یا بلاشبہ واقع میں اُن چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور جیسے زبان کے موضوع الفاظ کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً عربی دان کو اسمیں شک نہیں ہوتا کہ ماء (پانی) اس عنصر کیلئے موضوع ہے۔ اور ارض (زمین) کا لفظ اس عنصر کیلئے موضوع ہے حالانکہ اس علم کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ اُس لفظ اور معنی میں کوئی لزوم عقلی ہے تاہم وجدان امور کا بدیہی علم طبیعتوں میں پیدا کرتا ہے۔ اکثر لوگوں کو ان وجدانی علوم کی صداقت اپنے فطری وجدان سے ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ ٹھیک قوانین کو اپنے علم وجدانی سے معلوم کر لیتے ہیں۔ پیاپے یہ وجدانی علم اُن کو حاصل ہوتا رہتا ہے اور اپنے وجدان کی صداقت کا اُن کو ہمیشہ تجربہ ہوتا رہتا ہے اور ایسے لوگوں کے علاوہ اوروں کو یقینی یا مشہور دلائل سے خوب ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جن امور کیطرف ہم کو بلاتا ہے وہ سب حق ہیں۔ اس شخص کے چال چلن ایسے عمدہ ہوتے ہیں کہ کذب کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اور نیز لوگ اس کی ذات میں تقرب کے آثار دیکھتے ہیں۔ معجزات اُس سے صادر ہوتے ہیں اُسکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ سماوی تدابیر میں اُس کا درجہ بلند ہے۔ اُس کا نفس مقدس ہے۔ اسکو ملائکہ سے اتصال ہے ایسا شخص اسی قابل ہے کہ خدا کی طرف جھوٹی بات کو منسوب نہ کرے اور گناہ کو عمل میں نہ لاوے۔ اُسکے بعد اُس شخص سے ایسے ایسے امور ظاہر ہوتے رہتے ہیں جن سے لوگوں کے دل میں نہایت ہی الفت پیدا ہوتی ہے ان کی وجہ سے وہ لوگوں کو مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے تشنہ آدمی کو آب زلال کی ایسی رغبت نہیں ہوتی جیسی لوگوں کو اس سے رغبت ہوتی ہے بغیر ایسے شخص کے کسی فرقہ اور قوم میں حالت مقصودہ کا رنگ نہیں چڑھ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اس قسم کی عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں اور اپنے تمام امور کی ایسے شخص کیطرف نسبت کرتے ہیں جس میں ایسے امور کے ہونے کا اعتقاد ہوا کرتا ہے خواہ وہ اعتقاد اُن کے صحیح ہوں یا غلط واللہ اعلم۔

باب ۵۵

حقیقۃ النبوۃ وخواصہا

نبوت کی حقیقت اور اُسکے خواص کے بیان میں

معلوم کرو کہ انسانی طبقوں میں سب سے اعلیٰ درجہ کے لوگ مفہمین ہیں یہ لوگ اہل اصطلاح ہوتے ہیں۔ اُنکی ملکی قوت نہایت بلند ہوتی ہے ان لوگوں سے یہ ہو سکتا ہے کہ حقانی خواہش سے کوئی انتظام مقصود قائم کریں۔ ملاء اعلیٰ کی جانب سے اُن پر علوم اور الٰہی حالات وارد ہوتے ہیں مفہمین کی سیرت میں یہ امور داخل ہوتے ہیں۔ اُن کے مزاج اور خلقت اور خلق میں اعتدال اور تناسب ہوتا ہے اُن میں جزئی رایوں کی وجہ سے بتیابی نہیں ہوتی۔ اور نہ ایسے پرلے درجہ کی ذکاوت ہوتی ہے۔ کہ کلی سے جزئی کو اور روح سے صورت کو معلوم نہ کر سکیں۔ نہ ایسی عبادت ہوتی ہے کہ جزئی سے کلی کی طرف اور صورت سے روح کی جانب منتقل نہ ہو سکیں سب لوگوں سے زیادہ وہ جادۂ راست کا پابند ہوتا ہے۔ عبادت میں اُس کی نہایت پسندیدہ شان ہوتی ہے۔ لوگوں کے معاملات میں انصاف پسند ہوتا ہے۔ تدابیر کلی کو ہمیشہ پسند کرتا ہے منفعت عام کا ہمیشہ راغب رہتا ہے کسی کو بالطبع ایذا نہیں دیتا ہاں اگر تکلیف اور ایذا پر عام نفع موقوف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو یا نفع عام کو ایذا لازم ہو تو البتہ اُس سے ایذا پہنچتی ہے عالم غیب کیجانب ہمیشہ اُسکا میلان رہتا ہے اثر اُسکی گفتگو میں اُسکے چہرہ میں اور اُس کی تمام حالتوں میں محسوس ہوتے رہتے ہیں اُس کے ہر ایک پہلو سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم غیب سے اُسکو تائید پہنچتی ہے ادنے ریاضت سے اُسکو ایسا قرب اور تسکین حاصل ہوتی ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی مفہمین کی قسمیں اور استعدادیں مختلف ہوا کرتی ہیں جسکی اکثر یہ حالت ہو کہ خدا کی جانب سے اُن علوم کو اخذ کرتا ہے جن سے عبادتوں کے ذریعہ سے نفس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے اسکو کامل کہتے ہیں اور جو اکثر اخلاق کامل اور تدبیر منزل کے علوم کو اخذ کرے اُسکو حکیم کہتے ہیں اور اکثر انتظامات کلی کو حاصل کر کے لوگوں میں عدل اور انصاف قائم کرے اور ان پر سے اوروں کی جور و تعدی کو دفع کرے اُس کا نام خلیفہ ہے اور جس کو ملاء اعلیٰ کی حضوری ہو یہ فرشتے اُسکو تعلیم دیں۔ اُس سے خطاب کریں اُسکو وہ آنکھوں سے نظر آئیں اور مختلف قسم کی کرامتیں اُس سے ظاہر ہوں اُس کا نام مؤید بروح القدس ہے اور جس کی زبان اور دل پُرنور ہوں لوگوں کو وہ اپنی صحبت اور مواعظ سے نفع پہنچائے اور پھر وہی تسلی اور نور اُسکے خاص صحابہ اور حواریین میں منتقل ہو۔ وہ اُس کی برکت سے کمالی درجات تک پہنچ جائیں۔ اُسکو انکی ہدایت اور رہبری کی نہایت ہی حرص ہو اُسکو ہادی مزکی کہتے ہیں۔ اور جس کا بڑا حصہ علمی مذہب کے قواعد اور مصالح ہوں۔ وہ اُسکا زیادہ مشتاق ہو کہ اُن علوم کو قائم کرے جو محو ہو گئے ہیں اُس کو امام کہتے ہیں اور جس کے دل میں القا کیا گیا ہو کہ لوگوں کو اُن مصائب اور صدقات کا حال بتادے جو دنیا میں آنکے لئے مقدر ہوں یا کسی قوم کے ملعون اور مردود ہونے کو معلوم کر کے انکو اسکی اطلاع دے یا بعض اوقات تجرد نفس کیحالت میں اُن واقعات کو اُسنے معلوم کیا جو قبر اور حشر میں لوگوں کو پیش آنے والے ہیں اور پھر اس قسم کے حالات انکو بتائے اُسکو منذر کہتے ہیں۔ جب حکمت الٰہی کا اقتضا ہوتا ہے کہ کسی مفہم کو لوگوں کی طرف بھیجے تو خدا تعالےٰ اُس شخص کے باعث سے لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے بندوں پر خدا کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی زبانوں اور دلوں سے اُسکے آگے سر تسلیم ہوں ملاء اعلیٰ کو اس کی تاکید ہوتی ہے کہ اُسکے فرمان پذیروں سے خوشنود ہو کر اُنکے شریک رہیں اور مخالفوں سے ناخوش ہو کر اُن سے علٰحدگی کریں خدا لوگوں کو اسکی اطلاع کرتا ہے۔ اُن پر اُسکی طاعت واجب کرتا ہے۔ ایسا شخص نبی ہوتا ہے اور تمام انبیاء سے جسکے زیادہ عز و شان والا وہی ہے جس میں ایک اور ہی قسم کی بعثت ہوتی ہے اُسکی نسبت مراد الٰہی یہ ہوتی ہے کہ لوگ زندگی کی تیرگیوں سے نکلکر نورانیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اور اُسکی قوم عام لوگوں کے لئے رہبر بنے اس طرح پر گویا اُس نبی کی بعثت میں ایک دوسرے قسم کی بعثت ہوا کرتی ہے پہلی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم الخ خدا ہی نے اُن پڑھوں میں اُن میں سے ایک نبی بھیجا اور دوسری حالت کیطرف خدا کے قول کنتم خیر امة اخرجت للناس میں اشارہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین تم لوگوں میں آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں بڑھانے کو۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں مفہمین کے تمام کمالات بالاستیعاب جمع تھے اور دو نو نعمتوں میں سے کامل حصہ آپکو حاصل تھا۔ اور جو انبیاء علیہم السلام کہ آپ سے پیشتر گذرے ہیں انکو نبوت میں صرف ایک یا دو فن حاصل تھے اور معلوم کرنا چاہئے کہ حکمت الٰہیہ انبیاء کے بعثت کی اسلئے مقتضی ہوا کرتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ قوموں کی صفائی اور قابلِ اعتبار بہتری مدابیر بعثت میں ہی منحصر ہوا کرتی ہے۔ اور اس بہتری کی اصلی حقیقت کا علم گو صرف علام الغیوب کو ہی ہوتا ہے لیکن اتنا ہم بھی یقیناً جانتے ہیں کہ ضرور انبیاء کے مبعوث کرنے کیلئے ایسے ایسے اسباب ہوا کرتے ہیں۔ جو بعثت سے تخلف نہیں کیا کرتے۔ انبیاء کی پیروی لوگوں پر اسی لئے فرض کیجاتی ہے کہ خدا تعالےٰ کو علم ہوتا ہے کہ کسی قوم کی درستی اور خوبی اس میں ہی ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کریں اور اسکی عبادت کریں لیکن ان لوگوں کے نفوس اس قابل نہیں ہوا کرتے کہ وہ خود علوم الٰہی کو اخذ کریں۔ ان کے حال کی درستی اس میں ہوتی ہے کہ وہ نبی کا اتباع کریں اس لئے خدا حظیرۃ القدس میں مقرر فرماتا ہے کہ نبی کا اتباع واجب ہے۔ وہاں اس امر کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ اس کے مختلف طریقے ہیں کبھی تو بعثت کا وقت خاص دولت اور قوت کے غلبہ کا اور دیگر طاقتوں کے سرنگون کرنے کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے خدا تعالےٰ ایسے شخص کی بعثت کرتا ہے جو اس دولت اور طاقت والوں کے دین کو درست کردے جیسا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت۔ یا خدا تعالےٰ مقدر کرتا ہے کہ کسی قوم کو باقی رکھے اور لوگوں پر اُن کو برگزیدہ کرے۔ اس لئے ایسے شخص کو مبعوث کرتا ہے جو ان کی کجی کو رفع کردے اور اُن کو کتاب الٰہی کی تعلیم دے۔ جیسے سیدنا حضرت موسےٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی بعثت۔ یا اُن امور کا نظم و نسق ہوتا ہے جو کسی قوم کیواسطے مقدر ہوتے ہیں آنکی دولت یا مذہب جسکی کسی مجدد کے ذریعہ سے اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے باقی رکھی جائیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہم السلام اور انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی ایک جماعت کی یہی حالت تھی۔ خدا تعالےٰ نے ان تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے دشمنوں پر ظفر مندی کو مقدر کیا تھا جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغلبون (اپنے پیغمبر بندوں کے لئے ہمارا قول پہلے ہی طے ہوچکا تھا کہ وہ ہمیشہ فتحمند رہینگے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوکر رہیگا) ان انبیاء کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں۔ جو اتمام حجت کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں واللہ اعلم۔ اور جب کوئی نبی مبعوث ہوتو ان لوگوں پر جنکی جانب وہ مبعوث ہوا ہے فرض ہے کہ گو وہ راہِ راست پر ہی کیوں نہ ہوں لیکن اس نبی کا سب اتباع کریں۔ اسلئے کہ ایسے بندرتبہ شخص سے سرتابی سے ملاءِ اعلےٰ کی لعنت اور ذلت و رسوائی پیدا ہوا کرتی ہے نبی کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا کی حضور میں تقرب خود حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایسی سرکشی کیحالت میں اُنکی تمام کوششیں رائیگاں ہوجایا کرتی ہیں۔ انکے مرنے کے بعد چاروں طرف سے اُنکے دلوں کو لعنت گھیر لیتی ہے علاوہ ان ہذا صورۃ مفروضۃ غیر واقعۃ تم کو یہود کیحالت سے عبرت حاصل کرنی چاہئے انہوں نے دین میں کیسی کیسی زیادتیاں اور کتاب الٰہی میں کیسی تحریف کی تھی اسلئے سب لوگوں سے زیادہ اُنکے لئے پیغمبر بعثت کی ضرورت تھی اور پیغمبروں کے بھیجنے سے خدا کی محبت لوگوں کے مقابلے اس لئے ثابت ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کی پیدائش اس قابل نہیں ہوا کرتی کہ وہ بلاواسطہ مفید اور مضر امور کو حاصل کرسکیں بلکہ اُن کی استعداد ضعیف ہوتی ہے۔ انبیاء کے بتانے اور خبر دینے سے اسکو قوت پہنچتی ہے۔ اور نیز ایسے ایسے خراب اور فاسد امور جمع ہوجاتے ہیں کہ بغیر حیاء اور دلیل کے دفع نہیں ہوسکتے لوگ اس قابل ہوجاتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اُن کے اعمال کی بازپرس کیجائے۔ تب بعض اسباب علوی اور سفلی کے جمع ہونے کے بعد لطف خداوندی کا اقتضا ہوتا ہے کہ کسی قوم میں سے نہایت نیک شخص پر وحی کرے کہ انکو حق کیجانب رہنمائی کرے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہ راست کی جانب انکو بلائے۔ اس لئے نبی کا حال رہبری کے بارہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے کسی مالک کے غلام بیمار ہو جائیں اور وہ مالک اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دے کہ انکو دوا پلاؤ خواہ وہ خوشی سے پئیں یا ناگواری اور ناخوشی سے۔ اسوقت میں اگر یہ شخص انکو دوا پینے پر مجبور بھی کریگا۔ تاہم حق پر ہوگا لیکن پوری مہربانی اسکی مقتضی ہے کہ اولاً ان کو بتاوے کہ تم بیمار ہو اور یہ دوا تم کو نفع دیگی۔ اور انکے سامنے خلافِ عادت و معمول ایسے افعال بھی ظاہر کرے جن سے انکے دلوں میں بخوبی بیٹھ جاے کہ وہ اپنے اقوال میں بالکل سچا ہے اور نیز اسکو مناسب ہے کہ اس دوا میں کوئی شیریں چیز بھی ملاوے۔ ان امور کے بعد وہ اس کے احکام کی بجا آوری اپنی بصیرت اور رغبت سے کرینگے۔ اسی وجہ سے معجزات اور قبولیت دعا وغیرہ اصل نبوت سے محض خارج اور علٰحدہ ہیں ہاں اکثر حالتوں میں لازم ضرور ہوا کرتے ہیں اور بڑے بڑے معجزات کا ظہور اکثر تین اسباب سے ہوا کرتا ہے (۱) کوئی نبی مفہمین کے رتبہ کا ہوتا ہے اسوجہ سے بعض بعض حوادث اسکو ظاہر ہو جایا کرتے ہیں اور یہ ظہور دعاؤں کی قبولیت اور ان امور میں موجب برکات ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے اور جس کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے اور برکت کے ہونے کی بھی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کبھی کسی شے کا نفع زیادہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اعدا کے خیال میں لشکر کی کثرت متمثل ہوتی ہے اسلئے وہ بزدل ہو جاتے ہیں یا طبیعت غذا کو خلط صالح بنا دیتی ہے اس سے ایسا اثر ہوتا ہے گویا اس غذا سے دو چند زیادہ تناول کی ہے اور کبھی خود اصل شے ہی بڑھ جاتی ہے اسطرح پر کہ کسی صورت کے مادہ ہوائی میں کوئی قوت مثالی حلول کرتی ہے اور اس کو بدلدیتی ہے ان اسباب کے علاوہ اور بھی اسباب ظہور برکات کے ہوتے ہیں جن کا شمار کرنا دشوار ہے اور (۲) سبب ظہور معجزات کا یہ ہوتا ہے کہ ملاء اعلیٰ متفق ہوکر نبی کے احکام جاری کرنا چاہتے ہیں اسوجہ سے الہامات اور انتقالات اور تقریبات پیش آتے ہیں جو پہلی حالت کی نسبت محض غیر معمولی ہوتے ہیں۔ اس لئے نبی کے احباب ظفر مند اور اعدا خوار و خراب ہوتے ہیں اور حکم الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ ولو کرہ الکفرون (۳) تیسرا سبب معجزات کا یہ ہوتا ہے کہ اسباب خارجی کیوجہ سے بہت سے حوادث نئے نئے پیدا ہوتے ہیں۔ نافرمانوں کو سزا دیجاتی ہے اور عالم وجود میں بڑے بڑے امور کا احداث ہوتا ہے یہی امور کسی نہ کسی وجہ سے معجزات ہو جاتے ہیں۔ نبی یا پہلے سے ان پر لوگوں کو مطلع کر دیتا ہے۔ یا اس کی نافرمانی پر لوگوں کی سزا مرتب ہوا کرتی ہے یا جو طریقہ سزا کا نبی نے بتا دیا تھا وہ حوادث اسی کے موافق ہوتے ہیں۔ یا ایسے ہی اور امور ہوا کرتے ہیں۔ انبیا کے معصوم ہونے کے بھی تین اسباب ہوا کرتے ہیں (۱) یہ کہ تمام رذیل خواہشوں اور رغبتوں سے کسی انسان کی فطرت نہایت خالص اور صاف پیدا کی جاتی ہے خاصکر ان امور کی نسبت جو مہدود شرعی کی حفاظت اور پاسبانی سے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ (۲) یہ کہ اس کو اچھے کام کی خوبی اور برے کام کی برائی اور دونو کا انجام وحی الٰہی سے معلوم ہو جایا کرتا ہے (۳) یہ کہ اس شخص کے اور ان رذیل خواہشوں کے بیچ خدا حائل ہو جاتا ہے۔

معلوم کرو کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں سے یہ ہوتا ہے کہ خدا کی ذات اور صفات میں غور اور فکر کرنے کا حکم نہ کریں عام لوگ ایسے ایسے خوضوں کی طاقت نہیں رکھا کرتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ (خدا کی ذات میں غور مت کرو بلکہ اسکی مخلوق میں غور کرو) اور ان الی ربک المنتہے تیرے رب کیطرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت ہے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار کی ذات میں غور کا موقع نہیں ہے۔ انبیا ہمیشہ یہی ارشاد
فرماتے ہیں کہ خدا تعالے کے انعامات اور اسکی بزرگ قدرت میں لوگ غور کیا کریں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں ہے
یہ امر ہوتا ہے کہ لوگوں سے ایسی ہی گفتگو کیا کرتے ہیں جو انکے عقلی اندازہ کے مناسب اور اُن کے علوم کے موافق ہو
جو اُن کے اندر پیدائشی طور پر پائے جاتے ہیں اس لئے کہ نوع انسانی کا کہیں وجود ہو۔ اسکو جبلی طور پر ایک خاص ادراک
عطا کیا گیا ہے جس کا مرتبہ تمام حیوانی ادراک سے زیادہ ہے ہاں اُس کا اصلی مادہ ہے اگر عاصی ہو اور اس قسم کے
انسانی ادراک کے قابل نہ ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ انسانی ادراک میں سب افراد نوعی شریک ہوتے ہیں۔ اور اس ادراک
کے علاوہ انسان کے لئے اور زائد علوم سے حصہ دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں معمولی عادت کے خلاف حاصل ہوتے ہیں۔
جیسا کہ انبیا اور اولیاء کے قدسی نفوس کی حالت ہوا کرتی ہے اور کبھی انسان کو نہایت پُر مشقت ریاضتوں کے استعمال
سے بعض ایسے علوم حاصل ہوتے ہیں جو اُسکو ایسے بلند ادراکات کے لئے طیار کرتے ہیں جن کا اندازہ اُس کے
وہم و خیال میں بھی نہیں ہوتا اور کبھی مدت دراز تک علوم حکمیہ کی اور علم کلام اور اصول فقہ وغیرہ کی مشق اور محنت سے علوم
کا اضافہ ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن انبیا کی گفتگو صرف اسی سادہ ادراک کے طریقہ کے موافق ہوا کرتی ہے۔ جو بلحاظ اُس کی
پیدایش کے انکی طبائع میں موجود ہوا کرتا ہے۔ اُن علوم کیطرف جن کا وجود شاذ و نادر اسباب سے ہوا کرتا ہے اور بعض اتفاقی
ہوتا ہے۔ انکو کچھ التفات نظر نہیں ہوتا۔ اسیواسطے انبیاء لوگوں کو اس پر مجبور نہیں کرتے کہ وہ خدا کو تجلیات اور مشاہدات
کے ذریعہ سے یا دلائل اور قیاسات سے معلوم کریں یا وہ خدا کو تمام جہتوں سے منزہ خیال کریں۔ اس لئے کہ اس طرح پر
معلوم کرنا ان لوگوں کے لئے گویا محال ہے کہ جن کو ریاضتوں کے اشتغال نصیب نہیں ہوتے۔ انہوں نے مدت دراز
تک معقولیوں سے میل جول نہیں رکھا ہے استنباط اور استدلال اور استحسانات کے طریقوں کی جانب اُنکو رہبری
نہیں کی گئی ہے ان مقدمات کے ذریعہ سے جن کے اخذ پر وقت میں باہم مشابہ چیزوں سے اُن کو فرق کرنے کی تعلیم نہ
دیگئی ہو۔ اُن کو وہ علمی دقیقیں نہ آتی ہوں جن کی وجہ سے اصحاب الرائے اہل حدیث پر ناز کیا کرتے ہیں۔ اور نیز انبیاء کی
سیرت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ اُن امور کیجانب توجہ نہیں کیا کرتے۔ جو تہذیب نفس سیاست امت سے تعلق نہ
رکھتے ہوں۔ وہ ان اسباب کو بیان نہیں کرتے جو عالم جو میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً مینہ اور کسوف اور ہالہ کی کیفیت
عالم نبات اور حیوان کی عجائبات یا آفتاب و چاند کی رفتار کا اندازہ۔ روزمرہ حوادث کے اسباب۔ انبیاء سلاطین یا
شہروں وغیرہ کے حالات اور قصے۔ البتہ کبھی کبھی خدا کے انعامات اور انتقامات بیان کرنے کے لئے چند لفظوں میں
امور بالا کا ذکر بھی بطور تبعیت آجایا کرتا ہے۔ وہ بھی محض اجمالی صورت میں کسی استعارات اور مجازات کے پردہ میں آجایا
کرتا ہے جس سے لوگوں کو الفت ہوتی ہے اُن کی عقلیں اس کو قبول کرسکتی ہیں۔ اسی بناء پر جب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب دریافت کیا تھا تو خدا تعالے نے اس سے اعراض فرما کر صرف ہلالوں
کے فائدے بیان کردیئے۔ اور فرمادیا۔ یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج (ترجمہ سے لوگ ہلالوں کا حال
دریافت کرتے ہیں کہدو اُن سے لوگوں کا اور حج کا وقت معلوم ہوتا ہے) اکثر لوگوں کو تم دیکھو گے کہ ان فنون میں کسی کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفت سے یا اور وجوہ سے اُن کے ذوق خراب ہوگئے ہوں۔ اس لئے وہ پیغمبر کی کلام کے بے موقعہ معنی لگا لیتے ہیں واللہ اعلم۔

باب ۵۶

اسکے بیان میں کہ مذہب کی اصل ایک ہی ہے اسکے طریقے اور راستے مختلف ہوا کرتے ہیں

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے شرع لکم من الدین ما وصّے بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسے وعیسے ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (خدا نے دین کا تم کو وہی رستہ بتلایا ہے جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جو وحی ہم نے تجھ پر نازل کی۔ ابراہیم اور موسے اور عیسے کو بھی اسی کی وصیت کی تھی وہ یہی بات تھی کہ دین حق کو ٹھیک رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو) مجاہد کا قول ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ کو اور نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی تھی۔ اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے

وان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون فتقطعوا امرہم بینہم زبرا کل حزب بما لدیہم فرحون (تم سب کی امت ایک ہی ہے میں ہی تمہارا رب ہوں اس سے ڈرتے رہو پھر سوٹ کر اپنے کام کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اپنی اپنی باتوں پر ہر ایک فریق خورش ہوا کرتا ہے) یعنی تمہارا دین اسلام ہے۔ اسلئے مشرکین اور یہود نصاریٰ سے الگ رہو۔ اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک طریق اور راستہ مقرر کردیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکے معنی یہی کئے ہیں یعنی راستہ اور طریقہ اور نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے لکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ یعنی ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت بنادی ہے جسپر انکا عمل ہے۔ معلوم کرو کہ دین کی اصل ایک ہی شئے ہے تمام انبیاء اسپر متفق ہیں اگر اختلاف ہے تو اسکے طریقوں میں ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ نبیوں کا اسپر اتفاق ہے کہ عبادت اور استعانت صرف خدا تعالیٰ ہی سے ہے جو شئے کہ اسکی بارگاہ قدس کے مناسب نہیں ہیں ایسی شئے خدا کو منزہ سمجھیں اسکی ناموں میں الحاد کو حرام سمجھیں اور بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ اسکی نہایت درجہ تعظیم کریں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو اپنی ذاتوں اور دلوں کو خدا کے حوالہ کردیں۔ خدا کے شعائر کے ذریعہ سے قرب خداوندی حاصل کریں۔ اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ حوادث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے حوادث کو مقدر کردیا تھا۔ اور فرشتے خدا کے بندے ہیں وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جو انکو حکم ملتا ہے اسی کی تعمیل کرتے ہیں اور خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی کتاب نازل فرماتا ہے اپنی اطاعت کو بندوں پر فرض کردیتا ہے اور قیامت کا ہونا حق ہے بعد مرنے کے جی اٹھنا حق ہے جنت دوزخ حق ہیں ملنے نہ ۔ تمام انبیاء نیکی کے تمام اقسام طہارۃ۔ نماز روزہ زکوٰۃ۔ حج۔ نوافل۔ طاعت۔ دعا۔ ذکر۔ کتاب الٰہی کی تلاوت کے ذریعہ سے خدا کی حضور میں تقرب حاصل کرنے پر سب متفق ہیں نکاح اور زنا کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ سب کے نزدیک لوگوں میں انصاف قائم کرنا چاہئے اور ظلم کی صورتوں کو سب حرام بتاتے ہیں نافرمانوں پر حدود سب مقرر کرتے ہیں۔ دشمنان الٰہی سے جہاد اور احکام الٰہی اور دین خدا کی اشاعت میں نہایت درجہ کوشش کرتے ہیں یہ امور دین کی بیخ و بنیاد ہیں قرآن پاک میں ان امور کے قرار پانے کی وجہ نہیں بیان کی ہے الا ماشاء اللہ اس لئے کہ ان لوگوں کے نزدیک جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے یہ سب امور مسلم تھے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف اگر ہے تو ان امور کی صورتوں اور شکلوں میں ہے اسلئے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز کے وقت بیت المقدس کیجانب رخ کرنا پڑتا تھا اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں قبلہ رخ کھڑا ہونا چاہئے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت میں زانی کے لئے رجم (سنگساری) سزا تھی۔ اور ہماری شریعت میں محصن رجم ہے۔ اور دوسرے کے لئے تازیانہ مارنا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی شریعت میں صرف قصاص کا ہی حکم تھا اور ہماری شریعت میں قصاص کیساتھ دیت بھی ہے اور ایسے ہی طاعتوں کے اوقات اور اُن کے آداب اور ارکان میں بھی اختلاف کا حال سمجھ لو۔ بہرحال نیکی اور تدابیر نافع کی جو جو خاص خاص صورتیں مقرر کی گئی ہیں اُن کا نام شریعت اور منہاج۔ اور یہی معلوم کر لینا چاہئے کہ خدا تعالےٰ نے جن عبادتوں کا عام مذاہب میں حکم فرمایا ہے وہ انہیں اعمال کا نام ہیں جو نفس کی حالتوں اور ہیئتوں سے پیدا ہوتے ہیں معاوضہ انہیں اعمال کا نفسوں پر اچھا یا برا اثر پڑتا ہے انہیں اعمال کی وجہ سے نفسوں میں انشراح پیدا ہوا کرتا ہے یہ اعمال نفسانی حالتوں کی پیکر اور اُن کے عکس کی صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ یہی نفسانی ہیئتیں اعمال کے لئے میزان اور بالکل مدار علیہ ہوتی ہیں۔ جو اس امر کو معلوم نہ کریگا اس کو اعمال کے کرنے میں کچھ بصیرت حاصل نہ ہوگی اور اکثر اُن اعمال پر اکتفا کریگا۔ جو محض ناکافی ہونگے بغیر قراءۃ اور دعا کے ہی نماز پڑھ لیا کریگا۔ اس لئے نماز کچھ مفید نہ ہوگی۔ اس لئے دین میں ایک ایسے کامل شناسا کی سیاست کی ضرورت ہے۔ جو مخفی اور مشتبہ امور کو صاف صاف کرائن اور نشانات سے منضبط کردے انکو منزلہ امر محسوس کے قرار دے جسکو تمام ادنےٰ اور اعلےٰ قسم کے لوگ تمیز کرسکیں لوگوں پر اعمال سمجھنے میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے وہ اس بدیہی اور محسوس امر کا لوگوں سے مطالبہ کرسکیں اور خدا کی دلیل قائم کرکے اپنی قدرت سے اس کام پر دار وگیر کرسکیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض امور میں گناہ ہوتا ہے لیکن وہ اُن چیزوں کے ہمرنگ معلوم ہوتے ہیں جن میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے جیسے مشرکین نے کہا تھا انما البیع مثل الربٰو (بیع اور ربٰو یکساں ہیں) ایسا اشتباہ یا علم کی کوتاہی سے ہوتا ہے یا دنیوی غرض سے جو آدمی کی بصیرت کو فاسد کردیتی ہے اسی لئے ضرورت پڑتی ہے کہ ایسے نشانات قرار دیئے جائیں جن کی وجہ سے گناہ غیر گناہ سے ممیز ہو سکے۔ اور اگر عبادت کے لئے اوقات معین نہ کئے جائیں تو بعض لوگ تھوڑے ہی سے نماز۔ روزہ کو زیادہ خیال کریں جو کہ بالکل رائگان اور غیر مفید ہے اور اگر کوئی شخص اُن کی پابندی سے آزاد رہنا چاہے اور اُسکی ترک کے حیلے کرے تو اُسکی گوشمالی ممکن نہ ہو۔ اور اگر لوگوں کے لئے عبادتوں کے ارکان اور شروط معین نہ ہوں تو وہ بے بصیرتی سے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں۔ اور اگر حدود مقرر نہ ہوں تو سرکش لوگ کسی طرح پر باز نہیں آسکتے۔ بہرحال تمام لوگوں کے حق میں احکام الٰہیہ کی تکلیف جب ہی کمل ہوتی ہے کہ اُن کے لئے اوقات۔ ارکان۔ شروط۔ سزائیں۔ احکام کلیہ وغیرہ قرار دیئے جائیں ۔ اگر تجھ کو منظور ہے کہ شریعت قرار دینے کی میزان معلوم کرے تو تجھ کو ایک طبیب حاذق کی حالت میں غور کرنا چاہئے جب وہ بیماروں کی درستی میں نہایت درجہ کوشش کرتا ہے ان کو ایسے امور پر مجبور کرتا ہے جن سے وہ واقف نہیں ہوا کرتے وہ طبیب اُن کو ایسے امور کے کرنے کا ارشاد کرتا ہے جن کی باریکیاں اُن کے علم و فہم سے برتر ہوا کرتی ہیں و محسوس سو خفتوں کو مخفی امور کے قائم مقام قرار دیتا ہے چہرہ کی سرخی مسوڑوں سے خون جاری ہونے کو غلبہ خون کی علامت قرار دیتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرض کی قوت۔ مریض کی عمر اور شہر اور موسم کی حالت میں غور کرتا ہے۔ دوا کی قوت اور علاج کے تمام متعلقات میں غور کرتا ہے دوا کی مقدار خاص کا اندازہ کرتا ہے اور مریض کی حالت کے مناسب اس کو سمجھ کر مریض کو اس کے استعمال کا حکم دیتا ہے کبھی علامت بجائے سبب مرض کے قرار دیکر اور دوا کی خاص مقدار کو جس کو اپنی فطانت سے وہ مرض کے ازالہ یا اس مادہ کی ہیئت فاسدہ کے بدل دینے کے قائم مقام جان کر قواعد کلیہ مرتب کر لیا کرتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ جس شخص کا چہرہ سرخ ہو اس کے مسوڑوں سے خون نکلتا ہو۔ اس کو طبی احکام کے لحاظ سے نہار منہ شربت عناب یا ماء العسل پینا چاہئے جو ایسا نہ کریگا وہ اپنے آپ کو ہلاکی کے قریب کریگا یا وہ کہتا ہے کہ جو شخص فلانی معجون اس قدر تناول کریگا اس سے فلاں مرض زائل ہو جائیگا۔ یا فلاں مرض سے وہ محفوظ رہیگا۔ اس قسم کے کلیات طب سے اخذ کئے جاتے ہیں اُن پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اسطرح پر خدا تعالےٰ نے بڑے بڑے نفع پیدا کر رکھا ہے یا اُس کے سمجھنے کو حکیم بادشاہ کی حالت میں غور کرنا چاہئے۔ جو اصلاحات ملکی اور انتظامات لشکر کا نگران رہتا ہے وہ زمینوں کی حالت۔ ان کی سر سبزی۔ کاشتکاروں کی کیفیت۔ اُن کی محنت و جانفشانی کا محافظین اور ان کے کافی ہونے کی حالت کا بخوبی اندازہ کرکے وہ یک اور لگان مقرر کرتا ہے، وہ بدیہی صورتوں اور قرائن کو جیسے ان اخلاق اور ملکات کے قایم مقام قرار دیتا ہے جن کا ہونا معاونین ملک میں ضروری ہوا کرتا ہے اسی قانون سے وہ ان سے بازپرس کیا کرتا ہے۔ وہ بادشاہ تمام ملکی ضرورتوں پر نظر ڈالتا ہے جو ملک کے لئے کافی ہو سکیں معاونین کی تعداد کا لحاظ کرکے اس طرح پر اُن کو ملک میں تقسیم کرتا ہے جن سے کاربراری ہو جاسکے اور لوگوں پر تنگی اور وبال کا باعث نہ ہو علیٰ ہذا تم کو لڑکوں کے معلم کی حالت دیکھنی چاہئے وہ لڑکوں کی حالت کا کیسا تعلیمی منتظم ہوتا ہے۔ اور غلاموں کی نسبت آقا پر نظر کرنی چاہئے۔ اُستاد کی غرض بچوں کی تعلیم ہوتی ہے اور آقا کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جو اغراض غلاموں سے متعلق ہیں وہ کس طرح پورے ہو سکتے ہیں بچے اور غلام کچھ نہیں سمجھا کرتے کہ مصلحت کی کیا حقیقت ہے مصلحت قایم کرنے کی انکو کچھ بھی پرواہ نہیں ہوا کرتی۔ وہ تو اُس سے جان چراتے ہیں۔ عذر اور حیلہ کرتے رہا کرتے ہیں لیکن معلم اور آقا خوب آگاہ ہوتے ہیں کہ اس امر سے یہ رخنہ پیدا ہوگا۔ رخنہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اُن کو یہ معلوم رہتا ہے وہ پہلے ہی سے خلل کو روکتے ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں سے خطاب اسطرح کرتے ہیں کہ جس کے انبساط میں انقباض اور انقباض میں انبساط ہوا کرتا ہے کسی حیلہ سے وہ اپنی رستگاری نہیں کر سکتے۔ اسی طرح انکو کامیابی ہوتی ہے۔ ماتحتوں کو اُسکی واقفیت ہو یا نہ ہو بہر حال جو شخص ایک بہت بڑے گروہ کی انتظامی حالت کا ذمہ دار ہوا کرتا ہے جنکی استعدادیں بالکل مختلف ہوں اپنے ذاتی امور میں اُن کو بصیرت نہ ہو اُن کی تعمیل کی خواہش اُن میں نہ ہو تو وہ مجبور ہوا کرتا ہے کہ ہر ایک چیز کا ٹھیک اندازہ کرے ہر ایک چیز کا وقت معین کرے اس کے طریقوں اور صورتوں کو مقرر کرے لوگوں سے مطالبہ اور مواخذہ کے لئے اُسی میں عمدگی ہوا کرتی ہے۔

معلوم کرنا چاہئے کہ جب خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ پیغمبروں کی بعثت سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی جانب نکالے تو اُن پر وحی بھیجی کہ تم اس کام کے لئے مقرر کئے گئے۔ اپنا نور اُن کے دلوں میں ڈالا۔ اور اصلاح عالم کی رغبت اُن میں پیدا کی اس زمانہ میں اُن لوگوں کے راہ راست پر آنے کیلئے خاص خاص امور اور مقدمات کی ضرورت تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے بحکمت الٰہی ضرور ہوا کہ تمام ان مصلح امور کو انبیا کے ارادہ بعثت میں شامل کر دے اور گویا انبیا کی اطاعت کی مفروضیت میں ان تعددات اصلاح کی مفروضیت بھی شامل ہو اس لئے کہ عقلاً اور عادتاً کسی شے کا تتمہ بھی اُس شے میں ہی داخل ہوا کرتا ہے خدا تعالےٰ پر کوئی امر مخفی نہیں ہوتا اور دین الٰہی میں کوئی امر بیہودہ اور گزاف نہیں ہوا کرتا کوئی شے جب قرار دیجاتی ہے اور اُسکے نظائر کا وہ حکم نہیں ہوا کرتا تو اُس کی خاص علتیں اور اسباب ہوا کرتے ہیں راسخین فی العلم ان اسباب کو جانتے ہیں ہمارا قصد ہے کہ ان حکمتوں اور اسباب کے ایک عمدہ مجموعہ پر لوگوں کو متنبہ کریں۔ واللہ اعلم۔

باب ۵۷

اسکے بیان میں کہ خاص خاص نزولِ شرائع کے اسباب کیا ہیں ایک شریعت کسی زمانہ میں کچھ نازل ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں کچھ نازل ہوتی ہے ایک قوم کی شریعت کچھ ہوتی ہے دوسری کی کچھ ہوتی ہے

اِس کی دلیل خدا تعالےٰ کا قول ہے کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (بنی اسرائیل کے لئے سب کھانے حلال تھے البتہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لئے تھے وہ حلال نہ رہے تھے اگر تم سچے ہو تو توریت لاکر پڑھو) اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بار سخت بیمار ہوئے تب انہوں نے نذر مقرر کی کہ اگر خدا مجھ کو اچھا کر دیگا تو میں اپنے اوپر سب چیزوں سے زیادہ مرغوب کھانے اور پینے کی چیز حرام کر دونگا۔ چنانچہ اچھے ہونے کے بعد اونٹوں۔ اونٹنیوں کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر اُنہوں نے حرام کر لیا اور اُنہیں کی پیروی سے اُن کی اولاد نے بھی اُن چیزوں کو حرام ہی سمجھا۔ ایک مدت تک ان امور کی حرمت ہی چلی آئی۔ یہانتک کہ اُن کی طبیعت میں یہ بات جم گئی کہ اگر کسی نے ان چیزوں کو کھا کر انبیا کی مخالفت کی۔ تو اُن کے ادب اور حق میں کوتاہی کی۔ تب توریت میں ان چیزوں کی حرمت نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بیان فرمایا اُن کا مذہب ابراہیمی ہے تو یہود کہنے لگے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ تو اونٹوں کا گوشت کھاتے پیتے ہیں۔ اس واسطے خدا تعالےٰ نے اُن کے قول کو رد کیا کہ اصل میں سب کھانے حلال تھے۔ اونٹ صرف ایک عارضی وجہ سے جو یہودیوں کو لاحق ہوئی حرام ہو گئے تھے۔ اس وقت میں جب نبوت کا اولاد اسمٰعیل میں ظہور ہوا۔ اور اس عارضی امر سے اُن کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ تو اس حرمت کی رعایت کچھ ضروری نہ رہی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کے متعلق فرمایا ہے میں تمہارا یہ فعل (تراویح پڑھنا) ہمیشہ دیکھتا ہوں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ نماز تم پر کہیں مقرر نہ ہو جائے۔ اگر مقرر ہو گئی تم سے نبھ نہ سکیگی۔ اس لئے اے لوگو تم اپنے اپنے مکانوں میں ہی اسکو پڑھتے رہو۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے روکا کہ کہیں نماز تراویح اُن میں پھیل نہ جائے پھیل جانے سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ خیال تھا کہ لوگ اسکو شعائر دین سے سمجھنے لگتے اور اسکے ترک کرنے کو خدا کی شان میں تفریط کا اعتقاد کرنے لگتے تو یہی خرابی کا باعث ہو جاتا اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قصوروار وہ شخص ہے جس نے کسی امر کو دریافت کیا اور صرف اسکی پونچھ کچھ ہی سے وہ شے حرام ہو گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اس کے لئے انہوں نے دعا کی تھی۔ اور جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا میں مدینہ کو بھی حرم قرار دیتا ہوں اور اسکی مد (ایک پیمانہ ہے) اور صاع (پیمانہ) میں برکت کی ایسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی تھی اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حج کے متعلق سوال کیا کہ کیا حج ہر سال ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدوں تو ہر سال ہی حج کرنا فرض ہو جاوے تو تم سے نبھ نہ سکے اور جب نبھ نہ سکے تو تم پر عذاب آجاوے معلوم کرنا چاہئے کہ انبیا کی شریعتوں میں اختلاف اسباب اور مصلحتوں کیوجہ سے ہو گیا ہے۔ اس لئے شعائر خداوندی کا شعار قرار پانا معدات کیوجہ سے ہے اور احکام کی مقداریں مقرر کرنے میں مکلفین کیحالت اور عادات کا لحاظ کیا گیا ہے چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مزاج نہایت سخت اور قوی تھے حق تعالےٰ نے بھی اس پر تنبیہ فرمائی ہے اس لئے وہ اسی قابل تھے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کا ان کو حکم دیا جاتا تاکہ انکی قوت بہیمی میں روزہ سے کسی قدر کمزوری اور خاموشی پیدا ہوتی ہے اور اس امت محمدیہ کے مزاج ضعیف تھے اسلئے ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع کر دیئے گئے اور ایسے ہی مال غنیمت کو خدا نے اگلے لوگوں کیلئے حلال نہیں کیا تھا لیکن ہمارا ضعف دیکھکر اسکو حلال کر دیا۔ انبیاء کا بڑا قصد یہ ہوا کرتا ہے کہ ان تدابیر کی اصلاح ہو جاوے جو لوگوں میں دائر و سائر رہا کرتی ہیں لوگوں کے کسی مخالف طبع امر سے کبھی تجاوز نہیں کیا جاتا ہے الا ماشاء اللہ۔ اور مصلحتوں کے موقعی زمانوں اور عادتوں کو مختلف ہونے سے بدلتی رہا کرتے ہیں اسی بنا پر نسخ کا ہونا صحیح ہے

نسخ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے کوئی طبیب اس امر کا قصد کرے کہ سب حالتوں میں مزاج حالت اعتدال پر محفوظ ہے اسی واسطے شخصوں اور زمانہ کے ہمرنگ نہ ہونے سے اس طبیب کے احکام ایک ڈھنگ کے نہیں ہو سکتے وہ جوان کو ایسی باتیں بتاویگا کہ ان سے بوڑھے کو منع کر دیگا۔ وہ یہ دیکھکر کہ موسم گرما میں احتمال اعتدال باہر ہوا میں ہوتا ہے یہ حکم دیگا کہ اس موسم میں باہر سونا چاہئے اور موسم سرما میں سردی کا لحاظ کرکے یہ بتاویگا کہ اس موسم میں مکان کے اندر سونا چاہئے پس جو شخص صاحب دین کو معلوم کریگا اور ان اسباب کو سمجھ لیگا جنکی وجہ سے مذہبی طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں تو اسکی نظر میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوگی اسی بنا پر شریعت ہونے کا تعلق ان قوموں سے ہے جن میں وہ شریعت قائم کی گئی۔ اور چونکہ اس قسم کی استعدادی حالت نے اس شریعت کے قابل ان کو بنایا تھا۔ اور انہوں نے بزبان حال نہایت اصرار سے گویا اسکی درخواست کی تھی اس لئے وہ ہی ہدف ملامت ہوا کرتے ہیں خدا فرماتا ہے فتقطعوا امرهم بينهم زبراً۔ اور اسی واسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جمعہ کا روز ان کے حق میں معین کیا گیا۔ اس لئے کہ وہ آگاہ نہ تھے اور تمام علوم کسبی سے علٰحدہ تھے اور یہود کے لئے ہفتہ کا دن قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ یہودیوں کے اعتقاد میں تھا کہ ہفتہ ہی کے روز خدا دنیا کے پیدا کرنے کے کام سے فارغ ہوا تھا اور اسے عبادت کے لئے یہی دن بہت اچھا ہے حالانکہ سب چیزیں خدا کے حکم اور وحی سے ہوا کرتی ہیں اور شریعتوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی امر ماموریہ کی حالت ہوتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان امور کا علم دیا جاتا ہے لیکن اس کے بعد ضرور ہی پیش آجایا کرتے ہیں۔ اسلئے ان لوگوں کی ذاتی حالت کے لحاظ سے
اجازتیں اور خصوصیتیں مشروع ہو جایا کرتی ہیں۔ تو اسوجہ سے کہ انہوں نے اپنی ذاتی حالت کیوجہ سے اس امر کے قابل اپنے
آپ کو بنایا تھا وہ ہی لوگ قابل ملامت ہوا کرتے ہیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (جب تک
لوگ اپنی ذاتی حالت کو نہ بدلیں خدا کسی قوم کو نہیں بدلا کرتا) اور اسی ذاتی اور استعدادی اختلاف کیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ میں نے عقل و دین میں ناقص رہنے والوں سے ہوشمند آدمی کے لئے زیادہ ہوش رباتم سے (عورتوں میں)
زیادہ نہیں دیکھا اور پھر عورتوں کے نقصان کیوجہ یہ بتائی کہ حیض کی حالت میں عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے
معلوم کرو کہ ایک صورت خاص میں شریعتوں کے نازل ہونے کے اسباب بکثرت ہیں لیکن اسباب کی انتہا دو قسموں پر ہوتی
ہے اول سبب بمنزلہ ایک قدرتی امر کے ہے جسکی وجہ سے لوگوں کو احکام کی تکلیف دیجاتی ہے پس چونکہ تمام افراد انسانی کے
لئے ایک خاص طبیعت اور حالات معین ہیں جو نوع ہونے کی وجہ سے وراثتہً سب کو پہنچا کرتے ہیں۔ اور وہی باعث
ہوا کرتے ہیں کہ لوگ احکام کے لئے مکلف کئے جائیں اور جیسے کہ مثلاً اولاد کے خزانہ خیال میں رنگتیں اور صورتیں نہیں
ہوا کرتیں اسکے خیال میں صرف الفاظ اور وہ چیزیں ہوتی ہیں جو چھوئی جاسکتی ہیں اور اسی قسم کی اور چیزیں ہوتی ہیں۔ اسلئے
جب کبھی عالم غیب سے کوئی علم یا واقع اسکو خواب وغیرہ میں حاصل ہوگا تو اس امر کا اسکو علم اسی صورت میں حاصل ہوگا جو اسکے خزانہ
خیال میں موجود ہے بجز اسکے کوئی اور صورت علم حاصل ہونے کی نہ ہوگی۔ اور جیسے کسی عربی شخص کو جو زبان عربی کے سوا کسے
اور زبان کو نہیں جانتا ہے۔ الفاظ کی دنیا میں جب کسی امر کا علم ہوگا تو اس کی صورت صرف عربی ہی پیرایہ میں حاصل ہوگی
اور مثلاً جن شہروں میں کہ ہاتھی وغیرہ حیوانات کریہہ منظر ہوتے ہیں تو ان شہروں کے باشندوں کی نظر میں جنوں کا سامنے
آجانا یا بھوتوں اور شیاطین کا ڈرانا انہیں حیوانات کی صورت میں ہوگا۔ اور شہروں میں یہ صورتیں پیش نہ آئینگی۔ اور
جن شہروں میں بعض اشیاء پر عظمت خیال کی جاتی ہیں اور کھانے اور لباس میں جو عمدہ اور پاکیزہ چیزیں وہاں پائی جاتی
ہیں تو وہاں کے باشندوں کو نعمت اور خوشی ملنے کی صرف اُسی قسم کی صورتوں میں نظر آویگی اور شہروں میں یہ امر نہ ہوگا۔
اور جیسے کوئی عربی شخص جب کسی کام کرنے کا قصد کریگا یا کسی سفر کا ارادہ کریگا جب وہ رَاشِد یا نَجِیح (کامیاب) کے لفظ کو سنیگا
تو آئندہ حالت کی عمدگی اور کامیابی کی دلیل اس کو قرار دیگا جو عربی نہیں ہے اس پر ان الفاظ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ حدیث
میں بعض اس قسم کے واقعات آئے بھی ہیں۔ تو جیسے کہ امور بالا کے اثر اپنا پرتو حالات پر ڈالتے ہیں ایسے ہی شرائع میں
ان علوم کا جو کسی قوم میں مخزون اور مجتمع ہوتے ہیں اور ان اعتقادات کا جو ان میں مخفی ہوتے ہیں اور ان کی عادات کا جو
کلب (کُتّے) کے کاٹنے سے جو دیوانگی سی ہوجاتی ہے) بیماری کی طرح ان میں ساری اور جاری ہوا کرتی ہیں۔ لحاظ اور
اعتبار ہوا کرتا ہے اسی واسطے اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل کے لئے حرام تھا نہ بنی اسمٰعیل کے لئے۔ اور اسیوجہ
سے کھانے کی چیز کا پاکیزہ اور ناپاک ہونا عرب کی عادات پر مفوض کیا گیا۔ اور ہمشیرہ زادیاں ہمارے لئے حرام کیگئیں
یہودیوں میں وہ حرام نہ تھیں اس لئے کہ یہودی ہمشیرہ زادیوں کو ان کے باپ کی قوم سے شمار کیا کرتے تھے۔ ان
سے کسی قسم کا میل جول ربط و صحبت نہیں رکھا کرتے تھے۔ ان سے بالکل بیگانگی کی حالت میں رہا کرتے تھے عرب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حکم تھی اور ایسے ہی گوسالہ کو اس کی ماں کے دودھ میں پکانا یہودیوں میں حرام تھا۔ ہمارے یہاں حرام نہیں ہے۔ اسلئے کہ یہودیوں کو معلوم تھا کہ اس سے خدا کی پیدائش و تدبیر الٰہی کی مخالفت ہوتی ہے جو چیز خدا تعالےٰ نے گوسالہ کی پیدائش اور نشوونما کے لئے پیدا کی ہے۔ اُس سے ہی اس صورت میں گویا اس کی بنیاد باطل کرنا اور اس کے جوڑ بند کی تحلیل کرنی ہوگی۔ اور عرب کے لوگ اس قسم کے علم و فہم سے نہایت درجہ دور تھے۔ اگر ان کو اس قسم کے راز سمجھائے جاتے تاہم اُنکی سمجھ میں نہ آتے وہ اس امر کو کبھی معلوم نہ کر سکتے۔ جو حکم دینے کا مناسب مدار علیہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم کر لینا چاہیئے کہ شرائع کے قرار دینے میں صرف اُنہیں علوم اور حالات اور ان اعتقادات کا ہی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے جو لوگوں کے سینہ میں متمثل ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ بڑا لحاظ اور اعتبار ان پیدائشی امور کا ہوا کرتا ہے جن کی طرف ان کی تعلیمیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ خواہ اُن امور کا اُن کو علم ہو یا نہ ہو تم اس نکتہ کو ان تعلقات میں دیکھ سکو گے کہ جب ایک شئے کسی دوسری شکل اور پیرایہ میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ دیکھو مونہوں پر مہر لگانے کی صورت میں لوگوں کو سحر سے منع کرنا ظاہر ہوا تھا اس لئے کہ لوگوں کی نظر میں مہر لگانا ایک شے کے بند کرنے اور روکنے کی صورت ہوا کرتی ہے خواہ یہ امر لوگوں کے پیش نظر ہو یا نہ ہو اور خدا تعالےٰ کا بندوں پر یہ اصلی حق اور فرض ہے کہ نہایت درجہ اس کی تعظیم کریں کسی طرح اُسکے حکم کی مخالفت پر اقدام نہ کریں اور لوگوں کا باہم یہ فرض ہے کہ ہمدردی اور باہمی الفت کی مصلحت کو ہمیشہ قائم رکھیں کوئی کسی کا دل آزار نہ ہو ہاں اگر راے کی وغیرہ ایذا رسانی کے باعث ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جو شخص کسی عورت کو اجنبی خیال کر کے اس سے ہم بستر ہو جائے تو خدا کے اور اُسکے درمیان پردہ حائل ہو جائیگا خدا کے مقابلہ میں یہ کام اُس کی دلیری کا خیال کیا جاویگا۔ اگرچہ وہ عورت واقعہ میں اُس کی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس شخص نے خدا کے فرمان کی مخالفت پر اقدام کیا۔ اور جس شخص نے اجنبی عورت سے اپنی بیوی سمجھ کر ہم بستری کر لی تو خدا کے نزدیک وہ معذور ہی رہیگا اور جو شخص روزہ کی نیت کریگا وہ اپنی نذر کی وجہ سے ماخوذ ہو جاویگا اور جس نے نذر نہ کی ہوگی وہ ماخوذ نہ ہوگا۔ اور جو شخص دین میں سختی اختیار کریگا وہ قابل تشدد ہوگا۔ اور یتیم کے طمانچہ مارنا تادیبا بہتر ہوگا اور تکلیف دینے کے لئے قباحت اور برائی ہوگی۔ خطا کار اور بھول چوک سے کام کرنے والا اکثر احکام میں قابلِ معافی ہوا کرتا ہے یہ کلیہ قاعدہ قومی علوم اور قوم کی ظاہر اور مخفی عادات میں ہمیشہ پڑا ہوتا ہے اور اُنکے حق میں اسی قاعدہ کے موافق شریعتوں کی تعیین ہوا کرتی ہے اور نیز معلوم کرنا چاہیئے کہ اکثر عادات اور مخفی علوم ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر تمام عرب و عجم اور تمام معتدل اقالیم کے باشندوں اور ایسے لوگوں کا جن کے مزاج عمدہ اور بزرگترین اخلاق کے قابل ہوا کرتے ہیں۔ اتفاق ہوا کرتا ہے جیسے اپنے مردہ پر غم کرنا اُسکے حق میں نرم دلی کو پسند کرنا حسب و نسب پر ناز کرنا۔ چوتھائی یا تہائی شب گذرنے پر خواب کرنا۔ صبح تڑکے سے اٹھ بیٹھنا ان کے علاوہ اور اکثر امور ہیں جن کی طرف اشارہ تدابیر کی بحث میں کیا گیا ہے تو اس قسم کے جتنے عادات اور علوم ہوتے ہیں۔ ان کا سب چیزوں سے زیادہ اندازہ اور لحاظ کیا جایا کرتا ہے۔ اِنکے بعد اکثر عادات اور عقائد ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو صرف اُنہیں لوگوں میں خاص ہوا کرتے ہیں جن میں نبی مبعوث کیا جاتا ہے اس لئے ان عادات کا لحاظ بھی ضروری ہوتا ہے دلقد جعل اللہ لکل شئی قدرا۔ اور معلوم کرنا چاہیئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ نبوت اکثر ملت اور مذہب کے ماتحت ہوا کرتی ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے ملۃ ابیکم ابراہیم۔ اور فرمایا وان من
شیعتہ لابراہیم۔ اس کا راز یہ ہے کہ مدت دراز تک لوگ جب کسی دین کے پابند رہا کرتے ہیں اس دین کے شعائر
کی عزت اور ادب ان میں راسخ ہوتا ہے اس مذہب کے احکام نہایت مشہور اور شائع بمنزلہ بدیہیات اولیٰ کے ہوا کرتے
ہیں کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد ایک دوسری نبوت کا زمانہ آتا ہے تاکہ پہلے مذہب کی کجی بالکل دور ہو جائے اسکی بگڑی
ہوئی باتیں درست ہو جائیں اس مذہب کے بانی کی منقولہ رواتوں میں جو کہ غلط ملط ہو جایا کرتا ہے۔ اس لئے بہت سی خرابیاں
اس مذہب میں ملجایا کرتی ہیں۔ اب یہ دوسری نبوت لوگوں میں مشہور اور معتبر احکام کی تفتیش کرتی ہے جو جو صحیح سیاست مذہبی کے
قاعدوں سے متعلق پائے جاتے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کیجاتی بلکہ لوگ ان پر اور زیادہ آمادہ کئے جاتے ہیں۔ اور جو احکام
خراب معلوم ہوتے ہیں اور تحریف کا دخل ان میں پایا جاتا ہے ان میں بقدر ضرورت تبدیلی کر دیجاتی ہے اور جو قابل اضافہ ہوتے
ہیں ان پر اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے اور یہ نبی اخیر ان امور سے جو پہلی شریعت کے باقی رہجاتے ہیں باکثر اپنے مطالب اور
دعاوی پر استدلال بھی کیا کرتا ہے اسوجہ سے یوں کہا کرتے ہیں کہ یہ نبی اس فلاں نبی کے مذہب میں یا اسکے گروہ میں سے
ہے اور ان مذہبوں کے اختلاف سے جن میں نبوت کا نزول ہوا کرتا ہے۔ اکثر نبوتوں میں اختلاف ہو جایا کرتا ہے اور دوسری
قسم خاص پیرایہ میں شریعۃ کے نازل ہونے کی یہ ہے لیکن یہ قسم بمنزلہ ایک امر عارض طاری کے ہے کہ خداوند گار عالم اگرچہ زمانہ
سے بلند و برتر ہے لیکن اسکو کسی نہ کسی وجہ سے زمانہ اور زمانہ کی چیزوں سے ربط و تعلق ہوا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خبر دی کہ ہر ایک صدی کے بعد خدا کسی بڑے حادثہ کو پیدا کیا کرتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور اور انبیائے نے بھی حدیث
شفاعت میں اسی باب کے متعلق ارشاد کیا ہے کہ ہر ایک نبی قیامت کے روز کہیگا کہ میرے پروردگار تبارک وتعالےٰ نے
ایسا غصہ کیا کہ کبھی پہلے ایسا غصہ کیا تھا اور نہ کبھی اسکے بعد ایسا غصہ کریگا۔ پس جب عالم آمادہ اور طیار ہوتا ہے کہ شریعتوں کا
اس پر فیضان کیا جائے امور دینی کے حدود معین کئے جائیں اور خدا تعالےٰ تجلے فرما کر دین کو لوگوں پر نازل کرتا ہے۔ اور
اسی کے موافق ملاء اعلےٰ بلند ہمتی سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے وقت میں عارضی اسباب میں سے ایک ادنےٰ سبب
بھی جو دلی کے دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے کافی ہوا کرتا ہے۔ ومن دق باب الکریم انفتح۔ دیکھو موسم بہار پر نظر ڈالو۔ اسمیں
بونے اور تخم ریزی کا ادنےٰ اہتمام بھی ایسا موثر ہوا کرتا ہے کہ اور موسم میں اس سے زیادہ کتنا ہی اہتمام کرو کچھ بھی اس کا
اثر نہیں ہوا کرتا۔ نبی کی توجہ کسی شے کے لئے اس کا انتظار کرنا۔ اس شے کے لئے اس کا دعا کرنا اسکی مشتاقانہ درخواست کرنی
احکام کے نازل ہونے کا سبب قوی ہوا کرتی ہے۔ اور جب نبی کی دعا روشن طریقہ کو زندہ کرتی ہے۔ بڑی بڑی جماعتوں
پر اس نے غلبہ حاصل ہو جایا کرتا ہے۔ اس سے نظر کے سامنے کھانے پینے کی زیادتی ہو جایا کرتی ہے تو اسکی وجہ سے کسی
حکم کا نازل ہونا کیا بعید ہے۔ اس ہی تو لطیف سوچ ہوتی ہے۔ اور صورت مثالی میں اس کا تعین ہوتا ہے۔ اور اسی بناء پر
سمجھ لینا چاہئے کہ جب کوئی جدید بڑا حادثہ پیدا ہوتا ہے اور نبی کی اس کی وجہ سے بیقراری ہوتی ہے۔ جیسے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا پر بہتان بندی کا قصہ۔ یا جب کوئی سائل ایک امر دریافت کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس
میں بار بار پوچھ گچھ کرتا ہے جیسے ظہار کا قصہ۔ تو یہ امور نزول احکام کے سبب پڑجایا کرتے ہیں۔ اور اصل حال کا اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکشاف ہوجایا کرتا ہے اور نیز لوگوں کا فرمان پذیری میں کاہلی کرنا۔ سرکشی پر جمے رہنا۔ اور ایسے ہی لوگوں کے دل میں کسی شے کی رغبت کا ہونا۔ اور نہایت اہتمام اور قصد سے اُسکی پابندی کرنا۔ اور اُس شے کے ترک کرنے میں یہ اعتقاد کرنا کہ ہم نے خدا کے حق میں کوتاہی کی ہے نیز احکام کے نازل ہونے کا سبب ہوا کرتا ہے اُسی کیوجہ سے نہایت موکد طور پر کسی چیز کے واجب کردینے سے لوگوں پر سختی کی جایا کرتی ہے یا بہت سختی سے کوئی شے حرام کردیجایا کرتی ہے باران جود کی تراوش چاہنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صالح قوی الہمت روحانیت کے منتشر ہونے اور سعادت کی کمالیت کے وقت قصد کرکے خدا کی بارگاہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ درخواست کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں درخواست اُسکی مقبول ہوجایا کرتی ہے۔ ان ہی معانی کیطرف خدا کے اس قول میں ارشاد کیا گیا ہے یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنہا حین ینزل القرآن تبد لکم (مسلمانو بہت سی چیزوں کا سوال مت کرو۔ اگر وہ تمہارے لئے کھلجاوینگی تب تم کو ناگوار معلوم ہونگی۔ قرآن نازل ہوتے وقت جو اُن اشیاء کا حال دریافت کیا جاویگا تو سب ظاہر ہوجائینگی) خداوند کریم کی اصل مرضی یہی ہے کہ نزول شرائع کیوقت اس قسم کے سوالات کم ہوا کریں۔ اس سے وہ امور نازل ہوجایا کرتے ہیں۔ جن میں مصلحت خاص کا حکم اور اثر غالب ہوا کرتا ہے۔ اور اکثر اسمیں آیندہ نسلوں کے لئے تنگی اور بزدلی پیش آیا کرتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ مسائل دریافت کرنے کو بُرا خیال فرماتے تھے کہ مجھ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے کوئی چیز تمہارے لئے باقی نہیں چھوڑی ہے۔ تم سے اگلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور انبیاء پر اختلافات کیوجہ سے ہلاک ہوگئے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قصور مند وہ شخص ہے کہ صرف اُسی کے دریافت کرنے سے لوگوں پر کوئی چیز حرام ہوجائے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بنی اسرائیل جس گائے کو چاہتے ذبح کرلیتے وہی کافی ہوجاتی لیکن اُنہوں نے سختی کی۔ اس لئے اُن سے سخت گیری کی گئی۔ واللہ اعلم۔

باب ۵۸

شریعت کے طریقوں پر مواخذہ کرنیکے اسباب میں

ہم اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالے نے جو شرائع اپنے بندوں کیلئے مقرر فرمائی ہیں۔ اُن پر عذاب و ثواب ایسے ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ نیکی اور گناہ کے اصول پر مرتب ہوا کرتا ہے یا صرف انہیں امور پر مرتب ہوتا ہے جو نیکی اور گناہ کے مواقع اور قالب قرار دیے گئے ہیں۔

مثلاً کسی شخص نے ایک وقت کی نماز ترک کردی لیکن اُس کے دل میں خدا کی حضور میں اطمینانی طور پر عجز و نیاز موجود ہے تو نماز ترک کرنے پر اُس شخص کو عذاب ہوگا یا نہ ہوگا اور ایک شخص نے نماز تو ادا کی۔ نماز کے تمام ارکان و شرائط اسی طرح پورے کئے کہ وہ بری الذمہ ہوگیا لیکن اُس میں نیازمندی کا کچھ اثر نہ تھا۔ اُس کے دل میں خشوع خضوع جما ہوا نہ تھا تو اُس نماز پر اُس کو ثواب ملیگا یا نہ ملیگا۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ شریعت کے طریقوں کی نافرمانی کرنے سے فساد عظیم پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس سے شنتہ راشدہ میں روک پیدا ہوتی ہے معصیت کا دروازہ کھلجاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکدر ہوتا ہے۔ اس سے قوم اور شہر اور ولایت کو ضرر پہنچتا ہے۔ جیسے شہر کی مصلحت کیوجہ سے کسی سیلاب کی وجہ سے بند باندھ دیا گیا تھا ایک شخص نے نقب دیکر اس بند کو توڑ دیا۔ وہ شخص خود تو بچ گیا لیکن شہر والوں کو اُس نے ہلاک کر دیا تفکلو اس میں ہے کہ آدمی کی ذاتی اور نفسانی حالت پر اس نافرمانی کا کیا اثر پڑتا ہے وہ گناہ کی تاریکی میں گھر جاتا ہے یا اُس میں نیکی کا مادہ بھی باقی رہتا ہے۔ تمام اہل مذہب کا اسمیں مسلک ہے کہ شرائع خود ہی ثواب یا عذاب کا باعث ہوا کرتی ہیں لیکن اہل مذاہب سے جو کار بابِ تحقیق علم میں سے انبیاء علیہم السلام کی صحابہ ہیں جو اُنکی رتبہ کی ہیں وہ شرائع کو ثواب عذاب کا باعث سمجھتے ہیں اور اُنکی اصول و ارواح اور اُنکی اعمال کی صورتوں اور قالبوں میں جو ربط و مناسبت ہے اسکو بھی خوب جانتے ہیں اہل ظاہر یعنی جاہلین و متقلین شرع میں یہ تمام لوگ صرف صورتوں اور قالبوں ہی پر اکتفا کیا کرتے ہیں اور فلاسفہ اسلام کا مذہب یہ ہے کہ عذاب و ثواب کا مدار صرف نفسانی صفات اور وہ اخلاق ہیں جو روح کے دامن کو لپٹے ہوئے ہیں۔ اُن صفات کے قالبوں اور صورتوں کا ذکر شرائع میں محض سمجھانے کیلئے اور دقیق معانی کو لوگوں کے ذہنوں سے قریب کر دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مذاقِ قوم کے موافق اس مقام کے متعلق یہ تحریر کیا گیا لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہبی محققین کا مذہب حق ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ شرعی امور کے لئے سامان اور اسباب ہوا کرتے ہیں۔ جن سے بعض شرعی امور کو بعض پر ترجیح ہو جایا کرتی ہے خدا خوب جانتا ہے کہ بغیر ان امور شرعی کے لوگوں سے دین پر عمل نہ ہو سکیگا۔ اُس کو علم ہوتا ہے کہ یہی شرعی طریقے اور روشیں لوگوں پر واجب کر دینے کے قابل ہیں۔ یہ امر خدا کی توجہ میں مندرج ہوا کرتا ہے جو ازل سے لوگوں کے حال پر ثابت ہوتی ہے اور جب یہ عالم اس امر کے لئے مستعد اور طیار ہوتا ہے کہ اُس پر شرعی صورتوں کا فیضان کیا جاوے اور اُنکے پیکر پیدا کئے جائیں تو جان لو اُس وقت خدا نے ان شرعی امور کو پیدا کر کے اپنا فیضان پورا کیا۔ اور ازل سے اُس کا تعین ہو گیا۔ اس لئے یہی امور بمنزلہ اصل کے ہو گئے۔ اس کے بعد جب خدا تعالےٰ نے ملاء اعلےٰ پر اس علم کو منکشف کیا۔ اُن کو الہام سے بتا دیا کہ یہی موقع شرعی اصول کے قائم مقام ہیں یا انہیں کے اصول کی یہ صورتیں اور مثالیں ہیں۔ بدون اُن کے لوگ مکلف نہیں ہو سکتے۔ تب حظیرۃ القدس میں ایک قسم کا اجماع اور اتفاق ہو گیا کہ یہ صورتیں ایسی ہی ہیں جیسے حقیقت موضوع لہ کے لئے نقطہ ہوتے ہیں یا حقیقت خارجی کی نسبت صورت ذہنی ہوا کرتی ہے۔ جو اُسی صورت خارجی منتزع اور حاصل کیجاتی ہے یا تصویر کی صورت اصل شئے کے لئے منظر ہوا کرتی ہے اور الفاظ موضوعہ کے لئے یہ صورت خطی ہوتی ہے ان سب امور میں دال اور مدلول میں باہم جب ایسا قوی تعلق اور اُن میں باہمی لزوم اور گرفت ہو گئی ہے۔ اس لئے اپنے موقع پر یہ طے ہو گیا ہے کہ وہ دونو شئے واحد ہی ہیں اس کے بعد تمام بنی آدم عرب اور عجم کے علوم پر اسی علم کا پرتو پڑا۔ اور سب نے اتفاق کر دیا کہ وہ شرائع اور اصول ایک ہی شئے ہیں۔ ایسا کوئی شخص نہ دیکھو گے جس کے دل میں اس علم کا ایک حصہ نہ ہو اکثر ہم نے اس کا نام وجود شبہی للمدلول رکھا ہے۔ الغرض اس وجود کے عجیب عجیب اثر ہوا کرتے ہیں۔ تتبع کرنے والے پر وہ مخفی نہیں ہیں شرائع میں اسکے بعض بعض آثار پر لحاظ کیا گیا ہے اسی وجہ سے صدقہ کو صدقہ لینے والوں کی چرکوں سے ایک چرک قرار دیا ہے اور اسی لئے کسی کام کی برائی مزدوری میں بھی سرایت کر جایا کرتی ہے۔ اس کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی روح القدس سے وہ مؤید کئے گئے۔ قومی اصلاح کا اُن کے دل میں القا کیا گیا اور شرائع کے نازل ہونے اور صور مثالیہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہونے کے متعلق آپ کی جوہر روح کے سامنے بڑی راہ قوی ہمت کیجانب متقوح ہوگئی۔ تب آپ نے نہایت درجہ کی اولوالعزمی سے اس صلاح کا اہتمام فرمایا۔ اُس کے ساتھ موافقت دینے والوں کے لئے نہایت قصد ہمت سے دعائیں کیں اور اُس کے مخالفوں پر لعنت کی اور انبیاء کی ہمتیں معمولی نہیں ہوا کرتیں۔ بلکہ وہ ساتوں آسمانوں کے طبقوں کو پھاڑ کر پار ہو جاتی ہیں۔ وہ مینہ کی درخواست کیا کرتے ہیں آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوا کرتا لیکن فوراً پہاڑوں کی مانند بادلوں کے دل کے دل جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ دعا کرتے ہیں اور اُن کی دوا سے مُردوں میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ حظیرۃ القدس میں اُنکی وجہ سے خوشی اور ناخوشی پچگی سے منعقد ہوا کرتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے پروردگار تیرے نبی اور بندہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور مدینہ کے لئے میں دعا کرتا ہوں اب جس شخص کو معلوم ہوا کہ خدا نے ایسا ایسا حکم کیا ہے۔ اور وہ یہ جانتا ہے کہ ملاء اعلےٰ تمام اوامر و نواہی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید کیا کرتے ہیں اور خوب جانتا ہے کہ مامور بہ کو ترک کرنا اور منہی عنہ کام کا اقدام کرنا خدا کے مقابلہ میں دلیری اور خدا کی شان میں کوتاہی کا باعث ہے اور پھر جان بوجھکر اور دیکھ بھال کر عمداً وہ کسی کام کو کر بیٹھتا ہے۔ تو اسکی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ حجابات کی گہری تاریکی میں وہ مبتلا ہے ملکی قوت اُس کی ضعیف اور منکسر ہوگئی ہے اسکی وجہ سے اُس کے دل میں خطاکاری کا اثر جما ہوا ہے اور جب کوئی پُر مشقت کام سرزد ہوتا ہے۔ جس سے اسکی طبیعت مزاحم ہوتی ہے اس کو وہ کسی کی نمائش کے لئے نہیں کرتا بلکہ صرف تقرب الی اللہ اور مرضیات خداوندی کی حفاظت اور لحاظ سے کرتا ہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرتبہ احسان کی فضیلت میں وہ لپٹا ہوا ہے اُس کی بہیمی طبیعت کمزور اور مغلوب ہوگئی ہے اس سے نیکی کا مادہ نفس میں جم جاتا ہے۔ اب جو شخص کہ کسی وقت کی نماز ترک کر دیتا ہے تو اس میں اس امر کی تفتیش ضروری ہے کہ اس نے نماز کو کیوں ترک کیا۔ اور اور کس امر نے اسکو اس پر آمادہ کیا۔ اگر وہ نماز کو بھول گیا تھا یا سو گیا تھا یا اُس کی فرضیت سے ناواقف تھا یا کسی نہایت ضروری کام نے اُس کو روک لیا تھا۔ تو مذہبی تصریح اور نفس کا یہ مقتضا ہے کہ ایسا شخص گنہگار نہیں ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر اور یاد رکھکر اختیاری حالت میں اُس نے نماز نہیں پڑھی تو اُس کی یقیناً یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اُس کے مذہب ہی میں رخنہ ہے۔ اور کوئی شیطانی یا نفسانی تاریکی اسکی بصیرت پر چھا گئی ہے۔ اور اُس کا اثر اُس کے نفس پر ہی پڑتا ہے۔ اور جس شخص نے نماز پڑھلی اور وہ اُس سے فارغ الذمہ ہو گیا تو اُس میں بھی تفتیش کرنی چاہئے اگر اُس نے نمائش کے لئے یا لوگوں کی تعریف سننے کیلئے یا قومی عادت کی پابندی کیوجہ سے یا لہو کے طور پر نماز پڑھی ہے تو مذہبی نفس کے لحاظ سے ایسے شخص میں اطاعت کا مادہ نہیں ہے اور یہ نماز کچھ اعتبار کے قابل نہیں ہے اور اگر اُس نے تقرب الی اللہ کی وجہ سے اور ایمانی لحاظ خدا تعالےٰ کے عدول کی تصدیق سے نماز پڑہی بحضور نیت اور خدا کے دین میں اخلاص۔ کے سبب سے یہ کام کیا ہے تو خدا اور بندے میں کسیقدر حجاب اس عمل سے اٹھ ہی جایا کرتا ہے اگرچہ سرسوزن کے برابر ہو اور یہ جو کہا گیا تھا کہ اُس شخص نے بند میں نقب لگانے سے شہر کو ہلاک کر دیا اور خود اپنے آپ کو بچا لیا اُس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس نے خود اپنے آپ کو بچا لیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے خدا کے ایسے فرشتے مقرر ہیں جن کی کامل ہمت اس طرف متوجہ رہتی ہے۔ کہ جو شخص عالم کی اصلاح میں خراب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں کوشش کرے اُس پر دعا یا بدعا کرتے رہیں۔ ان کی دعا کے اثر سے جود آلہی کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح پر اُس سے جزا نازل ہوتی ہے اور لوگوں کی طرف خدا تعالیٰ کی ہمیشہ توجہ جزا کے باعث ہوا کرتی ہے۔ اس کا سمجھنا چونکہ کسیقدر اشکال سے خالی نہ تھا اس لئے فرشتوں کی دعا کو ہم نے اسکا عنوان قرار دیا ہے واللہ اعلم۔

باب ۵۹

حکمتوں اور علتوں کے اسرار کے بیان میں

معلوم کرو کہ بندوں کے بعض افعال ایسے ہوتے ہیں۔ جنسے پروردگار عالم لوگوں سے خوش ہوتا ہے اور بعض افعال کیوجہ سے وہ ان سے ناخوش ہوتا ہے اور بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جنسے نہ وہ خوش ہوتا ہے نہ ناخوش اسیواسطے حکمت بالغہ اور رحمت کاملہ آلہی کا اقتضا ہوا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کر کے لوگوں کو اُن کے افعال پر آگاہ کرے جنسے اُسکی رضامندی اور ناراضی کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے خداوند کریم پسندیدہ امور کا مطالبہ کرے اور امور ناپسند کو منع کردے اور باقی امور میں اُن کو مختار رہنے دے تاکہ جو کہ ہلاک ہونے والے ہیں وہ دلیل کے بعد ہلاک ہوں۔ اور جو زندگی حاصل کرنے والے ہیں وہ بھی بعد دلیل ہی کے زندہ ہوں پس کسی فعل سے خدا تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا متعلق ہونا یا دونو حالتوں سے افعال کا بے تعلق ہونا اسی کا نام حکم ہے یا یوں کہو کہ حکم کسی شے کا ایسی حالت پر ہونا ہے کہ لوگوں سے اُس کا مطالبہ کیا جاوے یا وہ اُس سے روکے جائیں یا اُس میں مختار ٹھیرائے جائیں۔ جو چاہو سو کہو۔ اور بعض اشیا کا مطالبہ تاکیدی ہوا کرتا ہے۔ کہ اُنکے کرنے پر رضائے آلہی اور ثواب حاصل ہوتا ہے اور اُن کے نہ کرنے پر خدا کی ناخوشی اور عذاب آلہی ہوا کرتا ہے اور بعض کا ایسا تاکیدی نہیں ہوا کرتا۔ اُس امر مطلوب کے کرنے پر رضا، ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن اُس کے نہ کرنے پر کچھ ناخوشی اور عذاب کا استحقاق نہیں ہوتا جیسے کہ مطالبہ کے دو حصے ہیں۔ ایسے ہی نہی کرنے کی بھی دو ہی صورتیں ہیں تاکیدی جس سے رُکنے اور بچنے پر رضا اور ثواب کا استحقاق ہو۔ بشرطیکہ منع کرنے کیوجہ سے باز رہا ہو۔ اور اُس فعل کے کرنے سے ناخوشی اور عذاب میں گرفتاری ہو تم اس کا اندازہ اپنے اور لوگوں کے محاورات کے الفاظ طلب اور منع میں کرسکتے ہو۔ کہ جو بات اولاکہی جایا کرتی ہے۔ اُسکے خلاف میں رضامندی یا ناراضی کے اثر سے ایک قسم کی دو قسمیں ہوجایا کرتی ہیں یہ ایک لازمی اور قدرتی ہوگیا ہے۔ اس وجہ سے احکام کی پانچ قسمیں ہوگئی ہیں (۱) ایجاب (۲) استحباب (۳) اباحت (۴) کراہیت (۵) تحریم لوگوں کے سامنے افعال مکلفین میں سے ہر ہر فعل کی علحدہ علحدہ حالت پیش نہیں کیجا سکتی ہے۔ یہ افعال علاوہ اس کے حصر میں نہیں آسکتے لوگ پوری طرح پر انکو معلوم بھی نہیں کرسکتے۔ اسواسطے یہ ضروری ہوا کہ لوگوں کو وہ قواعد کلی کی صورت میں بتائے جائیں مجموعی صورت وحدت سے بیان کیجاوے اور اکثر اُس میں یہ کثرت ہوتی ہو۔ اس طرح پر لوگ ان افعال کو معلوم کرسکینگے اور اپنے افعال کی حالت پہچان سکینگے علوم کلیہ کو دیکھو خاص خاص امور کے لئے اُن میں کیسے قوانین قرار دیئے گئے ہیں۔ نحوی کہتا ہے الفاعل مرفوع تو سامع اس کا یہ قول محفوظ کرکے قام زید میں زید کا حال اور قعد عمرؤ میں عمرو کا حال معلوم کرلیتا ہے وعلے ہذا۔ یہی وحدت جس میں کثرت منسلک ہوا کرتی ہے حکم کی علت اور اُسکی مدار علیہ ہوا کرتی ہے۔ اس علت کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ جس میں اُسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے جو مکلفین میں موجود ہوا کرتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ صرف مکلفین کی کوئی دائمی اور لازمی حالت کا اعتبار کیا جائے جس کا اثر یہ ہو کہ ان کو ہمیشہ کے لئے کسی حکم کی تکلیف دیجائے۔ یہ امر مکلفین کے قابو سے باہر ہے ایسی تکلیف صرف ایمان میں ہی ہو سکتی ہے اور احکام میں اس وجہ سے ضرور ہے کہ ایک ایسی حالت کا اعتبار کیا جائے کہ تکلیف دادہ شخص کی لازمی صفت بھی اس میں شامل ہو۔ یہی صفت کی وجہ سے وہ شخص قابل خطاب شارع ہو سکے اور اس کے ساتھ ہی کسی عارضی حالت میں وقت ہوتی ہے کبھی آسانی سے اس کام کا ہو سکنا (استطاعہ میسرہ) کبھی مدرج کا احتمال یا کبھی کسی شے کا قصد کرنا۔ و نحو ذلک۔ مثلاً شارع کا قول ہے کہ جس شخص عاقل و بالغ کو نماز کا وقت ملجائے۔ تو اس پر نماز فرض ہو جائیگی اور جو عقل و بلوغ کی حالت میں ماہ رمضان پالیگا۔ اور اس کو روزہ رکھنے کی طاقت بھی ہو تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہے جو نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال بھی گذر جائے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا واجب ہوگا۔ اور شارع کا ارشاد ہے کہ مسافر کو نماز میں قصر اور روزہ افطار کرنا جائز ہے اور بے وضو شخص جب نماز پڑھنے کا قصد کرے تو اس کو پہلے وضو کر لینا ضرور ہے اس قسم میں اکثر ان صفات کا لحاظ نہیں کیا جاتا جو اکثر اوامر میں معتبر ہوا کرتی ہیں بلکہ صرف وہی صفت خاص لیجایا کرتی ہے۔ جس سے ایک حکم کا دوسرے سے امتیاز ہوا کرتا ہے۔ اسلئے مسامحۃً اس کو علت کہدیا کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ نماز کی علت وقت کا ملجانا ہے۔ اور روزہ کی علت ماہ رمضان کا آجانا ہے اور شارع علیہ السلام نے ان اوصاف میں سے ایک وصف کا کوئی اثر قرار دیا ہے۔ دوسری وصف کا نہیں قرار دیا۔ مثلاً مالک نصاب کے لئے تجویز کیا ہے کہ ایک سال یا دو سال پیشتر زکوٰۃ ادا کر دے اور غیر مالک نصاب کے لئے اس کو تجویز نہیں کیا۔ اسی وجہ سے فقیہ ایک امر کا حکم لگانے کے اندر کبھی کسی صفت کو سبب قرار دیتا ہے اور کسی کو شرط اور دوسری قسم علت کی وہ ہے جس میں اس شے کی حالت ملحوظ ہوتی ہے جس پر کسی کام کا اثر ہوتا ہے یا کام کا اس سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوا کرتا ہے یہ حالت یا اس شے کی صفت لازمی ہوتی ہے جیسا کہ شارع کا قول ہے کہ شراب پینا حرام ہے اور خنزیر کھانا حرام ہے اور درندوں اور پرندوں میں سے پنجہ دار جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یا کوئی عارضی صفت اس شے کی بیجائے ہوتی ہے۔ جیسے خدا کا قول ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹو۔ اور جیسے کلام الٰہی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ زنا کرنے والے اور زنا کرنے والی کے سو درے لگاؤ۔ کبھی اس شے کی جس پر فعل واقع ہوتا ہے دو دو یا زیادہ صفتیں بیان کیا کرتے ہیں۔ جیسے شارع کا قول ہے پاکدامن زانی کو سنگسار کرنا چاہئے اور غیر پاکدامن زانی کے درے لگانے چاہئیں۔ اور کبھی مکلف کی حالت کے ساتھ اس شے کی حالت بھی ملا دیجاتی ہے جس پر فعل واقع ہوا ہے۔ جیسے شارع کا قول ہے کہ اس امت ..... کے مردوں پر سونا اور حریر حرام ہے لیکن عورتوں پر حرام نہیں ہے۔ دین الٰہی میں کسی قسم کا گزاف نہیں ہے ان افعال سے جو رضا یا عدم رضا کا تعلق ہوا کرتا ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ ان افعال کے متعلق ایسے امور معین ہوتے ہیں کہ انہیں وجہ سے حقیقت رضائے الٰہی اور اس کی ناخوشی کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ یہ امور دو قسم کے ہیں۔ اول نیکی اور گناہ تدابیر نافع۔ اور ان تدابیر کی بربادی۔ اور انہیں کی مثل اور امور۔ دوسرے ایسے امور ہیں جن کا تعلق احکام شرعی سے ہوتا ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ لوگ مکر و حیلہ اور سستی سے احتراز

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھیں۔ ان معین امور کے لئے اور مواقع اور لوازم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رضا اور عدم رضا کا بالعرض اُن سے تعلق لیکن اُن کو انہیں لوازم سے مجازاً منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اُس کی ایسی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا کا پینا آرام پانے کی علت ہے اور حقیقت میں اخلاط کا پختہ ہو کر نکلجانا آرام کی علت ہے لیکن عادتاً یہ امور دوا پینے کے بعد ہی ہوا کرتے ہیں اور بعینہ دو نوں ایک شے نہیں ہوتے اور جیسے کہا کرتے ہیں کہ تمازتِ آفتاب میں بیٹھنا یا محنت کا کام کرنا یا کسی گرم غذا کا کھانا بیماری کی علت ہے اور بیماری کی اصلی علت اخلاط کا گرم ہوجانا ہے اور یہ سب امور اخلاط کی گرمی کے ذریعے ہوا کرتے ہیں اور صرف کسی شے کے اصول پر ہی اکتفا کرنا اور اُن کے متفرق وسائل اور ذرائع کو ترک کر دینا اُن لوگوں کا مذاق ہے جنکی نگاہ علوم نظری میں عمیق ہوا کرتی ہے اور شرع صرف عام لوگوں کی زبان کے موافق نازل ہوتی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ حکم کی علت ایسی صفت ہونی چاہئے جس کو عام لوگ بھی سمجھ سکیں۔ اُن پر اُس علت کی حقیقت اور اُس کا ہونا اُس کے نہ ہونے سے مخفی نہ رہے اور ان قاعدوں میں سے کسی نہ کسی قاعدہ سے ملتی جلتی ہو جن سے رضا یا عدم رضا متعلق ہوا کرتی ہے۔ اس قاعدہ پر اُس علت کا خلاصہ ہو یا اُس کے قریب قریب ہو وعلیٰ ہٰذا مثلاً شراب خواری اس میں بہت سی خرابیاں کا اندیشہ ہے جن سے خدا تعالےٰ کی ناخوشی ہوتی ہے۔ شراب کی وجہ سے خدا کی جانب خالص توجہ نہیں ہوسکتی تمدن اور خانہ داری کے انتظامات سب برہم ہو جاتے ہیں یہ اکثر شراب خواری کو لازم ہوا کرتے ہیں۔ اسی واسطے شراب کی ہر قسم کو روک دینا پڑا اور جب ایک شے کے چند لوازم اور وسائل ہوں تو اُن میں سے خاص وہی امر علت قرار دیا جاویگا جس کا علت ہونا بہ نسبت اوروں کے زیادہ ظاہر ہوگا یا اسکی حالت زیادہ منضبط ہوگی یا اصل سے اُس کو زیادہ تعلق اور لزوم ہوگا وعلیٰ ہٰذا۔ مثلاً نماز قصر اور افطار روزہ کا مدار سفر اور مرض قرار دیا گیا ہے حالانکہ حرج کے اور بھی احتمالات تھے لیکن اُن کو علت قرار نہیں دیا پُر مشقت پیشوں مثلاً کاشتکاری اور آہنگری وغیرہ میں ضروری حرج ہوا کرتا ہے ان سے قصر اور افطار کی اجازت نہیں دیگئی۔ اس لئے کہ پیشہ ور انہیں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اُن کی معاش اُنہیں پیشوں پر موقوف ہوا کرتی ہے۔ ان سے اگر اجازت دیجاتی تو اطاعتِ الٰہی کے انتظامات سب ابتر ہو جاتے۔ اور گرمی سردی کا اندازہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ قرائن اور علامات سے انکی بخوبی تعیین نہیں ہوتی اسلئے وہ احتمالات معتبر کئے جاتے ہیں جو قرن اوّل میں اکثر اور مشہور تھے اور سفر و مرض کا سمجھنا کسی طرح پر مشتبہ نہیں ہوسکتا اگرچہ اب کسیقدر انہیں اشتباہ اسوجہ سے پیدا ہو گیا کہ عرب اول کا زمانہ ختم ہوگیا ہے اور لوگوں نے احتمالات میں زیادہ چھان بین کرلی شرع کی انکے ذوق سلیم جو خالص عرب کا ہوا کرتا ہے بگڑ گیا واللہ اعلم۔

باب ۶۰

ان مصلحتوں کے بیان میں جن سے فرائض اور ارکان اور آداب وغیرہ معین کئے جایا کرتے ہیں

معلوم کرو کہ جب اُمت کی درستی اور سیاست کیجائے تو ضرور ہے کہ ہر ایک قسم کی طاعت کی دو حدیں قرار دیجائیں (۱) اعلےٰ (۲) ادنےٰ۔ اعلےٰ سے یہ غرض ہے کہ اُس سے پوری طرح پر مقصود حاصل ہو جائے۔ اور ادنےٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے یہ معنی ہیں کہ اُس سے کسی قدر مقصود کا حصول ہو کہ اُس کے بعد کا درجہ لحاظ کے قابل بھی نہ ہو۔ یہ دو قسمیں اس واسطے
قرار پائی ہیں کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ لوگوں سے کوئی شے طلب کیجائے۔ اور اُن کے لئے اُس شے کے اجزا اور اُسکی صورت
اس شے مطلوب کی مقدار نہ بیان کی جائے۔ ایسا ابہام تو موضوع شریع کے خلاف ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ
تمام لوگ اُس پر مکلف کئے جائیں کہ ہر شے کے آداب اور تمام اشیا کی وہ تکمیل کریں۔ ان لوگوں کو ایسی تکلیف بمنزلہ
تکلیف بالمحال کے ہے جو کاروبار میں مصروف رہتے ہیں یا تنگ حال رہتے ہیں۔ بخوبی ان کو فراغ خاطر حاصل نہیں ہے کہ
امت کی سیاست اور انتظام کی بنیاد اعتدال پر ہے نہ نہایت درجہ پر ہر شے کی حالت کو پہنچانا۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا
کہ اعلےٰ حالت کو چھوڑ کر ادنےٰ حالت پر ہی اکتفا کریں۔ اعلےٰ حالت سابقین امت کا مسلک اور مشرب اور خدا کے مخلصین
بندوں کا مذاق اور حصہ ہے۔ ایسے درجہ کو بالکل ترک کرنا لطفِ الٰہی کے مناسب نہیں ہے اسلئے یہی ضروری ہوا کہ ادنےٰ
کی حالت کی بخوبی توضیح کر کے اُس کے ساتھ لوگ مکلف قرار دیئے جائیں اور اُس سے زائد اور اعلےٰ امور کی طرف بھی
لوگ مائل کئے جائیں۔ لیکن ہر شخص پر اُن کو ضروری نہیں قرار دینا چاہئے۔ جن امور سے لوگ مکلف کئے جاتے ہیں
اُن کے حصے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ایک حصہ تو اُس میں کسی طاعت کی مقدار ہوا کرتی ہے۔ مثلاً پنج وقت نماز و رمضان
کے روزے اور بعض امور اُس طاعت کے اجزا ہوا کرتے ہیں۔ جن کے بغیر وہ طاعت لحاظ و اعتبار کے قابل نہیں ہوا
ہوا کرتی مثلاً تکبیر۔ اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے لئے۔ ایسے اجزا کا نام ارکان ہے اور بعض امور اُس طاعت سے
خارج ہوتے ہیں لیکن بدوں اُن امور کے طاعت غیر معتبر ہوا کرتی ہے۔ ان امور کا نام شروط ہے جیسے نماز کے لئے
وضو معلوم ہونا چاہئے کہ کبھی تو کوئی شے رکن کسی سبب ذاتی اور امر طبعی کے طور پر قرار دیجاتی ہے۔ اور کبھی کسی امر عارض
کی وجہ سے پہلی صورت میں بغیر اس رکن کے طاعت کا قوام اور قاعدہ کچھ نہیں ہوا کرتا جیسے نماز میں رکوع اور سجدہ۔
اور روزہ میں کھانے پینے اور مجامعت سے باز رہنا۔ یا ایسے رکن کیوجہ سے کوئی امر مخفی اور مبہم جو اہم اور ضروری ہوا
کرتا ہے۔ صاف اور منضبط ہوجایا کرتا ہے جیسے تکبیر سے نیت کا انضباط اور استحضار ہوجایا کرتا ہے اور سورہ فاتحہ سے
دعا کا انضباط ہوجایا کرتا ہے۔ اور سلام کے ذریعے سے نماز سے باہر آنے کی صورت ایسے عمدہ کام سے منضبط ہوجایا کرتی
ہے جو وقار اور تعظیمی حالت کے منافی نہیں ہے اور جو امر عارضی کی وجہ سے رکن قرار دیئے جاتے ہیں اُن کا وجوب کسی
نہ کسی سبب سے ہوا کرتا ہے وہ نماز کے لئے اِس لئے رکن قرار دیئے جاتے ہیں کہ اُن سے نماز کی تکمیل ہوتی
ہے پوری طرح سے نماز کی غرض اُن سے حاصل ہوتی ہے۔ اُن کے تعین میں خوبی اور عمدگی ہوا کرتی ہے۔ جیسے کہ
اُس شخص کے مسلک کے موافق جو کسی سورۃ قرآنی کے پڑھنے کو رکن قرار دیتے ہیں۔ تو اُس کا رکن ہونا اِسلئے ہے
کہ قرآن خدا کے شعائر میں سے ہے۔ اُس سے بے پروائی نہیں کرنی چاہئے۔ ایسے شخص کے لئے یہ مناسب ہے
کہ اُس کی تلاوت کا اُس عبادت میں حکم دیا جائے۔ جو سب عبادتوں میں زیادہ ضروری اور موکد اور سب سے زیادہ
اُس کے پائے جانے کے موقعہ ہوں زیادہ قسم کے لوگ اُس سے مکلف ہوں۔ اور کبھی کوئی شے رکن اِس واسطے
قرار دیجاتی ہے کہ اُس کی وجہ سے دو مشتبہ چیزوں میں تمیز ہوجائے یا اُس سے مستقل شے اور اُس کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد میں فرق ظاہر ہو جائے ایسی شے کو بھی رکن کر لیتے ہیں اور اُن کی بجا آوری کا حکم دیتے ہیں جیسے رکوع سجود میں قومہ اسکی وجہ سے سر جھکانے میں جو سجدہ کا مقدمہ ہے اور رکوع میں جو مستقل تعظیم ہے فرق ہو جایا کرتا ہے۔ اور جیسے نکاح میں ایجاب وقبول۔ گواہ۔ ولی کا موجود ہونا۔ عورت کی رضا بغیر ان امور کے نکاح اور زنا میں فرق ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہی احتمال ہے کہ تعیین ارکان میں دونوں وجہیں ذاتی اور عرضی جمع ہو جائیں اور شرط کا حال بھی رکن پر ہی قیاس کر لینا چاہئے۔ اگر کوئی شے کسی وجہ سے واجب ہوا کرتی ہے اس لئے اس کو کسی شعار دینی کے لئے شرط کر دیا کرتے ہیں اس شرط سے اُسکی شان بڑھ جایا کرتی ہے یہ صورت جب ہی ہوتی ہے کہ اس شرط کے ملجانے ہی سے اُس طاعت کی کمالیت ہوتی ہو۔ مثلاً استقبال قبلہ۔ جیسے کہ خانہ کعبہ شعائر الٰہی میں سے ہے۔ اس لئے واجب التعظیم ہے اور بڑی تعظیم کی صورت یہ ہے کہ لوگ اپنی سب سے زیادہ عمدہ حالت میں اسکی جانب اپنا رُخ کریں ایک خاص سمت کیجانب خدا کی بعض نشانیاں اور شعائر ہوں رخ کرنے سے مصلی کو خدا کی حضوری میں فروتنی اور نیازمندی پر آگاہی ہوا کرتی ہے اور اس کو وہ حالت یاد آتی ہے جو مالکوں کے سامنے غلاموں کے کھڑا رہنے سے ہوا کرتی ہے اس واسطے نماز میں استقبال قبلہ کو شرط ٹھیرایا ہے۔ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر کسی خاص صورت کے اُن میں فائدہ نہیں ہوا کرتا ہے اس واسطے اُس ہیئت کو اسکی شرط کر دیا کرتے ہیں مثلاً نیت کا اعمال پر اثر جب ہی ہوا کرتا ہے کہ وہ نفسانی حالت کی تصویر ہوں اور نماز نیاز کی تصویر ہوا کرتی ہے اور بغیر نیت کے نیاز کوئی شے نہیں ہے اور ایک دوسری صورت کے لحاظ سے استقبال قبلہ بھی ایسا ہی ہے دل کا باحضور اور متوجہ ہونا ایک مخفی امر تھا اس لئے بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہونا جو کہ خدا کے شعائر میں سے ہے بجائے حضور دل کے قرار دیا گیا۔ اور مثلاً وضو۔ ستر ڈھانکنا۔ بیہودگی کو ترک کرنا۔ اس لئے کہ دلی تعظیم ایک مخفی امر تھا اس کے لئے وہ حالتیں اس دلی تعظیم کے قائم مقام کی گئیں۔ جن کا سلاطین اور اُن کے پایہ کے لوگوں کی حضوری میں لوگ لحاظ کیا کرتے ہیں۔ اور اُن کو آداب تعظیمی سے شمار کرتے ہیں۔ یہ امور اُن کے دلنشین ہو گئے ہیں۔ عرب اور عجم کے باشندوں نے ان پر اتفاق کر لیا ہے:

جب بعض طاعات منجملہ فرائض کے معین کی جائیں تو چند اصول پر لحاظ کرنا ضرور ہے۔ اول یہ کہ لوگوں کو صرف آسان امر کی تکلیف دینی چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو ہر نماز کے وقت انکو مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ اس حدیث کی ایک دوسری حدیث سے تفسیر ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا ہے کہ اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو جیسے میں نے ہر نماز کے وقت وضو کو فرض کیا ہے۔ ایسے ہی مسواک کو فرض کر دیتا اور ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مقدار کے متعلق لوگوں کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ اس کو فروگذاشت کرنا خدا کی شان میں کوتاہی کرنا ہے۔ بعد یہ امر اُن کے دلوں میں اس لئے خوب جم جائے کہ وہ شے انبیاء علیہم السلام سے منقول ہوتی چلی آتی ہو سلف کا برابر اُس پر اتفاق رہا ہو۔ یا ایسے ہی امور اور بھی ہوں تو ایسی حالت میں کہ مقتضائے حکمت یہی ہے کہ جیسے لوگوں نے اس کو اپنے ذمہ واجب ٹھیرا لیا ہے۔ اُن پر وہ شے واجب ہی کر دی جائے۔ جیسے اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل پر حرام کر دیا گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں قیام کی نسبت فرمایا کہ مجھ کو اندیشہ ہو گیا کہیں یہ قیام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ اور ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب تک کوئی شئے خوب صاف صاف اور ظاہر اور منضبط نہ ہو لوگ اس کے ساتھ مامور نہ کئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حیا اور تمام اخلاق حالانکہ اسلامی شعبے ہیں اسلام کے ارکان میں نہیں قرار دئیے گئے۔ اور ادنےٰ طاعت کی حالت آرام اور آسائش اور تنگی کی وجہ سے مختلف ہوا کرتی ہے طاقت رکھنے والے کیلئے قیام کو رکن نماز مقرر کیا ہے لیکن ناتوان کے لئے بیٹھنے کو قیام کا جانشین ٹھیرایا ہے۔ اور ایسے ہی طاعت مداعلےٰ میں کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے زیادتی ہو جایا کرتی ہے بعض نوافل فرائض کے ہم جنس سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے سنن آداب و رواتب میں (مغرب کی سنتیں، نماز تہجد۔ ہر ماہ میں تین تین روزے۔ اور مستحب صدقات وغیرہ اور کیفیت کی زیادتی اس طرح ہوتی ہے کہ نماز خاص سنتیں اور ذکر اور اطاعت کے نامناسب امور سے باز رہنا۔ امور تکمیل کے لئے طاعت میں ضروری قرار دئیے جاتے ہیں۔ ان کی بجا آوری سے مکمل صورت میں طاعت ادا کیجاتی ہے جیسے جوڑ بند کا میل وغیرہ سے پاک صاف رکھنے کا وضو میں حکم دیا جاتا ہے تاکہ نظافت بخوبی حاصل ہو جائے اور دائیں جانب سے ابتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے نفس میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور طاعت کا خیال اس میں پیدا ہوتا ہے نفس جب طاعت کی اس طرح بجا آوری کرتا ہے جیسے مہتم بالشان امور کی کرتا ہے اس سے اس کی توجہ پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جب کوئی شخص کسی خلق کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے وہ قصد کرتا ہے کہ یہ خلق اس کی رگ و پے میں سرایت کر جائے تو اس کے حصول کا ذریعہ یہی ہے کہ اس کے مناسب جو جو افعال اور مناسب امور ہوں ان سب کا التزام کرے اگرچہ وہ تمام لوگوں کی نظر میں ادنےٰ اور ناقابل اعتبار ہی کیوں نہ ہوں جس کو شجاعت کی مشق اور ورزش کا اہتمام ہوتا ہے وہ نہ دلدلوں میں چلنے سے جھجکتا ہے نہ آفتاب کی گرمی اور نہ شب تاریک میں چلنے سے باک کرتا ہے ایسے ہی جس کو حضور خداوندی میں عجز و نیاز کی مشق منظور ہوتی ہے وہ تمام تعظیمی حالتوں کی مودبانہ حفاظت کرتا ہے۔ رفع ضرورت کیوقت نہایت شرمگین اور سرنگون طور پر بیٹھتا ہے خدا کے ذکر کے وقت اپنے تمام پاؤں کو وہ سمیٹ لیتا ہے۔ اور جس کو اعتدال اور مرتبہ عدالت کی ورزش مقصود ہوتی ہے وہ ہر چیز کو اسی کا حق ادا کرتا ہے کھانے اور پاکیزہ چیزوں کیلئے داہنے ہاتھ کو۔ اور نجاست دور کرنے کے لئے بائیں کو خاص کرتا ہے اور یہی راز تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ بڑے کو مسواک دو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں۔ اتنے میں دو شخص آئے ان میں سے ایک بڑا تھا میں نے مسواک چھوٹے کو دیدی۔ اس وقت مجھ سے کہا گیا کبر کبر یعنی بڑے کو دو۔ ایسے ہی حویصہ اور محیصہ (مسعود کے دو بیٹوں کا نام ہے) کے قصہ میں آپ نے فرمایا بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو (جنگ خیبر میں جب ابن سہیل قتل ہو گئے اور کوئی ان کا قاتل معلوم نہ ہوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عبدالرحمن مقتول کے بھائی اور مسعود کے دونو بیٹے آئے عبدالرحمن نے گفتگو شروع کر دی لیکن وہ عمر میں چھوٹے تھے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کبر الکبر (بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو) حدیث میں وارد ہوا ہے ان الشیطان یاکل بشمالہ (شیطان بائیں ہاتھ سے کھایا کرتا ہے) اور ایسے ہی اور جگہ بھی شیاطین کی طرف بعض افعال کی نسبت کی گئی ہے۔ اسکے معنی خدا تعالےٰ نے مجھ کو یہ سمجھائے ہیں کہ شیاطین کو خدا تعالےٰ نے قدرت دی ہے کہ خواب میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا بیداری کی حالت میں لوگوں کی نظر کے سامنے ایسی شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو ان کی مزاجوں کے موافق ہوتی ہیں وہ شکلیں ان حالات کا بھی مقتضا ہوا کرتی ہیں جو شکل بننے کیوقت شیاطین پر طاری ہوتی ہیں جن لوگوں کا وجدان سلیم ہوتا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ شیاطین کی مزاجی حالت کیوجہ سے بدکاریاں اور ایسے ایسے کام سرزد ہوتے ہیں جن میں سنگی اور تنگدلی پائی جایا کرتی ہے ناپاکیوں سے وہ حالت قریب کر دیتی ہے۔ ذکر الٰہی میں اُن کی وجہ سے سنگدلی ہوا کرتی ہے جتنے انفعالات پذیر اور گزیدہ ہیں ان میں اُس حالت کی وجہ سے ابتری ہوا کرتی ہے۔ بدکاریوں سے ہماری مراد ایسے افعال ہیں جن سے لوگوں کے دل نہایت بیزار ہوں۔ اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں وہ زبان سے اُن افعال پر لعن طعن کریں۔ یہ لوگوں کا قدرتی طریقہ ہے جو صورت نوعیہ کے فیضان سے اُن میں پیدا ہوا ہے۔ تمام فرقے اس میں برابر ہیں۔ ایسے آثار کسی قومی رسم و رواج کی پابندی یا کسی خاص مذہبی اثر سے نہیں ہوا کرتے۔ مثلاً اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے گرفت کرنا۔ کودنا۔ ناچنا۔ اپنی دبر میں انگلی داخل کرنا۔ اپنی داڑھی کو تھوک سے آلودہ کرنا۔ ناک کان کٹا ہونا یا سیاہ رو ہونا۔ لباس کو الٹا پہننا قمیص کا اوپر والا حصہ نیچے کر لینا یا کسی چوپایہ پر سوار ہو کر اُن کی دم کیطرف اپنا منہ کر لینا۔ یا ایک پاؤں میں موزہ پہنکر دوسرا برہنہ چھوڑ دینا ایسے ہی اور افعال ہیں۔ جنکو دیکھتے ہی ہر شخص لعنت وملامت کرتا ہے۔ بعض واقعات میں میں نے خود شیاطین کو ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور سبک کاموں سے میری غرض یہ ہے مثلاً اپنے کپڑے یا لنگر لنگو بیہودہ طور پر لوٹ پوٹ کرنا۔ بدنما طور پر ہاتھ پاؤں کو ہلانا۔ بہرحال خداوند کریم نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ان افعال کو منکشف کیا کہ یہ شیطانی مزاجوں کے میلان اور اقتضا سے ہوا کرتے ہیں جب کسی کو خواب یا بیداری میں شیطان کی صورت نظر آتی ہے تو ایسے حرکات اس میں ہوا کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو شیاطین اور شیطانی حالتوں سے گریز کرنا چاہیئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال اور صورتوں اور اُن کی زشتی کو بیان فرمایا۔ اور ان سے محترز رہنے کا حکم دیا اسی بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قضائے حاجت کے موقعوں پر شیاطین آموجود ہوتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان لوگوں کی مقعدوں سے بازی کیا کرتا ہے اور جب انسان آہ آہ کرتا ہے تو شیطان خوب ہنستا ہے اور ملائکہ کی حالتوں کی جو رغبت لوگوں کو دلائی گئی ہے۔ اُس کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسی ملائکہ صفیں باندھتے ہیں ویسی ہی تم کیوں نہیں باندھتے ابواب آداب کے متعلق یہ ایک دوسرا قاعدہ ہے۔ معلوم کرو کہ جب کوئی شے فرض کفایہ مقرر کیجاتی ہے تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اگر سب لوگ اس کو متفقانہ طور پر کرنے لگیں تو انتظام معاش برہم ہو جائے۔ اُن کی تدابیر نافع معطل ہو جائیں۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ ایک کام کے لئے خاص کر دیئے جائیں اور اوروں سے کوئی دوسرا کام لیا جائے مثلاً اگر عام لوگ زراعت اور تجارت کے تمام کاروبار چھوڑ کر جہاد پر ہی اتفاق کر لیں تو معاش برہم ہو جائیگی اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ بعض کو جہاد کا کام سپرد کر دیا جائے اور کسی کو زراعت کا۔ بعض کو تجارت کا۔ کوئی تعلیم علوم کی خدمت کرے۔ اس لئے کہ کسی شخص کو کسی امر میں آسانی ہوتی ہے۔ کسی کو کسی میں۔ اور نام محض اور تسمیں نہیں بتا سکتیں کہ وہ کس چیز کے قابل ہے تاکہ حکم کا وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاء علیہ ہو سکے۔ فرض کفایہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ اُس سے انتظامی حالت درست رہے اسکی فروگذاشت سے کوئی نفسانی ابتری اور بہیمیت کا غلبہ نہ ہو مثلاً قاضی ہونا۔ علوم دین کی تعلیم۔ خلافت کا انتظام یہ سب امور انتظاماً مقرر ہوئے ہیں۔ ایک شخص اُس کے تکفل کے لئے بس کرتا ہے۔ اور جیسے بیماروں کی عیادت نماز جنازہ اس واسطے شروع ہوئے ہیں کہ اُن سے بیماروں اور مردوں کی تضیع نہ ہو بعض لوگ اگر اس کو پورا کر دینگے۔ تو مقصود حاصل ہو جاویگا۔ واللہ اعلم۔

باب ۶۱
اوقات کے اسرار میں

اُمت کی سیاست بغیر اسکے پوری نہیں ہوا کرتی۔ کہ اُن کے لئے طاعتوں کے اوقات معین کر دیئے جائیں تعین اوقات میں اصلی امر فراست اور حدس ہے جس سے مکلفین کی حالت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس سے وہ چیز اختیار کر لیجاتی ہے جو لوگوں پر گراں نہ ہو اور اُس سے مقصود حاصل ہو جائے۔ اور اسکے علاوہ تعین اوقات میں اور بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہوا کرتی ہیں۔ جن کو راسخین فی العلم ہی جانتے ہیں۔ لیکن تین قاعدوں پر اُس کا استنباط ہوا کرتا ہے اولاً یہ کہ اگرچہ خداوند کریم زمانے سے برتر ہے لیکن آیات اور احادیث باہم ایک دوسرے کی اس امر میں مؤید ہیں کہ خدا تعالےٰ بعض اوقات میں اپنے بندوں سے قریب ہوا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات میں لوگوں کے اعمال خدا تعالےٰ پر پیش ہوا کرتے ہیں بعض اوقات میں وہ بعض بعض حوادث کو دنیا میں مقرر اور مقدر کیا کرتا ہے۔ وعلیٰ ہذا اور جدید حالات کو بھی سمجھ لو۔ اگرچہ ان سب امور کی اصلی حقیقت خدا تعالےٰ ہی کو معلوم ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شب کو تہائی رات رہی ہمارا پروردگار آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یک شنبہ اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال خدا کی حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نصف شعبان کی شب میں طلوع کیا کرتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس شب میں خدا تعالےٰ ورلے آسمان پر نزول کرتا ہے۔ اس بات میں اکثر حدیثیں وارد ہیں۔ جو کہ معلوم ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ یہ امر ضروریات دین سے ہے کہ بعض خاص خاص اوقات میں زمین پر روحانیت پھیلا کرتی ہے اور اُس میں ایک مثالی قوت کا ظہور ہوتا ہے قبول طاعات اور قبولیت دعا کے لئے اِن اوقات سے عمدہ اور مناسب وقت کوئی نہیں ہوا کرتا ہے ان اوقات میں ایک ادنےٰ سعی کرنے سے نہایت وسعت کے ساتھ قوتِ بہیمیہ ملکی طاقت کے مطیع ہو جایا کرتی ہے اور ملاء اعلےٰ اس روحانیت اور مثالی قوت کے پھیلنے کا اندازہ آسمانی دوروں سے نہیں کیا کرتے۔ بلکہ اپنے ذوق و وجدان سے اسکو معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ اُنکے دلوں میں اولاً کوئی شئے منطبع ہوتی ہے۔ اس سے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی روحانیت پھیلنے والی ہے اور کسی حکم الٰہی کا نزول ہونے کو ہے۔

حدیث شریف میں اس کا بیان آیا ہے کہ فرشتوں کے پروں کی آواز ایسی معلوم ہوا کرتی ہے جیسے کوئی آہنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زنجیر ملکنے پتھر پر مارتا ہے۔ بمنزلتہ سلسلتہ علی صفوان۔

انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر بھی یہی علوم ملاء اعلیٰ کیجانب سے منقش ہوتے ہیں اور وہ ان کو وجدانی قوت سے معلوم کر لیا کرتے ہیں آسمانی دوروں کا انکو حساب لگانا نہیں پڑتا۔ اس کے بعد انبیاء اس موقع کے قرار دینے میں کوشش کرتے ہیں۔ جہاں اُس ساعت کے ہونے کا احتمال ہوا کرتا ہے اُس کے تعین کے بعد لوگوں کو حکم کرتے ہیں کہ اُس ساعت کا لحاظ رکھیں اور اُسکی حفاظت کریں بعض ساعتوں کا دورہ سال کے دورہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم۔ امرا من عندنا انا کنا منذرین (ہم نے قرآن کو مبارک شب میں نازل کیا ہے۔ ہم بُرائیوں سے لوگوں کو ڈرانے والے تھے ہمارے حکم سے اُس میں مضبوط کام جدا جدا کئے جاتے ہیں۔ ہم ہی پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں) اور اُس ساعت میں پہلے آسمان میں قرآن کی روحانیت متعین ہو گئی تھی۔ اسپر اتفاق ہے کہ ماہ رمضان میں یہ تعین ہوا تھا۔

اور بعض اوقات کا دور ہفتہ کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تھوڑا سا وقت ہے۔ اُس میں دعا اور طاقتوں کی قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے۔ اور جب لوگ عالم معاد کی طرف رجوع کرینگے تو اسی وقت خدا تعالےٰ اُن پر تجلی کرتا ہے۔ اسی ساعت میں لوگوں کو خدا سے قرب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ وقت جمعہ کے روز واقع ہوتا ہے۔ اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے استدلال فرمایا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے واقعات جمعہ کو ہی ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی اسی روز ہوئی تھی اور نیز بہائم کو ملائکہ سفلی کے ذریعہ سے اس ساعت کی عظمت معلوم رہتی ہے اس وقت وہ خوف زدہ اور ایسے مرعوب رہتے ہیں۔ جیسے کوئی سخت آواز سے خوف زدہ رہتا ہے۔ جمعہ کے روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو مشاہدہ کیا تھا۔ اور بعض اوقات کا دور روزانہ دور کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور روحانیتوں کی نسبت اُس وقت کی روحانیت کسی قدر ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اور ارباب ذوق جو ملاء اعلےٰ سے حاصل کیا کرتے ہیں۔ انکا اتفاق ہے کہ روزانہ ایسے اوقات چار ہیں (۱) کسی قدر آفتاب سے پیشتر (۲) ٹھیک آفتاب کے ٹھیرنے کے بعد (۳) غروب آفتاب کے بعد (۴) نصف شب سے صبح تک۔ خاص اُن اوقات میں اور کسی قدر اُن سے آگے پیچھے روحانیت پھیلتی ہے۔ اور برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ روئے زمین میں کوئی اہل مذہب ایسے نہیں ہیں جو واقف نہ ہوں کہ ان وقتوں میں عبادت زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ لیکن مجوس نے دین کی تحریف کر لی تھی۔ اور خدا کو چھوڑ کر آفتاب کی ان وقتوں میں پرستش کرنے لگے تھے۔ اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تحریف کو روک کر ان اوقات کو ایسے وقتوں سے بدلدیا جو ان اوقات سے کچھ دور بھی نہ تھے۔ اور اصلی غرض بھی اس تبدیلی سے فوت نہ ہوتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ شب میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر وہ بندہ مسلمان کو ملجائے اور دنیا و آخرت میں کسی بھلائی کی وہ دعا کرے تو خدا قبول فرماتا ہے ہر شب کو یہ ساعت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نصف شب کی نماز سب نمازوں سے افضل ہے لیکن اُسکے پڑھنے والے لوگ کم ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی کہ کونسے وقت دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نصف شب میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ آسمان کے دروازے مفتوح ہوتے ہیں۔ اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ اور آپ نے فرمایا کہ فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔ ان مضامین کی طرف خدا تعالےٰ نے بھی اپنی محکم کتاب میں اشارہ فرماتا ہے فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظھرون (خدا کی پاکی ہے جس وقت کہ تم شام کرتے ہو اور جس وقت کہ تم صبح کرتے ہو اور آسمانوں اور زمین میں خدا کی تعریف ہے شام کے وقت اور جبکہ تمہارا وقت ظہر آتا ہے) اس بات کے متعلق نصوص بکثرت ہیں۔ وہ امور معلوم ہیں میں نے اسکے متعلق بڑے بڑے مشاہدہ کئے ہیں۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ٹھیک وقت وہ ہے کہ تمام طبعی تشویشات سے آدمی فارغ ہو۔ زیادہ گرسنگی۔ زیادہ تشنگی۔ زیادہ سیری۔ نیند کا زیادہ غلبہ نہ ہو۔ سستی نہ ہو بول وبراز کی حاجت نہ ہو۔ ایسی خیالی پریشانیوں سے بھی آدمی کو آزادی ہو۔ لغو اور بیہودہ گفتگوؤں سے کان۔ اور مختلف صورتوں۔ اور پریشان کرنیوالی رنگتوں سے آنکھ بھری ہوئی نہ ہو۔ اور اسی قسم کی تشویشوں کے اقسام سے تنہائی ہو یہ فراغ اور آزادی عادات کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ لیکن جو عرب اور عجم اور نیز ترکی اور مغربی لوگوں کے بمنزلہ طبعی طریقہ کے ہوگیا ہے وہ اس قابل ہے کہ نوامیس کلی میں اس کو دستور العمل قرار دیں۔ اور اس سے مخالف شاذ ونادر ہی ہوا کرتا ہے۔ وہ صبح اور شام کا وقت ہے اور جب آدمی سونے کا قصد کرتا ہے تو اسوقت ضرورت ہوتی ہے کہ مشغلوں سے جو چرک طبیعت میں جم جاتا ہے۔ وہ صیقل سے دور کردیا جائے اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ عشا کے بعد لوگ قصہ اور شعر نہ پڑھا کریں۔ سیاست امت کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ اس کا حکم دیا جاسے کہ کچھ زمانے کے بعد نفس میں نماز کی آمادگی اور طیاری پیدا ہوتی رہے تاکہ نماز کا انتظام اور اس کی طیاری نماز پڑھنے سے پہلے اور نماز کا بقیہ نور اور رنگ نماز پڑھنے کے بعد نماز کے حکم میں سمجھا جائے۔ اور اسی طرح پر اگر تمام اوقات کا استیعاب نہ ہوسکے تو اکثر اوقات کا استیعاب ہوجائی یا سا دقسم ہی تجربہ کیا ہے کہ جو شخص نماز شب کے قصد سے سوتا ہے وہ تہجد ہیں مستغرق نہیں ہوتا اور جس شخص کا دل کسی عمدہ تدبیر دنیوی یا کسی نماز کے وقت میں یا کسی وظیفہ میں نافہ ہوجانے کی متعلق رہتا ہے تو بھی حالت اس کی محیت نہیں ہوا کرتی سو اسکے لئے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص خواب سے جاگے اور پڑھے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علےٰ کل شئی قدیر وسبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس کے بعد کہے رب اغفر لی خدا اس کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر شخص وضو کرکے نماز پڑھ لیگا۔ تو اس کی نماز بھی مقبول ہوگی۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (وہ ایسے لوگ ہیں جن کو نہ تجارت نہ خرید وفروخت خدا کی یاد سے غافل کرتی ہے) اور یہ مناسب ہے کہ دو وقتوں کے درمیان چوتھائی روز کا فاصلہ دیا جاسے اتنے عرصہ میں تین گھنٹہ کی مہلت ہوجائیگی اور عرب اور عجم کے ہاں جو تقسیم شب وروز کی ہے اس تقسیم کا یہ تین گھنٹہ مقدار مشتمل کی۔ اقل حد کثرت ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے شب وروز کے حضرت نوح علیہ السلام نے حصے کئے تھے۔ ان کے بعد ان کی اولاد برابر یہی حصے کرتی آئی ہے تیسرا قاعدہ اوقات میں یہ ہے کہ عبادت ادا کرنیکا وقت ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے خدا کی نعمتوں میں سے کسی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعمت کی یاد آجائے مثلاً روز عاشورہ میں خدا تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتحمند کیا تھا انہوں نے اس کے شکریہ میں خود بھی روزہ رکھا تھا اور اوروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور جیسے ماہ رمضان میں قرآن مجید نازل ہوا اور ملت اسلام کے ظہور کی ابتدا اُس سے ہوئی یا اُس عبادت سے انبیاء علیہم السلام کی طاعت اور عبادت یعنی گاہی اور خدا نے جو اُس بندگی کو اُن سے قبول کر لیا تھا یاد آتی ہو مثلاً بقر عید کی نماز سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا قصہ اور بھیڑی ذبح کرنے سے اُن کے فدا کرنے کا حال یاد آجاتا ہے یا اُس وقت کی عبادت سے دین کے بعض نشانات کی شان اور مرتبہ معلوم ہوتا ہے جیسے عید الفطر کو نماز پڑھتے ہیں خیرات کرتے ہیں اس سے رمضان کی ایک شان معلوم ہوتی ہے اور خدا نے اپنے بندوں کو جو عبادت کی توفیق دی تھی اُس کے ادائے شکر کی بھی ایک شان معلوم ہوتی ہے اور نیز جیسے بقر عید کے روز حجاج کی حالت سے ایک قسم کی مشابہت ہو جایا کرتی ہے اور جو رحمتیں خدا تعالےٰ نے حجاج کے لیے مقرر کی ہیں اُن کو اپنے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے یا اُن صلحا کا جن کی نیکی پر تمام استون کی زبان پر شہادت دی گئی ہوتی ہے یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ ان اوقات میں اطاعت خداوندی اور عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ جیسے نماز پنجگانہ کے اوقات حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارا وقت ہے اور انبیاے سابقین کا وقت بھی یہی تھا اور جیسے رمضان شریف کی نسبت ارشاد الٰہی ہے۔ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم (تم پر روزے ایسے ہی فرض ہوئے جیسے اگلے لوگوں پر فرض ہوئے تھے) تفسیر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے اور ہمارے متعلق روز عاشورہ کا بھی یہی حال ہے یہ تیسرا قاعدہ اکثر اوقات میں ملحوظ ہے لیکن وہ دونوں پہلے قاعدے اوقات کے اصل الاصول ہیں واللہ اعلم۔

باب ۶۲

اعداد اور مقداروں کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ شرع میں جو ایک چیز کی مقدار معین کر دی ہے اور اسکی دوسری نظیر کی وہ مقدار معین نہیں کی ہے تو اسکی حکمتیں اور مصلحتیں خاص ہیں۔ اگرچہ ہر شئے کے معین کرنے میں پورا اعتماد قوت قدس پر ہے جس سے مکلفین کی حالت اور وہ امور معلوم ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کی سیاست کے مناسب اور لائق ہیں لیکن مصلحتوں کی انتہا تین قاعدوں پر ہے

(۱) یہ کہ طاق کا عدد مبارک ہے جب تک یہ کافی ہو سکیگا دوسرے عدد کی طرف تجاوز نہ کرینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک خدا طاق ہے اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے پس اے قرآن پڑھنے والو۔ وتر نماز پڑھا کرو۔ اسمیں راز یہ ہے کہ ہر کثرت کی ہدایت وحدت سے ہوا کرتی ہے اور طاق عدد تمام کثرت کے درجوں میں وحدت سے زیادہ قریب ہوا کرتا ہے اسواسطے کہ جو مرتبہ عدد کا فرض کیا جائے اس میں ایک غیر حقیقی وحدت شامل ہوا کرتی ہے جس سے وہ مرتبہ مرتبہ قرار پاتا ہے مثلاً اس کا مرتبہ چند وحدتوں کا مجموعہ ہے جو ملکر ایک عدد بنگیا۔ پانچ اوپر پانچ کا نام دس نہیں ہے اسی پر اور عددوں کو بھی قیاس کر لو۔ ان مراتب عددی میں بھی غیر حقیقی وحدۃ وحدۃ حقیقی کا نمونہ اور اس کے جانشین ہے اور طاق عدد میں یہ غیر حقیقی وحدۃ بھی ہوا کرتی ہے اور اُس کے ساتھ اسی قسم کی ایک اور وحدت بھی ہوتی ہے یعنی وہ عدد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مساوی کی طرف منقسم نہ ہوا۔ اس لئے بہ نسبت عدد جفت کے عدد طاق وحدت سے زیادہ قریب ہے۔ چونکہ خدا تمام موجودات کا مبدا ہے۔ اس لئے موجود شے اپنے مبدا سے زیادہ قریب ہوگی۔ وہ گویا حقتعالیٰ سے زیادہ قریب ہوگی۔ اسلئے جسمیں وحدت کمال درجہ ہوگی۔ اس میں خلق الٰہی کا ایک نمونہ ہوگا۔ جاننا چاہیئے کہ عدد طاق کے مختلف مرتبے ہیں۔ بعض عدد طاق جفت کے مشابہ ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً نو اور پانچ کا عدد ان دونوں سے صرف ایک ہندسہ دور کرتے ہی دو جفت عددوں میں انقسام ہوتا ہے اور نو کا ہندسہ اگرچہ دو برابر حصوں میں منقسم نہیں ہوتا ہے لیکن اسکے برابر برابر تین حصے ہوسکتے ہیں ایسے ہی بعض جفت ہندسہ طاق کے مشابہ ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً بارہ تین بار چار چار عدد لینے سے حاصل ہوتا ہے اور چھ کا ہندسہ دو کو تین بار لینے سے بنتا ہے اور تمام طاق اعداد میں امام اور جفت کی مشابہت سے نہایت دور ایک کا عدد ہے اور اس ایک کے بعد اسکے وارث اور جانشین تین اور سات کے اعداد ہیں اور جو اعداد ان کے علاوہ ہیں وہ ایک عدد کے خاندان اور امت میں سے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر ایک اور تین اور عدت کے عدد کو پسند فرمایا ہے اور جب بتقضائے حکمت ان اعداد سے زیادہ کسی اور عدد کا حکم دیا گیا ہے تو وہ اختیار کیا گیا جو ان کی ترقی دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کی ترقی سے دس اور سو اور ہزار نیز گیارہ حاصل ہوتا ہے اور تین کی ترقی سے تیس اور تینتیس اور تین سو حاصل ہوتے ہیں اور سات کی ترقی سے ستر اور سات سو حاصل ہوتے ہیں جو عدد ترقی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ وہ گویا بالعینہ وہی عدد ہوتا ہے جس کو بڑھایا ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سو کلموں کا پڑھنا مسنون فرمایا ہے۔ پھر تین تین مرتبہ تینتیس تینتیس پر اس کو تقسیم کر دیا ہے اور تاکہ پوری حالت طاق کی ہوجاوے اور انتہا طاق عددوں کی امام یا جانشین کی طرف ہو ایک کو زاید کر دیا ہے اور اعداد کی طرح ہر ایک مقولہ جوہر اور عرض کے لئے بھی ایک امام اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ مثلاً نقطہ بمنزلہ امام کے ہے اور دائرہ اور کرہ اس کے جانشین ہیں۔ اور امام سے بہ نسبت اور شکلوں کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ میرے والد قدس سرہٗ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ انہوں نے ایک بڑے واقع کا معائنہ کیا۔ اس واقع میں حیوۃ۔ علم۔ ارادہ اور تمام صفات الٰہیہ یا انہوں نے فرمایا کہ الحی العلیم۔ المرید اور تمام اسماے الٰہیہ۔ ان دونوں میں مجھ کو ٹھیک معلوم نہیں کہ کیا فرمایا۔ بہر حال یہ صفات یا اسماء نہایت نورانی دائروں کی شکل میں سامنے آئے پھر انہوں نے مجھ کو آگاہ کیا کہ بسیط اشیاء کا اشکال کی صورت میں پیش ہونا انہیں اشکال میں ہوا کرتا ہے۔ جو نقطہ سے زیادہ قریب ہوں اور ایسی شکل سطح میں دائرہ اور جسم میں کرہ ہوا کرتے ہیں انتہی کلامہ۔ جاننا چاہیئے کہ وحدت کا عالم کثرت میں نازل ہونا عالم مثال کے خاص تعلقات اور ارتباطوں کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور انہیں تعلقات کی وجہ سے تمام واقعات صورت پکڑا کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے زبانِ قدم کا ترجمان انہیں ارتباطات کا لحاظ رکھا کرتا ہے۔

دوسرا قاعدہ ان اعداد کے راز ظاہر کرنے میں جن کا بیان ترغیب یا ترہیب کے موقع میں آیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیکی اور برائی کے عادات پیش کئے جاتے ہیں نیکی کے فضائل اور برائی کے عیوب آپ پر منکشف ہوتے ہیں۔ خدا تعالے جس طرح آپ کو بتاتا ہے ویسے ہی آپ بیان کر دیتے ہیں انکشاف کیوقت جس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز کا جو حال آپ کو معلوم ہوتا ہے۔ اُس کا عدد آپ بتا دیتے ہیں۔ اس عدد میں اُس امر کا منحصر ہونا مقصود نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے سب اچھے اور برے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے۔ تو اُن کے عمدہ اور نیک اعمال میں سے میں نے راستہ میں سے کسی اذیت کو دور کرنا بھی پایا۔ اور اُن کے برے اعمال میں سے مسجد میں لعاب دہن کو پایا جو مسجد میں بغیر دبائے ویسے ہی چھوڑ دیا جائے اور نیز آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کے اجر میرے سامنے پیش ہوئے حتے کہ وہ خاشاک بھی جس کو آدمی مسجد میں سے باہر نکال دیتے ہیں پیش کیا گیا۔ اور میری امت کے گناہ بھی مجھ پر پیش ہوئے اُن میں میں نے اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں پایا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد ہو اور اُس کو وہ بھلا دے۔ اسی قاعدہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو قیاس کرنا چاہیئے کہ تین شخصوں کو دو دو اجر ملینگے اول اہل کتاب جو اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لایا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرے کسی کا غلام خدا کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی۔ تیسرے وہ شخص جس کے پاس کوئی کنیزک ہو وہ اُس سے ہمبستر ہوتا تھا پھر اُس کو ادب سکھایا اور اچھی طرح اسکو تعلیم دی اور اسکو آزاد کر کے نکاح کر لیا اسکو بھی دو اجر ملینگے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخصوں سے خدا تعالے کلام نہ کریگا۔ نہ اُس کو ستھرا کریگا۔ ایک بوڑھا آدمی زانی۔ دوسرے جھوٹا بادشاہ تیسرے متکبر عالم۔

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ چالیس خصلتیں ہیں اُن سب میں سب سے زیادہ دودھ کی بکری کسی کو دیدینا ہے۔ تاکہ وہ شخص اُسکے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھالے اور پھر یہ شخص اسکو واپس لے لے۔ ان چالیس میں سے جو شخص ایک خصلت کو بھی بامید ثواب اور اُسکے وعدہ کی تصدیق کرنے کیلئے کریگا۔ خدا اُسکو جنت میں داخل کریگا اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عمل کے فضائل یا کسی شے کے اجمالی حصے ظاہر ہوتے ہیں تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فضائل کے منضبط کرنے کی وجہ قائم کرنے میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اور اُسکے لئے ایسا عدد مقرر کرتے ہیں جو کثیر الوقوع یا عظیم الشان وغیرہ ہوا کرتا ہے اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو کہ تنہا نماز پڑھنے پر جماعت کی نماز کو ستائیس درجہ فضیلت ہے صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ اس لئے کہ ستائیس کے عدد کو تین میں ضرب دینے سے پھر مضروب فیہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جماعت کے فائدے تین قسم کے تھے ایک وہ جس کا اثر خود نمازی کے جسم پر ہوتا ہے۔ اُس میں تہذیب آجاتی ہے۔ قوت ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور بہیمی طاقت دب جاتی ہے اور ایک حصہ کا اثر لوگوں کی جماعت پر ہوتا ہے کہ ایک مبارک روش اُن میں پھیلتی ہے۔ لوگ اُس میں ایک دوسرے سے زیادہ شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے اُن میں تہذیب آتی ہے اور سب ملکر متفقانہ برتاؤ کرتے ہیں اور ایک حصہ کا اثر ملت مصطفوی پر پڑتا ہے کہ اسمیں اصلی شادابی اور تروتازگی رہتی ہے تحریف یا سستی اس میں نہیں ملسکتی۔ اور نیز پہلے حصہ میں تین منفعتیں ہیں۔ بارگاہ خداوندی اور ملاء اعلے سے نزدیکی اُنکے لئے نیکیاں مندرج کیجاتی ہیں۔ اور اُن سے برائیاں دور کی جاتی ہیں۔ ایسے ہی دوسرے حصہ میں بھی تین منافع ہیں۔ لوگوں کے خاندان اور شہر کا منتظم رہنا دنیا میں اُن پر برکتوں کا نازل ہونا۔ آخرت میں ایک دوسرے کے لئے شفاعت کرنا۔ اور تیسرے حصہ میں بھی تین امر پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منفعت ہیں۔ ملا ملائی کی اتفاقی کوشش کا جاری ہونا۔ خدا کی ورازرسی کو لوگوں کا پکڑنا بعض لوگوں کے انوار کا بعض پر پرتو پڑنا۔ اور اُن نو اموریں سے ہر ایک میں بھی تین تین خوبیاں ہیں خدا تعالے کی لوگوں سے خوشنودی۔ فرشتوں کا پر رحمت بھیجنا شیاطین کو لوگوں سے روپوشی۔ اور ایک روایت میں بجائے ستائیس کے پچیس کا عدد آیا ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ جماعت میں پچیس خوبیاں ہیں۔ اول لوگوں کا استقلال۔ دوسرے لوگوں کی جماعت میں باہمی الفت۔ تیسرے اُن کی مذہب کی پائیداری۔ چوتھے فرشتوں کا محفوظ ہونا۔ پانچویں لوگوں سے شیاطین کا روپوش ہونا اور ان پانچ میں سے ہر ایک صورت میں پانچ پانچ خوبیاں ہیں (۱) خداوند عالم کی خوشنودی (۲) دنیا میں لوگوں کا بابرکت ہونا (۳) ان کیلئے نیکیوں کا لکھا جانا (۴) خطاؤں کی معافی (۵) آنحضرت اور فرشتوں کی اُن کے لئے شفاعت کرنا۔ وجوہ ضبط کیلئے ان روائتوں میں اختلاف ہوگیا ہے کبھی کسی شے کی عظمت اور بڑائی ظاہر کرنے کو کوئی عدد لایا کرتے۔ ایسے موقعہ پر عدد کا اظہار صرف مثالی طور پر ہوا کرتا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ لوگ کہا کرتے ہیں فلاں شخص کی محبت میرے دل میں پہاڑ کی برابر ہے یا فلاں شخص کا مرتبہ آسمان تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے یہی معنی ہیں کہ جب مسلمان قبر میں منکر نکیر کو ٹھیک جواب دیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہی جواب دیگا اور اُسوقت اُس مسلمان کی قبر بصرو ستر گز تک پھیلجاتی ہے۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی ایلہ اور بیت المقدس میں وسعت ہے۔ یا آپ کا قول ہے کہ میرے حوض کی وسعت اس سے زیادہ ہے جتنی شہر ایلہ سے عدن تک ہے۔ ایسی صورتوں میں کبھی کوئی مقدار بیان کیجاتی ہے کبھی کوئی مقدار لیکن اصلی غرض کے لحاظ سے انمیں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا۔

تیسرا قاعدہ مقادیر کے اندازہ میں یہ ہے کہ کسی شے کی مقدار ایسی ظاہری معین کیجاوے جس کو مخاطبین اس حکم کے نظائر میں استعمال کیا کرتے ہیں۔ یہی مناسب ہے کہ اُس کو علم کے مدار علیہ اور حکم کی حکمت سے مناسبت ہو اسلئے درہموں کو اوقیوں (ایک اوقیہ کے چالیس درہم ہوتے ہیں) اور خرما کا اندازہ وسقوں (ساٹھ صاع) سے کرنا مناسب ہے ایسا حصہ بھی ذکر کرنا چاہئے۔ جن کو مناسب غور وخوض سے نکالیں جیسے ستر ہواں۔ انیسواں حصہ اسی واسطے خدا تعالے نے فرائض اور سہام میں ایسی کسریں ذکر کی ہیں۔ جن کا نصف اور دوچند کرنا اور اُن کا مخرج نکالنا نہایت آسان ہے ان سہام کے خدا تعالے نے دو حصے قرار دیئے ہیں (۱) چھٹا۔ تہائی۔ دو تہائیاں (۲) آٹھواں۔ چوتھائی۔ نصف۔ اسمیں بھی راز ہے۔ مگر ان میں قابل زیادہ کی فضیلت اور قابل کمی کا نقصان ظاہر نظر میں معلوم ہوجایا کرتا ہے۔ اور ادنےٰ و اعلےٰ پر مسائل کا نکالنا آسان ہوا کرتا ہے۔ ان مقادیر مذکورہ کے علاوہ اگر کسی اور مقدار مقرر کرنے کی ضرورت پڑے تو یہی مناسب ہے کہ ایک اور نصف کے درمیان دو تہائیوں سے اور چہارم اور نصف کے بیچ میں ایک تہائی سے زیادہ و تجاوز نہ کریں اس لئے کہ اور حصے ان دونوں حصوں کی نسبت زیادہ مخفی ہیں اور اگر کسی شے کثیر کا اندازہ کرنا مقصود ہو تو یہی مناسب ہے کہ تین سے اندازہ کریں اور اگر اس سے بھی زیادہ اُس کی کثرت بیان کرنی ہو تو دس کے عدد سے اسکا اظہار کریں اور جب کوئی شے کم بھی ہو اور زیادہ بھی۔ تو چھوٹا اور بڑا مرتبہ لیکر اسکو نصف کریں۔ زکوٰۃ کے باب میں پانچواں اور دسواں اور بیسواں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چالیسواں حصہ معتبر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ صدقہ زیادہ کرنے کا مدار آبادی کی وسعت اور منفعت کی کمی پر ہے اور تمام اہل ولایت کے پیشے اور مطالب صرف چار مرتبوں ہی سے منتظم ہوا کرتے ہیں۔ ان میں یہ بھی مناسب تھا کہ دو دو مرتبوں میں فرق صاف طور پر بیین ہو جائے یعنی ایک مرتبہ کا دوسرے مرتبہ سے دو چند ہونا معلوم ہو جائے آئندہ اسکی تفصیل بیان کیجائیگی۔ جب دولتمند کا اندازہ کیا جائے تو ان امور کا لحاظ کرنا چاہئے جنکو زیادہ دولتمندی میں دخل ہے یا دولتمندی کی احکام و آثار کو دیکھنا چاہئے اور شرفاء عرب و عجم کے مکلفین کے حالات سے ان امور کو اخذ کرنا چاہئے اور بالغ نہ ہونے کی صورت میں جو قدرتی طریقہ کے موافق انکی کیفیت ہوا کرتی ہے۔ اسکو خیال میں رکھنا چاہئے۔ اگر لوگوں کی عام حالت اور عادت پر اسکو مبنی نہ کرینگے تو انکے حالات میں پریشانی ہو جائیگی۔ اس واسطے سابقین عرب کا ہی حال قابل اعتبار سمجھا گیا ہے جنکی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور انکی ہی عادت کے موافق شریعتوں کی قرارداد ہوئی ہے۔ اسی لحاظ سے شرع نے پانچ اوقیوں سے کمتر کا اندازہ کیا ہے۔ اکثر آبادی کے حصوں میں ایک چھوٹے سے خاندان کو ایک سال تک کیلئے یہ مقدار کافی ہوا کرتی ہے ہاں اگر قحط سالی ہو۔ یا شہر ہی بہت بڑے بڑے ہوں یا ایسے شہروں کے برخلاف ہوں تو مقدار رقم صرف کیلئے وفا نہ کریگی اور بکریوں کے چھوٹے ریوڑ کا اندازہ چالیس سے اور بڑے کا ایک سو بیس سے کیا گیا ہے اور زیادہ کھیتی کا اندازہ پانچ وسقوں سے کیا گیا ہے ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چھوٹے سے خاندان میں ایک خاوند ہوگا اور ایک اسکی بیوی اور تیسرا شخص خادم ہوگا یا انکا کوئی لڑکا اور روزانہ خوراک ایک آدمی کی ایک مد یا ایک رطل ہوگی۔ اور اس کے ساتھ سالن وغیرہ کی بھی ضرورت ہوگی اور ایک سال کے لئے اتنی مقدار سے کاربراری ہو سکتی ہے اور اب کثیر کا اندازہ قلتین سے کیا گیا ہے اس قدر پانی کافی ہوا کرتا ہے اور معمولی ظرف میں اتنا پانی نہیں آسکتا۔ انہیں اندازوں پر اوروں کو بھی قیاس کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

باب ۶۳

قضاء اور رخصت کے اسرار میں

جاننا چاہئے کہ ریاست کا مقتضا یہ ہے کہ جب کسی شئے کا حکم کیا جائے یا کسی شئے سے لوگ روکے جائیں اور مخاطبین کو اس حکم کے ٹھیک طور پر غرض معلوم نہ ہو تو ضرور ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوامر و نواہی کے صراحۃً بیان کرنے سے اکثر جگہ سکوت فرمایا ہے البتہ راسخین فی العلم کیلئے کسی قدر ان اسرار کو ذہن نشین کر دیا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ حاملین دین یعنی خلفاء راشدین اور ائمہ دین کی توجہ مذہبی امور کے قائم کرنے کی طرف بہ نسبت انکی اسرار قائم کرنے کے زیادہ تھی جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز کی حالت میں بحرین کے خزینہ کا شمار کرتا ہوں اور نماز کی حالت میں ہی لشکر کا سامان کرتا ہوں۔ اسی لئے پہلے سے اور بعد میں مفتیوں کا یہی طریقہ چلا آیا ہے کہ فتوے دیتے وقت وہ مسئلہ کی دلیل کے بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور یہ بھی ضرور ہے کہ علم امور کے اختیار کرنیکا نہایت اہتمام کیا جانا چاہیئے۔ اس کی ترک پر لوگوں کو نہایت ملامت کریں۔ لوگوں کے دل تعمیل احکام کی جانب مائل اور مالوف کئے جائیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انکو شوق دلایا جائے تاکہ حق باتوں کی خواہش ان کے ظاہر و باطن کو ہر طرف کو احاطہ کرلے اس حالت کے بعد اگر احکام کی تعمیل سے کوئی ضروری مانع باز رکھے۔ تو ضرور ہے کہ کوئی ان کا بدل اور قائم مقام قرار دیا جائے اسلئے کہ ایسی ضرورتوں میں مکلف کی دو حالتیں ہوسکتی ہیں یا ہر شخص سے ایسے احکام کی تعمیل مشقت اور دقت سے کرائی جائے۔ یہ موضوع شرع کے خلاف ہے خدا تعالے نے فرمایا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر خدا تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے۔ دقت اور دشواری وہ تمہارے لئے نہیں چاہتا یا ان احکام کی تعمیل بالکل ترک کرادی جائے اسوقت میں نفس انکی ترک کا عادی ہوجائیگا اور عمل چھوڑ دیا جائیگا نفس کی مشاقی ایسی کرائی جاتی ہے کہ کسی تند چارپایہ کو مشق کرواتے ہیں جس طرح مطلوب کی رغبت اور الفت غنیمت سمجھی جایا کرتی ہے جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا انکو تعلیم دیتے ہیں بیماریوں کو مشق کرواتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ہمیشگی سے الفت کیسی پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے میں اس کی کیسی آسانی حاصل ہوتی ہے۔ اور کام کے چھوڑ دینے سے الفت کیسی جاتی رہتی ہے اور نفس پر پھر اس کا کرنا کیسا گراں معلوم ہوا کرتا ہے اور جب قصد ہوتا ہے کہ دوبارہ انہیں کام کرنے کی تحریک پیدا ہو۔ تو از سر نو ان میں الفت اور میلان پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اسواسطے ضرور ہے کہ جب کسی کام کرنے کا وقت ہاتھ سے نکلجائے تو اسکے لئے قضا مشروع ہو۔ اور افعال کے لئے رخصتیں بھی مقرر کیجائیں تاکہ بآسانی اس امر کی تعمیل ہوجائے۔ قضا اور رخصتوں کے قرار دینے میں عمدہ شے حدس کی قوت ہے۔ جس سے مکلفین کی حالت کی شناخت ہوتی ہے اس عمل کی غائیۃ عمل اجزا جن کا ہونا اس غایتہ کے حاصل کرنے میں ضروری ہے۔ بخوبی معلوم ہوسکتی ہے علاوہ حدس کے اس قضا۔ اور رخصتوں کے خاص خاص اصول بھی ہیں جن کو راسخین فی العلم خوب جانتے ہیں۔ (۱) قضا اور رخصت میں دو امر رکن اور شرط ہیں (۱) جو اصلی امر کسی شے کی حقیقت میں داخل ہو۔ یا اس شے کو کوئی امر لازم ہو کہ اس سے اصل کی غرض پر لحاظ کرنے سے بدوں اس لازم کے وہ شے غیر معتد بہ ہو۔ مثلاً دعا یا جھکنا جس سے تعظیم معلوم ہوتی ہے اور خصائل طہارۃ اور خشوع پر نفس کو متنبہ کرنا۔ جو امور اس قسم کے ہونگے۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ناگواری یا عجلت کی حالت میں فروگذاشت کئے جائیں۔ اس لئے کہ ایسے امور کی ترک کرنے سے عمل بالکل بے اثر ہوجایا کرتا ہے۔ (۲) وہ امور جو اوروں کی تکمیل کیلئے ہوا کرتے ہیں وہ اور معانی کے لئے واجب قرار دیئے جایا کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اصلی غرض مکمل صورت میں حاصل ہوا کرتی ہے یہ قسم اس قابل ہے کہ ضرورتوں اور ناگواریوں کی حالت میں اس میں رخصت دیجا سکتی ہے۔ اسی قاعدہ کے موافق تاریکی وغیرہ کی حالت میں استقبال قبلہ کی جگہ صرف تحری پر کفایت کی جاسکتی ہے اور جس کو کپڑا میسر نہ ہو۔ وہ ستر عورت کو ترک کرسکتا ہے اور جس کو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کر کے تیمم کرسکتا ہے۔ اور جس کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو وہ کسی ذکر پر اکتفا کرسکتا ہے جس کو قیام پر قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے جو رکوع یا سجدہ نہ کرسکتا ہو۔ اس کی نماز صرف سر جھکانے سے ہوسکتی ہے (۲) قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شے باقی رکھنی چاہئے جس سے اصل یاد آجائے اور معلوم ہوجائے کہ یہ اس کا نائب اور بدل ہے اس سے رخصتوں کی تجویز کرنے سے جو غرض مطلوب ہے کہ پہلے عمل سے بھی الفت باقی رہے۔ وہ بھی حاصل ہوا کرتی ہے اس صورت میں نفس کو پہلے عمل کا انتظار رہا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسح موزوں میں موزہ پہننے کیوقت طہارۃ مشروط ہے اور اس کی ایک مدت قرار دیگئی ہے جس سے مسح کا اختتام ہوجایا کرتا ہے اور قبلہ میں تحری کی شرط ہے (۳) قاعدہ یہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر ایک حرج کی صورت میں رخصت تجویز نہ کرنی چاہیئے اس لئے کہ حرج کے طریقے بکثرت ہیں۔ اور اگر سب میں رخصت تجویز کی جائے تو طاعت بالکل متروک ہو جائے اور زیادہ تر اہتمام رخصتوں سے محنت اور سختی کی برداشت کرنا بالکل جاتا رہے اور ایسی محنت برداشت کرنے سے معلوم ہوا کرتا ہے کہ شریعت کی پیروی کی جاتی ہے اور نفس میں استقامت ہے اس واسطے مقتضائے حکمت یہ ہے کہ صرف انہیں وجوہ سے رخصتیں متعلق کی جائیں جو کثیر الوقوع ہیں اور ان میں گرفتاری اکثر ہوا کرتی ہے خاص وہ ان لوگوں میں زیادہ پیش آیا کرتے ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور ان کی عادات کے موافق شریعتوں کا تقرر ہوا ہے۔ اور اس امر کا لحاظ ضرور ہونا چاہیئے کہ طاعت کا اثر بالخاصیت ہو جہاں تک ممکن ہو اسی واسطے سفر میں قصر مشروع ہے پر مشقت پیشوں اور کاشتکاروں یا اور کاریگروں کے لئے قصر تجویز نہیں کیا گیا ہے اور خوشحال اور غیر آسودہ مسافر کی حالت ایک سی ہی کی گئی ہے بعض قضا بہ مثل معقول ہوا کرتی ہے۔ اور بعض بہ مثل غیر معقول اور چونکہ طاعت اس کا نام ہے کہ خداوندی حکم کی دل سے اطاعت کی جائے اور نفس میں خداوندی تعظیم جاگزین ہو۔ تو جس شخص کا عمل بلا قصد اور بمعنی عزیمت ہو یا وہ شخص ایسا ہو کہ اس کا قصد کامل نہیں ہوا کرتا اور کما ینبغی تعظیم اسمیں نہیں راسخ ہوا کرتی۔ تو ایسے شخص کو معذور رکھنا چاہیئے اور اس کو زیادہ تنگی میں نہ ڈالنا چاہیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے یہی معنی ہیں کہ سونے والے اور لڑکے اور مجنون سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا ہے رفع القلم عن ثلثة عن النائم والصبی والمعتوہ واللہ اعلم۔

باب ٦٤

باب اقامة الارتفاقات واصلاح الرسوم

تدابیر کے قائم کرنے اور رسموں کی اصلاح میں

ہم نے پہلے تصریحاً یا اشارتاً ذکر کیا ہے کہ تدابیر دوم و سوم حقہ کے اصول پر آدمی مجبول کیا گیا ہے انہیں اصول کی وجہ سے وہ اور باقی حیوانات سے ممتاز کیا گیا ہے یہ بالکل محال ہے کہ لوگ ان تدابیر کو ترک کر دیں لوگ ان تدابیر کے اکثر حصہ کے پورا کرنے میں ایسے حکیم کے محتاج ہوا کرتے ہیں جو انسانی ضرورتوں سے واقف ہو۔ ان تدابیر سے متمتع ہونے کا ڈھنگ اس کو آتا ہو مصالح کلیہ کا وہ لحاظ رکھتا ہو وہ حکیم غور و فکر سے ان اصول کو مستنبط کرتا ہو یا اسکے نفس میں پیدائشی طور پر قوت ملکی موجود ہو جسکی وجہ سے اسکا نفس ملاء اعلیٰ کے علوم نازل ہونے کیلئے ہمیشہ طیار رہتا ہو یہ طریقہ انکشاف کا ان دونوں طریقوں سے زیادہ کامل اور قابل اعتماد ہوا کرتا ہے۔

رسوم باب تدابیر میں ایسی درجہ کی ہوتی ہیں۔ جیسے کہ دل بدن کے لئے لیکن رسموں میں ایسے لوگوں کی ریاست کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں جن کو عقل کلی سے کچھ مس نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے وہ سبعی یا شہوانی یا شیطانی اعمال کے خوگر ہو کر لوگوں میں ان کو رواج دیتے ہیں اور اکثر لوگ ان کے پیرو ہو جایا کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور وجوہ سے بھی رسوم میں ابتری بڑھ جایا کرتی ہے۔ ان رخنوں کے روکنے کے لئے ایک زبردست آدمی کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت پڑا کرتی ہے۔ جو غیب سے مؤید ہو۔ ملت کلی کو وہ دل سے مانتا ہو۔ ایسا شخص لوگوں کی رسومات کو ایسی آتی ہدایت حق کی جانب مائل کر دیا کرتا ہے جن کی طرف رہبری صرف انہیں لوگوں کو ہوا کرتی ہے جو روح القدس سے مؤید ہوا کرتے ہیں جب اسقدر معلوم ہو چکا تو اب سمجھنا چاہیے کہ انبیا کی بعثت اگرچہ اولاً اور بالذات عبادت کے طریقوں کی تعلیم دینے کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن اب انہیں کے ساتھ ساتھ یہ ارادہ بھی شامل ہوا کرتا ہے کہ خراب رسوات کی بیخ کنی ہو جائے اور تدبیر کے طریقوں پر لوگوں میں آمادگی پیدا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بعثت لمحق المعازف (میں دفوں اور لہوؤں کے معدوم کرنے کیلئے پیدا ہوا ہوں) اور ارشاد فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں بزرگ عادات کے کامل کرنے کیلئے پیدا ہوا ہوں) معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کی مرضی اس میں نہیں ہے کہ تدابیر دوم وسوم متروک کر دی جائیں انبیا میں سے کسی نے بھی ایسا حکم نہیں دیا ہے۔ ان لوگوں کا گمان بالکل بیہودہ ہے جو پہاڑوں کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور برائی بھلائی میں لوگوں سے بالکل میل جول ترک کر دیتے ہیں وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا رد کیا ہے۔ جو دنیا سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے ما بعثت بالرہبانیۃ وانما بعثت بالملۃ الحنیفۃ السمحۃ (میں رہبانیت سکھانے کیلئے مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ ایک مذہب سراپا راستی اور آسان کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں) ہاں انبیا کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تدابیر ومنافع میں اعتدال پیدا کر دیں اور عیش وآرام میں زیادہ خوض کرنے والوں کی حالت سلاطین عجم کی سی نہ ہو جائے اور نہ یہ کہ لوگوں کی زندگی کوہستانی چوٹیوں کے باشندوں کیسی ہو جائے جو وحشیوں سے ملتی جلتی ہے اس موقعہ پر دو مخالف قیاس جمع ہو گئے ہیں (۱) یہ کہ آسودگی اور آرام سے بسر کرنا عمدہ بات ہے اس سے مزاج درست ہو جاتا ہے۔ اخلاق میں سنجیدگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اوصاف لوگوں میں ظاہر ہوتے ہیں جنکی وجہ سے وہ اپنے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہیں۔ اور سوء تدبیر سے عبادت اور عاجزی وغیرہ اوصاف پیدا ہوا کرتے ہیں (۲) یہ کہ آسودگی بڑی چیز ہے اس سے باہمی نزاع پیدا ہوتی ہیں محنتیں جھیلنی پڑتی ہیں جانب غیب سے اس کی وجہ سے اعراض ہو جایا کرتا ہے اخروی تدابیر کو خوشحالی کیوجہ سے لوگ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اسی واسطے پسندیدہ امر یہ ہے کہ تدابیر کو باقی رکھیں اور ان کے ساتھ اذکار وآداب کو پیوند کر دیں اور عالم جبروت کی جانب متوجہ ہونے کے لئے فرصت کی متلاشی رہیں اس باب میں تمام انبیا علیہم السلام نے جو خدا کی جانب سے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ ان امور میں جو لوگوں کے استعمال میں ہیں بخوبی توجہ کیجائے دیکھا جائے کھانے پینے لباس کے آداب تعمیر آرائش کے اسباب لوگوں میں کیا کیا ہیں۔ ان میں نکاح کا طریقہ اور زن وشوہر کی سیرت کیا ہے وہ باہمی خرید وفروخت کس طرح کرتے ہیں جرائم سے باز رکھنے کے لئے کیا کیا تعزیرات ان میں مستعمل ہیں مقدمات کا فیصلہ وہ کس طرح کرتے ہیں وعلیٰ ہذا اور امور کا بھی اندازہ کرنا چاہیئے اگر یہ امور رائے کلی کے مناسب اور اس پر منطبق ہوں تو ان میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا بے معنی ہے بلکہ لوگوں کو ایسے امور پر اور زیادہ آمادہ کرنا چاہیئے اور ان میں ان کی درستی رائے ظاہر کر دینی چاہیئے۔ اور جو جو مصلحتیں ان میں مضمر ہیں وہ بتا دینی چاہئیں اور اگر وہ امور رائے کلی کے موافق نہ ہوں اور ان امور میں اسوجہ سے تبدیلی کی ضرورت پیش آئے کہ ان کے سبب سے ایک شخص دوسرے کا ایذا رساں ہو سکتا ہو یا دنیوی لذتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی وجہ سے زیادہ انہماک ہو یا مرتبہ احسان سے اُن کی وجہ سے اعراض ہوتا ہو یا اُن سے بے غمی ایسی پیدا ہوتی ہو جن سے دنیوی یا اخروی وغیرہ مصلحتیں فوت ہوتی ہوں تو ان امور کی تبدیلی ایسی صورت میں کرنی چاہیئے جو لوگوں کے مالوفات کے بالکل مخالف نہ ہو۔ بلکہ ایسے نظائر میں انکو بدلنا چاہیئے جو لوگوں میں شائع ہوں۔ یا اُن نظائر کی جانب انکو بدلیں جو ایسے صالحین کی روایت سے مشہور ہوں جنکی بھلائی پر لوگوں کی زبان پر شہادت ہوتی چلی آئی ہو۔ یہ تبدیل شدہ امور ایسے ہوں کہ اگر انکے سامنے وہ پیش کیے جائیں تو انکی عقلیں اُن امور کو دفع نہ کریں بلکہ اطمینان سے معلوم کر سکیں کہ یہ تبدیلی حق اور صحیح ہے ؎

وہ لوگ جن کا علم راسخ ہے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ شرع نے ابواب نکاح طلاق معاملات۔ زینت۔ لباس۔ حکومت۔ حدود و تقسیم میراث میں وہ امور قرار نہیں دیئے ہیں جن سے لوگ محض ناواقف ہوں۔ اُنکے مکلف کرنے سے وہ تردد میں پڑ جائیں۔ بلکہ شرع نے اُن امور کی کجی کو درست کر دیا ہے۔ اور کمزور حالت کو قوی کر دیا ہے اُس زمانہ کے لوگوں میں رباخواری کی کثرت ہو گئی تھی۔ اُس سے وہ روک دیئے گئے۔ بہار آنے سے پیشتر پھلونکو فروخت کر دیا کرتے تھے اور جب پھلونکو صدمہ پہنچتا تھا تو جھگڑے کیا کرتے تھے اسواسطے اس بیع سے بھی روکے گئے۔ عبدالمطلب کے زمانہ میں دیت کے لئے دس اونٹ معین تھے جب اُنہوں نے دیکھا کہ لوگ قتل سے باز ہی نہیں آتے۔ تب بجائے دس کے سو کر دیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی سو باقی رکھے۔ قسامہ (قاتل کا حال معلوم نہ ہو تو قسم سے فیصلہ کیا جائے) کی اول اقرار دادا ابوطالب کے حکم سے ہوئی تھی۔ سردار قوم کے لئے مال غنیمت میں چہارم حصہ مقرر تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی جگہ ہر ایک غنیمت میں سے خمس مقرر فرمایا کیقباد اور کیقباد کے بیٹے نوشیرواں نے لوگوں پر خراج اور دہ یک مقرر کی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسی کے قریب قریب قرار دیا۔ بنی اسرائیل زانیوں کو سنگسار کیا کرتے تھے۔ چوروں کے ہاتھ قطع کیا کرتے تھے۔ جان کے بدلہ میں جان لیا کرتے تھے۔ یہی احکام قرآن مجید میں بھی نازل ہوئے ہیں۔ اس قسم کے احکام بکثرت ہیں۔ تلاش پر مخفی نہیں رہ سکتے۔ بلکہ اگر کوئی فہیم ہو اور احکام کے اطراف و جوانب پر اس کی نظر محیط ہو اس کو معلوم ہو سکتا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے عبادات میں بھی وہی طریقے مقرر کئے ہیں جو اس زمانہ کے لوگوں میں پائے جاتے تھے انبیاء کے احکام بالعینہ وہی ہوتے ہیں جو لوگوں میں تھے یا اُن کے قریب قریب ہوتے ہیں۔ البتہ انبیا زمانہ جاہلیت کی تحریفات کو نکال دیا کرتے ہیں۔ اور مبہم احکام کو اوقات اور ارکان سے منضبط کر دیا کرتے ہیں اور جو احکام گم شدہ ہوتے ہیں انکو شائع کر دیا کرتے ہیں ؎

معلوم کرنا چاہیئے کہ جب عجم اور روم کے لوگ مدتہائے دراز سے سلطنت کے وارث ہوتے چلے آئے اور دار آخرت کو بھولکر دنیوی لذت میں فرو رفتہ ہو گئے۔ اور شیطان اُن پر غالب آگیا۔ تو اُنہوں نے معیشت کے منافع میں بہت خوض کیا۔ اُنہیں امور کو مایۂ ناز قرار دیا۔ اطراف عالم سے حکماء کی اُن کے پاس آمد و رفت رہی۔ یہ لوگ معاش کے منافع کو اُن کے لئے مستنبط کرتے رہے اور وہ ہمیشہ اِن امور پر عملدرآمد کرتے رہے۔ ہر ایک شخص دوسرے پر اِن امور میں سبقت کرنے اور فخر کرنے کا ساعی رہا۔ شدہ شدہ یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ اگر اُن میں سے کسی رئیس کی پیٹی یا تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم سے کم ہوتی تھی تو اُس پر طعن و تشنیع کرتے تھے اُنکی نظر میں بڑا عیب تھا کہ کسی رئیس کے پاس نہایت بلند ایوان۔ اور آبزن۔ حمام۔ باغات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوں تو آرام کیلئے چار پائے نہ ہوں یا خوبصورت غلام، مکانوں میں زیادہ وسعت، لباسوں میں تجمل نہ ہو۔ بہت سے ایسے ہی امور تھے جن کے ذکر میں طول ہے اور اپنے شہروں کے سلاطین کے حالات جو تم خود دیکھ رہے ہو انکے ہوتے ہوئے ان گذشتہ حالات کی کیا ضرورت ہے بہرحال یہ سب امور انکے اصول زندگی میں داخل ہو گئے تھے۔ اگر ان کے دلوں کے ریزہ ریزہ کر دیئے جاتے یہ باتیں ان سے نکلنے والی نہ تھیں یہی بے اعتدالیوں سے اعضائے شہر میں ایک نہایت سخت بیماری سرایت کر گئی تھی اور بڑی آفت برپا ہو گئی تھی۔ رعایا میں سے دہقانیوں میں سے امیر وغریب سے کوئی ایسا شخص باقی نہ تھا جس پر عیش و آرام ان کے دست بہ گریبان نہ ہو گئے ہوں۔ ان کو تھکا تھکا کر بے انتہا مصائب اور رنجشوں میں پھنسا دیا ہو۔ یہ عیش و آرام زیادہ تکالیف کے باعث اسلئے ہو گئے تھے کہ جب تک بہت سا مال صرف نہ کیا جائے یہ لطف حاصل نہیں ہو سکتے اور مال کی اتنی مقدار پیدا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ کاشتکاروں، تاجروں اور اور پیشہ وروں پر ٹیکس زیادہ کئے جائیں۔ وہ خوب کئے جائیں۔ اگر یہ لوگ ٹیکسوں کے ادا کرنے سے دست کشی کریں۔ تو حکام کو ان سے لڑنا پڑیگا طرح طرح کی انکو تکالیف دینا ہوگی۔ اور اگر وہ لوگ ان کے احکام کی تعمیل کرتے رہینگے تو حکام گدھے اور بیل کا سا ان کا درجہ کر دینگے جو آبپاشی، جوتنے اور اناج کی کٹائی میں استعمال کئے جاتے ہیں صرف اپنی مطلب برآری کے لئے یہ چار پائے ذخیرہ کئے جاتے ہیں۔ ایک گھنٹہ محنت سے ان کو فرصت نہیں ملا کرتی۔ اور ایسی ہی گرفتار بلا ہو کر سعادت اخروی کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور اس مرتبہ کے قابل بھی نہیں رہتے۔ اور نیز اکثر بڑے بڑے ملک ایسے ہوا کرتے ہیں جنمیں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا کرتا جسکو دین کا اہتمام اور خیال ہو۔ اور نیز یہ سب عیش کے سامان ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ سے حاصل ہوا کرتے ہیں جن کا پیشہ یہی ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزیں، لباس، عمارات وغیرہ کو درستی سے کرتے رہیں۔ ایسے لوگ پیشوں کے ان اصول سے پہلو تہی کرتے ہیں جن پر نظام عالم کا مدار ہے ان کے علاوہ اور عام لوگ جو بڑے لوگوں کی حضور میں ہوتے ہیں۔ ان سب امور میں انہی کی نقل کرتے ہیں۔ ورنہ ان کو ان امرا کی خدمت میں باریابی نہ ہو۔ ان کے دلوں میں ان کی کچھ وقعت نہ رہے۔ اور نیز اکثر عام لوگ حکام پر بار ہو جاتے ہیں۔ ان پر وہ مختلف طریقوں سے متقاضی رہا کرتے ہیں بعض دعوے کرتے ہیں کہ ہم غازی اور شہر کے منتظم ہیں ایسے لوگوں کی وہ روشیں تو اختیار کر لیتے ہیں لیکن اپنے فرائض ادا کرنے کا کچھ بھی قصد نہیں کرتے۔ صرف اپنے بزرگوں کے حالات ہی کے پیرو رہا کرتے ہیں۔ اور بعض مدعی ہوتے ہیں کہ ہم شعرا ہیں۔ جن پر انعام اکرام کرنے کے سلاطین عادی ہوا کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم درویش اور پارسا ہیں۔ بادشاہوں کو زیبا نہیں ہے کہ ان کے حالات کے پرساں نہ ہوں۔ اس واسطے یہ فرقے ایک دوسرے کی تنگدلی کے باعث ہوتے ہیں اور ان کے ذرائع معاش اس پر موقوف ہوتی ہیں۔ کہ وہ سلاطین کی خدمت میں رہیں۔ ان سے نیازمندانہ پیش آئیں شائستگی سے ان کے ساتھ گفتگو کریں انکی خوشامد کرتے رہیں انہی فنون میں ان کی فکریں ڈوبی رہتی ہیں اسکی وجہ سے ان کے اوقات غارت ہوتے رہتے ہیں جب اس قسم کے مشغلے زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو انکے دلوں میں پوچ اور بیہودہ باتیں جاگزین ہو جاتی ہیں اور عمدہ اخلاق سے وہ اعراض کرتے رہتے ہیں۔

اگر تم کو اس مرض کی واقعی حقیقت معلوم کرنی ہو۔ تو ان لوگوں کی حالت میں غور کرو جنکو امور سلطنت سے آزادی ہو گئی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لذیذ کھانوں عمدہ لباسوں میں زیادہ انہماک انکو ہوا کرتا ہے۔ ہر شخص نہیں سے خود مختارانہ زندگی بسر کرتا ہے مگر ان گران ٹیکسوں کا بار ان پر نہیں ہوا کرتا۔ ایسے لوگوں کو مذہبی امور کے ادا کرنے کی مہلت ملسکتی ہے پھر انہیں لوگوں کی اس حالت کو خیال کرو کہ اُنکے ہاتھ زمام خلافت آجاتی ہے۔ دنیا کو وہ اپنا مطیع بنا کر اُن پر اپنا قبضہ کر لیں۔

جب ایسی مصیبت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اس قسم کی بیماری بہت سخت ہو گئی تو اُسوقت خدا تعالےٰ اور ملائکہ مقربین نے اُنپر غصہ ظاہر فرمایا خدا کی مرضی ہوئی کہ اس مادۂ فساد کو بالکل قطع کر دی۔ اسواسطے اس نے اس غرض کے پورا کرنے کیلئے ایک نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم کو مرسل کیا جس کا عجم اور روم سے کسی قسم کا میل جول نہ ہوا تھا۔ اُنکے رسوم کو اُنے بالکل اختیار نہ کیا تھا۔ اس پیغمبر کو خدا تعالےٰ نے میزان قرار دیا جسکو اُن طریقوں کی پوری شناخت تھی۔ جو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ تھے۔ اُس نے عجمیوں کی رسموں کی مذمت بیان کی۔ اور دنیوی زندگی میں مطمئن مستغرق ہو جانے کی قباحتیں ظاہر کیں۔ اس پیغمبر کے دل میں خدا تعالےٰ نے القا فرمایا کہ لوگوں پر وہ امور حرام کر دیئے۔ جس کے عجمی لوگ خوگر ہو گئے تھے۔ وہ امور اُن میں مایۂ زندگی ہو گئے تھے مثلاً ریشم کا استعمال (قسی) ارغوانی لباس سنہری۔ اور روپہلی برتن سنہری زیور ایسے کپڑے جن میں تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ مکانوں پر نقش و نگار کرنا وغیرہ خدا تعالےٰ نے مقدر کیا کہ اُنکی دولت سے اُنکی دولتوں کا استیصال کر دے اور اُس کی ریاست سے اُن کی ریاستوں کو نیست و نابود کر دے۔ اُنکے وجود سے کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اب اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور نیز اُسکے ذریعہ سے قیصر بھی ہلاک ہو گیا اب کوئی قیصر نہ ہوگا۔

جاننا چاہئے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسے ایسے مناقشے پیدا ہو گئے تھے جن سے لوگ تنگ آگئے تھے اُنکا رفع ہونا جب ہی ممکن تھا کہ وہ بالکل جڑ سے ہی اڑا دیئے جائیں۔ جیسے مقتولوں کے بدلہ میں خون لینا کوئی شخص کسی کو مار ڈالتا تھا تو مقتول کا ولی قاتل کے بھائی یا بیٹے کو قتل کرتا تھا۔ پھر اُس مقتول کا ولی بھی قاتل کے بھائی یا بیٹے کو قتل کرتا تھا۔ اور یہی حالت عود کرتی رہتی تھی اُسکے رفع کرنے کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا۔ کل دم موضوع تحت قدمی ہذا واول دم اضعہ دم ربیعہ (تمام خون میرے اس پاؤں کے نیچے باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلا خون جسکو میں باطل کرتا ہوں ربیعہ کا ہے) اور جیسے میراثیں کہ مسلمان قوم وارثوں کے متعلق مختلف احکام سے فیصلہ کیا کرتے تھے اور اُس زمانہ کے لوگ غصب سود خوری وغیرہ سے باز نہیں آتے تھے اس لئے ایک مدت گذرنے کے بعد سب اپنی اپنی دلیلیں پیش کیا کرتے تھے۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کل شئ ادرکہ الاسلام تقسم علی حکم القرآن (زمانہ اسلام میں ہر چیز کی تقسیم قرآن کے موافق ہوگی) وکل ما قسم فی الجاہلیۃ ادمانہ انسان فی الجاہلیۃ بوجہ من الوجوہ فہو علی ما کان لا ینقض (اور جو شے زمانہ جاہلیت میں تقسیم ہو چکی یا وہ کسی نہ کسی طرح کسی شخص کے قبضہ میں آگئی تو وہ بدستور اپنے حال پر باقی رہیگی) اور مثلاً سود اُس زمانہ میں کوئی شخص قرض دیتا تھا اور کسی قدر اُس پر بیشی کی شرط کر لیا کرتا تھا۔ اُس کے بعد دیوں کو تنگ کر کر کے اصل اور شرط کو اصل سرمایہ قرار دیتا تھا اور پھر اُس پر بیشی کی شرط کر لیا کرتا تھا۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے منوں تک مال پہنچ جایا کرتا تھا۔ اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کو باطل کر کے اصلی سرمایہ ادا کرنے کا حکم فرمایا کہ لوگ نہ اوروں پر ظلم کریں اور نہ اوروں کے مظلوم بنیں اُنکے علاوہ اور بہت سی خرابیاں تھیں۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود نہ ہوتا۔ تو لوگ اُنکو ترک کرنیوالے نہ تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننا چاہئے کہ بعض چیزیں اسواسطے مشروع ہوا کرتی ہیں کہ لوگوں کی دلی رنجشیں دور ہو جائیں۔ جیسے زمین کو پانی دینے میں ابتدا اونچی زمین جانب سے مشروع کیگئی ہے اسلئے کہ اکثر لوگوں میں پانی کے متعلق مناقشے ہوتے رہتے ہیں کہ پہلے کون پانی زمین کو دے اور مشروع کرنے کیلئے کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی۔ تو دفع خصومت کیلئے اسی قسم کا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے اور جیسے امامت (جنازہ میں) مالک مکان کو ترجیح دیجاتی ہے اور جب ایک گھوڑے پر دو شخص سوار ہونے کا قصد کریں تو دوسرے رفیق پر مالک گھوڑے کو ترجیح ہے۔ وعلے ہذا واللہ اعلم ؛

باب ٦٥

اُن احکام کے بیان میں جو بعض بعض سے پیدا ہوتے ہیں

خدا تعالے فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (ہم نے تجھ سے پہلے نہیں لوگوں کو پیغمبر کیا ہے۔ جن پر وحی بھیجی ہے اب اگر نہ جانتے ہو۔ تو ذکر والوں سے دریافت کرو) ہم نے تجھ پر قرآن اسواسطے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں سے نازل شدہ باتیں بیان کردے اور امید ہے کہ لوگ غور کریں ؛

جاننا چاہئے کہ خدا تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسواسطے مبعوث کیا ہے کہ لوگوں کو وہ عبادات کے طریقے بتلاویں جو بذریعہ وحی آپکو معلوم ہوئے ہیں تاکہ لوگ اُن کا عملدرآمد کریں اور نیز اسواسطے مبعوث کیا ہے کہ گناہوں کے ابواب کی انکو اطلاع کریں۔ لوگ ان گناہوں سے احتراز کریں۔ اور نیز پسندیدہ منافع کو بتائیں۔ اور لوگ ان کا اتباع کریں۔ اسی بیان میں یہ بھی مندرج ہے کہ وہ امور بھی بتائے جائیں جو وحی کے اقتضا یا ایما سے ثابت ہوں یہی اصول ہیں جن سے احادیث کا بہت بڑا حصہ نکالا گیا ہے ہم یہاں اُن میں سے اہم امور کو بیان کرتے ہیں ؛

(۱) یہ کہ جب خدا کے طریقہ کی ایک خاص روش مقرر ہوتی ہے مثلاً خدا تعالے نے اسباب کو مرتب کر کے مسببات کو اُن سے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مصلحت حاصل ہو جائے جو خدا تعالے کی حکمت کاملہ اور رحمت شاملہ سے مقصود ہے تو اس انتظامی حالت کا مقتضا یہ ہے کہ خلقت الٰہی کو بدلدینا شر کی بات ہوگی اور خرابی برپا کرنے کی کوشش ہوگی اور ملاء اعلے کو اس قسم کے امور سے نفرت پیدا ہوگی مثلاً خدا تعالے نے آدمی کی پیدائش ایسی کی ہے کہ اکثر اتفاقات وہ زمین میں کیڑوں کی طرح پیدا نہیں ہوتا۔ تو حکمت الٰہی کا مقتضا یہی ہے کہ نوع انسانی باقی رہے۔ بلکہ بکثرت آدمی دنیا میں پھیلیں۔ اس لئے اس نے تناسل اور توالد کے قوے آدمی میں پیدا کئے۔ تناسل کی رغبتیں اس میں پیدا کردیں اور خواہش نفسانی کو اس پر غالب کر دیا تاکہ اس کی وجہ سے وہ کام پورا ہو جائے جسکو اُسکی کامل حکمت نے ضروری قرار دیا ہے جب خدا تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس راز پر مطلع کر دیا اور اصلی حالت آپ پر بالکل منکشف ہو گئی۔ اس واسطے مناسب ہوا کہ آپ اُن امور کو منع کردیں جن سے قطع نسل ہوتی ہو یا اُن سے وہ قوتیں معطل ہو جاتی ہوں جو نسل کا باعث ہوتی ہیں یا وہ قوتیں بے موقع امور کی جانب مائل ہوتی ہوں یہی وجہ ہے کہ خصی کرنے سے مواطت سے نہایت سختی کے ساتھ منع کر دیا۔ اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا تاکہ حمل نہ قرار پائے اسکو مکروہ قرار دیا۔ جاننا چاہئے کہ لوگوں کا مزاج جب سلیم ہوا کرتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے مادہ میں احکام نوعی کے ظہور کی قوت ہوا کرتی ہے تو اس کی ایک معین شکل اور صورت ہوا کرتی ہے قد سیدھا ہوا کرتا ہے جلد کھلی ہوئی ہوتی ہے اور ایسے ہی سب امور ہوا کرتے ہیں یہ امور لوگوں میں احکام نوعی کا مقتضا اور امر ہیں۔ اور غیر ملکی کی بھی خواہش ہے کہ نوع اور اس کی صورتیں زمین پر باقی رہیں اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اول کتوں کے مار ڈالنے کا حکم کیا تھا لیکن بعد میں اسکو منسوخ فرما دیا اور ارشاد کیا۔ انہا امۃ من الامم (کتا بھی گروہوں میں سے ایک گروہ ہے یعنی خداوند عالم کو نوع کا وجود مطلوب ہے زمین سے اس کی صورتوں کا دور کرنا خدا تعالےٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس قسم کی خواہش کا یہ اثر ہے کہ نوعی احکام تمام افراد نوع میں ظہور پذیر ہوں۔ اس واسطے اس خواہش کے خلاف کرنا اور اس مرضی کو رد کرنا نہایت قبیح اور مصلحت کلی کے بالکل خلاف ہے اسی قاعدہ سے ان بدنی تصرفات کا حکم نکلتا ہے جو احکام نوعی کے اندازہ کے خلاف ہیں جیسے خصی کرنا۔ اگلے دانتوں کے بیچ میں تکلیف کشادگی پیدا کرنا۔ عورتوں کے چہرہ سے بالوں کو کھنچنا وسلے بنا۔ باقی رہا آنکھوں میں سرمہ لگانا یا بالوں میں شانہ کرنا تو ایسے امور سے تو احکام نوعی کے ظہور کو اور مدد ملتی ہے۔ یہ سب امور ان احکام کے موافق ہیں ؎

جب خداوند تعالےٰ نے تمام لوگوں کے لئے ایک شریعت قرار دی۔ جس سے ان کے تمام حالات منتظم ہوں۔ انکے احوال درست ہوں۔ اور عالم ملکوت میں اس شریعت کے رواج اور ظہور کا قصد اور شوق ہوا اسلئے شریعت کی حالت بھی نوعی احکام کی سی ہو گئی۔ جیسے زمین پر نوع کی صورتیں پھیلنے کا شوق ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی اس شریعت کا ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت کے فروگذاشت کرنے میں سعی کرنا ملاء اعلےٰ کی ناخوشی کا باعث ہے اور بالکل انکی مقتضا کے خلاف ہے ان کی سطح ہمت سے بعید ہے۔ ایسے ہی وہ منافع اور تدابیر بھی بمنزلہ امر طبعی کے ہو گئے ہیں جن پر لوگوں کے عام فرقوں نے عرب ہوں یا عجم۔ قریب ہوں یا دور اتفاق کر لیا ہے۔ اسی وجہ سے جب خدا تعالےٰ نے قسموں اور سندوں اور قبالوں وغیرہ کو مشروع فرمایا جن سے اصلی حالات اور واقعات کا انکشاف ہوا کرتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم ہو گیا کہ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم خدا کے نزدیک اور فرشتوں کی نظر میں ناخوشی کا باعث ہے ؎

اور انہیں امور بالا میں سے یہ بھی ہے کہ جب خدا تعالےٰ بذریعہ وحی کے اپنے پیغمبر کو کسی حکم شرعی کی اطلاع کرتا ہے اور اسکی حکمت اور سبب بھی بتا دیا کرتا ہے۔ تو نبی کو اختیار ہوتا ہے کہ اس مصلحت کو انداز کر کے اسکی کوئی علت قرار دے اور اس حکم کا مدار علیہ اس علت کو ٹھیرائے یہ نبی کا قیاس ہے اور امت کے قیاس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ کسی حکم منصوص علیہ کی علت معلوم کر کے جہاں علت پائی جائے۔ وہاں اس حکم کو بھی پہنچا دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح۔ شام سوتے وقت خاص خاص ذکر معین فرمائے ہیں جب خدا تعالےٰ نے آپکو نماز کے مشروع ہونے کی حکمت پر اطلاع کی تو اس سے آپ نے یہ اجتہاد کیا ؎

انہیں امور میں سے یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کسی آیت سے سیاق کلام کی وجہ دریافت فرما لیتے تھے اگرچہ اور لوگوں کو اس کلام کے وقت یا چند احتمالات کے ہونے سے وجہ معلوم نہیں ہو سکتی تھی تو اپنے فہم کے موافق حکم قرار دیتے تھے جیسے کہ خدا تعالےٰ کا قول ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (کوہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس ایت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مفہوم ہوا کہ صفا کا مروہ سے پہلے ذکر کرنا اسی بیان کے لئے ہے اسی طرح سعی کرنا مشروع ہے کہ پہلے صفا کی سعی کیجائے۔ پھر مروہ کی۔ اس قسم کی تقدیم کبھی سوال وغیرہ کی موافقت کے لئے ہوا کرتی ہے کبھی بیان مشروعیت کیلئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے ابدا۔ وابما بدا اللہ بہ (جس چیز سے خدا نے شروع کیا ہے اُسی سے تم بھی شروع کرو) اور ایسے ہی اجتہاد کی مثال یہ بھی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ لاتسجدو للشمس ولاللقمر واسجدو اللہ الذی خلقھن (آفتاب اور چاند کو سجدہ مت کرو۔ بلکہ اُن کے خالق کو سجدہ کرو) اور نیز خدا کا قول ہے فلما افل قال لا احب الافلین (جب چاند ڈوب گیا تو ابراہیم نے کہا میں ڈوبنے والونکو پسند نہیں کرتا) ان دونو آیتوں کے مضمون سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کسوف اور خسوف کیحالت میں عبادت الہٰی کرنا مستحب ہے۔ اور آپ کو خدا کے اس قول وللہ المشرق والمغرب (خدا کیلئے ہے مشرق اور مغرب) سے معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ کی فرضیت عذر کی حالت میں ساقط ہو سکتی ہے۔ اسی سے اُس شخص کا حکم مستنبط ہوا جس نے شب تاریک میں تحیری سے نماز پڑھی اور سمت قبلہ اسکو ٹھیک معلوم نہ ہوئی اور قبلہ چھوڑ دوسری سمت کیطرف کھڑے ہو کر اس نے نماز پڑھی اور اسی سے سواری کیحالت میں شہر کے باہر نماز نفل پڑھنے کا حکم معلوم ہوگیا۔

اور انہیں امور سے ایک یہ بھی ہے کہ جب خدا کسی شخص کو لوگوں سے معاملہ کرنے کیلئے مقرر کرے تو مناسب ہے کہ لوگوں کو اسکے احکام کی بجا آوری کا حکم دیا جائے جب قاضیوں کو حدود قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو سرکشوں کو حکم دیا گیا کہ انکی احکام کی تعمیل کیا کریں اور جب مصدق کو زکوٰۃ لینے کا حکم دیا گیا۔ تو لوگونکو یہ حکم کیا گیا کہ مصدق جب انکے پاس سے واپس آوے۔ تو ناخوش ہو کر نہ آوے اور جب عورتوں کو حکم دیا۔ تو لوگوں کو مامور کیا کہ اپنی نگاہیں ان سے نیچی رکھیں۔

اور انہیں امور میں سے یہ ہے کہ جب کوئی شے منع کیجاوے تو مناسب ہے کہ اسکے خلاف کا وجوبا یا استحبابا حکم کیا جاوے جیسا موقعہ کے مناسب ہو اور جب کسی شے کے کرنے کا حکم کیا جاوے تو اسکی ضد منع کر دیجائے۔ جب نماز جمعہ کے پڑھنے اور اسکی طرف سعی کرنے کا حکم دیا گیا تو ضرور ہے کہ اسوقت خرید و فروخت اور دیگر مشاغل کی ممنوعیت بیان کیجاوے۔

اور انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی شے کے ہونے کا وجوبا حکم کیا جاوے تو مناسب ہے کہ اسکے مقدمات اور دواعی و غیرہ کی ترغیب دیجاوے اور جب کسی شے کو ضروری طور پر منع کریں تو ضرور ہے کہ اسکے ذرائع کی بندش کردیجاوے اور اسکے اسباب نابود کردیئے جائیں اسی واسطے چونکہ بت پرستی گناہ تھی اور تصویروں اور بتوں سے میل ملاپ بت پرستی کا سبب ہو سکتا تھا کیونکہ اگلی امتوں میں اس کی ازمائش ہو چکی تھی اس واسطے مناسب ہوا کہ مصوروں کی دارو گیر کیجاوے۔ اور شراب پینا گناہ تھا اس واسطے ضرور ہوا کہ شراب بنانیوالوں سے مواخذہ کیا جائے اور جس دسترخوان پر شراب ہو اس میں حاضر ہونا منع کر دیا جائے اور چونکہ فتنہ کیحالت میں جنگ و جدال گناہ ہے اس واسطے ایسے وقت میں ہتھیار بیچنے کی سخت ممانعت کر دی گئی اور سیاست مدن میں اس بات کی نظیر یہ ہے کہ جب اس امر کی خبریں معلوم ہوتی ہیں کہ لوگ کھانے اور پانی میں زہر ملا دیا کرتے ہیں۔ اس بنا پر دوافروشوں سے عہد لیا جاتا ہے کہ زہر کی اتنی مقدار کسی کے ہاتھ فروخت نہ کریں جس سے پینے والا ہلاک ہو سکے۔ اور جب کسی قوم کی بدعہدی اور خیانت کا حال معلوم ہوتا ہے تو ان سے شرط کر لیجاتی ہے کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں۔ اور ہتھیار نہ باندھیں اور ایسے ہی عبادات میں بھی ہے۔ جب نماز تمام نیکی کے ذرائع میں بلند رتبہ تھی۔ اسواسطے ضرور ہوا کہ جماعت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو شوق ہو اور نماز کی پابندی میں اس سے مدد ملے اور یہ بھی ضرور ہوا کہ اذان کی رغبت لوگوں میں پیدا کی جائے تاکہ سب لوگ ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ جمع ہو سکیں اور ایسے ہی لوگوں کو مساجد کی تعمیر اور مساجد کے پاکیزہ اور ستھرا رکھنے پر آمادہ کرنا ضرور ہے اور چونکہ رمضان کی پہلی تاریخ کا معلوم ہونا ماہ شعبان کے دنوں کے شمار کرنے پر موقوف تھا۔ اس لئے مستحب قرار دیا کہ ماہ شعبان کو لوگ یاد رکھیں اور اسکی نظیر سیاست مدن میں یہ ہے کہ جب دیکھا گیا کہ تیراندازی میں بڑی منفعت ہے۔ اسواسطے بہت سی کمانیں بلکہ صد تیر کے پیکان طیار کرنیکا اور ان چیزوں کی تجارت کرنے کا لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے ۔

اور منجملہ اصول بالا میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی کام کے کرنیکا حکم دیا جائے یا کسی شے کی ممانعت کیجائے تو مناسب ہے کہ فرمان پذیرندگی عزت و شان ظاہر کیجائے اور نافرمانی کی حقارت بتا دیجائے چونکہ یہ مطلوب تھا کہ تلاوت قرآن کی اشاعت ہو اسکو لوگ بالالتزام پڑھا کریں۔ اسواسطے مسنون قرار دیا گیا کہ لوگوں کی امامت کے لئے وہی شخص زیادہ مناسب ہے جو سب سے عمدہ قرآن پڑھتا ہو۔ اور حکم دیا گیا کہ مجالس میں قرآن پڑھنے والوں کی عزت و توقیر کیجائے۔ اور چونکہ زنا کی تہمت اور بہتان بندی گناہ تھی اس واسطے تہمت لگانے والے کی گواہی مقبول عدالت نہیں ہے۔ یہیں سے اس حالت کا حکم نکلتا ہے کہ مبتدع اور فاسق سے سلام اور کلام کی ابتداء نہ کیجائے۔ سیاست مدن میں اسکی نظیر یہ ہے کہ تیراندازوں کو انعام زیادہ دیا جاتا ہے اور تقرر وغیرہ میں انکو اوروں پر تقدیم ہوا کرتی ہے ۔

اور منجملہ اصول میں سے یہ ہے کہ جب کسی شے کا حکم یا ممانعت کیجائے تو لوگوں کو حکم دیدیا جائے کہ دلی قصد سے اسپر اقدام کریں اور بہ نیت قلبی سے منہی عنہ سے باز رہیں اور کلام کے موافق انکی خواہش کو دل میں پوشیدہ رکھیں اسیواسطے نہایت سخت سرزنش وارد ہوئی ہے کہ لوگ قرض اور مہر کے ادا نہ کرنے کا اپنے دلوں میں قصد کریں۔ اور منجملہ اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی شے میں کسی خرابی کا احتمال ہو۔ تو اس کو مکروہ قرار دینا چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فلا یغمس یدہ فی الاناء فانہ لا یدری این باتت یدہ (جو شخص سوتے سے اٹھے وہ اپنے ہاتھ کو ہرگز برتن میں نہ ڈالے اسکو کیا معلوم کہ شب کو اس کا ہاتھ کہاں پڑا رہا) حاصل یہ ہے کہ خدا تعالٰے نے اپنے پیغمبر کو احکام عبادات اور منافع کی تعلیم دی اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بیان فرمادیا اور ہر ایک باب کے متعلق بڑے بڑے احکام کو آپ نے مستنبط کیا۔ اس باب کے متعلق اور اس دوسرے باب کے متعلق جو اس باب کے بعد آتا ہے جو جو امور بیان کئے گئے ہیں ان سب کو امت محمدیہ کے رازدان لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم میں مندرج پایا ہے اور غور و تدبیر سے انکے دلوں نے اپنے اندر انکو جمع کیا ہے جو اس قسم کے علوم انکی تصانیف اور کتابوں میں موجود ہیں وہ انہیں علوم نبوی کا شعبہ ہے۔ واللہ اعلم ۔

باب ۶۶

مبہم کے انضباط اور مشکل کی تمیز اور کلیہ سے حکم نکالنے وغیرہ کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ مثال و تقسیم سے تو ایسی اکثر چیزیں معلوم ہیں جن کا نام لیکر کوئی انکا حکم بتایا گیا ہے لیکن کسی تعریف جامع مانع سے ان کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ جس سے ان اشیاء کے ہر ہر فرد کا حال معلوم ہو کہ یہ فرد اس شے کا ہے یا نہیں مثلا سرقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرقہ کی نسبت نہ فرماتا ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما۔ چرانے والے اور چرانے والی کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اس آیت
میں حد کو چور پر جاری کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بنی ابیرق اور طعیمہ اور مخزومی عورت کے قصہ میں چوری ہی واقع ہوئی تھی۔ اور
یہ بھی معلوم ہے کہ دوسرے کے مال لینے کی کئی صورتیں ہوا کرتی ہیں منجملہ ان کے (۱) چوری (۲) رہزنی (۳) اچک لینا (۴)
بددیانتی (۵) زمین سے پڑی ہوئی چیز کا اٹھا لینا (۶) غصب (۷) بے پروائی۔ ایسی صورتوں میں ضرورت پڑتی ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک صورت دریافت کیجائے کہ یہ چوری میں داخل ہے یا نہیں۔ ایسا سوال خواہ زبانی ہو یا حالی۔ اس
لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ضرورتاً چوری کی ایسی حقیقت بتلانی ہوگی۔ جو اور شریک چیزوں سے اسکو تمیز کردے اور ایک
فرد کا حال اس سے بخوبی معلوم ہو جائے۔ اس تمیز کا طریقہ یہی ہے کہ ان چیزوں کے ذاتی امور دیکھے جائیں جو چوری میں نہ پائے جاتے
ہوں اور انکی وجہ سے چوری اور غیر چوری میں امتیاز ہو جائے ایسے ہی چوری کی ذاتیات دیکھے جائیں جنکو چوری کے لفظ سے اہل
عرف سمجھ جاتے ہیں۔ اسکے بعد امور معلومہ سے چوری کی منضبط تعریف کیجائے جنکی وجہ سے چوری ممیز ہو جائے۔ مثلاً یہ معلوم کیا جائے
کہ رہزنی اور جنگ اور اور ایسے ہی لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مظلومین کے مقابلہ میں ایک قوۃ ہوا کرتی ہے اور مخالفوں کے
مقابلہ میں ایک قوت ہوا کرتی ہے اور مخالفوں کے لئے ایک جگہ اور وقت ہوا کرتا ہے۔ جہاں لوگوں کی جماعت فریادرسی کو
نہیں پہنچ سکتی اور لفظ اختلاس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی نظروں کے سامنے سے کوئی شے اچک لیجائے۔ اور خیانت کو
معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی قسم کی شرکت یا بے تکلفی یا حفاظت اسکی لگی تھی۔ اور التقاط سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر محفوظ سے لی
گئی۔ اور غصب سے معلوم ہوتا ہے کہ مظلوم کی نسبت غاصب میں علانیہ قوت زیادہ تھی۔ اسکو لڑائی میں غالب آنے پر اعتماد تھا۔ یا یہ
خیال تھا کہ حاکموں تک یہ قصہ نہ پہنچیگا۔ یا ان کو پوری کیفیت معلوم نہ ہوسکیگی۔ یا رشوت دیکر سچا فیصلہ نہ ہوگا اور بے پروائی سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ ایک ناچیز سی شے تھی جسکو عرفاً خرچ کرتے رہتے ہیں اور اس سے ہمدردی کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ جیسے پانی اور
ہیزم اور چوری سے معلوم ہوا کرتا ہے کہ کوئی چیز مخفی طور پر لیلی گئی ہو۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کا اندازہ
چوتھائی دینار یا تین درہموں سے فرمایا تاکہ حقیر اور ناچیز سے تمیز ہو جائے اور فرمایا کہ خیانت کرنیوالے اور لوٹنے والے اور چھیننے والے
کا ہاتھ قطع نہ کیا جائے اور فرمایا کہ اس پھل میں بھی ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے جو درخت پر لٹکتا ہو۔ اور نہ ایسی چیز میں جو پہاڑ میں محفوظ ہے ان میں
اشارہ ہے کہ سرقہ میں حفاظت شرط ہے۔

اور مثلاً عیش پسندی نہایت درجہ کی ایسی حالت بھی نہایت خراب امر ہے لیکن وہ ٹھیک یا قاعدہ نہیں ہے کہ انکے موقع
ظاہری نشانات سے تمیز ہوں جنکی وجہ سے ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ اسی باز پرس کرسکیں اور ان میں کسی کو شبہ نہ رہے کہ انہیں امور میں
عیش پسندی پائی جاتی ہے اور یہ امر معلوم ہے کہ عجمیوں کی عادات عمدہ سواریوں بلند بلند ایوانوں۔ فاخرہ لباس قیمتی زیورات وغیرہ
میں نہایت درجہ کی عیش پسندی تک پہنچ گئیں تھیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں کی حالت مختلف ہونے سے عیش پسندی کی بھی حالت
یکساں نہیں ہوا کرتی بعض لوگوں کے سامان عیش اوروں کی نظر میں تنگی معیشت ہوا کرتی ہے اور بعض لوگوں کی نظر میں جو شے
جید ہوتی ہے اوروں کی نظر میں وہی جید ناقص ہوا کرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ منافع کا حصول جید شے سے بھی ہوتا ہے اور
ردی سے بھی لیکن ردی شے کا استعمال کرنا عیش پسندی نہیں ہے اور بلا قصد جودت کسی جید شے سے منتفع ہونا یا کفر تعات

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی شخص کا جید اشیاء کا پابند ہونا عیش پسندی نہیں ہو سکتا۔ اسوجہ سے شرع نے ہر صورت میں عیش پسندی کی خرابیاں بیان کیں اور ان اشیاء کا خصوصیت کیساتھ ذکر کر دیا کہ جن سے لوگ صرف عیش و آرام ہی کیلئے متمتع ہوا کرتے ہیں۔ اور انسے عیش حاصل کرنیکی لوگوں میں عادت شائع ہو گئی ہے اور شرع نے عجم اور روم کو گویا ان اشیاء پر تشق پایا تھا۔ اسواسطے شرع نے کمال عیش و آرام کے موقع ان امور کو قرار دیکر انکو حرام کر دیا۔ اور بطریق دیگر جن اشیاء سے نفع اٹھایا جاتا ہے یا اطراف ممالک میں انکی عادت ہے ان پر شارع نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اسی لئے حریر اور سونے چاندی کے برتن انہیں محرم ابواب سے شمار کئے گئے ہیں اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیش و آرام کی حقیقت اسکو پایا کہ ہر ایک امور نافع سے جید شے پسند کیجائے اور ردی سے اعراض کیا جانے اور کامل عیش کا موقع اس کو پایا کہ ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف جید ہی کو اختیار کریں۔ اور ردی کو بالکل ترک کر دیں اور معاملات میں اس قسم کے معاملات کو بھی موجب عیش قرار دیا جنمیں ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف جید ہی اختیار کی جائیں اور ردی بالکل ترک کر دیجائیں۔ البتہ بعض بعض مادوں میں اسکا لحاظ بھی کیا جاتا ہو لیکن قوانین شرع میں ایسے مادوں کا کچھ اعتبار ولحاظ نہیں ہے۔ اسواسطے شرع نے ایسے معاملات کو بھی حرام قرار دیا ایسے معاملات بھی عیش پسندی کی صورت اور مثال تھے انکی تحریم بھی بمقتضائے طبع ہے بمقتضائے طبیعت کے لحاظ سے عیش پسندی مکروہ امر ہے۔ اور جب اسی مقتضائے طبیعت کیوجہ سے اشیاء کے موقع حرام ہیں تو ان مواقع کی صورتیں اور مثالیں بھی بطریق اولے حرام ہونگے۔ نقد کو نقد کے بدلہ میں اور کھانے کی چیز کو اسی کی جنس کے بدلہ میں بڑھا کر فروخت کرنا اسی قاعدہ سے مستنبط ہو کر حرام کیا گیا ہے لیکن کسی جید شے کا زیادہ قیمت سے فروخت کرنا حرام نہیں ہے اسلئے کہ جب جنس ایک نہیں ہے تو زیادتی کے بدلہ میں اصل مبیع ہوئی نہ مبیع کا وصف۔ ایسے ہی ایک چھوکری کا دو چھوکریوں کے بدلہ میں اور ایک کپڑے کا دو کپڑوں کے بدلہ میں بھی خریدنا حرام نہ ہوگا۔ اسلئے کہ یہ اشیاء ذوات القیم میں سے ہیں۔ اسواسطے قیمت کی زیادتی اس شے خاص کی خواص کے بدلہ میں قرار دیجائیگی اور یہ جودۃ بھی انہیں خواص میں مندرج ہو جائیگی۔ اس لئے بادی الرائے میں جودت کا کچھ اعتبار نہ رہیگا ہماری ان تمہیدات سے اس باب کے متعلق بہت سے نکتے منکشف ہو سکتے ہیں مثلاً حیوان کے بدلے حیوان کو خریدنا کیوں مکروہ ہے وغیرہ ذالک۔

کبھی دو چیزیں باہم ہمرنگ معلوم ہوتی ہیں ان دونوں میں مخفی امور کیوجہ سے تمیز ہوا کرتی ہے جنکو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت میں راسخ العلم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں اسواسطے ضرورت پیش آتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی ظاہری علامت معلوم کیجائے اور نیکی اور گناہ کے لحاظ سے ان علامتوں کا کوئی حکم قرار دیا جائے اور ان میں باہم علیحدگی احکام بتائے جائیں مثلاً نکاح اور زنا۔ نکاح اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ مصلحت ٹھیک ہو جائے جس پر انتظام عالم کا مدار ہے کہ زن و شوہر میں باہم ہمدردی ہو نسل کی امید کی جائے شرمگاہ محفوظ رہے اور یہ تمام امور پسندیدہ اور منجملہ مقاصد کے ہیں اور زنا کی حقیقت یہ ہے کہ نفسانی شورش فرو کر دیجائے خواہش نفسانی کا اتباع کیا جائے حیا کی پردہ دری کی جائے جس سے نفس کو آزادی ہو اور مصلحت کلی اور نظم عالم سے گریز ہو اور یہ امور ناخوشی کے باعث اور ممنوعات سے ہیں لیکن نکاح اور زنا اکثر امور میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مثلاً ان سے خواہش نفس دور ہوتی ہے طبیعت کی سوزش جاتی رہتی ہے دو قومیں عورتوں کی جانب میلان ہوا کرتا ہے اس واسطے ضرورت ہوئی کہ ظاہری علامت سے ایک کو دوسری سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالکل تمیز ہو جائے اور طلب و منع کا اس پر مدار ہو۔ اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تعیین چند امور سے قرار دی۔
(۱) یہ کہ نکاح عورتوں سے کیا جائے نہ مردوں سے نسل کی امید صرف عورتوں سے ہوسکتی ہے (۲) یہ کہ اپنے قصد اور مشورہ اور اعلان سے ہو۔ اسی لئے گواہوں اور ولی کی موجودگی اور عورت کی رضامندی اسمیں شرط کی گئی ہے (۳) یہ کہ دونو یہ قرار دیں کہ ایکدوسرے کے معاون رہینگے۔ اور یہ صورت اکثر اوقات جب ہی ہوسکتی ہے کہ عقد دائمی اور لازمی طور پر ہو اسکی کوئی میعاد معین نہ ہو اسواسطے نکاح پوشیدگی میں اور متعہ اور لواطت حرام قرار پائے۔

اور اکثر کوئی نیک کام کسی دوسرے نیک کام کے مشابہ ہوا کرتا ہے جو دوسرے کام کے متعلقات میں سے ہوا کرتا ہے اسواسطے ان دونوں میں فرق کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جیسے قومہ اسلئے مشروع ہوا ہے کہ رکوع اور سرنگوں ہونے میں جو سجدہ کے متعلقات میں سے ہے فرق ظاہر ہو جائے۔

کبھی کوئی رکن یا شرط حقیقت میں مخفی امر اور افعال قلبی میں سے کوئی کام ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے افعال بدنی میں سے کوئی فعل یا کوئی قول اس امر مخفی کے انضباط کیلئے علامت قرار دیا جاتا ہے جیسے کہ نیت اور خدا کی حضور میں اخلاص کیساتھ کوئی کام کرنا امر مخفی ہے اسلئے استقبال قبلہ اور نیت انکی علامت مقرر کر کے نماز میں اصلی شے کر دیئے گئے۔

جب نص میں کوئی لفظ مذکور ہو یا کوئی مقسم حکم کیلئے مدار علیہ قرار دیا جائے اور پھر اسکے بعض مادوں میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو یہی مناسب ہے کہ اس لفظ کے معنی معلوم کرنے یا کسی قسم کی تعریف جامع اور مانع کے معلوم کرنے میں اہل عرب کی عرفی حالت کیطرف رجوع کرنا چاہئے جیسے روزہ کے متعلق نص میں ماہ رمضان وارد ہوا ہے لیکن ہر کیوقت اسکی تعداد میں شبہ ہوجاتا ہے اس لئے اس کا حکم وہی ہوگا جو عرب کے عرف میں تھا کہ شعبان کے تیس روز پورے کر لینے چاہئے مہینہ کبھی تیس روز کا ہوتا ہے کبھی انتیس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحتسب الشہر ہکذا (ہم امی ہیں اسطرح پر مہینہ کو نہیں لکھتے اور نہ اسکا ایسا حساب کرتے ہیں)۔

ایسے ہی قصر میں قصر کا لفظ نص میں وارد ہوا ہے اور بعض مادوں میں سفر کے معنی معلوم کرنے میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے اس لئے صحابہ نے حکم کیا کہ سفر جب ہوتا ہے کہ مکان سے ایسی جگہ جائیں کہ جہاں پورے ایک روز اس شب کو شروع حصہ میں پہنچ سکیں اسکی مسافت ایک روز اور دوسرے روز کا کچھ حصہ ہو۔ اسطرح پر سفر کا اندازہ چار بردوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جو حکم خاص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے ہے اور لوگوں کے لئے وہ حکم نہیں ہے اسوقت میں اس حکم کا مدار اس شے کی حقیقت کو قرار دینا نہیں چاہئے بلکہ امر مظنون کو قرار دینا چاہئے۔ امام طاؤس کا عصر کے بعد دو رکعتوں میں یہی قول ہے کہ انکی ممانعت اسلئے کی گئی ہے لیلا یتخذ سلما۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اصلی حقیقت سے واقف تھے آپکی شان میں امر مظنون کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے دریافت حقیقت کے بعد گمان کا کیا احتمال ہے مثلاً چار بیبیوں سے زیادہ سے شادی کرنے میں احتمال تھا کہ بیبیوں کی معاشرت میں کوئی قباحت پیدا ہو جائے اور انکے حقوق میں کسی قسم کی فروگذاشت ہو اور لوگوں کو اس کا شبہ ہوسکتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ انکی معاشرت میں کون سے امور پسندیدگی کے قابل ہیں اسلئے گمان کے موافق اسکے متعلق کوئی حکم نہیں دیکھتے یا آنحضرت کا بعض امور کو اپنے لئے خاص کر تہذیب نفس کے علاوہ کسی رسم کی تحقیق اور باقی رکھنا مقصود ہوا کرتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بیع کے ساتھ کسی شرط کے لگانے سے منع فرمایا ہے پھر آپ نے ایک اونٹ حضرت جابر رضؓ سے اس شرط پر خرید فرمایا کہ مدینہ تک وہ ان کی سواری میں رہے۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے کسی امر کی تخصیص اسلئے ہوا کرتی ہے کہ اس کام کو قابل وہ شخص نہیں ہوا کرتا جس میں مادہ عصمت کا نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا روزہ دار کے بوسہ کے متعلق قول ہے وایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلے اللہ وسلم یملک اربہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرح کون شخص خواہش نفس پر غالب ہے) یا وجہ تخصیص یہ ہوتی ہے کہ آپ کا نفس قدسی کسی خاص نیک امر کا مقتضی ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے آپ پر اس کا کرنا واجب کر دیا جاتا ہے جیسے کسی قوی آدمی کو زیادہ غذا کی رغبت ہوتی ہے۔ ایسے ہی نفوس عالیہ کو خدا کیجانب زیادہ توجہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے مثلاً نماز تہجد۔ نماز چاشت کی واللہ اعلم ۔

باب ٦٧

مذہبی آسانیوں کا بیان

خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (خدا کی رحمت کیساتھ لوگوں سے نرمی کرو۔ اگر تم سخت دلی سے پیش آؤ گے تو لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جائینگے) اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (خدا تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ دشواری کا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو موسےٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کیجانب روانہ کیا۔ تو ان سے فرمایا۔ یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا (آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں نہ کرنا لوگوں کو خوش کرنا متنفر نہ کرنا اور باہم ہمیشہ موافق رہنا۔ اختلاف نہ کرنا)۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں پیدا کرنے کو)۔

معلوم کرنا چاہیے کہ تیسیر کی چند صورتیں ہیں (۱) یہ کہ طاعت کیلئے کوئی ایسی چیز رکن یا شرط قرار نہ دیجائے جس کا ادا کرنا لوگوں پر دشوار ہو۔ اسکی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک عند کل صلوٰۃ (اگر میں امت کے لوگوں پر دشوار نہ سمجھتا تو میں ہر ایک نماز کیلئے مسواک کرنیکا حکم کرتا)

(۲) کہ بعض امور طاعت کو منجملہ رسوم کے قرار دینا چاہیئے جن پر فخر ومباہات کی جایا کرتی ہے۔ ان امور کو ان امور میں داخل کرنا چاہیئے جن کو لوگ اپنی نفسانی رغبتوں سے عمل میں لایا کرتے ہیں مثلاً عیدین۔ جمعہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تا یہودی جان لیں کہ ہمارے مذہب میں کیسی وسعت ہے۔ بڑے بڑے مجمعوں میں اپنے آپکو مزین کرنا اور عزو مباہات کے کاموں میں ایکدوسرے سے سبقت کا طالب ہونا اور منافست کرنا لوگوں کا خاص طریقہ ہے۔

(۳) یہ کہ طاعات میں وہ امور مسنون کرنے چاہئیں جو لوگوں کو بالطبع مرغوب ہوں تاکہ جس امر کی عقل خواہاں ہے طبیعت بھی اسکی خواہاں رہے اور دونو خواہشیں جمع ہو کر ایکدوسرے کی معاون رہیں۔ اسیوجہ سے مسجدوں کا پاکیزہ اور ستھرا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکمنار وز جمعہ کو غسل کرنا۔ اس روز خوشبو لگانا مسنون ہے اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا اور اذان کا خوش آوازی سے پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔

(۴) یہ کہ لوگوں کی طبیعتوں پر سے گرانی دور کیجائے جس سے وہ بالطبع متنفر ہوں۔ وہ ناپسند سمجھی جائے۔ اسی لئے غلام اعرابی اور مجہول النسب کی امامت مکروہ خیال کیگئی ہے لوگ اس قسم کے لوگوں کی امامت سے دل گرفتہ ہوا کرتے ہیں۔

(۵) بعض وہ امور بحال خود باقی رکھے جائیں۔ جو اکثر لوگوں کی طبیعت کے موافق ہوں۔ یا اُن امور کے ترک کرنے سے انکو دل تنگی معلوم ہوتی ہو۔ جیسے سب سے زیادہ مستحق امامت کے لئے سلطان اور مالک خانہ قرار دیا گیا ہے اور جو شخص نئی عورت سے شادی کرے تو اسکے لئے اول سات روز یا تین روز خاص کرکے پھر اور بیبیوں میں اپنی نوبت کو تقسیم کر دے۔

(۶) یہ کہ لوگوں میں یہ معمول قرار دیا جائے کہ انکو علم ونصائح کی ہمیشہ تعلیم دیتا رہے نیکی کا حکم کرتا ہے اور ممنوعات سے روکتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ امور بھر جائیں اور بلا دقت وہ نوامیس کے مطیع رہیں۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے رہا کرتے تھے کہ کہیں اُن میں ناگواری اور سستی نہ پیدا ہو جائے۔

(۷) یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض اُن امور کو عمل میں لاتے رہیں جن کا لوگوں کو حکم کرتے ہوں اُنکے کرنے میں لوگوں کو مجاز کرتے ہوں تاکہ آپ کی نقل پر لوگوں کا لحاظ رہے۔

(۸) ہمیشہ خدا تعالے سے التجا کرتے رہیں۔ لوگوں میں تہذیب آجائے وہ کامل بنجائیں۔

(۹) یہ کہ پیغمبر کے ذریعہ سے خدا کیجانب سے اطمینان اور تسکین نازل ہوتی رہے اور لوگ نبی کی حضوری میں ایسے ہو جائیں گویا اُنکے سر پر پرندے ہیں (مردے)

(۱۰) جو شخص حق سے سرتابی کرے اسکو ذلیل اور محروم کر دینا چاہئے۔ جیسے قاتل کو ورثہ نہیں ملتا۔ اور اکراہ کی صورت میں طلاق نافذ نہیں ہوتی۔ ایسی حالتوں میں جب زبردستی کرنیوالوں کی غرض حاصل نہ ہوگی۔ تو وہ جبر اور اکراہ کرنے سے باز رہینگے۔

(۱۱) جن امور میں محنت اور مشقت ہو انکو آہستہ آہستہ شروع کرنا چاہئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسی کے متعلق قول ہے کہ قرآن میں اول وہ مفصل سورتیں نازل ہوئیں جن میں صرف جنت دوزخ کا ذکر تھا۔ اور جب اسلام پر لوگ ٹوٹنے لگے تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے اگر شروع ہی سے لا تشربوا الخمر (شراب مت پیو) نازل ہوتا تو لوگ کہہ بیٹھتے کہ ہم شراب کو کبھی ترک نہ کرینگے۔ اور لا تزنوا (زنا مت کرو) نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم زنا کو ترک نہ کرینگے۔

(۱۲) یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ فعل ترک کر دینا چاہئے۔ جس سے لوگوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہو فتنہ کے خوف سے بعض مستحب امور ترک کر دینے چاہئیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ وبنیتها علی اساس ابراہیم علیہ السلام (اگر تیری قوم سے زمانہ کفر کا قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا۔

(۱۳) شارع نے مختلف نیکیوں وضو غسل۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج وغیرہ کا حکم دیا۔ ان امور کو لوگوں کی رائے پر موقوف نہیں رکھا۔ سب کے لئے ارکان شرائط وآداب کو پوری طرح سے منضبط نہیں کیا بلکہ ان کی تکمیل کو لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ سے ان لفظوں کے معانی اپنی عادات کے موافق خود سمجھ لیں یہ تو شارع نے بیان کر دیا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی) لیکن حرفوں کے مخارج کی تفصیل نہیں کی جن پر سورہ فاتحہ کا ٹھیک طور پر پڑھنا موقوف ہے۔ اس سورت کی تشدیدیں حرکات سکنات نہیں بیان کئے اور نیز شارع نے یہ بیان کر دیا کہ استقبال قبلہ نماز میں شرط ہے لیکن کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتایا جس سے استقبال قبلہ معلوم ہو سکے اور یہ بیان کر دیا کہ زکوٰۃ کا نصاب دو سو درہم ہیں لیکن اس کا کچھ ذکر نہیں فرمایا کہ درہم کا کیا وزن ہوتا ہے اور جب اس قسم کی کوئی بات آپ سے دریافت کی گئی تو انہیں امور سے جواب دیدیا۔ جو ان کے خیال میں تھے۔ ماہ رمضان کے چاند کی نسبت فرمایا کہ اگر ابر ہو تو ماہ شعبان کے تیس روز پورے کر لو اور اس پانی کی نسبت جو بیابان میں ہو درندے چارپائے وہاں آتے جاتے ہوں فرمایا۔ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا (جب پانی بقدر قلتین کے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا) عرب میں ان امور کی اصل موجود تھی پہلے ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب سب اشیاء کی حقیقتیں بیان کی جائینگی تو ان میں ظہور و خفا اور عدم انضباط و ایسا ہی ہوگا تو پھر ان کے بیان کی ضرورت پڑیگی اور ایسے ہی ضرورت پڑتی جائیگی اور اس سے بڑا حرج ہوگا۔ اور چونکہ ہر ایک امر کی تعیین میں کسی قدر وقت ہی ہوا کرتی ہے جب بہت سے تعینات ہو جائینگے تو دقتیں بہت زیادہ ہو جائینگی۔ اور نیز شرع کے امور ادنےٰ و اعلےٰ سب ہی ہوا کرتے ہیں۔ تو ان تفاصیل میں سب حدود و تعریفات کے محفوظ رکھنے میں زیادہ وقت ہوگی۔

اور نیز اگر لوگ ان امور کا زیادہ اہتمام کریں جن سے نیکیاں محدود کیجاتی ہیں تو وہ ان نیکیوں کے فواید معلوم نہ کر سکینگے اور نیکیوں کے ارواح کیجانب انکی توجہ نہ ہوا کریگی۔ اکثر قرائے کو دیکھو تو انکی دلی توجہ زیادہ لفظوں کی طرف ہوا کرتی ہے انکو معانی قرآن کے غور کرنیکی طرف کچھ توجہ نہیں ہوا کرتی۔ اسلئے مصلحت یہی ہے کہ انضباط کے بعد اور امور کو ان کی ہی رائے پر چھوڑ دیں اور نیز شارع نے لوگوں کو انہیں امور سے خطاب کیا ہے۔ جو فن حکمت اور علم کلام اور علم اصول کے دقائق میں غور کرنے سے پیشتر ہی سے ان کی عقلوں میں فطری طور پر ودیعت رکھے گئے تھے۔ اسیواسطے خدا تعالیٰ نے ذاتی جہت کو ثابت کیا فرمایا الرحمن علی العرش استوی (خدا عرش پر ٹھیرا ہوا ہے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کالے رنگ کی عورت سے فرمایا این اللہ (خدا کہاں ہے) اس عورت نے آسمان کیطرف اشارہ کیا۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورت ایماندار ہے شارع نے استقبال قبلہ۔ اور نماز اور عیدین کے اوقات معلوم کرنے کیلئے لوگوں کو علم ہیئت یا ہندسہ کے مسائل حفظ کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اور اپنے قول القبلۃ ما بین المشرق والمغرب اذا استقبل الکعبۃ (قبلہ وہی ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان کعبہ سامنے ہو جائے) میں سوال کی وجہ کیطرف اشارہ فرمادیا اور کہا۔ الحج یوم تحجون والفطر یوم تفطرون (جس روز تم حج کرتے ہو وہی حج کا دن ہے اور جس روز افطار کرتے ہو وہی یوم الفطر ہے) واللہ اعلم۔

باب ۶۸

ترغیب اور ترہیب کے اسرار میں

خدا تعالےٰ و تبارک کی اپنے بندوں پر یہ بڑی نعمت ہے کہ اس نے وحی کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کو ثواب دے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب بتادیا جو اعمال پر مرتب ہوتے ہیں تاکہ انبیاء لوگوں کو اس سے آگاہ کریں اور ان کے دل بیم و رجا سے معمور ہو جائیں یا وہ اپنے ذاتی قصد اور ارادہ سے لوگ ان شرائع کی پیروی کریں۔ جیسے کہ اور باقی امور کی بیم و امید کیا کرتے ہیں جن سے کوئی ضرر دور ہو جاتا ہے یا ان سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے۔

اسی کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وانها لكبيرة الا على الخاشعين الذين يظنون انهم ملاقوا ربهم وانهم اليه راجعون (بیشک نماز ایک بڑی بھاری چیز ہے لیکن نہ ان خوف کرنے والوں پر جنکو خیال رہتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار سے ملینگے۔ اور اسی کیطرف پھر جائینگے) ترغیب اور ترہیب کے متعلق قواعد کلی ہیں۔ تمام جزئی امور ترغیب اور ترہیب کے انہیں پر ختم ہوتے ہیں۔ فقہائے صحابہ نے اگرچہ ان قواعد کو تفصیلاً منضبط نہیں کیا تھا لیکن اجمالاً وہ خوب ان سے واقف تھے اسکی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں بھی تمہارے لئے اجر ہے صحابہ نے عرض کیا کہ کیا کوئی خواہش پوری کرے جب بھی ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ نے فرمایا کیوں۔ اگر حرام میں خواہش کا استعمال کرتے تو اس پر گناہ ہوتا یا نہیں اسلئے صحابہ کا اسی مسئلہ میں توقف کرنا اور اسکی وجہ کا مشتبہ ہونا اسی وجہ سے تھا کہ وہ اعمال اور اعمال جزاؤں کی مناسبت سے خوب واقف تھے اسکو خوب جانتے تھے کہ اعمال کے نتیجوں کی باہمی عقلی دلیل ہوا کرتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے سوال کرنے اور جواب میں ایک دلیل صاف کے لحاظ رکھنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی اور اس قول کی نظیر یہ بھی ہے کہ فقہائے حدیث لو كان على ابيك دين اكنت قاضيه قال نعم فدين الله احق ان يقضى (اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو تو اسکو ادا کرتا یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں ادا کرتا آپ نے فرمایا پس خدا کا قرضہ زیادہ ادا کرنے کے قابل ہے) میں کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کو قواعد کلیہ سے تعلق ہوا کرتا ہے۔ صحابہ کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ نیکیوں میں تہذیب نفس ہوا کرتی ہے مثلاً تسبیح تہلیل تکبیر یا شہر کے انتظام میں ان سے کوئی مصلحت قائم ہوا کرتی ہے اور برائیوں میں ان دونوں کے خلاف امور ہوا کرتے ہیں۔ اور خواہش نفس میں طبیعت کی خواہش کی پیروی ہوتی ہے۔ اس میں علامات سے زیادہ کوئی اور مصلحت نہیں ہوتی صحابہ کا منشاء سوال اسی کو سمجھنا چاہیئے یا ایسا ہی کوئی اور امر خیال کر لینا چاہیئے جسمیں کسی امر کلی کا معلوم کرنا پیش اور اسکی طرف سوال کے پھیرنے میں غرابت نہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں خاوند اور بیوی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے۔ اور اسمیں اس سے نجات ملجاتی ہے کہ بے موقع خواہش نفس پوری کی جائے۔

ترغیب اور ترہیب کے طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک طریقہ کا راز جدا ہوتا ہے۔ ان میں بڑے بڑے طریقوں سے آگاہی کیجاتی ہے۔

ان طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ تہذیب نفس میں کسی کام کا جو اثر ہوتا ہے وہ بیان کر دیا جائے نفس کی نیک و بد قوتوں میں سے ایک قوت غالب ہو جائے یا مغلوب ہو۔ اسی کو زبان شرع میں نیکیوں کا لکھا جانا اور برائیوں کا محو ہو جانا کہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرے تو یہ دس بردہ آزاد کرنے کے برابر ہے اس کی سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس سے محو کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حائل ہیں۔ اور اُس روز شام تک وہ محفوظ رہتا ہے۔ ایسے شخص سے زیادہ کسی کا عمل عمدہ نہیں ہوتا اگر اُس شخص کا جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ اس حدیث کا راز ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

اور انہیں طریقوں میں سے یہ ہے کہ اُس عمل کا وہ انداز بیان کیا جاوے جسکی وجہ سے شیطان وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شام تک شیطان سے حفاظت رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدکار لوگ اسکو نہیں کرسکتے یا اُس عمل سے رزق میں زیادتی اور برکت کا ظہور ہوا کرتا ہے اُس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص خدا سے سلامتی کو طلب کرتا ہے اور یہ اسکی درخواست قبولیت دعا کا سبب پڑتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی جانب سے فرمایا ہے ولئن استعاذنی لاعیذنہ ولئن سالنی لاعطینہ (اگر بندہ مجھ سے کسی امر سے پناہ چاہیگا میں اسکو پناہ دونگا۔ اور اگر کسی امر کی مجھ سے درخواست کریگا میں اسکو پورا کرونگا) اور بعض اور حدیثوں میں وارد ہے کہ ذکر الٰہی میں محو ہوجانے اور عالم جبروت کیطرف متوجہ ہونے اور ملکوت سے مدد طلب کرنے سے طالب اور مطلوب میں قطعی مناسبت ہوجایا کرتی ہے۔ اور مناسبت پر تاثیر کا مدار ہوا کرتا ہے اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ جسکی ایسی حالت ہوا کرتی ہے۔ تو ملائکہ اُس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اسکی وجہ سے منافع حاصل ہونے اور مضرت کے دفع ہونے کے اکثر ذرائع پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

موجبات ترغیب اور ترہیب سے ہے کہ عالم معاد میں اعمال کا اثر بتایا جائے۔ دو مقدموں سے اس کا اصلی راز معلوم ہوتا ہے (۱) یہ کہ معاد میں کسی شے کو ثواب اور عذاب کا سبب قرار نہیں دیسکتے۔ جبتک یہ جزا کے دو سببوں میں سے کسی سبب کے ساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت نہ ہو۔ اس کو یا ان چاروں اخلاق میں سے کسی نہ کسی میں دخل ہو۔ جن کے ہونے نہ ہونے پر سعادت اور تہذیب نفس کا مدار ہے وہ اخلاق یہ ہیں۔ نظافت۔ رب العالمین کی حضور میں نیازمندی۔ نفس کی سماحت فیاضی اسکی کوشش کرنا کہ لوگوں میں عدل قائم ہو یا انکو ان امور کے اجرا میں دخل ہو جس پر ملاء اعلے کا اتفاق ہوا کرتا ہے کہ شرائع کو مستحکم ہو۔ اور انبیا علیہم السلام کی مدار ہو اور عمل اور سبب جزا میں مناسبت کے معنی یہ ہیں کہ اُس عمل سے وہ سبب خود حاصل ہوتا ہو یا اسکو مثلاً لازم ہو یا اس کے لئے ذریعہ ہو۔ مثلاً دو رکعتوں کو اس طرح ادا کریں کہ کوئی نفسانی وسوسہ پیش نہ آئے تو اس سے ثبوت ہوتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کے جلال کی یاد اور عاجزی کا اثر ہے اور بہیمیت کی پستی سے ایک قسم کی ترقی کا اسمیں ظہور ہے اور ایسے ہی پیر اور اعضا صاف کرنا پاکیزگی کا باعث ہے جس کا اثر نفس پر پڑتا ہے اور مال کثیر کا صرف کرنا جس میں ہوا کی طور پر بخیلی کی جا پائی جاتی ہے یا کسی کے ظلم کو معاف کردینا اور خدا کے حقوق میں ریا کو ترک کرنا نفس کی سماحت کی دلیل اور اسکو لازم ہے اور ایسے ہی بھوکے کو کھانا کھلانا۔ پیاسے کو پانی پلانا۔ قوموں میں آتش جنگ کے بجھانے میں کوشش کرنا۔ اصلاح عالم کی دلیل اور ذریعہ ہے اور عرب سے محبت رکھنا ذریعہ ہے کہ انہیں کی سی وضع اختیار کیجائے اور اسکی وجہ سے ملت حنیفی کی پسندیدگی کا موقع ہوسکیگا۔ یہ شریعت عادات عرب کے ہی موافق معین کی گئی ہے اس پسندیدگی سے شریعت مصطفوی کی عزت اور شان حاصل ہوتی ہے اور افطار میں بلا ہر عجلت اختیار کرتے رہنا اور مذاہب کے اختلاط اور تحریف کناره کشی کی دلیل ہے لوگوں کے اکثر فرقے مثلاً حکما۔ ارباب صناعت۔ اطبا۔ وغیرہ اشیاء کے مواقع کو مدار علیہ احکام قرار دیتے رہتے ہیں۔ اور بعضوں محاورات میں عرب کی بھی یہی روش رہی ہے بعض بعض ایسی صورتیں ہم ذکر بھی کرچکے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا وہ عمل جو متعلق بالم شدہ یا طبیعت کے مخالف ہو اُس پر وہی شخص اقدام کریگا جس میں کامل اخلاص ہو اسلئے ایسا عمل اخلاص دل کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ مثلاً آب زمزم سے سیرابی حاصل کرنا اور حضرت علی رضہ سے محبت رکھنا۔ اسلئے حضرت علی رضہ خدا کے احکام کی تعمیل میں نہایت سخت تھے اور انصار سے محبت رکھنا کیونکہ ان میں اوس و خزرج کی قومیں باہم ایک دوسرے سے متنفر تھیں۔ اسلام نے ان میں الفت پیدا کر دی تھی اسلئے اُنسے محبت کرنا دلیل ہے کہ انہیں اسلام کی بشاشت سرایت کر گئی ہے اور جیسے پہاڑ پر چڑھکر دیکھنا اور اسلامی لشکروں کی نگرانی کرنا بتاتا ہے کہ کلمۃ اللہ کی اعلان اور دین الٰہی میں اسکی توجہ کامل ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب کسی کی وفات ہوجاتی ہے اور اسکو وہ نفسانی حالتیں پیش آتی ہیں جو نفس میں ملی تھیں خواہ وہ نفس کے موافق تھیں یا مخالف۔ تو اُس پر عنقریب ہی تکلیف و آرام کی صورتیں ظاہر ہونگی۔ ان نفسانی حالات تو تکلیف و آرام میں گو کہ کوئی عقلی مشابہت نہ ہو لیکن یہ لازمہ کی ایک دوسری قسم ہے جس سے نفس کے بعض امور کی بعض کیطرف کشش ہوتی ہے اور اسی طرح ہر خواب میں بھی معانی خاص خاص صورتوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ جیسے شتر سگا ہوں اور موذن پر موذن کا مہر لگانا دلیل تھا کہ وہ لوگونکو مباشرت عورات اور کھانے وغیرہ سے باز رکھنا چاہتا ہے علاوہ مثال میں خاص خاص مناسبتیں نظر کرتی ہیں جن پر احکام کا دوران ہوا کرتا ہے۔ حضرت جبرئیل جو دحیہ کلبی ہی کی صورت میں آیا کرتے تھے وہ ایک خاص معنی کیوجہ سے تھا۔ اور خاص وجہ ہی کے سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آگ کا ظہور ہوا تھا۔ جو شخص اس مناسبت کو خوبی سمجھتا ہو وہ جان سکتا ہے کہ جزائے اعمال کی کیا صورت ہوگی۔

بہرحال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص علم کو مخفی رکھتا ہے اور تعلیم سے اپنے آپکو روکتا ہے حالانکہ تعلیم کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو خدا تعالےٰ آگ کی لگام سے اُس کو عذاب دیگا۔ یہ تشبیہ اسلئے دیگئی ہے کہ ایسے بخل سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور بخل کا عذاب اور صورت لگام کے مشابہ ہے۔ اور جو شخص مال سے زیادہ محبت کرتا ہے ہمیشہ اُس کا دل مال ہی سے متعلق رہتا ہے اُسکی گردن میں گنجے سانپ کا طوق ڈالا جائیگا اور جو شخص درہم و دنانیر یعنی روپیہ کی حفاظت میں سخت تکلیف برداشت کرتا ہے اور خدا کی راہ میں انکے خرچ میں بہت احتیاط کرتا ہے اُس کو انہیں اشیاء کے ذریعہ سے عذاب دیا جائیگا۔ جیسے تکلیف دینے کا طریقہ ملاء اعلےٰ کی نظر میں مقرر ہے اور جو شخص لوہے کی چیز یا زہر وغیرہ سے اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہے اور اس وجہ سے وہ خدا کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو انہیں صورتوں سے اسکو عذاب دیا جائیگا۔ اور جو شخص محتاج کو کپڑے پہنائیگا قیامت کے روز جنت کے سندس سے اسکے کپڑے بنائے جائینگے۔ اور جو شخص مسلمان کو آزاد کریگا اور غلامی کی مصیبت سے جو اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے آزاد کردیگا تو اُس غلام کے ہر ایک عضو کے بدلہ میں اُس مالک کا ہر ایک عضو دوزخ سے آزاد کیا جائیگا۔

اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ عمل کو اُس چیز سے مشابہت دیں جسکی خوبی یا برائی ذہنوں میں شرعاً یا عادت کی وجہ سے راسخ ہوجاتی ہے اور اسوقت میں ضرور ہے کہ اُن دونوں امروں میں کوئی جامع امر چاہئے جو کسی نہ کسی وجہ سے دونوں میں بالاشتراک پایا جائے۔ جیسے اُس شخص کو جو نماز صبح سے طلوع آفتاب تک انتظار کیساتھ میں مشغول بیٹھا ہے۔ صاحب حج اور عمرہ کیساتھ مشابہت دیگئی ہے۔ اور اُس شخص کی جو ہبہ کرکے کسی چیز کو واپس کرلے اُس سگ کے ساتھ مشابہت دیگئی ہے جو قے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیکے یہ رجحان کھلائے۔ یا اس عمل کو معیوب لوگوں یا قابل نفرت لوگوں سے مشابہت دیکھی ہو۔ یا اس عمل کے کرنیوالے کے حق میں (بلیا) بُرا اور دعا کی ہو۔ اس تشبیہ سے اگر اس عمل کے عمدہ و یا قبیح ہونے کی وجہ کا لحاظ بھی نہ کیا جائے تاہم اس سے اس عمل کی اجمالی حالت معلوم ہو جایا کرتی ہے۔ جیسے شارع کا قول ہے۔ تلک صلوٰۃ المنافق (یہ منافق کی نماز ہے) اور جیسے ارشاد ہوا لیس منا من فعل کذا (جو شخص ایسا کام کریگا وہ ہم سے نہیں ہے) یا فرمایا و ہذا العمل عمل الشیاطین او عمل الملائکۃ و یرحم اللہ امراء فعل کذا (کہ ۲) ایسا کام شیاطین یا فرشتوں کا سا ہے اور جو شخص ایسا کام کریگا خدا اس پر رحم کرے) اور اسی قسم کی اور عبادتوں کو قیاس کر لینا چاہئے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ عمل کی حالت ہی ایسی ہو جس سے خدا تعالےٰ کی خوشی یا ناخوشی کا تعلق ہوا کرتا ہے اسکی وجہ تو کم کی دعا یا بددعا کا اس سے تعلق ہوتا ہو جیسے شارع کا قول ہے ان اللہ یحب کذا و کذا و یبغض کذا و کذا (خدا ایسے ایسے امور کو پسند کرتا ہے اور فلاں فلاں کو بُرا جانتا ہے)۔ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی میامن الصفوف (دائیں جانب کی صفوں پر خدا اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں) اسکو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

باب ۶۹

کمال مطلوب کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے امت محمدیہ کے طبقات اور درجات

اس باب کے متعلق اصلی حالت سورہ واقعہ میں مذکور ہے و کنتم ازواجا ثلثۃ فاصحب المیمنۃ ما اصحب المیمنۃ و اصحب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون۔ آخر سورۃ تک (تم تین جوڑے ہو اصحاب الیمین اور اصحاب الیمین کیا ہیں اور اصحاب المشئمہ اور اصحاب المشئمہ کیا ہیں اور جو لوگ سب پر سبقت لیجانے والے ہیں وہی مقرب ہیں) اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ (پھر ہم نے ان لوگوں کو وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا تھا پس بعض لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنیوالے ہیں بعض میانہ رو بعض نیکیوں میں سب سے آگے بڑھنے والے۔ خدا کے حکم سے) ہم نے معلوم کیا ہے کہ سب سے اعلےٰ درجہ کے نفوس مفہمین کے ہیں ہم نے ان کا پہلے ذکر کیا ہے اور مفہمین کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جن کا سابقین نام ہے سابقین کی دو قسمیں ہیں (۱) قسم اصحاب اصطلاح اور بلندی ہیں۔ ان کی استعداد بھی کمالات کے حاصل کرنے میں مفہمین کی سی ہی ہوا کرتی ہے لیکن انکی کمالیت اور سعادت مفہمین کے درجہ تک نہیں پہنچا کرتی۔ ان کی استعداد دحفیہ آدمی کی مانند ہوتی ہے۔ ایک بیدار کرنیوالے کی انکو ضرورت ہوا کرتی ہے جب پیغمبروں کی خبریں انکو بیدار کر دیتی ہیں تو وہ ان علوم کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ جو مخفی مناسبت کی وجہ سے جو ان کے باطن نفوس میں موجود ہوتی ہے انکی استعداد کے مناسب ہوا کرتی ہیں اسلئے وہ لوگ مجتہدین مذہب کے مرتبہ کے ہوتے ہیں۔ ان کے الہامات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اجمالی اور کلی الہام کو اخذ کر لیتے ہیں حظیرۃ القدس میں انکو ایک قسم کی استعداد شامل ہوا کرتی ہے۔ اکثر سابقین میں یہ امر مشترک ہوا کرتی ہے پیغمبروں نے اسکو بیان کیا ہے (۲) قسم اصحاب تجاذب اور علو کی ہے۔ توفیق الٰہی سے وہ ایسی ریاضتیں اور توجہات میں مشغول رہتے ہیں۔ جو ان کی طاقت سے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منسوب کر دیتی ہیں۔ کمالِ علمی اور کمالِ عملی کے ذریعہ سے حقائق امور انکو حاصل ہوتے رہتے ہیں اپنے امور دینی انکو پوری بصیرت ہوا کرتی ہے۔ اصول سے انکو خداوندی واقعات۔ روحانی اور اطلاع حاصل ہوتی رہتی ہے صوفیہ کرام کے طریقوں میں اکابر صوفیہ ایسے ہی ہوئے ہیں۔ تمام سابقین میں دو امر ضرور مسلم ہوا کرتے ہیں (۱) وہ خدا کی جانب متوجہ ہونے اور بارگاہ خداوندی میں قربت پیدا کرنے میں نہایت درجہ اپنی طاقت صرف کرتے ہیں (۲) اُن کی فطرۃ نہایت قوی ہوا کرتی ہے۔ خود ملکات مقصودہ ہو بہو اُن کے سامنے متمثل ہوا کرتے ہیں وہ ان ملکات کے قالب اور تصویروں کو نہیں دیکھا کرتے۔ انکو ان قالبوں کی ضرورت صرف اُن ملکات کی تشریح کیلئے ہوا کرتی ہے۔ وہ قوالب ان ملکات کیلئے ذرائع ہوتے ہیں سابقین میں سے ایک قسم مفردین کی ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ عالم غیب کیطرف متوجہ رہتے ہیں ذکر الٰہی ان کی تمام گرانیوں اور دقتوں کو دور کر دیا کرتا ہے دوسری قسم صدیقین کی ہے یہ امورِ حقہ کا اسقدر اتباع کرتے ہیں کہ تمام لوگوں سے انکو امتیاز ہوا کرتا ہے تیسرے شہداء یہ لوگ آدمیوں کی راہبری کیلئے معین ہوتے ہیں ملاءِ اعلیٰ کیطرح کافروں پر لعنت کرتے ہیں اور ایمان والوں سے خوش ہوتے ہیں نیک امور کی ہدایت کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے رہتے ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اسلام کو غالب کرتے رہتے ہیں جب روز قیامت ہوگا۔ تو یہی کافروں سے خصومت کرنیکو مستعد ہونگے اور انکے کفر کی شہادت دینگے یہ لوگ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں بمنزلہ اعضا کے ہوا کرتے ہیں تاکہ جو بعثت سے مقصود ہے وہ ان کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچ جاوے۔ اسی وجہ سے انکو اوروں سے افضل جاننا۔ انکی عزت و توقیر کرنا ضرور ہے۔ اور ایک قسم راسخین فی العلم کی ہے ان میں ذکاوت اور ہوشمندی کامل ہوتی ہے۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سراپا علم حکمت کی باتیں سنتے ہیں تو سنتے ہی ایک استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور کتاب الٰہی کے ٹھیک ٹھیک معانی سمجھنے میں وہ استعداد انکے باطن کی مدد کرتی رہتی ہے اسی کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ او فہم اعطیہ رجل مسلم (یا استنباط قرآنی کی طاقت جو مسلمان آدمی کو دیجاتی ہے) اور ایک قسم عباد کی ہے۔ یہ لوگ عبادت کے فوائد کو برابر دیکھتے ہیں انکے نفوس عبادت کے انوار سے منور ہو جاتے ہیں انکے دلوں میں ایسا فہم حاصل ہو جاتا ہے جس سے وہ عبادت الٰہی نہایت بصیرت اور روشن ضمیری سے کیا کرتے ہیں اور ایک درجہ سابقین میں سے زہاد کا ہے انکو عالم معاد اور وہاں کے لذائذ کا کامل یقین ہوا کرتا ہے ان لذائذ کے مقابلہ میں انکو دنیوی لذت نہایت حقیر معلوم ہوتی ہے۔ لوگ انکی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اونٹ کی مینگنیاں۔ اور انہیں سابقین میں سے بعض لوگ انبیاء کی جانشینی کے قابل ہوا کرتے ہیں وہ وصف عدالت کیساتھ موصوف ہو کر ہمیشہ خدا تعالے کی عبادت کرتے ہیں اور اس وصف عدالت کو احکام الٰہیہ میں صرف کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگوں میں حسن خلق کی صفت ہوا کرتی ہے یعنی فیاضی تواضع ظلم کرنیوالوں کو معافی کے اوصاف ہوتے ہیں اور ایک فرقہ سابقین میں سے ہے ان لوگوں کا جنمیں فرشتوں کے سے اوصاف ہوتے ہیں انکو فرشتوں سے اختلاط رہتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ بعض بعض صحابہ پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے ان سابقین کو فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ میں ایک تو جبلی اور فطری استعداد ہوتی ہے جو اپنے کمال کی خود تلاشی رہتی ہے اور انبیاء کی ہدایتوں سے انمیں بیداری پیدا ہوتی رہتی ہے اور ایک استعداد کسبی ہوتی ہے جو اپنا کمال حاصل کرنے کو شرائع کو قبول کرتی رہتی ہے۔ جنمیں موجود لوگ ہدایت کے لیے مبعوث نہیں ہوا کرتے۔ وہ بھی شرائع میں سابقین میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقین کے بعد اُن جماعت کا درجہ ہے جنکا اصحاب الیمین نام ہے۔ اصحاب الیمین کی بھی چند قسمیں ہیں ایک قسم اُن لوگوں کی ہے جو قلب میں سابقین کے درجہ سے بہت قریب ہیں، گو جبلی امور کی تکمیل کرنیکا موقع نہیں ملتا ہے اس لیئے وہ اعمال کی اصل چھوڑ کر صرف اعمال کی صورتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں لیکن اُن ارواح سے انکو بالکل بیگانگی نہیں ہوتی اور ایک قسم اصحاب جنب کی ہے۔ انکے نفوس میں طاقت ملکیہ ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اور بہیمی قوت غالب اور قوی ہوتی ہے اسلیئے سخت سخت ریاضتوں کی انکو توفیق ہوتی ہے جس سے وہ علوم انکو حاصل ہو جاتے ہیں۔ جو علاوہ سائل کیلئے ہو سکتی ہیں بعض ان لوگوں کی بہیمی قوت بھی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اسوقت نفوس میں خدا تعالیٰ ایک ولولہ پیدا کرتا ہے اور ان پر جزئی جزئی الہامات اور جزئی عبادت اور طہارت کا ترشح ہوتا ہے اور ایک قسم ارباب اصلاح کی ہے جن کی ملکی قوت نہایت ہی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں کی بہیمی طاقت اگر قوی ہوتی ہے تو سخت سخت ریاضتوں کا وہ اہتمام کرتے ہیں اگر قوت بہیمی ضعیف ہوتی ہے تو ہمیشہ وظائف کے پابند رہتے ہیں۔ ان تمام محنتوں سے انکو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں کسی قسم کا انکشاف انکو نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اعمال اور وہ صورتیں جو عمدہ ملکات کے لیے لباس اور تصویر ہوتی ہیں ان کے نفوس میں راسخ ہو جاتی ہیں۔ اکثر لوگوں کے اعمال میں کامل اخلاص اور طبیعت و عادت کے میلانوں سے بالکل آزادی اور علیحدگی ہوا کرتی ہے۔ وہ نیک کام کرتے ہیں لیکن طبیعت کی رغبت اور ثواب کی امید انکی نیت میں شامل ہوا کرتی ہے وہ نماز اس لیئے پڑھتے ہیں کہ ان کے خاندان میں نماز کا طریقہ جاری ہوا کرتا ہے اور ثواب کی امید بھی انکو رہتی ہے زنا اور شراب خواری میں کسی قدر ڈر کر خدا کا خوف ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کا۔ اسلیئے وہ ان سے اجتناب کرتے ہیں یا نیک بنی نوع کے حاصل کرنیکے قابل نہیں ہوتے۔ اور سہولیت کی باتوں میں مال صرف نہیں کر سکتے۔ تو ایسے لوگوں سے اس قسم کے اعمال اسی صورت میں قابل قبول ہوتے ہیں کہ خالص اخلاص کی صفت کی وجہ سے انکے دلوں کو تاب نہ ہو۔ اور نفس اعمال انکی نفوس سے مفقود ہوتے ہیں۔ نیز وہ صرف کام کر لیتے ہیں جن میں ملکات کی کسی قدر ترشیح ہوا کرتی ہے چنانچہ زنا کی حکمت میں مندرج شامل بعض صورت میں حیا نیک ہے اور بعض صورت میں حیا عاجزی اور ضعف سے ہوا کرتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحیاء خیر کلہ (حیا سب صورتوں میں عمدہ ہی چیز ہے) اس حدیث میں ہماری مذکورہ بالا تقریر پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر بعض بعض وقتوں میں قوت ملکی کی بجلی چمک جاتی ہے خواہ اُن کا ملکہ راسخ نہیں ہوا کرتا لیکن وہ ایسے بھلے سے بالکل ناواقف بھی نہیں ہوتے ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں برائیوں پر اپنے نفسوں کو ملامت کرتے ہیں۔ یا تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں یا ضعف فطری کے سبب سے لوگ کے بعض میں بہرائی ہم نہیں سکتی ان کا دل پژمردہ سا ہوتا ہے یا انکے مزاج میں کوئی شئے قوت کی مانع ہو جاتی ہے جیسے کسی کو کوئی بیماری ہو یا مصیبتوں میں گرفتار ہو ایسے لوگوں کی خطاؤں کو ان کی مصیبتیں دور کر دیا کرتی ہیں۔ اور حاصل یہ ہے کہ اصحاب یمین کو سابقین کے فضائل میں سے ایک تو حاصل ہوتی ہے لیکن ایک دوسری حاصل نہیں ہوتی۔

اصحاب یمین کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جن کا نام اصحاب الاعراف ہے۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جنکی صحیح انکی فطرت صاف و پاکیزہ ہوتی ہے لیکن ان کو دعوت اسلام کی کچھ خبر نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر کسی قدر ہوتی بھی ہے تو وہ قطعی کہ ان پر حجت کے قائم ہو جانے سے انکے دلوں کا شبہ دور ہو سکے۔ اسواسطے ان لوگوں کو ملکات اور مہلک اعمال

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منہمک نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ بارگاہ خداوندی کی جانب کسی قسم کی توجہ انکو ہوتی ہے انکی اکثری حالت یہ ہوتی ہے کہ تدابیر دنیوی میں سرشار رہتے ہیں مرنے کے بعد ایک کورانہ حالت کیطرف وہ رجوع کرتے ہیں جبتک انکی بہیمی حالت بالکل ریزہ ریزہ نہیں ہوجاتی۔ وہ نہ ثواب کی حالت میں ہوتے ہیں نہ عذاب کی۔ البتہ بہیمیت کے آثار محو ہونے کے بعد ملکی طاقت کی درخشاں تجلیو نمیں سے بعض بعض ان پر چمکتی ہیں اور دوسری قسم ایسے لوگوں کی وہ ہے کہ انہیں عقل مادہ کم ہو۔ جیسے اکثر لڑکے۔ دیوانے۔ کاشتکار۔ غلام۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

بعض لوگ محض بے معنی ہوتے ہیں اگر رسوم کی پابندی ان میں نہ ہوتو وہ خود محض بے عقل رہجاتے ہیں ایسے لوگوں کے حق میں مسلمان ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے جتناکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے کالی لونڈی کے لئے کافی سمجھا تھا اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ خدا کہاں ہے (این اللہ) اس نے آسمان کی جانب اشارہ کیا۔ ایسے لوگوں سے صرف یہی مقصود ہوتا ہے کہ کلمہ کی تفریق نہ ہو اور سب مسلمانوں کے ہمشکل رہیں۔

جو لوگ رزیل عادات میں منہمک رہتے ہیں اور بارگاہ خداوندی کی جانب نامناسب طریقہ سے انہیں میلان ہوتا ہے تو یہ لوگ اصحاب جاہلیت ہوتے ہیں اور مختلف صورتوں سے انکو عذاب دیا جاتا ہے۔

اصحاب اعراف کے بعد منافقین کا درجہ ہے ان کا نفاق عملی ہوتا ہے۔ ان منافقین کو کامل سعادت حاصل نہیں ہوا کرتی جس سے کمال مطلوب ٹھیک طور پر حاصل ہو۔ اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ طبیعت کا پردہ ان پر پڑا ہوتا ہے رزیل ملکوں میں وہ از خود رفتہ ہوتے ہیں۔ کھانے۔ عورتوں۔ کینہ وغیرہ میں وہ محو ہوتے ہیں انکے ان رزائل پر عبادت کا کچھ اثر نہیں ہوتا یا ان لوگوں پر رسم کا پردہ غالب ہوتا ہے اسوجہ سے رسوم جاہلیت یا بھائی بندوں یا وطنوں کے ترک کرنے کی جرات نہیں ہوتی۔ یا ان پر سوء معرفت اور کج فہمی کا پردہ پڑا ہوتا ہے۔ جیسے خدا کے ساتھ اوروں کو تشبیہ دینے والے یا اعانت اور استعانت میں خدا کے ساتھ اور ذکو شریک کرنے والے خدا کی حضور میں شرک خفی کرنے والے جو قائل ہیں کہ اس قسم کا شرک مبغوض نہیں ہے یہ شرک ان صورتوں میں ہوتا ہے جنکے مذہب میں پوری تصریح نہیں ہوتی اور بخوبی پردہ ان پر سے اٹھایا نہیں جاتا۔ اور بعض لوگ ضعیف المزاج اور نحیف ہوا کرتے ہیں۔ انکو خدا اور رسول سے محبت بھی ہوتا ہم وہ معاصی سے باز نہیں آتے اس شخص کا قصہ ایسا ہی ہے جو شراب خور تھا اور خدا رسول سے اسکو محبت بھی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی شہادت دی ہے۔

اور ایک جماعت فاسقین کی ہے۔ ان لوگوں میں رذیل ملکات کی نسبت زیادہ اعمال کا غلبہ ہوا کرتا ہے فاسقین میں سے بعض لوگوں میں بہیمی قوت زیادہ ہوتی ہے درندوں اور بہائم کی خواہشوں میں وہ منہمک رہا کرتے ہیں اور بعضوں کے مزاج فاسد اور رائیں انکی بیہودہ ہوتی ہیں وہ بمنزلہ اس مریض کے ہوتے ہیں جس کو مٹی اور جلی ہوئی روٹی کھانے کی عادت ہوجاتی ہے۔ ان سے شیطانی امور سرزد ہوتے رہتے ہیں۔

فاسقین کے بعد درجہ کفار کا ہے یہ لوگ سرکش اور متمرد ہوتے ہیں انکی عقلیں کامل ہوتی ہیں اور احکام الٰہی کی تبلیغ بھی انکو کیجاتی ہے تاہم وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں۔ یا ان مقاصد کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء کے احکام پھیلانے میں خدا تعالےٰ کو منظور رہیں اسلئے وہ خداوندی راستہ سے باز رہتے ہیں اور دنیوی زندگی پر قناعت کرتے ہیں دنیا کے مابعد

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشنگی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ایسے لوگ ابدی لعنت کے قابل ہیں وہ ہمیشہ مقید رہینگے۔ ایسے ہی سے اہل جاہلیت ہیں اور منافق بھی انہیں ہی شامل ہے جو صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اُسکے دل میں کفر خالص باقی رہتا ہے واللہ اعلم۔

باب ۷

اس بیان میں کہ ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہوا کرتی ہے جو اور مذہب کا ناسخ ہو۔

جتنے مذاہب روئے زمین پر موجود ہیں سب کی چھان بین کرو۔ ابواب سابق میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسکے خلاف نہ ہوگا۔ کوئی مذہب ایسا نہ ہوگا جس میں بانی مذہب کی صداقت کا اعتقاد اور اسکی تعظیم دل میں نہ ہو اُس کی نسبت سب کا یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ بڑا کامل اور بے نظیر ہوتا ہے۔ اس اعتقاد کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ عبادات میں لوگ اسکے استقبال کو دیکھتے ہیں خلاف معمول امور اُس سے ظاہر ہوتے ہیں اُسکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ایسے ہی مذہب میں ایک حصہ حدود اور شرائع اور تعزیرات کا ہوتا ہے جنکے بدون مذہب کا انتظام نہیں ہوسکتا۔ انکے بعد مذکورہ بالا امور میں آسانیاں بھی ہوتی ہیں۔

ہر ایک قوم کا ایک طریقہ اور خاص شریعت ہوتی ہے جسمیں وہ اپنے بزرگوں کے عادات کا اتباع کرتے ہیں۔ اپنے ائمہ دین اور عالمین مذہب کی روش کو پسند کرتے ہیں۔ اسلئے اُس مذہب کی بنیادیں نہایت مستحکم ہوجاتی ہیں حتے کہ اُس مذہب کے پیرو اسکو سینے پشت و پناہ ہوجاتے ہیں اُسکی حمایت میں جنگ آزمائیاں کرتے ہیں اپنی جانوں اور مالوں کو سر قربان..... کرتے ہیں یہ جانبازیاں نہایت مضبوط تدابیر اور پختہ مصلحتوں کیوجہ سے ہوا کرتی ہیں عوام لوگ انکے نتائج کو نہیں سمجھ سکتے۔

اور جب ہر ایک فرقہ کا مذہب ملحوظ قرار پاجاتا ہے انکے طریقے معین ہوجاتے ہیں اور زبان سے سنان سے وہ انکے حامی بنتے ہیں اور نیز اسوجہ سے ایک ناراستی اور بے اعتدالی پیدا ہوجاتی ہے کہ جو شخص مذہب قائم کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ وہ اُس کا سربراہ کار ہوجاتا ہے۔ یا نئے نئے طریقے اُسمیں خلط ملط ہوجاتے ہیں یا عالمین دین اشاعت مذہب میں سست ہوجاتے ہیں تو ان اسباب سے وہ لوگ مذہب کے اکثر معتبر اور مناسب حصہ کو چھوڑ بیٹھتے ہیں فلو تتبق الا ومنتہ لم تسلم من ام ادلی (صرف نشانات ہی نشانات ہیں جوام اونی کا کچھ حال نہیں بتاتے) اسوقت میں ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف مذہب کو برا بھلا کہتا ہے اُس کا انکار کرتے ہیں اس سے قتل و قتال کرتے ہیں۔ تب ایک ایسے کامل رہنما اور امام کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام مذاہب سے ایسا ہی معاملہ کرے جیسا کہ کسریٰ بادشاہوں سے خلیفہ حاکم کرتا ہے۔ اسکے متعلق تم مذاہب کے خلط ملط ہونے کا قصہ دیکھو جسکو کتاب کلیلہ و دمنہ کے مترجم نے ذکر کیا ہے مترجم نے قصد کیا تھا کہ ٹھیک بات کا اندازہ کرے لیکن کچھ تھوڑا سا وہ اندازہ کرسکا ایسا ہی مورخین نے زمانہ جاہلیت کے حالات اور انکے مذاہب کی ابتری بیان کی ہے۔

اُس امام کو جو تمام فرقوں کو ایک مذہب پر جمع کرنا چاہتا ہے علاوہ اصول امامت مذکورہ کے اور اصول کی بھی ضرورت پڑتی ہے (۱) یہ کہ وہ ایک جماعت کو پسندیدہ طریقہ کیطرف دعوت کرے۔ انکے نفوس کا تزکیہ کرے انکی حالت کو درست بنا کے پیچھا انکو اپنے اعضا بنائے انکو اپنے ساتھ لیکر تمام لوگوں سے جنگ کرے اور انکی طاقتوں کو آفاق عالم میں متفرق کردے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کی تکمیل کے لئے پیدا کئے گئے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اس لئے کہ وہ خود تنہا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے تعداد فرقوں سے بچاو نہیں کر سکتا ہے۔ اسواسطے ضرورت ہے کہ اسکی شریعت کا مادہ وہی ہو۔ جو تمام معتدل الاقالیم کے باشندوں کیلئے بمنزلہ قدرتی طریقہ کے ہے پھر اسکو اُن علوم و تدابیر پر نظر کرنی چاہئے جو اسکی قوم میں رائج ہوں۔ اور ان کی قسبت اپنی قوم کی مراعاتِ حالات زیادہ کرنی چاہئے جب اس قوم کی شریعت مقرر ہو جائے تو تمام لوگوں کو اسکی پیروی پر آمادہ کرے اس کا موقع نہیں ہوا کرتا کہ ہر ایک قوم کی حالت اُسی کو مفوض کر دیجائے۔ یا ہر ایک زمانہ کے اماموں پر اسکو چھوڑ دیں۔ اس کی شریعت مقررہ بے سود ہو جاتی ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ امام ہر ایک قوم کے عادات کا اندازہ کر کے ہر ایک کے لئے جدا شریعت قرار دے۔ سب کے عادات اور انکے تمام ذاتی امور کا احاطہ کرنا۔ حالانکہ انکے شہر اور مذاہب مختلف ہوتے ہیں۔ نا ممکن کے درجہ میں ہے اور جب شریعت کے نقل کرنے میں تمام ناقلین کو عاجزی پیش آتی ہے تو مختلف شرائع کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو۔ اور نیز اکثر یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ مدت دراز کے بعد اور فرقے مطیع ہوا کرتے ہیں۔ جسکے لئے نبی کی عمر وفا نہیں کیا کرتی موجودہ شرائع میں ہی دیکھ لو۔ یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں سے اول معدودے چند ہی ایمان لائے تھے۔ پھر انکو غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ تو اس سے زیادہ عمدہ اور آسان طریقہ نہیں ہے کہ شعائر حدود اور تدابیر میں اپنی ہی قوم کا لحاظ کرے جن کی طرف وہ مبعوث ہوا ہے۔ اور آئندہ فرقوں کے لئے بھی یہ امور باعث تنگی نہ ہوں۔ انپر اسکو نظر ترحم چاہئے اگلے لوگ تو اپنی دلی شہادت اور اپنے عادات کی رہنمائی سے اس شریعت کو اختیار کرتے ہیں۔ اور پچھلے لوگ اس مذہب کے آئمہ اور خلفا کی سیرتوں کو مرغوب جانکر اتباع کیا کرتے ہیں۔ ہر زمانہ میں قدیماً و حدیثاً ہر ایک قوم کا یہی شیوہ ہو گیا ہے ؛

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اکثر عمدہ ملک جن میں معتدل مزاجوں کی تولید ہوتی ہے دو بڑے شہنشاہوں کے تحت میں تھے (۱) کسرے ملک عراق یمن خراسان اور ان کے متصل ملک اُسکے زیر حکومت تھے۔ اور ماوراالنہر اور ہند کے بادشاہ بھی اُسکے محکوم اور باجگذار تھے ہر سال وہ کسرے کو خراج بھیجتے تھے (۲) قیصر شام و روم اُسکے اطراف شاہان مصر اور مغرب و افریقہ سب اُسکے زیر فرمان و باجگذار تھے۔ اسی وجہ سے ان دونو شہنشاہوں کی طاقت کو متزلزل کر دینا اور انکے ممالک پر قبضہ کر لینا گویا تمام روے زمین پر قبضہ کر لینا تھا۔ ان سلاطین کے عادات کا اثر جو آرام و آسائش کے متعلق تھیں تمام انکے ماتحت شہروں میں پھیل گیا تھا۔ اس لئے ان عادات کو تبدیل کرنا انکو ایسے حرکات سے باز رکھنا گویا تمام ملک کے لئے تنبیہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب عجم کی لڑائیوں میں ہرمزان سے مشورہ لیا تھا تو کسی قدر اس حالت کا اس نے ذکر کیا تھا ؛

ان کے علاوہ اطراف دنیا جو اعتدال مزاجی سے دور تھے مصلحت کلی میں قابل لحاظ اور اعتبار نہ تھے۔ اسیوجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک ترک و حبش نے تم کو اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہے تم بھی انکو اپنے حال پر رکھو۔ اترکوا الترک ما ترکوکم ودعوا الحبشۃ ما ودعوکم ؛

حاصل یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے ارادہ کیا کہ مذہب کی کجی کو دور کرے اور لوگوں کی اصلاح کیلئے ایک ایسا فرقہ پیدا کرے جو لوگوں کو نیکیوں پر مامور کریں اور برائیوں سے روکیں اور لوگوں کی خراب رسموں کو بدلڈالیں تو ایسا انتظام اس پر موقوف تھا کہ ان دونو دولتوں کا زوال ہو جائے اسکی آسانی کے لئے ضرور تھا کہ ان سلطنتوں کی حالت سے تعرض کیا جائے ان ہی کی حالتیں تمام عمدہ ملکوں میں سرایت کر گئیں تھیں یا سرایت کرنے کے قریب تھیں۔ اسواسطے حضرت خداوندی سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدر کیا کہ یہ دونوں طاقتیں تباہ ہو جائیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسرے ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی کسرے اُسکے بعد نہ ہوگا۔ اور قیصر ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی قیصر اُس کے بعد نہ ہوگا۔ ہلک کسرے فلا کسرے بعدہ وہلک قیصر فلا قیصر بعدہ۔ اور خدا تعالٰے نے مقدر کیا کہ تمام دنیا کی بیہودگی کو بذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عرب کی بیہودگی دور کرنے سے دور کردے اور بذریعہ عرب کے اِن دونو سلطنتوں کی بیہودگی کو رفع کرے اور پھر اُنکے ذریعہ سے تمام عالم کو دروغ اور ناراستی سے صاف وپاک کردے۔

ایسے امام کا قاعدہ یہ بھی ہے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ خلافت عامہ کا بھی اہتمام اور انتظام کرتا ہے خلفاء انہیں لوگوں کو مقرر کرے جو اُس کے ہم وطن اور خاندان کے ہوں جن کا نشوونما انہیں عادات اور طریقوں پر ہوا ہے۔ اصل اور نقل میں بڑا فرق ہوا کرتا ہے۔ لیس الکحل نے العینین کالکحل۔ ایسے لوگوں میں خاندانی حمیت اور غیرت کیساتھ مذہبی حمیت بھی ہوا کرتی ہے انکی شان اور رتبہ کی بلندی صاحب مذہب کی بلندی درجہ کا باعث ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امام خاندان قریش سے ہونے چاہئیں۔ الائمۃ من قریش۔ امام ہمیشہ خلفا کو دین کے قائم کرنے اور شائع کرنے کی ہدایت کرتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم دین پر جب تک باقی رہو گے کہ تمہارے امام تمہارے ساتھ ساتھ ٹھیک رہینگے۔ بقاءکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم۔

امام کا یہ فرض بھی ہونا چاہئے کہ اِس اپنے مذہب کو سب مذاہب پر غالب کرے کسی شخص کو ایسا نہ چھوڑے جسپر دین غالب نہ ہو جائے خواہ انہیں کسی کی عزت ہو یا ذلت اسوقت میں تین درجہ کے لوگ ہو جائینگے (۱) وہ فرقہ جو ظاہر اور باطناً مذہب کا مطیع ہوگا (۲) جو مجبوراً ظاہر میں اسکی اطاعت کریگا اُس سے مخالفت نہ کرسکیگا (۳) کافر خوار و ذلیل اس سے۔ وہ امام ذلیل ذلیل کام لیگا اور جیسے چارپائے کھیتی اور بوجھ لادنے کے کام میں آتے ہیں۔ ایسے ہی کھیت کاٹنے اناج نکالنے اور اور دستکاریوں کے اُس سے کام لئے جائینگے۔ اور ذلیل سمجھ کر اُس سے جزیہ وصول کیا جائیگا۔

اور مذاہب پر غلبہ دین کے چند اسباب ہوا کرتے ہیں (۱) تمام مذہب کے شعاروں پر اپنے مذہب کے شعار کا اعلان اور اشاعت کرے مذہبی شعار ایک امر ظاہر ہوا کرتا ہے اسی کی وجہ سے یہ مذہب والا اور مذاہب سے ممتاز ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ختنہ سجدوں کی تعظیم اذان جمعہ۔ جماعات (۲) یہ کہ لوگوں کو ممانعت کردے اور مذاہب کے شعاروں کو ظاہر نہ کریں برملا اُن کا استعمال نہ کریں۔ (۳) قصاص میں۔ دیتوں میں نکاحوں میں۔ ریاستوں کے انتظام میں کافروں کو مسلمانوں کے ہمسر نہیں کرنا چاہئے تاکہ یہ امور انکو ایمان پر مجبور کریں (۴) یہ کہ لوگوں کو نیکی اور بدی کے اعمال ظاہری کی تکلیف دے سخت پابندی انکی کرادے۔ اعمال کے راز اور رواج کی زیادہ تفریع انکے سامنے نہ کیا کرے اور شریعت کی کسی بات میں انکو خود مختار نہ کرے شرائع کے اسرار جو تفصیلی احکام کے اندر ہیں عام لوگوں سے مخفی رکھے جو راسخ العلم ہوں وہی اُن کا پتہ لگا سکیں اسواسطے کہ اکثر مکلفین کی حالت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ مصالح کو جب ہی معلوم کرسکتے ہیں کہ ان مصالح کے قواعد منضبط کردیئے جائیں اور وہ بمنزلہ محسوسات کے ہو جائیں کہ ہر شخص انکو بتاوئیں لاکے اگر کسی امر کے چھوڑنے کی انکو اجازت دیدیجاے یا یہ بتایا جائے کہ مقصود اصلی ان ظاہری اعمال کے سوا کوئی اور امر ہے تو انکو خوض کرنے کے زیادہ موقع ملینگے۔ اور انکے اختلافات زیادہ ہو جائینگے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خدا تعالیٰ کی مراد تمام ہوجائیگی واللہ اعلم۔

اور چونکہ صرف تلوار سے غلبہ لوگوں کے شبہات اور حجابات کو بخوبی دور نہیں کر سکتا اسکے بعد احتمال رہتا ہے کہ چند روز کے بعد پھر وہ لوگ کفر کی ظلمات پر عود کر جائیں۔ اسواسطے امام کا یہ بھی فرض ہے کہ عام لوگوں کے ذہن میں برہانی اور یقینی دلائل مفیدہ مشہورہ امور سے ثابت کر دے کہ اور مذاہب اتباع کے قابل نہیں ہیں وہ کسی معصوم شخص سے منقول نہیں ہیں یا وہ مذہبی قواعد پر منطبق نہیں ہیں یا انہیں تحریف اور تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ اور بیموقع امور ان میں قرار دیئے گئے ہیں۔ علی رؤس الاشہاد۔ ان سب امور کی تشریح او تصحیح کر دیجاے اور دینِ محکم کے مرجحات کو صاف صاف بیان کر دے کہ یہ دین آسان اور صاف ہے اسکے حدود واضح ہیں جنکی خوبیاں عقل خوب معلوم کر سکتی ہے جو امر اس میں مشتبہ ہے وہ بالکل صاف ہے۔ ان لیلھا نھارھا۔ اسیطرح کے طریقے عام لوگوں کو زیادہ نافع ہیں اور انبیاء سابقین کی سیرت سے جو امور باقی ہیں ان سے یہ زیادہ مشابہ ہے بہرحال ایسے ہی ایسے تفاصیل ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۷

مذہب کو اس طرح پختہ کرنا کہ اس میں تحریف اور رد و بدل نہ ہو سکے

اُس شخص کو جسکے ہاتھ میں نہایت بڑا انتظام ہو۔ اور وہ خدا کی جانب سے ایک ایسا مذہب لایا ہو۔ جو تمام مذاہب کا ناسخ ہو۔ نہایت ضرور ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اسطرح پختہ کرے کہ کسی قسم کی تحریف کا وہاں تک گذر نہ ہو سکے۔ ایسے مذہب میں متفرق جماعتیں شامل ہوتی ہیں انکی استعدادیں اور اغراض مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اسلئے وہ لوگ ہوائے نفس یا اس مذہب کی الفت سے جسمیں وہ پہلے رہ چکے ہیں یا اپنے فہم کی کوتاہی سے کسی شے کو وہ سمجھ لیتے ہیں اور اسکی اکثر مصلحتیں انکو معلوم نہیں تو بین مذہب کے منصوص مسائل میں فرق کرتے ہیں یا جو چیزیں اس مذہب میں شامل نہیں ہوتیں انکو مندرج کر دیا کرتے ہیں اس لئے اس مذہب میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں گذشتہ مذاہب کا یہی حال ہوا۔ چونکہ خرابیوں کے طریقے تمام معلوم نہیں ہو سکتے اور حصر میں نہیں آ سکتے اور انکی تعیین نہیں ہو سکتی وما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ یہ ضرور ہے کہ اجمالی طور پر تحریف کے اسباب سے انکو خوب متنبہ کر دے۔ ان مسائل کو متعین کر دے جو ان تخمینی سے ایسی ابتری کے باعث ہوتے ہیں یا ان میں سستی اور تحریف کرنا لوگوں میں ایک متعدی بیماری ہوا کرتی ہے ایسے ایسے راستوں کو نہایت اہتمام سے بند کر دینا چاہیئے۔

منجملہ اسباب تحریف کے ایک سستی ہے۔ اور اس سستی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ حواریوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ جو نمازوں کو تباہ کرتے ہیں۔ اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں انکو درس تدریس یا عمل کے ذریعہ سے مذہب کے پھیلانے کی کچھ پروا نہیں ہوتی۔ نہ وہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرتے ہیں۔ نہ برائی سے ان کو روکتے ہیں۔ اسوجہ سے بہت جلد مذہب کے بالکل خلاف رسمیں عام ہو جاتی ہیں اور طبائع کا رخ ان امور کیطرف ہو جاتا ہے جو شریعتوں کے خلاف ہوا کرتے ہیں۔ انکے بعد اور ناخلف ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں یہ اور بھی زیادہ کاہل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ علم مذہب کا بڑا حصہ نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے اور لوگوں کے حق میں نہایت ضرر رساں اور باعث فساد بزرگان قوم و مذہب کی سستی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا مذہب بالکل نسیت و نابود ہو گیا۔ اب کوئی ایسا شخص نہیں جو ٹھیک ٹھیک ان مذاہب کا واقف ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سستی کے باعث چند امور ہوا کرتے ہیں (۱) یہ کہ صاحب مذہب نے مذہبی امور کے نقل کرنے میں اور انپر عمل کرنے میں سستی کیجاوے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہوشیار ہوجاؤ۔ اس کا احتمال ہے کہ بعض آدمی اپنی مسند پر سیر اور بے فکر ہونگے اور لوگوں سے کہینگے۔ اس قرآن کو مضبوط پکڑے رہو پس جو چیزیں تم قرآن میں حلال پاؤ۔ انکو حلال سمجھنا اور جو حرام پاؤ انکو حرام سمجھنا اور جن چیزوں کو پیغمبر خدا نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہیں جیسی خدا نے حرام کیں ہیں الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا تعالےٰ لوگوں سے علم کو اس طرح نہ دور کریگا کہ لوگوں میں وہ نہ رہے بلکہ علماء کے نہ ہونے ہی سے اسمیں کمی ہوجائیگی جب خدا کوئی عالم ہی باقی نہ رکھیگا۔ تب لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لینگے۔ اُن سے مسائل دریافت کئے جائینگے جو بے علمی سے وہ انکا جواب دینگے۔ اس لئے خود بھی گمراہ ہونگے اور اور لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے۔

(۲) سبب تہاون اور سستی کے بیہودہ اغراض ہوتے ہیں جن سے لوگ جھوٹی تاویلیں کیا کرتے ہیں لوگ بادشاہوں کی خوشامد سے انکی خواہشیں پورا کرنے کے لئے ایسا کیا کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے جو لوگ کتاب الٰہی کے احکام کو جو منزل من اللہ ہیں۔ چھپاتے ہیں اور انکے عوض میں کچھ قیمت لیلیتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ کو کھاتے ہیں۔ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب و یشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار۔

(۳) سبب یہ ہے کہ لوگوں میں برائیاں پھیلجاتی ہیں اور علماء انسے لوگوں کو باز نہیں رکھتے۔

فلولا کان من القرون من قبلکم اولو بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منھم واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ وکانوا مجرمین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہونگے تو علماء نے انکو پہلے روکا لیکن وہ باز نہ آئے تب علما بھی خود انکی مجلسوں میں شریک ہونے لگے اور انکے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوگئے تب وہ خلط ملط ہوگئے حضرت داؤد اور حضرت عیسے علیہ السلام کی زبان سے خدا نے انپر لعنت ظاہر کی انکی سرکشی کرنے سے ایسا ہوا۔ وہ حد سے بڑھ گئے تھے۔

اور تحریف کے اسباب میں سے ایک تعمق ہے۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ شارع کسی شے کا حکم کرتا ہے اور کسی چیز سے ممانعت کرتا ہے اور اسکی اُمت کا کوئی شخص اسکو سنکر اپنے ذہن کے موافق اسکو سمجھتا ہے اور اسی حکم کو وہ اُن امور میں بھی تجویز کرتا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے اُس اصلی حکم کے مشابہ ہوا کرتے ہیں۔ یا اُس میں اُس حکم شرعی کی علت کے بعض اجزا پائے جایا کرتے ہیں۔ یا جو حکم شارع نے قرار دیا تھا۔ یہ شخص اسی حکم کو اُس شے کے اجزا میں یا اسکے محتمل موقع یا اُس کے اسباب میں بھی تجویز کرتا ہے۔ روایتوں کے تعارض سے جب اُس کو کسی امر میں شبہ ہوجاتا ہے تو وہ نہایت اشد کام کا پابند ہوتا ہے۔ اُسی کو واجب قرار دیتا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کو عبادت پر محمول کرتا ہے حالانکہ حق بات یہ ہے کہ آپ نے بہت سے امور کو عادۃً کیا تھا۔ اسواسطے اُن امور عادیہ میں بھی اُس کا یہی خیال ہوتا ہے کہ امر دینی اُن میں جاری ہے اور وہ صاف صاف کہتا ہے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے اس چیز سے منع کیا ہے مثلاً شارع نے روزہ کو نفس کے مغلوب کرنے کیلئے مقرر کیا ہے اور عورتوں کی ہمبستری کو اسمیں منع کردیا اس سے بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ سحر کا کھانا خلاف مشروع اور ناجائز ہے اسلئے کہ وہ نفس کی مغلوبیت کے خلاف ہے اور یہی بعض لوگوں نے گمان کیا کہ اپنی بیوی کا بوسہ لینا بھی روزہ میں حرام ہے بوسہ لینا ہمبستری کے اسباب میں سے ہے جیسے ہمبستری سے نفس کی رغبت پوری ہوتی ہے ایسے ہی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے بھی پوری ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی خرابی بیان فرما دی کہ یہ دین میں تحریف ہے۔
اور اسباب تحریف سے تشدد ہے یعنی جن شاق امور کا شارع نے حکم نہیں دیا ہے انکی پابندی کی جائے ہمیشہ روزہ رکھنا ہر وقت نماز پڑھنا دنیا سے آزادی اور شادی نہ کرنا یہ سب امور ایسے ہی ہیں۔ واجبات دین کی مانند مستحبات اور سنن کی پابندی کرنا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عثمان بن مظعون نے جب نہایت سخت سخت عبادات کی پابندی کا قصد کیا۔ تو آنحضرت نے انکو منع فرمایا کہ جس نے مذہبی امور میں زیادہ تعمق کیا ہے۔ دین اُس پر غالب آگیا ہے۔ لن یشاد الدین احد الا غلبہ جب ایسا سخت پابند آدمی کسی فرقہ کا رہبر اور پیشوا ہوتا ہے تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ شرع کا حکم اور شارع کی مرضی سے ہے۔ یہود و نصاریٰ کے راہبوں میں یہی بیماری تھی۔
اسباب تحریف سے استحسان بھی ہے یعنی جب کوئی شخص دیکھتا ہے کہ شارع ہر ایک حکم کیلئے موقع اور محل تجویز کرتا ہے اور امور تشریعی کو منضبط کرتا ہے تب امور شرعی کے بعض بعض اسرار معلوم کر کے لوگوں کے لئے اپنے فہم کے موافق مصلحتیں قرار دیتا ہے مثلاً جب یہودیوں نے دیکھا کہ شارع نے حدود کو اسواسطے مقرر کیا ہے کہ لوگوں کی اصلاح ہو جاوے اور وہ معاصی سے اجتناب کریں۔ اور پھر انہوں نے خیال کیا کہ رجم سے اختلاف اور جنگ و جدال پیدا ہوتا ہے اور اس سے فساد کا اور زیادہ اندیشہ ہے اسلئے انہوں نے رجم میں منہ سیاہ کرنا اور تازیانے مارنا اختیار کر لیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف بیان فرما دیا کہ یہ مذہب میں تحریف ہے اور توریت کے حکم منصوص کے یہ بالکل مخالف ہے حضرت ابن سیرین سے منقول ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا ہے اور آفتاب و چاند کی پرستش قیاسوں سے ہی ہوئی ہے۔ اور حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی خلقتنی من نار وخلقتہ من طین (مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے) یہ آیت پڑھکر انہوں نے کہا۔ ابلیس نے یہ قیاس کیا تھا اور سب سے پہلے قیاس ابلیس ہی نے کیا تھا اور امام شعبی سے منقول ہے کہ اگر تم قیاسوں پر عملدرآمد کرو گے تو حلال کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کرو گے۔
اور حضرت معاذ ابن جبل سے منقول ہے کہ قرآن لوگوں کے سامنے کھولا جائیگا۔ اسکو عورت بچہ آدمی سب پڑھینگے تب وہ آدمی کہیگا کہ میں نے قرآن پڑھا۔ لیکن کسی نے میری پیروی نہیں کی۔ واللہ میں لوگوں میں کھڑے ہوکر قرآن پڑھونگا وہ لوگوں میں رہکر اور کھڑے ہوکر بھی قرآن کو پڑھیگا۔ تب بھی کوئی اُسکی پیروی نہ کریگا اور وہ بھی کہیگا کہ آدمیوں میں بھی قرآن کو پڑھا۔ اب بھی کسی نے پیروی نہ کی۔ اب میں مسجد میں ایک حجرہ بناؤنگا شاید کوئی میری پیروی کرے وہ ایسا ہی کریگا اور یہی کہیگا کہ میں نے خود بھی قرآن پڑھا۔ لوگوں میں قیام کر کے بھی پڑھا مسجد میں حجرہ بنا کر بھی پڑھا لیکن کوئی پیرو نہ ہوا۔ اب کوئی ایسی بات لوگوں سے کہوں جو کلام الٰہی میں اُن کو نہ ملے اور نہ پیغمبر خدا سے انہوں نے اُس کو سنا ہو۔ اس سے شاید کوئی میرا اتباع کرے پس اے لوگو تم ایسی باتوں سے بچو جن کو شخص بیان کرے۔ یہ چیزیں جن کو وہ بیان کریگا سراسر گمراہی ہونگے۔ حضرت عمر سے روایت ہے اسلام کو عالم کی غلطی منافق کا کتاب الٰہی کے ساتھ جھگڑنا گمراہ اماموں کا حکم کو زائل کر دیتا ہے۔ ان سب امور سے وہی مراد ہیں۔ جو کتاب الٰہی اور حدیث رسالت پناہی سے مستنبط نہ ہوں۔
اور اسباب تحریف سے اجماع کی پیروی ہے یعنی حاملین دین کا ایک فرقہ جنکی نسبت عام لوگوں کا یہ گمان ہے کہ انکی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے اکثر یا ہمیشہ درست ہوا کرتی ہے کسی امر پر اتفاق کرے اور اس اتفاق سے یہ خیال کیا جائے کہ ثبوت حکم کے لئے یہ اتفاق قطعی دلیل ہے۔ اس خیال کی قرآن و حدیث میں کچھ اصل نہیں ہے یہ اجماع اُس اجماع کے علاوہ ہے جس پر اُمت کا اتفاق ہے لوگ سب اُس اجماع پر متفق ہیں جس کی سند قرآن و حدیث میں ہو یا ان دونوں میں سے کسی نہ کسی سے مستنبط ہو۔ لیکن لوگوں نے اُس اجماع کو تسلیم نہیں کیا ہے جس کی سند قرآن و حدیث میں نہ ہو خدا تعالے نے فرماتا ہے کہ جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ اُن چیزوں پر ایمان سے آؤ۔ جو خدا تعالے نے نازل کیں ہیں۔ تو وہ یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم تو انہیں باتوں کی پیروی کرینگے۔ جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ الی آخرہ۔ وَاِذَا قِیلَ لَهُمُ اٰمِنُوا بِمَا اَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ آبَاءَنَا ۔ یہودی حضرت عیسے علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار میں یہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے انکے حالات کی چھان بین کی لیکن انبیاء کے شرائط اُن میں نہیں پائے عیسائیوں کے بہت سے شرائع توریت و انجیل کے بالکل مخالف ہیں اُن کے بزرگوں کا صرف اتفاق ہی اُن کی دلیل ہے ؎

اور اسباب تحریف سے غیر معصوم کی تقلید ہے یعنی نبی کے علاوہ جسکی عصمت ثابت نہیں ہوتی ہے کسی اور کا اتباع کرنا۔ اس تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں علماء اُمت میں سے کوئی عالم اجتہاد کرے اور اس عالم کے پیرو یہ خیال کریں کہ یہ اجتہاد بالکل صحیح ہے اور اُسکے مقابلہ میں حدیث صحیح کو بھی رد کردیں۔ اس قسم کی تقلید اُس تقلید کے مخالف ہے جس پر اُمت مرحومہ نے اتفاق کیا ہے۔ اس لئے کہ سب کا اتفاق ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور صواب بھی۔ اور ہر مسئلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصوص حکم پر نظر رکھنی چاہئے۔ اسکا پورا عزم چاہئے۔ کہ جب امر تقلیدی کے خلاف کوئی حدیث صحیح ظاہر ہو۔ تو تقلید کو ترک کر کے حدیث کا اتباع کرنا چاہئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے متعلق کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ (یہود نے اپنے عالموں اور راہبوں کو بجز خدا کے اور لوگوں کو اپنا رب قرار دیا) فرمایا ہے کہ یہودی اِن علما اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اُنکے نبی جس چیز کو جائز کردیتے تھے وہ اُسی کو جائز سمجھتے تھے اور جس چیز کو حرام بتاتے تھے وہ اُسی کو حرام کرلیتے تھے ؎

اسباب تحریف میں سے ایک مذہب کو دوسرے میں ایسا خلط ملط کردینا بھی ہے کہ ایک کی دوسرے سے کچھ تمیز نہ رہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی مذہب کا پابند ہوا کرتا ہے تو اسکا دلی تعلق اس مذہب کے علوم سے رہا کرتا ہے جب یہ شخص مذہب اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تب بھی اُسکا میلان دلی انہیں امور کی جانب باقی رہتا ہے۔ جنکے ساتھ وہ پہلے سے مالوف تھا۔ اسواسطے وہ متلاشی رہتا ہے کہ اس مذہب میں اُسکی کوئی وجہ ملجائے اگرچہ ضعیف یا موضوع ہی وہ وجہ کیوں نہ ہو اکثر وہ حدیث کی وضع گویا روایت وضعی کو اسی لئے تجویز کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ اعتدال رہا کیا یہانتک کہ اُن میں مخلوط النسل لوگ اور قیدیوں کی اولاد پیدا ہوئی تب اُنہوں نے اپنی رائے کو مذہب میں دخل دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا ایسے ہی ہمارے مذہب اسلام میں بھی بنی اسرائیل کے علوم خطبائے جاہلیت کے تذکرے۔ یونانیوں کا فلسفہ۔ بابلیوں کی دعوات۔ پارسیوں کی تاریخ اور علم نجوم و رمل اور علم کلام مخلوط ہوگیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضور میں توریت کا ایک نسخہ پڑھا گیا تو آپ غصہ ہوئے۔ اور جو شخص حضرت دانیال کی کتابیں تلاش کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو مارا۔ واللہ اعلم ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۷۲

ہمارے مذہب اور یہودیت و نصرانیت کے مختلف ہو جانے کے اسباب میں

جاننا چاہیے کہ جب خدا تعالےٰ پیغمبر کو کسی قوم میں مبعوث کرتا ہے۔ تو پیغمبر اپنی زبان میں اُن لوگوں کیلئے مذہب قائم کرتا ہے جسمیں کسی قسم کی کجی اور غوایت باقی نہیں رکھتا اسکے بعد اس مذہب کی روایتیں منتقل ہو کر اس پیغمبر کے حواریوں کو پہنچتی ہیں اور یہ حواری ایک مدت تک مناسب حالت میں اُن علومِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں لیکن ان حواریوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوتے ہیں جو اُن امور میں تغیر و تبدل کر ڈالتے ہیں۔ اور اُن میں سستی اور بے پروائی کرتے ہیں اس لئے اب وہ مذہب محض حق نہیں رہتا۔ بلکہ اسمیں جھوٹ اور سچ ملا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی جسکو خدا نے اُسکی اُمت میں بھیجا ہو۔ ایسا نہیں ہوا کہ اُسکے حواری اور صحابہ ہوں پیغمبر کے طریقے اختیار کرنے والے اور اُسکے احکام کی تعمیل کرنیوالے۔ لیکن ان حواریوں کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوتے ہیں جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں حکم کے خلاف اُنکے اعمال ہوتے ہیں +

ان باطل امور میں جو مذہب میں مخلوط ہو جاتے ہیں۔ ایک حصہ تو شرک جلی اور صریح تحریف کا ہوا کرتا ہے۔ ایسا حصہ ہر حالت میں مواخذہ کے قابل کرتا ہے۔ اور ایک حصہ شرک خفی اور مخفی تحریف کا ہوتا ہے۔ اس پر مواخذہ جب ہی کیا جاتا ہے کہ پیغمبر کی بعثت ہو۔ پیغمبر ہر ایک شے کی دلیل قوی اُن کے سامنے پیش کرتا ہے اور ہر قسم کا شبہ رفع کر دیتا ہے۔ یحیی من حی عن بینتہ و یھلک من ھلک عن بینتہ جب پیغمبر لوگوں میں مبعوث ہوتا ہے۔ تو ہر شے کو اپنی اصلی حالت پر پھیر لاتا ہے پہلے مذہب کے شرائع میں غوض کرتا ہے۔ اُن میں جو امور شعائر الٰہیہ کے متعلق ہوتے ہیں۔ اُن میں شرک کی کسی قسم کی آمیزش نہیں ہوا کرتی۔ یا جو طریقے عبادات اور تدابیر دنیوی کے متعلق اور مذہبی قوانین کے موافق ہوتے ہیں اُن سب کو وہ باقی رکھتا ہے اور جو نابود ہو جاتے انکا نام و نشان ہو تا بتا دیا جاتا ہے اور ہر شے کے ارکان اور اسباب مقرر کر دیئے جاتے ہیں اور جن جن امور میں تحریف اور سستی ہوا کرتی ہے۔ وہ دور کر دیجاتی ہیں۔ اور بیان کر دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں مذہب کی نہیں ہیں اور جو احکام اُس زمانہ کی مصلحتوں پر مبنی تھے اور اب عادات کے اختلاف سے ان مصلحتوں کا احتمال نہیں رہتا ہے۔ اسواسطے پیغمبر اِن احکام کو بدل دیا کرتا ہے۔ شرع میں مقصود اصلی مصلحتیں ہی ہیں جیسے موقع ہوتے ہیں ویسی ہی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں کسی مصلحت کا احتمال ہوا کرتا ہے لیکن دوسرے وقت میں اس مصلحت کا موقع نہیں ہوا کرتا۔ مثلاً اصل میں بخار کا سبب خلطوں کا ہیجان ہوا کرتا ہے طبیب کو اسی کا گمان ہوا کرتا ہے اور اسی کی طرف وہ بخار کو منسوب کرتا ہے کہ آفتاب میں چلنے یا سخت حرکت کرنے یا فلاں غذا کھانے سے بخار آیا ہے اور ممکن ہے کہ ان اشیاء سے بخار نہ آیا ہو۔ اسوقت میں سب احکام بدل سکتے ہیں اور لوگوں کے اعمال اور عادات کے متعلق اور اُنکی علمی اور نفسانی حالت کے متعلق ملاء اعلےٰ کا جس پر اتفاق اور اجماع ہو گیا ہو وہ امور نبی اور زیادہ کر دیا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو پیغمبر پہلے گذرے ہیں۔ وہ چند باتیں اضافہ کر دیا کرتے تھے کچھ کم نہیں کیا کرتے تھے اور بہت ہی کم تبدیلی کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے مذہب پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چند عبادتیں اور اعمال فطری اور ختنہ کو بڑھا دیا تھا۔ ان کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ملت ابراہیمی پر چند امور اور زیادہ کر دیئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونٹوں کے گوشت کو حرام کردیا۔ اور سبت کے دن کو ضروری قرار دیا۔ اور زانی کے لئے سنگساری زیادہ کردی۔ ایسے ہی بعض اور امور تھے۔ دقائق شریعت میں خوض کرنیوالا جب اس زیادتی نقصان اور تبدیلی کی چھان بین کریگا۔ تو انکو وہ کئی وجہوں میں پائیگا (۱) یہودی مذہب احبار اور رہبانوں کے ہاتھ میں رہا۔ اور انہوں نے مذکورہ بالا طریقوں سے بالکل اسکو ردوبدل کردیا تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے۔ تو آپ نے ہر چیز کو اصلی حالت کے موافق کردیا۔ اسواسطے شریعت محمدیہ اُس یہودیت کی مخالف ہوگئی جو یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہودی اُس سے کہنے لگے کہ اس شریعت میں کمی زیادتی اور تبدیلی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں ایک دوسری بعثت شامل تھی ایک تو آپ بنی اسمٰعیل کیطرف مبعوث ہوئے۔ خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ خدا ہی نے امیوں کیلئے اُن میں ہی سے ایک شخص کو پیدا کیا۔ ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم اور فرماتا ہے تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرا دے جن کے اباؤ اجداد نہیں ڈرائے گئے تھے۔ اسی لئے وہ غفلت میں ہیں لتنذر قوما ما انذر اباءھم فھم غفلون۔ اسی بعثت مقتضا یہی تھا کہ شریعت محمدیہ کا مادہ وہی شعائر اور عبادات کے طریقے اور تدابیر دنیوی کے اصول ہوں جو بنی اسمٰعیل کے پاس موجود تھے۔ اسلئے کہ شرع میں صرف اُن امور کی درستی ہوجایا کرتی ہے جو لوگوں کے پاس ہوا کرتے ہیں انکو ان امور کی تکلیف نہیں دیجاتی جن سے وہ محض ناواقف ہوں۔ خداتعالےٰ فرماتا ہے ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ شائد تم اُسکو سمجھو قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ اور خدا فرماتا ہے اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو لوگ کہتے اس کی آیتیں جداجدا مفصل نہ کی گئیں کیا یہ عجمی بھی ہے اور عربی بھی۔ لو جعلنہ قرانا اعجمیا لقالوا لولا فصلت اٰیتہ ءاعجمی وعربی۔ اور خداتعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم نے جو نبی بھیجا ہے اُسی کی قوم کی زبان والا بھیجا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ دوسری بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم کیطرف تھی۔ اسمیں عموماً وہ علوم و تدابیر بھی مندرج تھے جو تمدن سے متعلق ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خدا نے تمام قوموں پر لعنت کی اور اُن کی دولت عجم و روم کے استیصال کو اُس نے مقدر کیا اور حکم کیا کہ تمدن کے اصلاحات منتظم ہوں۔ اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دبدبہ اور غلبہ کو مقصود الامر کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا اور ان سلاطین سلف کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا کیں۔ اس کمالیت اور تمامیت کیوجہ سے علاوہ احکام توریت کے اور احکام بھی آپ کو حاصل ہوئے۔ خراج۔ جزیہ۔ مجاہدات اسباب تحریف سے احتیاط وغیرہ اور انکے اسی قسم کے احکام ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت زمانۂ فترت میں ہوئی۔ اُسوقت تمام مذاہب حقہ محو ہوگئے تھے۔ انمیں تحریف و تبدیل ہوگئی تھی لوگوں کو تعصب اور اصرار نے دبالیا تھا۔ جب تک اُن عادات کی سخت مخالفت نہ کی جاتی وہ کسی طرح اپنی طریقۂ باطل اور عادات جاہلیت کو ترک نہیں کرسکتے تھے۔ ان وقتوں سے بھی اختلافات اور شورشیں زیادہ ہوگئیں تھیں۔ واللہ اعلم۔

باب ۳۷

اسباب نسخ میں

نسخ کے باب میں یہ آیت ہے "ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے نہ اسکو بھلاتے ہیں مگر اُسکے بدلا میں اُس سے بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر یا ویسی ہی لاتے ہیں۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا۔ جاننا چاہئے کہ نسخ کی دو قسمیں ہیں (۱) یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
اور منافع اور عبادات کے طریقوں میں خوض کرکے شریعت کے قوانین کے ڈھنگ پر انکو کرتے ہیں ایسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اجتہاد سے ہوا کرتا ہے لیکن خدا تعالے اس حکم و اجتہاد کو باقی نہیں رکھتا بلکہ اس حکم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کردیتا ہے
جو خدا نے اس مسئلہ کے متعلق قرار دیا ہے۔ اس حکم کا اظہار یا یوں ہوتا ہے کہ قرآن میں وہ وارد کیا جائے۔ یا اس طرح پر کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد ہی میں تبدیلی ہوجائے اور دوسرا اجتہاد آپ کے ذہن میں قرار پاجائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر قرآن میں اس حکم کی منسوخیت نازل
ہوئی اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے چھاگل کے سوا ہر برتن میں نبیذ بنانے سے ممانعت
کردی تھی پھر ہر ایک برتن میں نبیذ بنانا لوگوں کے لئے جائز کردیا۔ اور فرمایا کہ کوئی چیز مت پیو لا تشربوا مسکرا
اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ نے دیکھا کہ نشہ پیدا ہونا ایک مخفی امر ہے اسلئے اسکی علامت ظاہری بتادی کہ ان برتنوں میں نبیذ نہ بنائی جائے
جن میں مسامات نہیں ہوتے مثلاً مٹی یا لکڑی کے برتن یا جو کدو سے بنا لئے جاتے ہیں۔ ان برتنوں میں وہ چیز بہت جلد مسکر
ہوجاتی ہے جس کی نبیذ بنائی جائے اور چھاگل میں نبیذ بنانے کو آپ نے خیال فرمایا کہ تین روز تک اس سے نشہ نہیں آتا
ہے پھر آپ کے اجتہاد میں تبدیلی ہوگئی اور نشہ آور ہونے کو آپ نے حرمت کا مدار ٹھیرایا۔ نشہ آور ہونا کسی چیز کا جوش
کرنے جھاگ لانے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور اس چیز کو جو لوازم مسکر سے ہو یا اس میں شئے مسکر کے صفات پائے جائیں متوقع اور
مظنہ اسکار کا قرار دینا کسی امر خفی کے موقع اسکار کا قرار دینے سے بہتر ہے اور ایک اور توجیہ اس اجتہاد کی تبدیلی کی یہ بھی ہوسکتی
ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ لوگ نشہ آور چیزوں کے نہایت ہی شائق ہیں اگر صرف مسکر سے ہی ممانعت
کردیجائے تو اسکا احتمال ہے کہ کوئی شخص نشہ آور چیز کو پی لے اور یہ عذر کرنے لگے کہ میں نے خیال کیا تھا کہ وہ مسکر نہیں ہے
یا مجھے اسکار کی ٹھیک ٹھیک علامتیں معلوم نہ تھیں اور نیز اس زمانہ میں لوگوں کے برتن نشہ کی چیزوں سے آلودہ ہورہے
تھے ایسے برتنوں میں جو نبیذ طیار کی جاتی ہے۔ اسمیں فوراً نشہ آجاتا ہے لیکن جب اسلام قوی ہوگیا۔ اور اطمینان سے لوگوں
نے نشہ کی چیزوں کو ترک کردیا۔ اور نہ وہ آلودہ برتن باقی رہے تب نشہ آور ہونے کو مدار علیہ حرمت آپ نے قرار دیا۔ اس توجیہ
کے لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ موقعوں کے بدلنے سے حکم بدل جایا کرتا ہے اسی قسم کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ میرا کلام
کلام الٰہی کو نسخ نہیں کرسکتا۔ اور کلام الٰہی میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔ اور کلام الٰہی بعض اسکا بعض کو منسوخ کرتا ہے۔ کلامی لا ینسخ کلام
اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی وکلام اللہ ینسخ بعضہ بعضا۔

قسم نسخ کی یہ ہے کہ کسی شئے میں ایک وقت میں کوئی مصلحت یا خرابی ہوا کرتی ہے۔ اسی کے موافق اس کا حکم متعین
ہوجایا کرتا ہے اسکے بعد ایک زمانہ آتا ہے۔ اسمیں وہ حالت اس شئے کی نہیں رہا کرتی۔ اسواسطے وہ حکم بھی اسکا نہیں رہا کرتا اس
کی مثال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ اور مسلمانوں اور انکے قرابتیوں میں کوئی طریقہ
بھی موافقت اور امداد کا نہ رہا۔ اسوقت میں مصلحت ضروری کیوجہ سے صرف اخوت ہی ذریعہ ہمدردی کا تھی اسواسطے
قرآن میں نازل ہوا کہ وراثت کے حقوق اخوت سے متعلق کردیئے جائیں۔ اور اس کا فائدہ بھی ذکر کردیا گیا۔ کہ اگر ایسا نہ کروگے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو زمین میں شورش اور بڑا فساد ہوگا۔ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر۔ اور جب اسلام کو قوت ہوگئی اور مہاجرین سے انکے رشتہ دار آ ملے تو وہی طریقہ نسبتی وراثت کا متعین ہوگیا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اشیاء میں ایسی حالت میں کہ نبوت کیساتھ خلافت کا مرتبہ شامل نہیں ہوا کرتا۔ کوئی مصلحت اور خوبی نہیں ہوا کرتی۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر آپ ہی کے عہد میں زمانہ ہجرت سے پیشتر اور اب نبوت کیساتھ خلافت منضم ہوجاتی ہے۔ تو ان اشیاء میں مصلحت پیدا ہوجایا کرتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ خدا تعالے نے مال غنیمت کو کل امتوں کیلئے جائز نہیں کیا تھا لیکن ہمارے لئے جائز کردیا۔

حدیث میں اس حلت کی دو وجہیں بیان کی گئیں ہیں (۱) یہ کہ خدا تعالے نے ہماری ناتوانی اور عاجزی دیکھکر مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کردیا (۲) وجہ یہ ہے۔ کہ اس حلت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام پر اور امت محمدیہ کی فضیلت اور امتوں پر ظاہر کرنی مقصود ہے ان دونو وجہوں کی تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیاء کی بعثت صرف اپنی قوم کے لئے ہوا کرتی تھی جنکی تعداد محصور تھی کبھی کبھی سال دو سال میں نوبت جہاد کی آیا کرتی تھی اور نیز انکی امتیں قوی اور زورمند تھیں وہ جہاد بھی کرسکتے تھے اور کاشتکاری یا تجارت وغیرہ سے سامان معیشت بھی کرسکتے تھے انکو غنیمتوں کی کچھ ضرورت اور پروانہ تھی۔ اسواسطے خدا تعالے نے ارادہ کیا کہ ان کے عمل میں کوئی غرض دنیوی نہ ملے اور اس اخلاص عمل کیوجہ سے انکو ثواب پورا پورا ملے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عموماً تمام لوگوں کیجانب ہوئی جنکا شمار حصر واندازہ سے زیادہ تھا۔ اور زمانہ جہاد بھی انکے لئے معین نہ تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ جہاد بھی کرسکیں اور سامان معیشت بھی کرسکیں اور کاشتکاری یا تجارت کرسکیں۔ اسواسطے انکو مال غنیمت کے جائز ہونے کی بڑی ضرورت تھی اور نیز چونکہ دعوت اسلام عام تھی اسلئے ہمیں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جنکی نیتیں کمزور اور اعتقاد سست ہوا کرتے ہیں۔ انہی کے حق میں وارد ہوا ہے کہ خدا اس دین کی تائید بدکار آدمی سے کریگا۔ ان اللہ یوید ہذا الدین بالرجل الفاجر۔ اور اس قسم کے ضعیف الاعتقاد لوگ فائدہ دنیوی ہی کی وجہ سے جہاد پر مستعد ہوا کرتے ہیں۔ ان مجاہدات میں خدا تعالے کی نظر رحمت وانعام سب کو عموماً شامل تھی۔ جیسے کہ اعدائے اسلام پر نگاہ غضب عموماً تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے تمام لوگوں کو دیکھا اور عرب عجم سب سے وہ ناخوش ہوا۔ ان اللہ نظر الی اھل الارض فمقتہم عربہم وعجمہم۔ اسی بیزاری اور ناخوشی کیوجہ سے ضروری قرار دیا گیا۔ کہ ان کے مالوں اور جانوں کی حفاظت بالکل منقطع ہوجائے اور ان کے مالوں میں تصرف کرکے خوب انکے دل جلائے جائیں۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کا اونٹ خانہ کعبہ کو ہدیۃً اس ہیئت سے بھیجا تھا کہ اسکے ناک میں چاندی کی کیل پڑی تھی۔ اس سے کافروں کا جلانا ہی منظور تھا۔ ایسے ہی آپ نے کافروں کے نخلستان کے کاٹ ڈالنے اور جلادینے کا حکم دیا تھا تاکہ انکو پیچ وتاب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کیلئے قرآن میں غنائم کی حلت کا حکم نازل ہوا۔

ایک دوسری مثال اسی قسم کی یہ ہے کہ بدایت اسلام میں اس امت کیلئے کفار سے لڑائی کی اجازت نہ تھی۔ اسوقت نہ لشکر تھا نہ خلافت۔ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ اور مسلمان واپس آگئے۔ خلافت کا ظہور ہوا اور دشمنان دین سے مقابلہ کی قوت ہوگئی۔ تو خدا تعالے نے نازل کیا۔ اب ان لوگوں کو اجازت ہے (لڑنے کی) جنکے ساتھ لڑائی کیجاتی ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح پر کہ وہ مظلوم ہیں اور بیشک خدا اُنکی مدد دینے پر قادر ہے "اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر" اسی قسم کے متعلق خدا کا قول ہے۔ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت بھلاتے ہیں تو اُس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کرتے ہیں "ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا" "بخیر منھا" سے وہ صورت مراد ہے کہ نبوت سے خلافت شامل ہوگئی تھی اور "مثلھا" وہ صورتیں مراد ہیں جن میں موقعوں کے مختلف ہونے سے حکم بدلا جایا کرتا ہے واللہ اعلم۔

باب ۴۷

اسکے بیان میں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا کیا حال تھا جسکی اصلاح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

اگر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتسلیم کے حقائق میں غور کرنا مقصود ہو۔ تو اولاً اُن اُمیوں کی حالت کا اندازہ کرنا چاہئے جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ انہیں کے حالات آپ کی شریعت کے لئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اسکے بعد اُس حالت کی اصلاح کی کیفیت سمجھنا چاہئے۔ اس اصلاح میں اُن مقاصد کا کیسا لحاظ کیا گیا۔ جو باب تشریع اور تیسیر احکام ملت میں مذکور ہیں۔

معلوم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسواسطے مبعوث ہوئے تھے کہ ملت حنیفیہ اسمٰعیلیہ کی کجی کو دور کردیں اسکے تغیر و تبدل کی اصلاح فرمادیں اُسکی روشنی کو پھیلادیں۔ اسی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اختیار کرو۔ ملۃ ابیکم ابراھیم اور جب ایسی حالت ہے تو ضرور ہے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے اصول قابل تسلیم اور اس کے حالات ثبت اور مقرر ہوں اسواسطے کہ جب نبی ایسی قوم میں مبعوث ہو جن میں عمدہ مذہب اور سنت راشدہ کے آثار باقی ہوں۔ تو ان طریقوں میں تغیر و تبدل بے معنی ہے انکو اپنی اصلی حالت پر رکھنا چاہئے لوگ انہیں کو زیادہ مانینگے اور دلیل پیش کرنے کے بھی اصول خوب پایہ ثبوت کو پہنچ سکینگے۔ بنی اسمٰعیل کی نسلوں میں اُن کے جد اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا طریقہ برابر نسلاً بعد نسل چلا آتا تھا۔ تمام بنی اسمٰعیل اسی شریعت پر ثابت قدم تھے۔ یہانتک کہ عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ اس شخص نے ملت اسمٰعیلی میں اپنی بیہودہ رائے سے بہت سی چیزیں داخل کردیں۔ فضل واضل۔ اسی نے بت پرستی اولاً شروع کی۔ سائبہ چھوڑے۔ اور بحیرہ مقرر کئے۔ جب سے مذہب بالکل خراب ہوگیا۔ اور صحیح باتوں میں غلط شامل ہوگئیں اور لوگوں پر جہالت اور شرک و کفر کی تاریکی چھاگئی تب خداوند عالم نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ تاکہ آپ کیوجہ سے اسکی کجی دور ہوجانے اور اسکی خرابیوں کی اصلاح ہوجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسمٰعیلؑ کی شریعت میں غور کیا۔ اسمیں جو جو طریقے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مسلک کے موافق منجملہ شعائر اللہ [illegible] تھے اُنکو باقی رکھا۔ اور جن میں تحریف ہوگئی تھی اور خرابیاں آگئیں تھیں اور جو امور علامات شرک و کفر سے تھے۔ انکو نیست و نابود کردیا۔ اُن کا ابطال خوب مستحکم اور مسجل کردیا اور جو امور عادات وغیرہ کے متعلق تھے اُن کی خوبیاں اور برائیاں اسطرح بیان کردیں جن سے لوگ رسمی لوثوں اور غوائل سے احتراز کرسکیں۔ خراب رسموں کی آپ نے ممانعت فرمادی اور عمدہ کی جانب رہبری کی اور جو مسائل اصلی یا عملی بنا فترت میں متروک ہوگئے تھے۔ اُن کو شاداب اور تر و تازہ ویسا ہی کردیا جیسے کہ وہ تھے۔ اس طرح پر خدا کا انعام مکمل اور خدا کا دین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستقیم ہوگیا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اہل جاہلیت بعثت انبیا کو تسلیم کرتے تھے اعمال کی سزا جزا کے قائل تھے اقسام نیکی کے تمام اصول پر انکا اعتقاد تھا جو امور منافع قوم اور تمدن کے متعلق تھے۔ وہ اُن کے استعمال میں تھے۔ ان اہل جاہلیت میں دو فرقے البتہ پیدا ہوگئے تھے اور یہ ہی زیادہ پھیل گئے تھے لیکن ایسے لوگوں کے ہونے سے ہماری تقریر سے مخالفت نہیں ہوسکتی۔ ان میں ایک فرقہ فاسقین اور زنادقہ کا تھا۔ فاسق لوگ چارپایوں اور دیگر درندوں کے سے کام کرتے تھے جو ملت سمٰعیل کے مخالف تھے۔ نفسانی حالتیں اُن پر غالب تھیں۔ مذہبی امور کا انکو پاس کم تھا۔ یہ لوگ ملت کے دائرہ سے خارج تھے فسق کی شہادت انکے نفوس سے حاصل تھی۔ اور زنادقہ میں پیدائشی طور پر ناقص فہم ہوا کرتا ہے۔ وہ پوری طرح پر ٹھیک اُس امر کی تحقیق نہیں کرسکتے جو صاحب مذہب کا مقصود ہوا کرتا ہے۔ وہ صاحب امر کی خبروں کو تسلیم نہیں کیا کرتے اور انکی پیروی نہیں کرتے۔ وہ اپنے شبہ میں متردد رہتے ہیں لیکن اپنے مجمعوں سے انکو اندیشہ رہتا ہے لوگ انکو بُرا جانتے ہیں انکو مذہب سے خارج سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ مذہب کی پابندی سے انہوں نے اپنے آپکو آزاد کردیا ہے۔ جب انکی حالت لوگونکو ایسی ناگوار ہوتی ہے۔ اور اس میں ایسی ناپسندیگی ہے۔ تو اُن کا مذہب سے خارج ہونا کچھ مضر نہیں ہوتا۔

دوسرا فرقہ جاہل اور غافل لوگونکا تھا جنھوں نے مذہبی امور کی جانب بالکل توجہ نہیں کی تھی۔ قریش میں اور اُن کے قریب کے لوگ ایسے ہی اکثر تھے انبیاء کے عہد سے انکو بعد تھا اس سئے ن کی ایسی حالت ہوگئی تھی۔ خدا تبارک وتعالے فرماتا ہے تاکہ تو ایسے لوگوں کو منادی کرے۔ جنکے پاس کوئی منادی دینے والا نہیں آیا ہے۔ لتنذر قوما ما اتٰھم من نذیر۔ لیکن وہ راستہ سے اتنا دور نہیں ہٹ گئے تھے کہ انکے سامنے دلیل بھی پیش نہ ہوسکے اُن کو الزام نہ دیا جاسکے اور انمیں خاموشی پیدا نہ کیجاسکے۔

جو اصول اہل جاہلیت میں مسلم تھے۔ اُن میں سے ایک یہ تھا کہ آسمان وزمین اور جو جو سر آسمان وزمین کے درمیان ہیں اُن سب کا خالق خدا ہے کوئی اُس کا شریک نہیں ہے خدا تعالے فرماتا ہے بیشک اگر تو ان لوگوں سے دریافت کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ سب کہدینگے خدا نے پیدا کیا ہے۔ ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ اور خدا تعالے فرماتا ہے بلکہ تم صرف خدا ہی کو پکارتے رہو۔ بل ایاہ تدعون۔ اور خدا تعالے فرماتا ہے وہ گمراہ ہیں جن کو تم بجز خدا کے پکارتے ہو ضل من تدعون الا ایاہ۔ لیکن اُن کے زندیق ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بعض فرشتے اور ارواح ایسے ہیں جو علاوہ بڑے بڑے انتظامات کے امور اہل زمین کے مدبر ہوا کرتے ہیں۔ اور اپنے پرستش کرنے والی کی حالت درست کرتے رہتے ہیں جس کا تعلق خواہ اس کی ذات یا اولاد اور مال سے ہوتا ہے۔ یہ مشرکین ان فرشتوں اور ارواح کا ایسا ہی حال سمجھتے تھے۔ جیسا بادشاہوں کا شاہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے یا جو حالت شفیعوں اور ندیموں کی ایسی بادشاہ کے حضور میں ہوتی ہے جو اپنی حکومت سے تصرف کیا کرتا ہے۔ اس کا منشا یہ ہوا کہ شریعتوں میں یہ وارد ہوا تھا کہ بہت سے امور فرشتوں کے تفویض کئے جاتے ہیں اور مقربان بارگاہ الٰہی کی دعائیں مقبول ہوجاتی ہیں۔ اس سے انہوں نے خیال کیا کہ یہ تصرفات ذاتی انکے ایسے ہی ہیں جیسے سلاطین کے ہوا کرتے ہیں۔ حاضر پر غائب کو انہوں نے قیاس کیا۔ اسی سے یہ ابتری ہوئی۔

اہل جاہلیت کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ خدا کی ذات اُن سے منزہ ہے جو اسکی بارگاہ کے مناسب نہیں ہے اور اُسکے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناموں میں الحاد کرنا معلوم ہے لیکن انہیں انہوں نے یہ بات زندقہ کی زیادہ کردی تھی کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں اور فرشتوں کو خدا نے اس امر کا ذریعہ قرار دیا ہے کہ جو امر اسکو معلوم نہ ہو وہ ان کے ذریعہ سے معلوم کرے۔ جیسے بادشاہ جاسوسوں کے ذریعہ سے حالات معلوم کیا کرتے ہیں۔

اُن کے اعتقادات میں سے یہ بھی تھا کہ پیدا ہونے سے پیشتر خدا تعالےٰ نے تمام حوادث کو مقدر کردیا ہے۔ امام حسن بصری رح کا قول ہے کہ اہل جاہلیت اپنے خطبوں اور اشعار میں ہمیشہ قدر کا ذکر کیا کرتے تھے۔ شرع نے اور اس کو موکد کردیا ہے۔

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ عالم بالا میں ایک مقام معین ہے۔ وہاں بتدریج حوادث محقق ہوتے رہتے ہیں۔ اور مقرب فرشتوں اور بزرگ آدمیوں کی کسی نہ کسی طرح سے وہاں دعائیں اپنا اثر کرتی رہتی ہیں۔ لیکن اسکی صورت اُنکے ذہنوں میں ایسی تھی جیسے شاہی ندیموں کی شفاعت کا اثر سلاطین پر پڑتا ہے۔

اُنکا یہ بھی اعتقاد تھا کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو احکام کا پابند اور مکلف کرتا ہے۔ بعض چیزوں کو حلال کرتا اور بعض کو حرام کرتا ہے۔ اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اچھے ہوں تو جزا بھی اچھی ہوتی ہے۔ اور اگر اعمال بُرے ہوں تو جزا بھی بُری ہوتی ہے ان خیر فخیر وان شر فشر۔ خدا تعالےٰ کے پاک فرشتے ہیں۔ جو اسکی بارگاہ میں مقرب ہیں وہ اسکی بادشاہت میں بڑے درجہ والے ہیں خدا کے حکم سے وہ اس عالم کی تدابیر میں مصروف رہتے ہیں۔ احکام الٰہیہ کی تعمیل سے سرتابی نہیں کرتے جو حکم انکو ملتا ہے اُسی کی تعمیل کرتے ہیں لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یومرون۔ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ براز کرتے ہیں۔ نہ شادی کرتے ہیں کبھی کبھی وہ بزرگ کے سامنے ہوجاتے ہیں۔ اُنکو بشارت اور خوف دلاتے ہیں۔

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ کبھی کبھی خدا اپنی مہربانی اور فضل سے کسی آدمی کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا کرتا ہے۔ اُسپر خدا وحی نازل کرتا ہے۔ فرشتوں کو اُس کے پاس بھیجتا ہے۔ اُسکی اطاعت لوگوں پر فرض کرتا ہے۔ بغیر اُس کی تعمیل اور فرمان پذیری کے کوئی چارہ نہیں ہوا کرتا۔

ملاء اعلےٰ اور حاملین عرش کا ذکر اشعار جاہلیت میں کثرت سے ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کی دو بیتوں میں تصدیق کی ہے۔ اسکا قول ہے:۔

رجل وثور تحت رجل یمینہ — والنسر للاخری ولیث مرصد

(آدمی، بیل، گرگس، اور شیر غراں سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سُنکر فرمایا امیہ نے سچ کہا ہے۔ اسکے بعد اُمیہ کا یہ شعر پڑھا:۔

والشمس تطلع کل آخر لیلۃ — حمراء یصبح لونہا یتورد

تابی فما تطلع لنا فی رسلہا — الا معذبۃ والا تجلد

یعنی آفتاب رات کے ختم ہونے کے بعد سرخ اور گلابی رنگ کا نکلتا ہے۔ اور اُسکا طلوع نرمی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ وہ عذاب دیا جاتا ہے اور تازیانہ لگایا جاتا ہے (یعنی اپنے پروردگار کی قدرت سے مغلوب رہتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شعر کو سن کر فرمایا کہ سچ کہا اور اسکی تحقیق یہ ہے کہ اہل جاہلیت کا قول تھا کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے چار ہیں ایک کی صورت آدمی کی سی ہے۔ اور یہ فرشتہ خدا کی حضور میں آدمیوں کا شفیع ہے۔ اور دوسرے کی صورت بیل کی ہے اور یہ چارپایوں کا شفیع ہے۔ اور تیسرا کرگس کے ہمشکل ہے یہ پرندوں کی شفاعت کرتا ہے اور چوتھا شیر کے ہمشکل ہے۔ درندوں کی شفاعت اس کے متعلق ہے؛ اسکے قریب ہی قریب شرع میں بھی آیا ہے شرع نے ان فرشتوں کا نام ارکوہی رکھا ہے (دعول) عالم مثال میں ان فرشتوں کی صورتیں ایسی ہی ظاہر ہوتی ہیں یہ سب باتیں اہل جاہلیت کو معلوم تھیں۔ لیکن وہ غائب کا حاضر سے اندازہ کرتے تھے۔ اور امور علمی اور یقینی کو اپنے مالوف خیالات سے خلط ملط کر دیتے تھے اگر مذکورہ بالا تقریر میں شبہ ہو تو ان مضامین میں غور کرنا چاہیے۔ جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں خدا جانے نے علم کے اسی حصہ میں جو ان میں باقی رہگیا تھا۔ انکو کیسے کیسے الزام دیئے ہیں اور وہ شکوک کیسے رفع کئے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے معلومات میں داخل کر لئے تھے جب اہل جاہلیت نے قرآن شریف کے نازل ہونے سے انکار کیا تو خدا تعالےٰ نے فرمایا بتاؤ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جیسے حضرت موسےٰ لائے تھے۔ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسےٰ۔ اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اس پیغمبر کا حال کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ تو خدا تعالےٰ نے فرمایا یہ باتیں پیغمبروں سے کچھ قابل تعجب نہیں ہیں۔ ما کنت بدعا من الرسل۔ ایسی ہی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل جاہلیت اگرچہ راہ راست سے دور ہٹ گئے تھے لیکن جو علمی حصہ ان میں باقی رہگیا تھا۔ اس کے ذریعہ سے انکو الزام دیا جانا ممکن تھا زمانہ جاہلیت میں جو لوگ حکیم سمجھے ہیں انکے خطبوں کو دیکھو مثلاً قس ابن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل اور جو بزرگ لوگ عمرو بن لحی کے عہد سے پیشتر تھے۔ ان میں جو حکما اور کامل تھے وہ سب عالم معاد اور فرشتوں وغیرہ کے قائل تھے وہ توحید کو ٹھیک طور پر مانتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل نے اپنے شعر میں کہا ہے۔ شعر

وانت رب ملیك الناس طرا ۔۔۔ بکفیك المنایا والحتوم

تو پروردگار سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔ موتیں تیرے ہی اختیار میں ہیں ۔ اور نیز اس کا قول ہے۔ شعر

اربا واحدا ام الف رب ۔۔۔ ادین اذا تقسمت الامور
ترکت اللات والعزی جمیعاً ۔۔۔ کذلك یفعل الرجل البصیر

میں ایک پروردگار کو مانوں یا ہزار کو جب کاموں کی تقسیم ہو۔ میں نے تو لات وعزیٰ سب کو چھوڑ دیا۔ ہوشمند آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کے حق میں فرمایا ہے انکے شعر میں ایمان ہے لیکن انکے دل میں ایمان نہیں ہے ۔

یہ سب امور وہ تھے جو حضرت کے عہد سے وراثۃً ان میں چلے آتے تھے۔ اور بعض امور اہل کتاب سے لیکر بھی انہوں نے داخل کر لئے تھے۔ ان کو بخوبی معلوم تھا کہ انسان کا اصلی کمال یہی ہے کہ اپنے پروردگار کی حضور میں سرنگوں ہو اور نہایت زیادہ کشش اور کوشش سے خدا کی پرستش کی جائے۔ عبادت کے ابواب میں سے ان کے ہاں ایک طہارت بھی تھی۔ اور غسل جنابت تو ایک معمولی طریقہ تھا۔ ختنہ اور تمام اوصاف وخصائل فطرت کا بھی بخوبی وہ اہتمام کرتے تھے توریت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کیلئے ایک نشان قرار کر دیا تھا۔ ان اللہ جعل الختان سمیۃ علٰے ابراہیم وذریتہ۔ اور مجوسی ویہودی وغیرہ سب وضو کے پابند ہیں مکہ کے عرب بھی وضو کیا کرتے تھے۔ اہل جاہلیت میں نماز بھی تھی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر دو سال سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور قس ابن ساعدہ ایادی برابر نماز پڑھا کرتے تھے یہود و مجوسی اور بقیہ عرب میں نماز کے اندر تعظیمی افعال کی پابندی تھی۔ خاصہ سجدہ بہت ضروری تھا۔ اور دعا و ذکر الٰہی کے متعلق بعض مقولے بھی تھے۔ ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں زکوٰۃ بھی تھی اسی زکوٰۃ میں مہمانوازی۔ مسافر نوازی۔ اہل وعیال کا نفقہ۔ مساکین پر خیرات کرنی صلہ رحم۔ ان حوادث میں ہمدردی اور امداد کرنا جو حق ہوں۔ یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے یہ امور انکے ہاں بڑے قابل تعریف تھے وہ خوب جانتے تھے کہ انہی امور سے انسان کامل ہوا کرتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ واللہ کہ خدا آپ کو پسماندہ نہ کریگا۔ آپ صلہ رحم اور مہمان نوازی کرنے میں اہل وعیال کے متکفل ہیں۔ حقانی حوادث پر لوگوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ فواللہ لایخزیک اللہ ان تصل الرحم وتقوی الضیف وتحمل الکل وتعین علٰے نوائب الحق۔ ایسا ہی ابن دغنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ اور فجر سے غروب آفتاب تک ان میں روزہ بھی معمول بہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ مسجد میں وہ اعتکاف بھی کیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت عمرؓ نے ایک شب کی اعتکاف کی نذر کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انہیں استفتا کیا تھا۔ عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے اتنے غلام آزاد کئے جاویں۔ بہرحال اہل جاہلیت مختلف وجوہ سے خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور بیت اللہ کا حج کرنا شعائر اللہ اور بزرگ مہینوں کی تعظیم کرنی یہ امور تو ایسے ظاہر ہیں کہ ان میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انکے پاس کئی قسم کے منتر اور تعویذ بھی تھے لیکن ان میں شرک کی باتیں داخل کر دی تھیں۔ حلق کا ذبح کرنا اور گردن میں برچھا مارنا ان کا طریقہ تھا۔ وہ ذبیحہ کا گلا نہیں گھونٹتے تھے۔ اور چھری سے پیٹ چاک نہیں کرتے تھے۔ ستاروں اور علم طبیعت کے دقائق ترک کرنے میں وہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے پیرو تھے البتہ ان میں سے جو بداہتہً معلوم ہوتے تھے انکو مانتے تھے پیش بینی کے لئے انکے ہاں خواب اور گذشتہ انبیاء کے بشارات تھے۔ مدت کے بعد کہانت اور قمار کے تیروں سے آئندہ حالات کا اندازہ کرنا۔ اور فال ان میں پھیل گئے تھے ان کو معلوم تھا کہ یہ سب امور اصل ملت ابراہیم علیہ السلام میں مفقود تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں جن کے ہاتھوں میں قمار کے تیر تھے تو فرمایا یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے قمار کے تیروں سے کبھی اندازہ نہیں۔ لقد علموا انھما لم یستقسما قط۔ بنی اسمٰعیل برابر اپنی جد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی روش پر ثابت رہے جبتک کہ ان میں عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً تین سو برس قبل یہ عمرو پیدا ہوا تھا۔

ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں کھانے پینے لباس دعوتوں میں میلوں۔ مردوں کے دفن کرنے۔ نکاح طلاق عدت ماتم خرید و فروخت اور تمام معاملات کے نہایت مستحکم طریقے معین تھے۔ جو ان کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ وہ قابل ملامت سمجھا جاتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محارم مثلاً بیٹیاں۔ مائیں۔ ہمشیریں وغیرہ سب اُنکے اس حرام تھیں۔ ظلم وتعدی کیلئے اُنکے اس تعزیرات معین تھیں۔ قصاص۔ دیت۔ قسامہ سے وہ سزا دیتے تھے۔ ایسے ہی زنا اور چوری کی بھی سزائیں مقرر تھیں۔ ایرانی اور رومی سلطنتوں کے ذریعہ سے بہت سے منزلی اور تمدن کے علوم وتدابیر بھی اُن میں اضافہ ہوگئے تھے۔ لیکن اُن میں فسق وفجور کی کثرت ہوگئی تھی۔ غارتگری لوٹ مار سے ظلم بہت کرتے تھے۔ زنا اور فاسد نکاح اور ربو بہت پھیل گیا تھا نماز اور ذکر الٰہی کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ ان امور کی طرف کچھ توجہ نہ تھی۔ ایسی پرآشوب حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُن میں بعثت ہوئی تب آپ نے تمام اُن علمی اور عملی امور میں خوض کیا۔ جو اُن میں موجود تھیں۔ اِن میں سے جو حصہ ٹھیک ملت ابراہیمی کا تھا۔ اسکو آپ نے بحال رکھا۔ اُس کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور عبادات کے طریقے معین فرما دیئے۔ اسباب اوقات۔ شروط وارکان مستحبات ومفسدات۔ رخصت عزیمت ادا وقضاء کے طریقے تعلیم کر دیئے۔ گناہوں کو منضبط فرماکر اُن کے ارکان وشروط معین کر دیئے۔ گناہوں کی سزائیں اور کفارات مشروع کر دیئے۔ ترغیب اور ترہیب کی تقریر سے دین کو اُنکے لئے آسان کر دیا گناہ کے تمام ذرایع مسدود کر دیئے۔ اور اُن امور کی مستعدی پیدا کر دی جن سے نیکی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے ایسے ہی اس مجموعہ کو مرتب کر دیا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ملت حنیفی کی اشاعت اور تمام مذاہب پر اُسکے غالب کرنے کی نہایت کوشش کی۔ اُنکی تمام تحریفات اور تغیرات مذہبی کو نسیاً منسیاً کر دیا اور امور نافع کی ہدایت فرمائی۔ اُن کی تمام رسوم فاسدہ کی روک کر دی اور خلافت کبریٰ کو اُن میں قائم کیا اور اپنے ہمراہیوں کو لیکر غیر قوموں سے جہاد کیا حتیٰ تم امر اللہ وہم کارہون ۔

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ میں آسان حنیفی روشن مذہب لایا ہوں "بعثت بالملۃ السمحۃ الحنیفۃ البیضاء۔" سمحہ سے یہ مراد ہے کہ اُس میں عبادات کی ایسی سختیاں نہیں ہیں جیسی راہبوں نے گھڑ لیں تھیں بلکہ اُس میں ہر ایک عذر کیلئے رخصت ہے۔ قوی اور عاجز۔ اور کاربند اور بیکار سب اُس پر عملدرآمد کر سکتے ہیں اور حنیفیہ سے مراد ملت ابراہیمی ہے جسمیں شعار اللہ قائم کئے جاتے ہیں اور شرک کے شعار پست کئے جاتے ہیں۔ تحریف اور فاسد رسمیں بالکل باطل کیجاتی ہیں اور بیضا سے یہ مراد ہے کہ اُس کی علتیں اور حکمتیں اور وہ مقاصد جن پر اس مذہب کی بنیاد قائم ہے نہایت صاف ہیں جو شخص اُن میں تامل کریگا اُسکو کچھ شبہ باقی نہ رہیگا۔ اور کوئی سلیم العقل ہٹ دھرمی نہ کریگا۔

بحث ساتواں

حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے احکام شرعی کے مستنبط ہونے کی کیفیت

باب ۷۵

علوم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقسام میں

جاننا چاہئے کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور کتب حدیث میں مُدّون کیا گیا ہے اُسکی دو قسمیں ہیں (۱) وہ امور جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ پیغمبر جو تم کو بتائے۔ اُس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ۔ ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ ایسے امور میں سے ایک حصہ علوم معاد اور عالم ملکوت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عجیب عجیب حالات کا ہے۔ یہ سب امور بواسطہ وحی ہی کے ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو اُن میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اور انہیں امور میں سے ایک حصہ احکام شرعی اور عبادات اور منافع کا ہے جو مذکورہ بالا میں سے کسی نہ کسی وجہ سے منضبط کرنے کا ہے۔ ان علوم میں سے بعض وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی کے درجہ میں ہے۔ خدا تعالے نے آپکو اس سے محفوظ رکھا تھا کہ آپ کی رائے خطا پر جم سکے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ آپ کسی امر منصوص سے حکم مستنبط کر کے اجتہاد کرتے ہوں جیسا لوگ گمان کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر یہ حالت تھی کہ خدا تعالے نے آپکو شرع کے مقاصد اور وہ قانون تعلیم کیا تھا جس سے حکم شرعی یا آسانی کا طریقہ یا کسی امر کو مستحکم اُس سے کر سکتے تھے۔ اسی قانون سے آپ اُن مقاصد کی توضیح فرمایا کرتے تھے۔ جو بذریعہ وحی آپکو حاصل ہوتے رہتے تھے۔

انہیں امور تبلیغ رسالت سے ایک حصہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا ہے جو بلا قید رکھی گئی ہیں۔ اُن کا کوئی وقت معین نہیں کیا گیا ہے نہ اُنکی حدیں بیان کی گئی ہیں۔ جیسے عمدہ اور ناقص اخلاق کا بیان۔ یہ حصہ غالبا اجتہادی ہے اس طرح پر کہ خدا تعالے نے آپکو تدابیر کے قوانین تعلیم کئے انہیں سے آپ نے کسی حکمت کو اخذ کر کے اُس سے کوئی کلیہ بنا لیا۔ اور انہیں امور میں سے ایک حصہ اعمال کی خوبیوں اور ان اعمال کے کاربند ہونے والوں کے مناقب اور اوصاف کا ہے میری رائے میں اس میں سے بعض امور بوحی الٰہی معلوم ہوتے ہیں اور بعض اجتہادی ہیں۔ اس قسم کے قوانین پہلے معلوم ہو چکے ہیں اور اسی حصہ کی تشریح اور اُن کے مقاصد کا بیان کرنا ہم کو مقصود ہے۔

(۲) قسم اُن امور کی وہ ہے جن کو تبلیغ رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے اسی کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں ایک انسان ہوں جب میں تم سے کوئی مذہبی امر بیان کروں تو اسکو اختیار کرو۔ اور جو بات میں اپنی رائے سے کہوں پس میں ایک انسان ہوں انما انا بشر اذا امرتکم بشیئ من دینکم فخذوہ واذا امرتکم بشیئ من رائی فانما انا بشر۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے درخت خرما کے گابھا لگانے میں فرمایا تھا کہ میں نے صرف گمان کیا تھا۔ اور تخمینی بات کا مجھ سے مواخذہ نہ کرو لیکن میں خدا کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو اسکو اختیار کرو اس لئے کہ میں نے خدا پر جھوٹ نہیں بولا ہے انما ظننت ظنا ولا تواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللہ شیئا فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ۔ اسی حصہ میں سے علاج وطب کا حصہ ہے اور اسی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ گھوڑا نہایت سیاہ جس کی پیشانی پر ہلکی سی سپیدی ہو اپنے پاس رکھا کرو علیکم بالادہم الاقرح اور اس میں سے وہ امور بھی ہیں جن کو آپ محض عادۃً کیا کرتے تھے یا اتفاقیہ بلا قصد کرتے تھے۔ تعبدی طور پر انکو عمل میں نہیں لاتے تھے۔ اور اسی میں سے وہ امور بھی ہیں جنکو بسبیل تذکرہ بیان کیا کرتے تھے ایسا ہوتا تھا کہ لوگ کچھ بات چیت کر رہے ہیں آپ بھی فرمانے لگے۔ حدیث ام زرع اور حدیث خرافہ اسی قسم کی حدیثیں ہیں۔ اسکو ہی حضرت زید ابن ثابت نے فرمایا ہے۔ چند لوگ اُنکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کچھ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم سے بیان کیجئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں تھا جب وحی نازل ہوتی تھی تو مجھ کو آپ بلا بھیجتے تھے میں اُسکو لکھ لیا کرتا تھا۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ آپ بھی دنیا کا ذکر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے۔ اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر فرماتے۔ پس کیا میں ان سب قسم کی حدیثوں کو تمہارے سامنے ذکر کروں اور ایسے ہی بعض امور رہ ہوتے ہیں جنمیں آنحضرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک جزئی مصلحت تھی لیکن وہ تمام امت کیلئے لازمی اور حتمی نہ تھے انکی مثال ایسی سمجھنی چاہئے۔ جیسے کوئی بادشاہ لشکروں کی ترتیب کرتا ہے اور کوئی فوجی علامت قرار دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم کو رمل (طواف میں سینہ نکالنا) سے کیا علاقہ ہم ان کی یہ حالت دکھایا کرتے تھے جنکو خدا نے اب ہلاک کر دیا ہے مالنا وللرمل کنا نتراءا یہ قوما قد اھلکھم اللہ۔ اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رمل کا کوئی اور سبب نہ ہو۔ اکثر احکام اسی مصلحت جزئی پر حمل کئے گئے ہیں چنانچہ حضرت ؐ کا ارشاد ہے جو شخص کسی کو قتل کرے تو اس قتیل کا سامان مارنے والے ہی کو ملنا چاہئے۔ من قتل قتیلا فلہ سلبہ ٭

اسی حصہ میں سے آپ کے احکام اور فیصلے ہیں۔ دلائل اور قسموں سے جیسا کہ ثابت ہوا کرتا ہے۔ ویسا ہی آپ حکم فرمایا کرتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جن چیزوں کو غائب شخص نہیں دیکھ سکتا۔ انکو وہ شخص دیکھتا ہے جو واقع پر موجود ہو۔ الشاھد یری مالا یراہ الغائب ٭

باب ۷۶

مصلحتوں اور شریعتوں میں کیا فرق ہے

جاننا چاہئے کہ شارع نے ہم کو دو قسم کے علمی فائدے پہنچائے ہیں ان دونو قسمونکے احکام اور درجے مختلف اور جدا جدا ہیں۔

(۱) مصالح اور مفاسد کا علم یعنی وہ امور جو تہذیب نفس کے متعلق ہیں۔ کہ جو اخلاق دنیا و آخرت میں مفید ہیں وہ مکتسب کئے جائیں اور ان کے مخالف اخلاق دور کئے جائیں یا وہ امور جو تدبیر خانہ داری اور آداب معاش اور سیاست مدن سے علاقہ رکھتے ہیں۔ شارع نے ان امور کیلئے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے۔ ان میں جو امر مبہم تھے۔ انکو منضبط نہیں کیا اور جو قابل اشکال تھے انکو معلوم نشانوں سے ممتاز نہیں کیا ہے۔ جو چیزیں پسندیدہ تھیں۔ انکی جانب لوگونکو مائل کر دیا ہے اور رذائل سے کنارہ کش رہنے کی ہدایت فرمادی۔ اپنے کلام کو اس حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ زبان دان اپنی سمجھ کے موافق اس سے مطلب سمجھ لیں اس نے صرف مصالح کو مدار علیہ طلب یا باز رہنے کا قرار دیا ہے اسکے لئے مواقع اور نشانات نہیں بتائے جن سے انکی رہبری ہوسکے مثلاً شارع نے زیرکی اور شجاعت کی تعریف کی ہے اور لوگوں کے ساتھ نرم دلی اور خلوص سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ امور معاش میں اعتدال چاہئے۔ اور زیرکی کا کوئی ایسا اندازہ نہیں بتایا کہ اسی حد تک انکو طلب کرنا چاہئے اور اگر اس حد سے تجاوز ہو تو لوگوں سے مواخذہ کرنا چاہئے ٭

جس مصلحت پر ہم شارع نے مستعد کیا ہے اور جس خرابی سے باز رکھا ہے۔ اسکی انتہا تین اصولوں میں سے ایک نہ ایک پر ہوتی ہے (۱) اس سے ان چار اوصاف میں سے جو معاد میں مفید ہیں یا ان تمام خصلتوں میں سے جو دنیا میں سودمند ہیں کوئی نہ کوئی وصف نفس میں پیدا کرنا اور انکو شائستہ اور مہذب بنانا ہے (۲) کلمۂ الٰہی اور سچے مذہب کو غالب کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شے کو خوب مستحکم کرنا۔ انکی اشاعت میں کوشش کرنا ہوتا ہے (۴) عامہ خلائق کی حالت کو منتظم کرنا انکے امور نافع اور تدابیر مفسدہ کی درستی کرنا۔ ان کی رسموں کو مہذب صورت میں لانا۔ اور مصلحت و خرابی کی انتہا ان اصول پر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان امور میں اسکو کچھ نہ کچھ دخل ہوا کرتا ہے خواہ یہ اصول اس سے حاصل ہوتے ہیں یا منفی ہوتے ہیں یہ امور ان اصول کی شے ہوں یا ان کے مخالف اصول کی۔ یا ان اصول کے ہونے نہ ہونے کا ان میں احتمال ہو یا انکو یہ امور لازم ہوں یا ان کے مخالف کو لازم ہوں۔ یا ان اصول کے حصول اور اغراض کا ذریعہ ہوں۔

اصل رضا الٰہی کے باعث یہی مصالح ہوا کرتے ہیں۔ اور انہیں مفاسد سے عتاب خداوندی پیدا ہوتا ہے پیغمبروں کی بعثت سے پہلے اور بعد کا زمانہ اس خوشی اور ناخوشی میں یکساں ہے اگر ان دونوں حصوں سے خدا کی خوشی اور ناخوشی کا تعلق نہ ہوتا۔ تو پیغمبروں کی بعثت بھی نہ ہوتی۔ اس لئے کہ یہ تمام شرائع اور حدود تو انبیاء کے پیدا ہونے کے بعد معین ہوا کرتے ہیں تو اگر پہلے ہی سے ان کو تکلیف دیجائے اور پکڑ دھکڑ کیجائے تو خدا کی مہربانی اور لطف ہی کیا ہوا مصالح اور مفاسد کا۔ چونکہ تہذیب اور نفس کی ناپاکی پر اثر ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کی انتظامی اور ابتری حالت پر انبیاء کی پیدائش سے پیشتر ہی اس سے پر تو پڑا کرتا ہے۔ اسواسطے لطف الٰہی مقتضی ہوتا ہے کہ امور مہتم کی لوگوں کو اطلاع دیجائے اہم اور ضروری امر کی انکو تکلیف دیجائے اور اس لطف الٰہی کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ ہر چیز کی مقادیر اور احکام نوعی مقرر ہوں۔

باب ۷۷
اُمت محمدیہ نے شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے اخذ کیا

معلوم کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شریعت دو طریقے سے اخذ کیگئی ہے ۱ ظاہر قول سے اسکو حاصل کیا اسمیں ضرور ہے کہ اقوال نبوی نقل کئے جائیں۔ خواہ بتواتر یا بلا تواتر متواتر کی نقل کبھی لفظا ہوا کرتی ہے جیسے قرآن مجید اور چند احادیث مثلاً انکم سترون ربکم "یقیناً تم اپنے رب کو دیکھو گے" اور کبھی تواتر معنوی ہوتا ہے مثلاً طہارت نماز زکوٰۃ۔ روزہ حج بیوع نکاح۔ غزوات کے اکثر احکام جن میں اسلامی فرقوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اور غیر متواتر میں سے سب سے بلند درجہ مستفیض کا ہے مستفیض اس حدیث کو کہتے ہیں جسکی تین صحابہ یا زیادہ نے روایت کی ہو اور پانچویں طبقہ تک برابر اسکے راوی بڑھتے رہے ہوں اس قسم کی حدیثیں اکثر ہیں۔ اور مسائل فقہ کی انہیں پر بنیاد ہے مستفیض کے بعد اس حدیث کا درجہ ہے جس کی صحت اور حسن کا فیصلہ حفاظ اور اکابر محدثین کے بیان سے ہوگیا ہو ایسی حدیثوں کے بعد ان احادیث کا مرتبہ ہے جن میں محدثین نے اختلاف کیا ہو کسی نے انکو قبول کیا لیکن اوروں نے انکو قبول نہیں کیا ایسی حدیثوں میں جو حدیثیں شواہد یا اکثر اہل علم کے اقوال سے یا عقل خالص سے موید ہوں ان کا اتباع ضروری ہے ۲ طریقہ یہ ہے کہ احادیث کی دلالت اور رہنمائی سے احکام شریعت اخذ کئے جائیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر فرماتے ہوئے یا کرتے ہوئے دیکھا اور اس سے کوئی حکم کسی شے واجب وغیرہ ہونے کا مستنبط کر لیا۔ اور اس حکم کی لوگوں کو خبر کر دی اور کہا کہ فلاں شے واجب ہے فلاں جائز ہے پھر تابعین نے ان احکام کو اسی طرح حاصل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور تیسرے طبقہ کے لوگوں نے اپنے فتووں اور فیصلوں کو اسی کے موافق مدون کرکے خوب استحکام کر دیا۔ اس قسم کے طریقہ میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے ہیں لیکن حضرت عمرؓ صحابہ سے ہر مسئلہ میں مشورہ و مناظرہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس امر کا بالکل انکشاف ہو جایا کرتا تھا اور یقینی امر معلوم ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے فیصلوں کا تمام مشارق و مغارب میں اتباع کیا گیا۔ ابراہیم کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے مفقود ہو گئے اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ جب کسی راستہ پر چلتے تھے تو ہم اسکو آسان پاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر اوقات کسی سے مشورہ نہیں کرتے تھے اور آنکے فیصلے صرف کوفہ میں محدود تھے اور صرف چند لوگوں نے ان سے احکام کو اخذ کیا اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قیام کوفہ میں تھا اسی لئے صرف انہیں اطراف میں لوگوں نے ان سے علم اخذ کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے پہلے لوگوں کے زمانہ کے بعد خود اجتہاد کیا اور اکثر احکام میں اگلوں کی مخالفت کی اور ان کے اصحاب نے جو مکہ میں تھے انکی پیروی کی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے جمہور اسلام کے مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ ان چاروں صحابہ کے علاوہ اور لوگ احادیث کی دلالت اور راہبری پر واقف تھے لیکن رکن و شرط اور مستحب و مسنون میں انکو امتیاز نہ تھا۔ اور ایسے بہت کم تھے کہ مختلف احادیث اور دلائل کی حالت میں ان کا کوئی خاص قول ہوتا۔ عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اس درجہ کے قابل تھے کہ تابعین کے اکابر میں اسی روش کے لوگ مدینہ میں فقہائے سبعہ تھے خاصہ عبداللہ ابن مسیب اور مکہ میں عطاء بن رباح اور کوفہ میں ابراہیم شریح اور امام شعبی اور بصرہ میں امام حسن بصری رحمہم اللہ اور ان دونوں طریقوں میں سے ہر ایک میں ایک شگاف ہے بغیر دوسرے کے وہ نہیں بھرتا ہے اور ایک طریقہ کو دوسرے کی حاجت ہے پہلے طریقہ یعنی نقل ظاہر میں یہ نقصان ہے کہ کبھی روایت بالمعنی ہوا کرتی ہے اور اس سے تغیر و تبدل ہو جاتا ہے اور معنی کے بدل جانے کا خوف ہوا کرتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ کسی خاص واقعہ میں کوئی حکم دیا جاتا ہے اور راوی اسکو حکم کلی سمجھتا ہے۔ اور تیسرا نقصان یہ ہے کہ بعض احکام تاکیداً بیان کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کا بخوبی اہتمام کریں اور راوی اس سے اسکا واجب ہونا یا حرام ہونا سمجھتا ہے در واقع میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے جو شخص فقیہ اور فہیم ہو اور خود اس موقع پر موجود ہو وہ قرائن سے واقعی حالت کو مستنبط کریگا۔ جیسے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مزارعہ کے متعلق اور پھل آنے سے پیشتر پھلوں کی خرید و فروخت کی نسبت کہا ہے کہ یہ نہی بطور مشورہ تھی اور دوسرے طریقہ یعنی اجتہادی حالت میں یہ نقصان ہے کہ اس طریقہ میں صحابہ اور تابعین کے قیاسوں کا مجموعہ شامل ہوا کرتا ہے اسمیں یہ امور مندرج ہوتے ہیں جو انہوں نے کتاب و سنت سے مستنبط کئے ہوتے ہیں اور اجتہاد ہر حالت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ درست ہی ہوا کرے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قیاس کرنے والے کو حدیث نہیں ملا کرتی یا اس طرح ملتی ہے کہ اس قسم کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی ہے اسلئے اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اس کے بعد کسی دوسرے صحابی سے پوری حالت منجلی ہو جاتی ہے۔ جیسے تیمم جنابت کے متعلق حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابن مسعود کا قول ہے اور اکثر ممتاز صحابہؓ نے صرف عقلی راہبری سے کسی مصلحت پر اتفاق کر لیا اسی کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین حالانکہ یہ اتفاق اصول شریعت سے نہیں ہوا کرتا۔ اسی وجہ سے لغزشوں سے نجات پانے میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی شخص کو آسانی اور کامیابی ہوگی جو اخبار اور الفاظ حدیث میں تبحر اور کمال رکھتا ہو۔ جب ایسی حالت ہے تو فقہ میں خوض کرنے
والے کو ضرور ہے کہ دونو مشربوں میں تبحر اور کمال پیدا کرے اور ملۃ اسلام میں تمام راستوں میں وہی عمدہ اور پسندیدہ ہے
کہ جمہور رواۃ اور علما نے اُس پر اتفاق کر لیا ہو اور دونو طریقے اُسمیں جمع ہو گئے ہوں۔

باب ۷۸

کتب حدیث کے طبقوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سوا کوئی ذریعہ شریعت اور احکام شریعت
کے معلوم کرنے کا نہیں ہے۔ مصلحتوں کو تو تجربہ اور غور کامل اور حدس وغیرہ سے بھی معلوم کر سکتے ہیں اور احادیث کا علم جب
ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ روایتیں ہم تک پہنچیں جنکی سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے خواہ وہ حدیثیں آپکے بیان سے
متصل ہوں یا موقوف احادیث ہوں کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے انکی روایت کی ہو۔ اُن سے یہ امر مستبعد ہے کہ بغیر نص
اور اشارہ شارع کے اُن احادیث کے قطعی ہونے پر اقدام کریں۔ اس قسم کی روایت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ضمناً ماخوذ
ہوا کرتی ہے۔ اور ہمارے زمانہ میں اس قسم کی روایتوں کے حاصل ہونے کا کوئی ذریعہ بجز اسکے نہیں ہے کہ جو کتابیں علم حدیث میں
مدون ہوگئی ہیں تلاش کیجائیں اسلئے کہ فی زمانہ ایسی غیر مدون روایتیں نہیں پائی جاتیں کہ اعتماد کے قابل ہوں۔
کتب حدیث کے طبقے و درجے مختلف ہیں۔ اُن طبقوں کا معلوم کرنا اور لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ صحت و شہرت کے
لحاظ سے کتب حدیث کے چار طبقے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حدیث کی قسمیں تین ہیں۔ اول وہ حدیثیں
جن کا تواتر سے ثبوت ہے امت محمدیہ نے بالاتفاق انکو قبول کر لیا ہے اور اُن پر عمل کیا ہے اسکے بعد دوسری قسم کی وہ ہیں
جو چند طریقوں سے ثابت ہوئیں اور کوئی معتد بہ شبہ انکے ثبوت میں نہ رہا ہو اور مختلف بلاد کے جمہور فقہا نے اُن پر عمل کیا ہو خصوصاً
علمائے حرمین نے اُن میں اختلاف نہ کیا ہو۔ قرون اولیٰ میں خلفائے راشدین نے حرمین میں قیام کیا تھا اور درجہ بدرجہ علمائے
وہاں کا سفر کرتے رہے ہیں اسلئے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ علمائے حرمین ظاہری خطا کو تسلیم کر سکیں اور مستفیض کی یہی قسم یہی ہے کہ
کوئی قول مشہور ہو گیا ہو بلاد اسلام کے تیسرے حصہ میں اُس پر عمل کیا گیا ہو اور صحابہ و تابعین کی بڑی جماعت نے اُس کی روایت
کی ہو اور تیسری قسم وہ ہے جو صحیح ہوں انکی اسناد حسن ہو۔ علمائے حدیث نے انکی شہادت دی ہو اور ایسے متروک القول نہ ہوں
کہ امت محمدیہ سے کسی نے اسکو اختیار نہ کیا ہو۔ لیکن جو حدیثیں کہ ضعیف یا موضوع یا منقطع یا مقلوب الاسناد یا مقلوب المتن یا مجہول
لوگوں نے اُسکی روایت کی ہو یا اُس قول کے مخالف ہوں جو بالاتفاق سلف کے ہاں متقدمین ثابت ہو گیا ہے پس ایسی حدیثوں کا
قائل ہونا ممکن نہیں۔ کتب حدیث کے صحیح ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مؤلف کتاب نے اپنے اوپر اس بات کا التزام کر لیا ہو
کہ وہی حدیثیں درج کریگا جو صحیح یا حسن ہونگی کسی طرح اُن میں تغیر و تبدل نہ ہوا ہو اور نہ وہ قبیلہ شاذ سے ہوں اور ضعیف کا
اسطرح پر ذکر کرنا کہ اُس کا ضعیف بیان کر دیا جائے تو کتاب میں موجب اعتراض نہیں ہے اور کتب حدیث کی شہرت کے
یہ معنی ہیں کہ جو حدیثیں اُن میں مندرج ہیں وہ کتابوں کے مدون ہونے سے پہلے اور بعد محدثین کی زبان پر دائر و سائر ہوں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤلف سے پہلے ہی آئمہ حدیث نے مختلف طرق سے اُنکی روایت کی ہو اور اپنے مسندوں و مجموعوں میں اُنکو بیان کیا ہو۔ مؤلف کے بعد اُنکی روایت کرنے اور محفوظ رکھنے کی طرف توجہ کی ہو اُسکا اشکال دور کردیا ہو یا حدیث غریب کی شرح کردی ہو اُس کا اعراب بیان کیا ہو اُسکے طرق بیان کئے ہوں مسئلہ فقہی اُس سے مستنبط کیا ہو۔ ہر درجہ و مرتبہ میں ہمارے زمانہ تک اُسکے راویوں کے حالات کا سُراغ لگایا گیا ہو یہاں تک کہ کوئی چیز جو حدیث سے تعلق رکھتی ہے ایسی باقی نہ رہے جس پر پُورا غور کر لیا ہو۔ الا ماشاء اللہ۔ نقادان حدیث مصنف سے پیشتر اور اُسکے بعد اُسکے اقوال سے موافقت کرتے رہے ہوں۔ اُن کی صحت کو ثابت کرتے رہے ہوں مصنف کی رائے کی تصدیق کریں اور اُسکی کتاب کی ثنا خوانی کی ہو آئمہ فقہ نے اُن اقوال سے مسائل کو مستنبط کیا ہو اُن پر اعتماد کیا ہو۔ عام لوگوں کو اُن اقوال سے عقیدت ہو اُن کے دل میں اُنکی عظمت ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جب کسی کتاب میں یہ دونوں اوصاف جمع ہوں وہ طبقہ اولے کی سمجھی جائیگی۔ ان اوصاف میں جتنا امتیاز ہوگا اتنی ہی فوقیت ہوگی اور اگر دونوں اوصاف بالکل مفقود ہونگے وتنی ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگی۔ جو کتاب طبقہ اولے میں اعلے درجہ کی ہوگی وہ تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے اور اس سے ادنے درجہ کی مستفیض کے مرتبہ تک پہنچتی ہے اور اس کے بعد وہ ہے جو قطعی صحت کے قریب ہو اور قطعی ہونے سے مقصود وہ حد ہے جو علم حدیث میں معتبر ہے کہ مفید عمل ہو جائے اور جو احادیث دوسرے طبقہ کی ہوتی ہیں اُن میں سب سے بلند مستفیض کے قریب ہے اور اُسکے بعد جو قطعی صحت کے قریب ہو اور اُسکے بعد جو مفید ظن ہو۔ وھکذا ینزل الامر۔

استقرا اور تلاش سے طبقہ اولے کی صرف تین کتابیں ہیں (۱) موطا (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعد کلام اللہ کے سب کتابوں میں زیادہ صحیح امام مالک کی موطا ہے۔ اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اُنکے موافقین کی رائے کے موافق موطا کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور دیگر محدثین کی رائے میں اسمیں کوئی حدیث مرسل اور منقطع ایسی نہیں ہے کہ دیگر طرق سے اُسکی سند متصل نہ ہوئی ہو۔ اس وجہ سے اُسکی تمام حدیثیں صحیح ہی ہیں۔ امام مالک کے زمانہ میں اکثر موطائیں تصنیف کی گئیں۔ جن میں موطا ے مالک کی تخریج کی گئی۔ اور اُسکی منقطع احادیث کا متصل ہونا ثابت کیا گیا۔ مثلاً۔ ابن ابی ذؤیب۔ ابن عیینہ۔ ثوری۔ معمر وغیرہم کی کتابیں۔ جن کے اساتذہ اور امام مالک کے اساتذہ مشترک تھے امام مالک سے بلاواسطہ ایک ہزار لوگوں سے زیادہ نے موطا کی روایت کی ہے دور دراز ملکوں سے سفر کر کر لوگوں نے موطا کو امام مالک سے اخذ کیا۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کا ذکر کیا تھا امام مالک کے شاگردوں میں سے بعض ایسے لوگ تھے جنکی فقاہت مشہور و اعلے درجہ کی تھی جیسے امام شافعی اور محمد بن حسن اور ابن وہب اور ابن قاسم اور بعض بڑے متبحر محدثین تھے۔ جیسے یحیٰی بن سعید قطان اور عبد الرحمن بن مہدی اور عبد الرزاق اور بعض اُن کے شاگرد امراء و سلاطین تھے۔ جیسے رشید اور اور اُن کے دونوں بیٹے موطا کی شہرت امام مالک ہی کے زمانہ میں تمام اسلامی ممالک میں منتشر ہوگئی تھی اُسکے بعد جتنا زمانہ گذرتا گیا اُسی قدر اُس کی شہرت بڑھتی گئی اور اُس کی طرف توجہ زیادہ ہوتی گئی شہروں کے فقہا نے اپنے مذاہب کی بنیاد اسی پر قائم کی بعض مسائل میں اہل عراق نے بھی اسی کو مثبت قرار دیا اور علماء برابر اس کی حدیثوں کی تخریج کرتے رہے اور اس کے شواہد و توابع کو بیان کرتے رہے۔ اُس میں سے غریب حدیث کی شرح اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکل کا انضباط کرتے تھے اُسکے مسائل میں مباحثہ کرتے تھے اور اسکے راویوں کی تحقیق اور اُن امور میں لوگوں نے یہاں تک غور کیا کہ اُسکے بعد کوئی مرتبہ غور کا باقی نہیں رہا اگر تجھ کو صاف حق کرنا منظور ہے تو کتاب موطا کا امام محمد کی کتاب آلاثار اور امام ابو یوسف کی کتاب آلامالی سے موازنہ کرو موطا میں اور ان دونو کتابوں میں بعد المشرقین نظر آویگا تم نے کسی محدث یا فقیہ کو سنا ہے کہ ان دونوں کی طرف توجہ کی ہو۔

صحیحین پر تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے کہ صحیحین میں جتنی حدیثیں متصل مرفوع ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں۔ ان دونو کتابوں کا ثبوت مصنفین تک بالتواتر ہے اور جو ان کی حالت کو نگاہ عظمت سے نہ دیکھے وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کے راستہ سے خلاف پیروی کرنے والا ہے اگر تم صحیحین کا ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتابوں اور خوارزمی وغیرہ کے مسندوں سے مقابلہ کرو گے تو ان میں بعد المشرقین پاؤ گے۔ اور حاکم نے صحیحین کی احادیث پر اُن دونو کی شرط کے موافق دیگر حدیثوں کا اضافہ کیا ہے جن کو شیخین نے ذکر نہیں کیا تھا۔ میں نے اُن کو متتبع کیا ہے ایک وجہ سے وہ درست ہیں حاکم نے ایسی حدیثیں دریافت کیں جو شیخین کے اساتذہ سے مروی تھیں اور صحیحین کی شروط یعنی حدیث کا صحیح اور متصل ہونا اُن میں پایا جاتا تھا۔ اس لئے حاکم کا اس قسم کا اضافہ مقبول ہے لیکن شیخین صرف وہی حدیث بیان کرتے ہیں جن میں اُن کے اساتذہ نے خوب غور کر لیا تھا اور اُس کے بیان کرنے اور صحت پر اُن کا اتفاق ہو گیا تھا جیسے مسلم نے اشارہ کیا ہے کہ میں یہاں صرف وہی حدیثیں بیان کرونگا۔ جن پر سب اساتذہ کا اتفاق ہے اور مستدرک حاکم میں جو احادیث صحیحین سے جیسا بیان کی گئی ہیں وہ سب مستور الحال ہیں صحیحین کے اساتذہ کے زمانہ میں وہ مخفی حالت میں تھیں اگرچہ اُن کے زمانہ کے بعد ان حدیثوں کی شہرت ہوگئی تھی۔ اور جو حدیثیں ایسی ہیں کہ محدثین نے انکے راویوں میں اختلاف کیا ہے اُن میں شیخین اپنے اساتذہ کے طریقہ پر حدیثوں کے موصول اور منقطع ہونے میں اتنا غور کیا کرتے تھے کہ اصلی حالت کا بالکل انکشاف ہو جایا کرتا تھا۔ اور حاکم نے اکثر موقعوں میں اُنہیں قواعد پر اعتماد کیا ہے جو شیخین کے اصول سے مستنبط کئے گئے ہیں۔ جیسے کہ حاکم کا قول ہے۔ ثقہ راویوں کا زیادہ ہونا باعث قبولیت ہے اور جب حدیث کے موصول و مرسل ہونے یا موقوف اور مرفوع ہونے وغیرہ میں علماء کا اختلاف ہو تو جو شخص زیادہ حافظ ہوگا اُسکے مقابلہ میں جو حافظ نہیں ہے اُس کا زیادہ غلبہ ہوگا حالانکہ حق یہ ہے کہ حفاظ سے موقوف اور منقطع کے موصول کرنے میں خرابی ہو جایا کرتی ہے۔ خاصکر جب حفاظ کو متصل مرفوع کی طرف زیادہ میلان و اہتمام ہوا کرتا ہے اسی لئے شیخین اکثر اُن احادیث کے قائل نہیں ہیں جن کے حاکم قائل ہیں۔ ان تینوں کتابوں کی طرف قاضی عیاض نے کتاب مشارق میں زیادہ توجہ کی ہے اُن کی مشکلات کا زیادہ انضباط کیا ہے انکی ردّ و بدل کو دور کر دیا ہے

دوسرے طبقہ کی کتابیں موطا اور صحیحین کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں لیکن اُن کے قریب ہیں انکی مصنف ثقاہت و عدالت و حفظ میں مشہور و معروف تھے۔ فنون حدیث میں متبحر تھے انہوں نے اپنی اس درجہ کی کتابوں میں اُن امور میں کوتاہی کرنے کو پسند نہیں کیا جن کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تھا اس لئے جو لوگ اُنکے بعد ہوئے ہیں انہوں نے اُن کو بنظر قبول دیکھا محدثین فقہاء نے انکی طرف درجہ بدرجہ توجہ کی۔ لوگوں میں کتابیں مشہور ہو گئیں لوگوں نے اُنکے غریب امور کی شرح کی اُن کے راویوں کی تفتیش کی فقہی مسائل کو مستنبط کیا عام علوم کی بنا اِنہی احادیث پر ہے۔ اِس طبقہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی اور نسائی ہیں اور رزین نے تجرید صحاح اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں ان احادیث کا خاص اہتمام کیا ہے۔ غالباً مسند احمد بھی اسی درجہ کی ہے۔ امام احمد نے اسکو گویا ایک معیار قرار دیا ہے اس سے صحیح و سقیم کی شناخت بھی ہو سکتی ہے اور فرمایا ہے جو حدیث اسمیں نہیں ہے اسکو قبول مت کرو ؂

تیسرے طبقہ میں وہ مسندیں اور جوامع اور تصنیفات داخل ہیں جو بخاری و مسلم سے پہلے یا اُن کے زمانہ میں یا اُنکے بعد تصنیف کی گئی ہیں اور اُن میں صحیح اور حسن اور ضعیف و معروف اور غریب و شاذ و منکر و خطا اور صواب اور ثابت وغیرہ ہر قسم کی حدیثیں شامل ہیں اور اگرچہ اُنہیں جہالت محض نہیں ہے تاہم اُن کے علما کی چنداں شہرت بھی نہیں ہوئی - ان احادیث کا جو اُن کتابوں میں منفرد ہیں فقہا نے کچھ زیادہ استعمال نہیں کیا اور محدثین نے اُنکی صحت و سقم سے زیادہ بحث نہیں کی اور اسمیں بعض کتابیں ایسی ہیں کہ کسی اہل لغت نے اُنکی غرابت کو نہیں دور کیا۔ کسی فقیہ نے سلف کے مذاہب پر انکو منطبق نہیں کیا اور کسی محدث نے اُسکا اشکال دور نہیں کیا۔ اور کسی مورخ نے اسماء الرجال کو بیان نہیں کیا۔ میرا کلام اُن آئمہ حدیث میں ہے جو زمانہ سلف میں تھے وہ متاخرین مراد نہیں ہیں جن کی نظر میں زیادہ تعمق ہے۔ انہیں وجوہ سے یہ کتابیں خفا اور گمنامی کی حالت میں باقی رہیں۔ اس طبقہ میں مسند ابو علی اور مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کی کتابیں ہیں ان لوگوں کا یہ قصد تھا کہ جو پاویں جمع کر دیں۔ یہ غرض نہ تھی کہ خلاصہ کرکے مہذب صورت میں بیان کر کے عمل کرنے کے قابل بناویں ؂

چوتھے طبقہ میں وہ کتابیں ہیں کہ صدیوں کے بعد اُنکے مصنفین نے قصد کیا کہ جو احادیث طبقہ اولے اور طبقہ دوم کی کتابوں میں جمع نہیں ہیں اور وہ ایسے مجموعوں اور مسندوں میں جمع تھیں جن کی شہرت نہ ہوئی تھی۔ ان مصنفین نے ان احادیث کی وقعت کی وہ ایسے لوگوں کے زبان زد تھیں کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں اُنکو جمع نہ کیا تھا جیسے اکثر واعظ مبالغہ آمیز باتیں کیا کرتے ہیں یا وہ حدیثیں کہ اہل ہوا اور ضعیف راویوں سے مروی تھیں یا صحابہ و تابعین کے وہ آثار تھے یا اسرائیلیات کے قبیلہ سے تھیں یا حکما اور واعظوں کے مقولے تھے۔ جنکو راویوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے سہواً یا عمداً خلط ملط کر دیا تھا یا قرآن و حدیث کے احتمالات تھے جنکو نیک لوگوں نے کہ جو روایت کے غوامض سے واقف نہیں ہوتے بالمعنی روایت کیا تھا۔ اور ان معانی کو احادیث مرفوعہ کر دیا تھا یا بعض معانی کتاب و سنت کے اشارات سے مفہوم ہوتے تھے۔ ایسے معانی کو عمداً مستقل حدیث سمجھ لیا تھا یا چند احادیث میں چند مختلف جملے وارد ہوئے تھے ان کو ترتیب دیکر ایک حدیث بنا لیا۔ ایسی حدیث کا مظن غالب یہ کتابیں ہیں۔ ابن حبان اور کامل ابن کی کتاب الضعفاء اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی کی اور مسند خوارزمی بھی اسی پایہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس چوتھے طبقہ میں زیادہ درست وہ کتابیں ہیں جن میں ضعیف و محتمل حدیثیں ہیں اور سب سے بدتر وہ ہیں جن میں موضوع حدیثیں ہیں یا جہالت و نکارت اُن میں زیادہ ہے۔ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات اس طبقہ کا ذخیرہ ہے ؂

پانچویں طبقہ میں وہ کتابیں ہیں کہ فقہاء اور صوفیہ اور مورخین وغیرہ کی زبانوں پر اُنکی شہرت ہے اور اُن چار طبقوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اُن کی کچھ اصل نہیں معلوم ہوتی۔ تو انہیں سے بعض ایسی بھی ہیں کہ جن لوگوں نے مصنوع کرلیا ہے جو دین تھے لیکن زبان عربی میں خوب ماہر تھے انہوں نے ان احادیث کی اسناد و بلیغ لفظوں میں بیان کی اس لئے ...۔ اُن میں جمع نہیں ہو سکتی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار اور ہونا مستبعد نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اُن لوگوں نے اسلام میں ایک سخت مصیبت کو پھیلا دیا لیکن کبرائے حدیث ایسی حدیثوں کو شواہد حدیث پر پیش کرتے ہیں اسوقت اُنکی پردہ دری ہوتی ہے اور عیب ظاہر ہوتا ہے اور محدثین کا اعتبار طبقہ اولے اور طبقہ دوم کی حدیثوں پر ہے انہیں سے ہمیشہ اُنکی وابستگی رہی ہے اور تیسرے طبقہ کی حدیثوں پر عمل کرنا اور اُنکا قائل ہونا اُنہیں متبحر محققین کا کام ہے جو اسماء الرجال کو محفوظ رکھتے ہیں اور حدیث کی علتوں سے خوب واقف ہیں اس طبقہ کی حدیثوں سے اکثر شواہد وغیرہ ماخوذ ہوا کرتے ہیں لقد جعل اللہ لکل شیٔ قدرًا اور چوتھے طبقہ کی حدیثوں کو توجہ سے جمع کرنا اور اُن سے احکام کا منضبط کرنا علماء متاخرین کیطرف سے ایک قسم کا تعمق ہوا کرتا ہے۔ اور مبدعین کے گروہ رافضی اور معتزلہ وغیرہ اونے توجہ سے ان حدیثوں سے اپنے شواہد مذہب کو نقص کرسکتے ہیں لیکن علماء حدیث کے معرکوں میں اُنکے ذریعہ سے فتح نہیں پاسکتے۔ واللہ اعلم ۔

باب ۷۹

اس بیان میں کہ کلام سے مقصود کیسے سمجھ میں آیا کرتا ہے

معلوم کرو کہ وہی مقصود کو جب متکلم بیان کرتا ہے اور سامع اُس سے مطلب سمجھتا ہے تو اُسکے بالحاظ وضوح اور خفا کے کئی درجے ہوا کرتے ہیں سب سے اعلے درجہ وضوح کا یہ ہے کہ موضوع لہ معیّن کے لئے صریح طور پر حکم ثابت کیا گیا ہو اور اسی کے بتانے اور سمجھانے کو وہ کلام بولا گیا ہو۔ اور کسی دوسرے معنی کا اُس میں احتمال نہ ہو سکے اور اُس کے قریب اُس کا درجہ ہے کہ جس میں ان تین قیدوں میں سے کوئی قید نہ پائی جائے بلکہ اُس میں حکم کا ثبوت کسی عام عنوان کے لئے ہو جو چند مسمیات اور معانی کو شمولاً یا بدلاً شامل ہو جیسے الناس اور مسلمون اور قوم و رجال اور اسماء اشارہ جب اُن کا صلہ عام ہو۔ یا کوئی موصوف جس کی صفتِ عام یا وہ لفظ جو لائے جنس سے نفی کیا گیا ہو۔ اس قسم کا ثبوت کامل اسواسطے نہیں ہوا کرتا کہ اکثر عام معنی میں خصوصیت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے یا خاص اس فائدہ پہنچانے کیلئے وہ کلام نہ لایا گیا ہو۔ بلکہ اُس موقع سے وہ فائدہ لازمی طور پر معلوم ہو گیا ہو۔ جیسے جاءنی زید الفاضل سے زید کا فضل اور رایت زیدن الفقیر سے زید کا فقر ضمناً اور لزوماً معلوم ہو جایا کرتا ہے یا اُس لفظ میں کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو مثلاً لفظ مشترک یا وہ لفظ جسکے حقیقی معنی بھی استعمال میں آتے ہوں اور اُسکے مجازی معنی بھی متعارف ہوں یا وہ الفاظ جن کا علم مثال اور تقسیم کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے لیکن وہ کسی تعریف جامع اور مانع سے معلوم نہیں ہوا کرتے مثلاً سفر اسکی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ مدینہ سے نکلکر کوئی شخص مکہ کا قصد کرے اور یہ امر معلوم ہے کہ بعض حرکتیں سفر کیواسطے بھی ہوا کرتی ہیں اور کبھی ضرورت کیلئے حرکت ہوا کرتی ہے کہ اسی روز اپنے مکان کو واپس آجایا کرتے ہیں اور کبھی حرکت چلنے کی غرض سے ہوتی ہے اور دوسرے معنی کا احتمال اس طرح پر ہوا کرتا ہے کہ ایک لفظ میں دو چیزوں کا احتمال ہو جیسے اسم اشارہ یا ضمیر جب مختلف قرائن سے مرجع کیوجہ سے انہیں تعارض ہو گیا ہو۔ یا کسی صلہ کا مصداق دو چیزیں ہو سکتی ہوں اور اس کے قریب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس مفہوم کا درجہ ہے کہ بغیر ذریعۂ کلام و لفظ کے کسی عبارت سے وہ امر مفہوم ہو سکتا ہو ایسے طریقے پر تین ہیں (۱)
فحوائے کلام یعنی کلام سے ایک وہ امر معلوم ہو جائے جس کا عبارت میں کچھ ذکر نہ کیا گیا ہو۔ اور اس امر کا ثبوت ان معنی سے
ہو جائے جنکی وجہ سے وہ حکم ذکر کیا گیا ہے جیسے لا تقل لهما اُف سے والدین کے مارنے کی حرمت بطریق اولےٰ ثابت
ہوتی ہے۔ اور جیسے کہا جائے کہ جو شخص رمضان کو کچھ دن میں کھالے تو اُس پر قضا واجب ہو جائیگی۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ قائل کی غرض یہ ہے کہ جو شخص روزہ توڑ دے اُس پر قضا واجب ہے اور صرف کھانے کی صورت اسواسطے ذکر کیگئی کہ یہ
صورت ذہن میں جلد آجایا کرتی ہے (۲) اقتضا اس سے معنی اسطرح سمجھ میں آیا کرتے ہیں کہ مادتاً یا عقلاً یا شرعاً اُس لفظ کو وہ معنی لازم
ہوا کرتے ہیں جنکے لئے وہ لفظ استعمال کیا گیا ہے مثلاً اعتقت اور بعت کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے اُس شے کا وہ مالک ہو چکا ہو اور
مشی کا مقتضا بھی ہے کہ پاؤں سالم ہوں اور صلےٰ کا مقتضا یہ ہے کہ اُسکو طہارت حاصل ہو (۳) ایما مقصود کو ایسی عبارت میں ادا کیا
کرتے ہیں جو مناسب اعتبارات کی وجہ سے مذکور ہوا کرتی ہے اُس سے بلغاء کا قصد ہوا کرتا ہے کہ عبارت اس اعتبار مناسب کے
مطابق لائی جائے۔ جو اصل مقصود پر زائد ہو اسواسطے اُس کلام سے جو اعتبار اُسکے مناسب ہوگا وہ مفہوم ہوگا مثلاً جب کسی شے کو
وصف یا کسی شرط سے مقید کریں تو اُس سے معلوم ہوگا کہ اگر یہ وصف اور شرط نہ پائے جائینگے تو یہ حکم بھی نہ ہوگا لیکن یہ بھی ضروری
کہ وہ وقوع ایسا ہو کہ سوال کے ہمشکل کلام کو ذکر کرنا یا اُس صورت کا ذکر کرنا متبادر الی الذہن ہو مقصود نہ ہو۔ اور نہ اُس سے یہ غرض ہو
کہ حکم کا فائدہ بیان کیا جاوے۔ اور ایسے ہی استثناء اور بیان غایۃ اور بیان عدد کا حال ہے اور ایماء کے اعتبار کرنے میں یہ شرط ہے
کہ اہل زبان کے عرف میں اس ایماء کی وجہ سے کلام میں تناقض ہو جایا کرتا ہو مثلاً جب کہا جائیگا علےٰ عشرۃ الاتسی امثلے واحد
اور جو امور ایسے ہیں کہ اُن سے وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں جو علم معانی میں بخوبی خوض کر سکتے ہیں انکا کچھ لحاظ نہیں ہے
اسکے بعد ان مطالب کا درجہ ہے جنکی راہبری مضمون کلام سے ہوا کرتی ہے اس کے بھی تین بڑے حصے ہیں (۱) عموم میں
کسی شے کو مندرج کرنا جیسے بھیڑیا ذی ناب ہوا کرتا ہے اور تمام ذی ناب چیزیں حرام ہوا کرتی ہیں۔ اسکا بیان قیاس اقترانی سے
ہوتا ہے۔ اسکے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ثواب کے باب میں مجھ پر صرف ایک ہی آیت جامع نازل کی
گئی ہے۔ اب جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کریگا وہ اُس کی جزا دیکھیگا۔ اور جو ذرہ برابر بھی برائی کریگا وہ اُسکی جزا دیکھیگا اور اسی
بنا پر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے استدلال کیا تھا خدا کے قول فبهداهم اقتده اور اس قول خداوندی سے وظن داؤد انما
فتنٰه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا تھا کہ تمہارے پیغمبر مامور تھے کہ انکی پیروی کریں۔ اور ایک استدلال ملازمت
یا منافات کی وجہ سے ہوا کرتا ہے جیسے کہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو سواری پر اسکو ادا نہ کر سکتے لیکن انکو سواری پر تو ادا کر سکتے ہیں
اس استدلال کی صورت قیاس شرطی کی سی ہوا کرتی ہے۔ آیت لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا میں بھی ایسا ہی استدلال ہے
اور ایک صورت قیاس کی ہے یعنی کسی علت جامع اور مشترک میں ایک صورت کی دوسری صورت سے مشابہت اور
تماثل قائم کرنی جیسے گیہوں کی طرح چنا بھی ربوی ہے یعنی اسمیں بھی ربو ہوا کرتا ہے ایسا ہی قیاس آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے اس قول میں ہے کہ اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو اسکو ادا کرتا یا نہیں اور اگر کرتا تو اس کی جانب سے ادا ہوتا یا
نہیں اُس شخص نے کہا ہاں ادا ہو جاتا تب آپ نے فرمایا کہ پھر باپ کیطرف سے حج کرو۔ واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ۸۰

اِس بیان میں کہ قرآن و حدیث سے احکام شرعیہ کو کیسے سمجھا کرتے ہیں

جن لفظوں سے رضائے الٰہی اور اسکی ناخوشی کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔ وہ لفظ حُب اور بغض۔ رحمت و لعنت۔ قرب و بعد ہیں اور ایسے ہی رضا اور عدم رضا۔ اِس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ کسی فعل کی نسبت اُن لوگوں کی جانب کیجائے جو مورد رضا اور عدم رضا ہیں۔ جیسے مومنین اور منافقین اور ملائکہ اور شیاطین اور اہل جنت اور اصحاب الجحیم اور اِس سے بھی مفہوم ہوا کرتا ہے کہ کسی امر کو طلب کریں یا کسی امر کو منع کریں یا اُس جزا کو بیان کریں جو کسی کام پر مرتب ہوا کرتی ہے۔ یا کسی امر کو اُس چیز سے تشبیہ دیجائے جو عرف میں محمود یا مذموم خیال کیجاتی ہے اور نیز اِس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس امر کے کرنے کا اہتمام فرمائیں یا باوجود ہونے دواعی کے اُس سے اجتناب کریں۔

رضائے الٰہی اور نارضامندی خداوندی کے درجات کو ممیز کرنا اور وجوب اور استحباب اور حرمت و کراہت کا اندازہ کرنا تو اُس کے لیے بہت صاف صورت یہ ہوا کرتی ہے کہ اُسکے مخالف کا حال بیان کیا جائے جیسے جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کریگا قیامت کے روز گنجے سانپ کی شکل اُس کی ہوگی اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ومن لا فلا حرج اور ان درجات کا اندازہ ایسے الفاظ سے بھی ہوتا ہے کہ کہا جائے فلاں چیز واجب ہے یا فلاں ناجائز ہے یا کوئی شئے اسلام یا کفر کیلئے رکن قرار دیجائے یا اُس کی بجاآوری یا ترک پر نہایت شدت کی جائے یا اُسکی نسبت کہا جائے یہ امر مروت سے نہیں ہے یا مناسب نہیں ہے یا صحابہ اور تابعین اُس کا کوئی حکم معین کریں۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سجدہ تلاوت کا واجب نہیں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں یا مقصود کی حالت دیکھی جائے کہ اُس سے کس طاعت کی تکمیل ہوتی ہے یا کوئی گناہ کا ذریعہ اُس سے رک جاتا ہو یا اُس عمل میں وقار اور حسن ادب کی شان معلوم ہوتی ہے۔

کسی فعل کی علت یا رکن یا شرط معلوم کرنا ہو۔ تو اِن امور کیلئے بہت صاف طریقہ یہ ہے کہ نص میں وہ وارد ہوا ہو جیسے ہر نشہ والی چیز حرام ہے کل مسکر حرام یا جیسے کوئی شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُسکی نماز نہ ہوگی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب۔ اور بغیر وضو کے تم میں سے کسی کی نماز مقبول نہ ہوگی۔ لا تقبل صلوٰۃ احدکم حتی یتوضأ یا بذریعہ اشارہ اور ایما کے اُسکا اندازہ کیا جائے جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ رمضان میں میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا ایک بردہ آزاد کر اور نماز کا نام قیام یا رکوع یا سجدہ رکھنا۔ اِس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امور نماز کے ارکان ہیں اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانی ادخلتھما طاہرتین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موزہ پہننے کیوقت طہارت کا ہونا شرط ہے۔

اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک شے کے ہونے سے کسی شے کے ہونیکا یا نہ ہونے سے کسی شے کا نہ ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے اس سے ذہن میں صاف جم جاتا ہے کہ فلاں شے علت ہے یا رکن ہے یا شرط ہے جیسے کہ زبان عربی کی مشق کرتے رہنے اور قرائن کے موافق الفاظ عربی کا استعمال کرتے کرتے ایک فارسی نثر او شخص کے ذہن میں زبان عربی کے معانی موضوعہ کن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جایا کرتے ہیں۔

وانما میزانہ نفس تلک المعرفۃ۔ جب ہم شارع کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نمازمیں رکوع کرتے ہیں سجدہ کرتے ہیں اور اپنے بدن سے ناپاکی کو دور کرتے ہیں اور ہر دفعہ ایسا ہی کرتے ہیں تو اصلی مقصود کا ہم کو یقین ہو جاتا ہے اگر ہم کو حق معلوم کرنے کی خواہش ہے تو ہر جگہ ذاتی صفات معلوم کرنے کا مدار علیہ یہی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ لکڑیاں جمع کر کے ان سے ایسی چیز بنانا چاہتے ہیں جو نشست کے قابل ہو اور اس کا نام تخت رکھتے ہیں تو اس سے ہم کو تخت کے اوصاف ذاتی کا انتزاع آسان ہوتا ہے اسکے بعد کسی مناسبت کے اعتماد پر علت حکم اور مدار علیہ حکم کا خارج کرنا ہے۔

اُن مقاصد کا معلوم کرنا جن پر احکام کی بنا ہوا کرتی ہے نہایت دقیق علم ہے اس علم میں وہی شخص خوض کیا کرتا ہے جس کا ذہن نہایت لطیف اور اس کا فہم نہایت درست ہو فقہائے صحابہ نے طاعتوں اور گناہوں کے اصول کو ان مشہور امور سے اخذ کر لیا تھا جن پر اس زمانہ کے فرقوں کا اتفاق ہو گیا تھا مشرکین عرب۔ یہود نصاریٰ سب ان پر متفق تھے اس لئے صحابہ کو ان امور کی وجہ اور انکے متعلق مباحث اور چھیڑ چھاڑ کی زیادہ ضرورت نہ تھی اور شریعت کے قوانین اور آسانی کے اصول اور استحکام دین کے طریقوں کو انہوں نے امر و نہی کے موقع دیکھ دیکھکر حاصل کر لیا تھا جیسے طبیب کے ہمنشین مدت کی میل جول اور مشاقی سے ان دواؤں کے فوائد معلوم کر لیتے ہیں جنکے استعمال کا وہ طبیب حکم کیا کرتا ہے صحابہ کو ان امور کے متعلق اعلے درجہ کی واقفیت تھی۔ یہی واقفیت تھی جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی نسبت فرمایا تھا۔ جو نفل کو فرض سے ملا کر پڑھتا تھا کہ اسی سے وہ لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ جو تم سے پہلے تھے اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب تیری رائے کو خدا نے درست کر دیا ہے ایسے ہی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی وجہ بیان کی کہ جمعہ کے روز غسل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین امر میں مجھ کو خدا کے ساتھ موافقت ہوئی ہے اور منی عنہ حج کی نسبت حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلوں میں مختلف بیماریاں پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ اگر ان امور کو جو اب عورتوں نے نئے نئے ایجاد کر لئے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم معلوم کرتے تو جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں ایسے ہی یہ عورتیں مسجدوں سے روک دیجاتیں۔ معانی شرعیہ کے معلوم کرنے کا صاف طریقہ یہ ہے۔ جو قرآن و حدیث میں صحیح طور پر مذکور ہو جیسے خدا نے: قصاص میں اے عقلمند و تمہاری زندگی ہے اور فرمایا خدا نے معلوم کیا کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہو اسلئے توبہ تمہاری قبول کر کے تم کو معاف کر دیا۔ اور فرمایا اب خدا نے تم کو آسانی کر دی اور جان لیا کہ تمہارے اندر ضعف ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اس کو نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہو گا اور خدا نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی رات سے بہک جائے تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو معلوم نہیں ہے کہ اس کا ہاتھ کہاں سوتا رہا ہے اور فرمایا شیطان اس کی ناک پر شب کو رہا۔ ان کے بعد ان معانی کا درجہ ہے جو ایما اور اشارہ سے معلوم ہوتے ہوں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعنت کرنے والوں سے بچو۔ ان کے بعد ان کا درجہ ہے جن کو فقیہ صحابی بیان کرے۔ اس کے بعد علت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم کے خارج کرنیکا درجہ ہے تخریج اس طرح ہو کہ اسکی تنہا ایسے امر مقصود پر ہوتی ہو جس کا ملحوظ ہونا یا اسکے نظیر کا ملحوظ ہونا ظاہر ہو۔ اور چونکہ یہی امور میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس میں گزاف ہو تو اسواسطے ضرور ہے۔ کہ تقادیر سے بحث کیجائے کہ انکی نظائر کیوں معین نہیں کی گئیں خاص خاص ہی تقادیر کیوں معین ہوئیں اور اس سے بحث ہو کہ حکم عام سے یہ کیوں خاص کئے گئے کیا اصلی مقصود اس عموم کا مفقود تھا یا کوئی مانع موجود تھا کہ تعارض کیوقت اسکو ترجیح دیدیگئی ؎

باب ۸۱
مختلف حدیثوں میں فیصلے کے بیان میں

کلیہ یہ ہے کہ ہرایک حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ اگر تناقض کیوجہ سے سب حدیثوں پر عمل نہ کر سکتے ہوں تو بعض کو ترک کرنا چاہئے۔ اور واقع میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا۔ ہماری نظر میں اختلاف معلوم ہوا کرتا ہے ؎

جب دو حدیثیں مختلف ظاہر ہوں تو وہاں دیکھنا چاہئے اگر وہ اس قسم کی ہیں کہ انمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل نقل کیا گیا ہے۔ اگر ایک صحابی نے یہ نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا تھا اور دوسرے صحابی نے نقل کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا کام کیا تھا تو اس صورت میں ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہوا اگر ایسی حدیثیں ان امور کے متعلق ہیں جو بطریق عادت کئے جاتے ہیں۔ تو وہ دونو مباح ہونگی اور ایک میں عبادت کے آثار ہونگے اور دوسری میں کوئی امر عبادت کا نہ ہوگا تو پہلی کو مستحب سمجھنا چاہئے اور دوسری کو جائز۔ اور اگر دونو حدیثوں کو عبادت سے تعلق ہوگا تو وہ دونو امر مستحب یا واجب ہونگے اور ہر ایک کافی ہوجائیگا۔ حفاظ صحابہ نے اکثر سنن میں ایسی ہی تصریح کی ہے مثلاً وتر میں گیارہ رکعتیں بھی وارد ہیں اور نو اور سات بھی۔ اور تہجد میں جہر بھی آیا ہے اور خفا بھی۔ اسی کے موافق رفع یدین میں بھی فیصلہ کرنا چاہئے کہ کانوں تک اٹھائے جائیں یا شانوں تک۔ اور ایسے ہی حضرت عمر اور عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد میں بھی فیصلہ کرنا چاہئے اور ایسے ہی وتر میں کہ ایک رکعت مستقل ہے یا تین رکعتیں ہیں اور صبح وشام اور تمام اسباب اور وقتوں میں یہی کیفیت ہے ؎

اور اگر ایسی حدیثوں سے پیشتر کے امر کا وجوب معلوم ہوچکا ہو تو انکی وجہ سے حرج اور تنگی رفع کرنی مقصود ہوا کرتی ہے مثلاً وہ امور جنکا کفارہ سے تعلق ہے یا لڑنے والے کے معاوضہ کا فیصلہ ایک قول کے موافق۔ یا ان احادیث میں کوئی مخفی علت ہوا کرتی ہے جس سے ایک وقت میں کسی کام کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں انکا مستحسن ہونا سمجھا جاتا ہے۔ یا ایک وقت میں کسی شے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں اسمیں رخصت معلوم ہوتی ہے اس لئے اسکا تفتیش کرنا ضرور ہوا کرتا ہے اور اگر ایک شے میں اصالت کا اثر معلوم ہوتا ہو اور دوسری میں حرج کا لحاظ کیا گیا ہو تو ایک کو عزیمت قرار دینگے اور دوسری کو رخصت۔ اور اگر کوئی دلیل نسخ ظاہر ہوجائے تو نسخ کے قائل ہونگے۔ اور اگر ایک حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل بیان کیا گیا ہو اور دوسری حدیث سے کسی حدیث قولی کا رفع ثابت ہوتا ہو تو اگر اس قول سے تحریم یا وجوب کسی امر کا قطعی طور پر معلوم نہ ہوتا ہو یا رفع ہی قطعی نہ ہو تو دونوں کا احتمال ہوسکیگا یعنی حکم اول کا بھی اور حکم دوم کا بھی اور اگر قول میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریم و وجوب کی تعلیت ہوگی تو اُس وقت میں کہا جائیگا کہ وہ فعل صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے خاص تھا یا دونوں فعل اور قول کی حالت تفتیش کرنے کے بعد نسخ کے قابل ہو جائینگی۔ اور اگر دو نو حدیثیں قولی دیکھینگے کہ ان حدیثوں کی کیا حالت ہے اگر ایک حدیث سے کوئی معنی ظاہر معلوم ہوتے ہوں اور تاویل کرنے سے دوسرے معنی اُسکے ہو سکتے ہوں اور تاویل بعید بھی نہ ہو تو یہ قرار دینگے کہ ایک معنی دوسرے معنی کیلئے بیان ہیں اور اگر تاویل بعید ہوگی تو یہ معنی تاویلی جب ہی لئے جائینگے کہ کوئی قرینہ نہایت قوی ہو یا کسی فقیہ صحابی سے یہ تاویل منقول ہو مثلاً اس ساعت کے متعلق جس میں قبولیت دعا کی امید ہوا کرتی ہے عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ وہ ساعت قبیل مغرب ہوا کرتی ہے۔ اِس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے اعتراض کیا کہ یہ نماز کا وقت ہی نہیں ہے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے وقت میں کوئی مسلمان کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے۔ تب حضرت عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ نماز کا انتظار کرنیوالا ایسا ہی ہے جیسے نماز پڑھنے والا۔ یہ تاویل بعید ہے۔ اگر ایک فقیہ صحابی نے اُسکو نقل نہ کیا ہوتا تو ایسی تاویلیں قابل تسلیم نہ ہوتیں۔

لیکن یہ اقوال ذیل کہ تم پر مردار حرام کیا گیا۔ حرمت علیکم المیتۃ یعنی مردار کا کھانا حرام کیا گیا۔ اور تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں یعنی اُن سے نکاح کرنا حرام کیا گیا۔ اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر کا لگنا حق ہے یعنی نظر کا اثر ہوا کرتا ہے۔ اور رسول حق ہے یعنی رسول کی بعثت خدا کی جانب سے بیشک ہوا کرتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت سے خطا اور نسیان دور کر دی گئی یعنی جو کام خطا و نسیان سے کیا جائے اُسکا گناہ نہیں ہوا کرتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی اور بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوا کرتا۔ اور اعمال صرف نیتوں ہی سے ثابت ہوا کرتے ہیں ان حدیثوں سے یہ مراد ہے کہ ان امور پر اُن کے وہ اثر مرتب نہیں ہوا کرتے جو شارع نے قرار دیئے ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جب نماز کو کھڑے ہوا کرو۔ تو منہ وغیرہ دھویا کرو۔ اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا یعنی اُسی صورت میں کہ تم کو وضو نہ ہوا کرے تو اِس قسم کے سب اقوال ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی امر تاویلی نہیں ہے اِسلئے کہ اہل عرب ہر ایک لفظ کو اپنے اپنے مواقع کے جو امر مناسب ہوتا تھا اس سے وہی مراد لیا کرتے تھے یہ اُنکی زبان کا مقتضا تھا۔ اس میں کوئی امر لیا نہ تھا جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ ظاہری معنی سے عدول کیا گیا ہے۔

اور اگر دو حدیثوں میں دو قسم کے فعل مذکور ہوں اور وہ کسی مسئلہ کا جواب یا کسی واقع کے فیصلے کے متعلق ہوں تو اگر اُن دونوں میں کوئی علت دونوں کو جدا کرنے والی موجود ہو۔ تو اُسی کے موافق فیصلہ کرینگے۔ مثلاً ایک شخص جوان نے روزہ دار کے بوسہ کا حکم دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا آپ نے اُسکو منع کر دیا اور ایک بوڑھے شخص نے دریافت کیا تو آپ نے اُسکو جائز قرار دیا۔ اور اگر سیاق حدیث سے ضرورت کا ہونا۔ یا سائل کا اصرار یا تکمیل امر کیطرف توجہ کا نہ ہونا یا کسی ایسے شخص کی حالت کا رد کرنا مقصود ہو جس نے اپنی ذات پر نہایت سختی کی ہو اور دوسری حدیث میں یہ امور سیاق سے ثابت نہ ہوں تو یہ کہینگے کہ ایک میں عزیمت ہے اور دوسری میں رخصت اور اگر ان احادیث سے حالت تبلائیں گلو خلاصی کسی کی معلوم ہوتی ہو یا اُن میں کسی جنایت کرنیوالے کی اقتوتیں مذکور ہوں یا انہیں قسم توڑنے والے کے کفارہ کا ذکر ہو۔ تو وہاں احتمال ہوگا کہ دونو جنبیں صحیح قرار دیجائیں اور نسخ کا بھی احتمال ہوگا۔ اسی قاعدہ کے موافق استحاضہ والی عورت کا فتویٰ ہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ کبھی اسکو ہر ایک دو نمازوں کیلئے غسل کا حکم دیا گیا۔ اور کبھی ایام معتاد کے موافق حیض کی حالت میں رہنے کا یا ان ایام میں کہ خون کی زیادتی ظاہر ہو۔ یہ تقریر اس قول کے موافق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونو امر کا ایسی عورت کو اختیار دیا ہے اور عادۃ اور خون کا رنگ دونو اس کے قابل ہیں کہ حیض کا احتمال پیدا کر سکیں۔ اور یہی حکم ایک قول کے موافق روزہ اور اس شخص کی طرف سے کھانا کھلانے میں ہے جو مر گیا ہو اور اس کے ذمہ روزہ باقی ہو اور ایسے ہی ایک قول کے موافق ہے جس شخص کو نماز میں شک واقع ہوا ہو تو اس کا شک کسطرح رفع کیا جائے وہ ٹھیک رکعتوں کی جانچ کرے یا یقینی رکعتوں کو اختیار کرے اور یہی حکم نسب کے ثابت کرنے کا ہے اور قیافہ اور قرعہ میں بھی یہی حکم ہے۔ ایک قول کے موافق ؛

اور اگر احادیث میں نسخ ظاہر ہو تو نسخ کا قابل ہونا چاہئے۔ اور نسخ کا علم کبھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تصریح فرمانے سے ہوا کرتا ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا لیکن اب ہوشیار ہو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونو حدیثوں کا حکم جمع نہ ہو سکتا ہو اور ایک حدیث دوسری حدیث کے بعد وارد ہوئی ہو اور جب شارع نے کوئی حکم مشروع کیا ہو اور اسکی جگہ دوسرا کوئی اور مشروع کر دیا ہو اور پہلے حکم سے سکوت کیا ہو تو فقہائے صحابہ اس سے سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور جب مختلف احادیث میں کسی صحابی نے فیصلہ کیا ہو کہ ایک حدیث دوسری کی ناسخ ہے تو اس سے بھی نسخ ظاہر ہو گئی لیکن ایسا ثبوت قطعی نہ ہوگا اور فقہا کا ان احادیث کو منسوخ کہدینا جو ان کے عمل مشائخ کی خلاف ہوں قابل قناعت نہیں ہے اور امور منسوخہ میں علماء یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اصلی حکم میں تبدیلی ہو جایا کرتی ہے حقیقت میں یہ تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ علت حکم کے ختم ہونے سے وہ حکم بھی ختم ہو جایا کرتا ہے یا اس علت میں مقصود اصلی کا احتمال باقی نہیں رہا کرتا یا علت کے ظاہر ہونے سے کوئی امر مانع پیش آجایا کرتا ہے یا رسول خدا کے وحی میں یا اپنے اجتہاد سے کسی دوسرے حکم کی ترجیح ظاہر ہو جایا کرتی ہے اس قسم کی ترجیح جب ہی ہوتی ہے کہ پہلا حکم اجتہادی ہو۔ حدیث معراج میں خدا ارشاد فرماتا ہے میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ ما یبدل القول لدی اور جب دو حدیثوں کا حکم ایک ہو سکتا ہو اور تاویل کا بھی موقع نہ ہو۔ در نفس حقیقت حکم بھی معلوم نہ ہو تو ان احادیث میں تعارض ہوگا۔ اس صورت میں اگر ایک حدیث کی ترجیح ثابت ہوگی تو راجح کو اختیار کرینگے۔ ورنہ دونو حدیثیں ساقط ہو جائینگی لیکن یہ آخر صورت محض فرضی ہی ہے ایسی حدیثیں قریب قریب معدوم کے ہیں اور ترجیح کے وجوہ متعدد طور پر ہیں ؛

کبھی حدیث کی سند میں رجحان کی قوت ہوا کرتی ہے۔ اس طرح کہ اس حدیث کے راوی زیادہ ہوں یا اس کے راوی میں فقاہت ہو یا اس حدیث میں اتصال کی قوت ہو۔ یا اس میں بصراحت مرفوع ہونا بیان کیا گیا ہو یا راوی سے خود اس حدیث کا تعلق ہو کہ اس نے خود فتوے دریافت کیا ہو یا اس سے خطاب کیا گیا ہو یا اس فعل کو جو اسمیں مذکور ہو وہ اپنے عمل میں لایا ہو۔ اور اسطرح بھی رجحان ہوتا ہے کہ حدیث کے متن میں کوئی وصف ہو کہ کسی امر کو تاکیداً اسمیں بیان کیا ہو یا مصرح طور پر ذکر کیا ہو یا حکم اور علت کی وجہ سے حدیث میں قوت آجایا کرتی ہے کہ وہ حکم احکام شرعی کی لحاظ سے زیادہ مناسب ہوا کرتا ہے۔ اور اس علت کو ان احکام سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ اور خارجی لحاظ سے بھی حدیث میں رجحان بڑھ جاتا ہے کہ اکثر اہل علم نے اسکو متمسک بہ قرار دیا ہو ؛

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا۔ اور اسطرح منع کیا تھا۔ اور آپنے یوں فیصلہ کیا تھا اور اسطرح رخصت دی تھی۔ اور اسکے بعد اسکا یہ قول کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا اور فلاں امر سے ہم کو منع کیا گیا تھا۔ یا صحابی کا یہ کہنا کہ فلاں امر مسنون ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے ابو القاسم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور اسکے بعد اس صحابی کا یہ کہنا کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس سے بظاہر اس حکم کا مرفوع ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے مانت مدار علیہ حکم کے خیال کرنے میں اپنے اجتہاد کو دخل دیا ہو یا اس کا حکم خود متعین کیا ہو۔ کہ یہ امر واجب ہے یا مستحب عام ہے یا خاص۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ بظاہر اس سے کسی کام کا چند بار کرنا معلوم ہوتا ہے اور اگر اس فعل کے متعلق کسی دوسرے شخص نے بیان کیا کہ نہیں دوسرا فعل کیا کرتے تھے تو یہ اس اول کے کچھ منافی نہ ہوگا۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ میں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور میں نے آپ کو منع کرتے ہوئے نہیں دیکھا یا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اس سے اس حکم کا ثبوت ظاہر طور پر ہے نہ بطریق نص کے ۔

کبھی روایتوں اور طرق کے اختلاف سے احادیث کے الفاظ اور عبارات میں اختلاف ہوا کرتا ہے پس اگر کوئی حدیث وارد ہو۔ اور ثقات راویوں نے اُسکے الفاظ میں کچھ اختلاف نہ کیا ہو تو یہ الفاظ بظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی سمجھے جائینگے اور ان الفاظ کی تقدیم و تاخیر و اوفی کے لحاظ سے استدلال کرنا ممکن ہوگا اور ایسے ہی اصل مقصود پر جن امور کا اضافہ ہوگا۔ ان کا لحاظ رکھا جائیگا ۔

اور اگر راویوں نے اختلاف کیا ہو۔ اور تمام راوی فقاہت۔ حفظ۔ کثرت میں ہم مرتبہ ہوں تو پھر یہ امر ظاہر نہ ہو سکیگا کہ یہ الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور ایسے ہی احادیث میں صرف اُسی معنی سے استدلال کر سکینگے جس کو بالاتفاق سب نے بیان کیا ہوگا۔ عام راویوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ صرف اصل معنی کا لحاظ کیا کرتے تھے۔ زوائد اور حواشی کا کچھ خیال نہیں کرتے تھے اور اگر ایسی حالت میں راویوں کے درجات مختلف ہونگے تو جو ان میں ثقہ ہوگا اور اس قصہ اور واقعہ سے خوب واقف ہوگا اُسی کو اختیار کرینگے اور اگر راوی ثقہ کے قول میں ضبط الفاظ کا اہتمام بھی زیادہ ہوگا۔ جیسے وہ کہے کہ وثب کا لفظ وارد ہوا ہے۔ قام کا اور افاض علے جبلاء المار آیا ہے۔ نہ اغتسل تو اسکو بھی اختیار کرینگے۔ اور اگر روایت حدیث میں راویوں نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہوگا۔ اور وہ سب رتبہ میں مساوی ہونگے اور کوئی مرجح نہ ہوگا تو تمام خصوصیتیں مختلف فیہا لغو ہونگی ۔

اور حدیث مرسل قابل سند اور حجت جب ہوا کرتی ہے کہ کوئی اور قرینہ اسمیں شامل ہوگیا ہو مثلاً کسی صحابی کی حدیث موقوف سے اسمیں قوت آگئی ہو یا صحابی کی سند ضعیف نے یا کسی دوسرے راوی کی مرسل حدیث سے وہ قوی ہوگئی ہو۔ اور رواۃ دونوں کے مختلف ہوں یا اکثر اہل علم کے اقوال یا قیاس صحیح یا نص کے ایما سے اُسکی تائید ہوگئی ہو یا یہ معلوم ہوا ہو کہ یہ راوی عادل سے ہی حدیث کو بطریق ارسال بیان کرتا ہے اگر مرسل کی یہ حالت ہے تو قابل حجت ہے اگر مستند سے اس کا درجہ کم ہے ورنہ قابل حجت نہیں ہے ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جس حدیث کو کوئی قاصر الضبط راوی یا مجہول الحال نقل کرے لیکن وہ متہم نہ ہو تو اگر اسکے ساتھ کوئی قرینہ بھی ہے مثلاً قیاس کے موافق ہے یا اکثر اہل علم کا اسپر عمل ہو تو وہ قابل قبول ہوگی ورنہ اسکو قبول نہ کرینگے ۔

اور اگر کوئی ثقہ راوی ایسا امر حدیث میں زائد کردے کہ اور راوی اسپر سکوت کر سکتے ہوں مثلاً حدیث مرسل کی اسناد بیان کردے یا اسناد میں کسی راوی کو زیادہ کردے ۔ یا حدیث کا شان نزول بیان کرے یا روایت اور اطناب کلام کا سبب بیان کرے یا کوئی مستقل جملہ ذکر کرے جس سے کلام کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی ہو تو ایسی زیادتی مقبول ہے اور اگر اور راوی اسکی زیادتی پر سکوت نہ کر سکتے ہوں مثلاً کوئی ایسی شے زیادہ کردے جس سے معنی بدلجائیں یا کوئی ایسی نادر شے زیادہ کردے جسکو عادت ذکر کیا ہی کرتے ہیں تو وہ زیادتی مقبول نہ ہوگی ۔

اور جب کوئی صحابی حدیث کو کسی محمل پر حمل کرے تو اسمیں اگر اجتہاد کو دخل ہو تو جب تک کوئی دلیل اسکے مخالف قائم ہو وہی عمل ظاہر خیال کیا جائیگا ورنہ قوی ہوگا ۔ جیسے کہ اسکا تعلق ان قرائن حالیہ یا مقالیہ سے ہو جس کو لغت کا واقف معلوم کر سکتا ہے ۔

اور آثار صحابہ و تابعین میں اگر اختلاف واقع ہو تو مذکورہ بالا وجوہ سے اگر اتفاق پیدا ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ اس مسئلہ کے دو جواب یا چند خیال کئے جائینگے اسکے بعد دیکھنا چاہئے کہ کونسا زیادہ بہتر ہے اور مذاہب صحابہ کا ماخذ معلوم کرنا ایک مخفی علم ہے اسکے معلوم کرنے میں خوب کوشش کرنی چاہئے بڑا فائدہ حاصل ہوگا ۔ واللہ اعلم ۔

باب ۸۲

ان اسباب کے بیان میں کہ صحابہ اور تابعین کی فروع میں کیسے اختلاف کیا

معلوم کرنا چاہئے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں احکام فقہ کے جمع نہیں ہوئے تھے ۔ اور جیسے فی زماننا فقہاء مسئلہ میں بحثیں کرتے ہیں ایسے مباحث بھی نہ تھے ۔ فقہا نہایت کوشش سے ارکان و شرط ۔ ہر شے کے آداب دوسرے سے جدا جدا مع دلائل کے بیان کرتے ہیں ۔ نئی نئی صورتیں فرض کرتے ہیں ۔ اور ان صور مفروضہ میں گفتگوئیں کرتے ہیں ۔ جو چیزیں قابل تعریف ہیں انکی تعریفیں کرتے ہیں جو قابل حصر ہیں انکو حصر کرتے ہیں اور ایسے ہی انکے اور کام ہیں ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ آپکو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور اسکا طریقہ سیکھ لیتے تھے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکی تشریح نہیں فرماتے تھے کہ یہ امر رکن ہے اور وہ مستحب ہے ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپکو جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی نماز پڑھتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور لوگوں نے بھی ویسے ہی آپ کے موافق اعمال حج ادا کئے اکثر یہ حالت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی ۔

اس کی تفصیل اور تشریح کچھ نہ تھی ۔ کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں اور یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر موالات کے وضو کرے اور اسوقت وضو کے رہنے یا نہ رہنے کا حکم کیا جائے الا ماشاء اللہ صحابہ اس قسم کے امور کو بہت کم دریافت کیا کرتے تھے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے جو کہ قرآن میں مذکور ہیں ان مسائل میں سے یہ ہے کہ لوگ تجھ سے ماہ حرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہدے اس مہینہ میں لڑنا بڑا امر ہے۔ ویسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ اور تجھ سے حیض کا حال دریافت کرتے ہیں ویسئلونک عن المحیض۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں قاسم کا قول ہے تم ایسے امور دریافت کرتے ہو جنکو ہم نہ دریافت کیا کرتے تھے اور ایسے امور کی تفتیش کرتے ہو جنکی ہم تفتیش نہ کیا کرتے تھے تم وہ امور دریافت کرتے ہو جنکو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم ان کو جانتے تو ان کا چھپانا ہم کو جائز نہ تھا۔ عمرو بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول خدا میں جن سے ملا ہوں انکی تعداد ان سے زیادہ تھی جو مجھ سے پہلے گذر چکے تھے۔ میں نے کسی قوم کو نہیں پایا جنکی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادہ بن بسر کندی سے روایت ہے ان سے اس عورت کا حال دریافت کیا گیا جو ایک قوم کے ساتھ مرگئی تھی۔ اور اس کا کوئی ولی تھا۔ انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمہاری طرح سختی نہیں کرتے تھے۔ تمہارے مسائل کو وہ دریافت نہیں کیا کرتے تھے۔ (ان تمام آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے) ؎

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپ اسکا جواب دیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے انکی تعریف کرتے تھے اور اگر برا کام کرتے ہوئے انکو دیکھتے تھے تو اسکی برائی بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور اکثر موقع فتوے اور فیصلہ کرنے کا یا کام کرنیوالے کی برائی بیان کرنیکا مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا اور یہی حالت شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ جو مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوتا۔ اور لوگوں سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث دریافت کرلیا کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے جدہ کے حصہ کے متعلق کوئی حکم نہیں سنا ہے لوگوں سے انہوں نے اسکو دریافت کیا۔ نماز ظہر کے بعد انہوں نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے جدہ کے حصہ کے متعلق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو۔ مغیرہ ابن شعبہؓ نے کہا میں نے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کیا سنا ہے انہوں نے کہا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا تھا آپ نے فرمایا تمہارے سوا دوسرا شخص بھی اسکو جانتا ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا یہ سچ کہتے ہیں تب ابوبکر صدیقؓ نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا۔ ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غرہ کی کیفیت لوگوں سے دریافت کی اور مغیرہؓ کی خبر پر آپ نے عمل کیا لوگوں سے وبا کے متعلق انہوں نے دریافت کیا اور عبدالرحمن بن عوف کی خبر کیجانب انہوں نے رجوع کیا۔ ایسے ہی مجوس کے قصہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی خبر پر عمل کیا تھا اور جب عبداللہ بن مسعود کی رائے سے معقل بن یسار کی خبر مطابق ہوگئی تھی تو ابن مسعود نہایت خوش ہوئے تھے۔ اور ابو موسے حضرت عمرؓ کے دروازہ سے واپس چلے گئے تھے اور حضرت عمرؓ نے ان سے حدیث دریافت کی تھی اور ابو سعیدؓ نے اسکی تصدیق کی تھی ایسے واقعات بکثرت ہیں اور صحیحین اور سنن میں انکی روایت کیگئی ہے ؎

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت شریف تھی۔ ہرایک صحابی نے توفیق کے موافق آپکی عبادت اور فتاوے اور احکام کو دیکھا انکو خوب محفوظ کرلیا اور سمجھ لیا اور قرائن کیوجہ سے ہرایک کی وجہ بھی معلوم کرلی اور ان امارات اور قرائن کے سبب سے جو اسکو معلوم تھے بعض امور کی نسبت اندازہ کیا کہ جائز ہیں اور بعض کا اندازہ کیا کہ منسوخ ہیں۔ انکو استدلال کے طریقوں کی جانب زیادہ توجہ نہ تھی بلکہ انکی نظر میں زیادہ پسندیدہ امر یہ تھا کہ اطمینان اور یقین حاصل ہوجائے انکی یہی حالت تھی جیسے تم اعراب کی دیکھتے ہو۔ وہ بھی آپس میں تصریح یا اشارہ سے مقصود کلام کو سمجھ جایا کرتے ہیں اُسی سے انکو تسکین ہوجاتی ہے اور انکو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کیسے انکو اطمینان ہوگیا صحابہ اسی حالت پر تھے کہ عہد بزرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ختم ہوگیا اور صحابہ آپکے بعد اطراف ملک میں پھیلگئے۔ اور ہرشخص ایک ایک حصۂ ملک کا مقتدا اور رہبر ہوگیا۔ واقعات زیادہ پیش آتے گئے اور اکثر مسائل دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی رہی ہرشخص نے اپنے محفوظات اور استنباط کی قوت سے اُن کا جواب دیا۔ اور اگر اپنے محفوظات یا استنباط میں کوئی امر جواب کے قابل نہ پایا تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔ اور اُس علت کو معلوم کیا جسکو اپنے صریح احکام کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدار علیہ قرار دیا تھا اس لئے انہوں نے جہاں اُس علت کو پایا وہیں اُس کا حکم متعین کردیا اور اس امر میں نہایت کوشش کی کہ یہ حکم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض کے مطابق ہوجائے۔ اس وجہ سے اختلاف کے چند پہلو ہوگئے۔ اور اسطرح کہ ایک صحابی نے کسی واقعہ کے متعلق کوئی حکم نبوی سنا تھا اور دوسرے نے اسکو نہیں سنا تھا اسلئے اس دوسرے کو اپنی رائے سے اجتہاد کی ضرورت پڑی اس اجتہاد کے بھی کئی طریقے ہوگئے۔ اولاً ایسا ہوا کہ اُس کا اجتہاد اُس حدیث کے موافق ہوگیا۔ جیسے نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک عورت کا خاوند مرگیا ہے اور اُس نے اس عورت کا کوئی حصہ مہر مقرر نہیں کیا ہے تو اب اُس عورت کو کیا ملنا چاہئے انہوں نے کہا اسکے متعلق میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فتوے دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ لیکن لوگ ایک ماہ تک اُنکے پاس آتے جاتے رہے اور اصرار کرتے رہے کہ اسکا حکم بتائے انہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کرکے جواب دیا کہ اُس کو بالکم وکاست اُسکے خاندان کی عورتوں کا مہر دینا چاہئے اُس پر عدت ضروری ہے اور اُسکو ورثہ ملیگا۔ اُسکو سنکر معقل بن یسار نے کھڑے ہوکر شہادت دی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک عورت کے مقدمہ میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس سے عبداللہ ابن مسعود ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد وہ کبھی ایسے خوش نہیں ہوئے تھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دو صحابیوں میں بحث ومناظرہ کے بعد ایسی حدیث ظاہر ہوجائے جسکے ہونے کا گمان غالب ہو اور اُس حدیث مسموع کی جانب وہ صحابی رجوع کرے جیسے آئمہ حدیث نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا کہ اُس شخص پر روزہ نہیں ہے۔ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواج نے اُن کے مذہب کے خلاف حدیث بیان کی تب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مذہب سے رجوع کیا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ صحابی کو حدیث پہنچے لیکن اُس سے گمان غالب نہ ہو اسلئے وہ صحابی اپنے اجتہاد کو ترک کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ حدیث میں طعنہ کرے جیسے علمائے اصول نے ذکر کیا ہے فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہو کر بیان کیا کہ اُسکو تین طلاقیں خاوند نے دی تھیں۔اسلئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لئے نفقہ اور مکان قرار نہیں دیا لیکن حضرت عمرؓ نے اُسکی شہادت کو تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ میں ایک عورت کے قول سے کتاب الٰہی کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ہم کو کیا معلوم ہے کہ یہ عورت سچی ہے یا جھوٹی ایسی عورت کو نفقہ اور مکان ملیگا۔اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہؓ سے فرمایا کہ تو خدا سے خوف نہیں کرتی (یعنی اپنے قول میں)۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مذہب تھا کہ جس جنب کو پانی نہ ملے اُسکے لئے تیمم کافی نہیں جب حضرت عمارؓ نے اُن سے روایت کی کہ ایک بار سفر میں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا مجھ کو غسل کی ضرورت ہوئی اور پانی نہ ملا اور میں خاک پر لوٹنے لگا۔رسول خدا سے میں نے اس کو بیان کیا۔آپ نے فرمایا کہ تم کو ایسا کرنا کافی تھا اور یہ فرماتے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین پر دونو ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا لیکن حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور ایک مخفی اعتراض کیوجہ سے جو حدیث میں اُنکو معلوم ہوا۔اس حدیث کو قابل حجت نہیں قرار دیا۔لیکن دوسرے طبقہ میں (تابعین کے) بہت سے طریقوں سے اس حدیث کی شہرت ہو گئی اور معترض کا وہم ضعیف ہو گیا اس لئے سب نے اُسکو اختیار کر لیا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ صحابی کو حدیث پہنچی ہی نہیں۔جیسے مسلم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ غسل کیوقت عورتوں کو حکم کیا کرتے تھے کہ سر کے بالوں کو کھول لیا کریں۔حضرت عائشہؓ نے یہ سنکر فرمایا ابن عمرؓ سے تعجب ہے عورتوں کو وہ سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں اُنکو سر منڈوانے کا کیوں حکم نہیں دیتے۔یقیناً میں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے تھے اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتی تھی کہ سر پر تین بار پانی بہا دیا کرتی تھی۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے جسکو امام زہری نے روایت کیا ہے کہ ہند کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کو نماز کی رخصت دی ہے۔اسلئے کہ وہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے رویا کرتی تھیں۔

اور ایک نحو اختلاف کی یہ بھی ہے کہ صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فعل کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو بعض اندازہ کرتے تھے کہ ثواب کیلئے اُسکو کیا ہے اور بعض خیال کرتے تھے کہ اُسکو مباح طور پر کیا ہے۔جیسے علمائے اصول نے حج کرنے کے بعد مقام ابطح میں قیام کرنے کے متعلق روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا تھا۔اس سے حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ ابن عمر کا مذہب یہ ہے کہ ثواب کے طور پر آپ نے قیام کیا تھا اسلئے ابطح میں ٹھیرنا اُنکے نزدیک حج کی سنتوں میں سے ہے اور حضرت عائشہؓ اور عبداللہ ابن عباس کا مذہب ہے کہ یہ محض اتفاقی امر تھا۔حج کی سنن میں یہاں ٹھیرنا داخل نہیں ہے اور جمہور کا مذہب ہے کہ طواف میں رمل کرنا سنت ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اُسکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک امر عارضی کیوجہ سے کہ مشرکین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے لاغر کر دیا ہے محض اتفاقی طور پر کیا تھا یہ سنت نہیں ہے۔

اور کبھی وہم کے اختلاف سے صحابہ میں اختلاف ہو گیا ہے مثلاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔اور بعض صحابہ نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکو دیکھ خیال کیا کہ آپ نے نیت تمتع کی کی تھی۔ اور بعض نے خیال کیا کہ قرآن کی اور بعض نے خیال کیا کہ حج افراد کی نیت کی تھی۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے ابوداؤد نے حدیث نقل کی ہے کہ سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے عبداللہ ابن عباس سے کہا اے ابوالعباس مجھ کو تعجب ہے کہ صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسوقت کیسے اختلاف کیا ہے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام کے افعال ادا کئے انہوں نے فرمایا میں سب لوگوں سے انکی حقیقت زیادہ جانتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا تھا۔ اسمیں لوگوں میں اختلاف ہوگیا تھا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حج کیلئے باہر نکلے آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی دو رکعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اسی مجلس میں حج کیلئے آواز بلند لبیک کہا لوگوں نے انکو سنا اور میں نے اُسکو محفوظ رکھا پھر آپ سوار ہوئے اور جب آپ کی ناقہ نے آپکو اُٹھایا تب بھی آپ نے لبیک کہا۔ اور اسکو بھی لوگوں نے سنا لوگ متفرق طور پر آتے تھے سب شامل نہ تھے۔ کوئی ایک امر سے واقف تھا اور دوسرے سے ناواقف تھا۔ ان پچھلے لوگوں نے اس حالت میں لبیک کہتے ہوئے سنکر کہا کہ حضرت نے لبیک اسوقت کہا تھا جب ناقہ پر سوار ہوگئے تھے آگے بڑھ کر جب بیابان کی بلندی پر آپ پہنچے تب بھی لبیک کہا اور اسکو سنکر لوگوں نے کہا کہ جب آپ بیابان کی بلندی پر پہنچے تھے تب بھی لبیک کہا تھا اور قسم ہے اللہ کی کہ آنحضرت صلعم نے لبیک کو اپنی نماز کی جگہ کہا تھا۔ اور جب ناقہ پر آپ سوار ہو رہے تھے اسوقت بھی کہا تھا اور جب بیابان کی بلندی پر چڑھے تھے اُسوقت بھی کہا تھا۔

اور سہو ونسیان سے بھی صحابہ میں اختلاف ہوگیا ہے۔ مثلاً روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عائشہؓ نے گواہوں سے فیصلہ کر دیا۔

اور کبھی خوب انضباط کے نہ ہونے سے اختلاف ہوا کرتا ہے۔ جیسے عبداللہ ابن عمرؓ نے یا حضرت عمرؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب میت کے اہل اُس پر روتے ہیں تو میت کو عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہؓ نے فیصلہ کیا کہ ٹھیک طور پر انکو حدیث معلوم نہیں ہے اصلی امر یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودیہ عورت پر گذر ہوا اُس عورت کے اہل اُسپر رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس عورت پر رو رہے ہیں اور اسپر قبر میں عذاب ہو رہا ہے اسطرح عبداللہ ابن عمر نے خیال کیا کہ رونا عذاب کی علت ہے اور اس سے گمان کر لیا کہ ہر ایک میت کا یہی حکم ہے۔

کبھی حکم کی علت میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ جیسے جنازہ دیکھکر کھڑا ہونا بعض قائل ہیں کہ یہ قیام ملائکہ کی تعظیم کیلئے ہوتا ہے اسلئے مومن و کافر دونوں کے جنازہ کو دیکھکر اٹھنا چاہئے اور بعض قائل ہیں کہ موت کے خوف سے کھڑے ہوتے ہیں تب بھی دونو صورتوں میں کھڑا ہونا چاہئے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار یہودی کا جنازہ آپ کے سامنے سے گذرا آپ اُس کو دیکھکر کھڑے ہوگئے آپ کو یہ مکروہ معلوم ہوا اور کہیں آپکے سر کے اوپر سے وہ نہ گذرے۔ اس صورت میں قیام جب ہی کرنا چاہئے کہ کافر کا جنازہ ہو۔

دو مختلف امور کے جمع کرنے میں بھی صحابہ نے اختلاف کیا ہے مثلاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سال خیبر میں متعہ کی اجازت دیدی تھی اُسکے بعد سال اوطاس میں اسکی اجازت دی اور سال اوطاس کے بعد منع فرمایا اسواسطے عبداللہ ابن عباسؓ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ اجازت ضرورت کیوجہ سے تھی اور ضرورت جب باقی نہ رہی تو منع کر دیا۔ اور اب تک وہی اصلی حکم ممنوع ہونے کا باقی ہے اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ رخصت اباحت تھی اور منع کرنے نے اسی اباحت کو منسوخ کر دیا۔ انکی دوسری خیال یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے استنجا میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا تھا۔ اسلئے ایک جماعت کا مذہب ہے کہ یہ حکم عام ہے اور وہ منسوخ نہیں ہوا۔ اور حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایکسال پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے قبلہ کی جانب پیشاب کیا تھا۔ اسواسطے انکا مذہب یہ ہے کہ اس سے وہ پہلے ہی منسوخ ہو گئے۔ اور عبداللہ ابن عمرؓ نے آپکو دیکھا تھا کہ قبلہ کی جانب پشت ویکر اور شام کی جانب ہوکر قضائے حاجت فرمائی تھی۔ اس سے انہوں نے جماعت کے قول کو رد کیا اور ایک جماعت نے ان دونوں قولوں کو جمع کیا ہے امام شعبی وغیرہ کا مذہب ہے کہ بیابانمیں استقبال قبلہ استنجا میں منع ہے اور اگر پاخانوں میں استنجا کیا جائے تو اس صورت میں استقبال اور استدبار قبلہ کی طرف استنجا میں جائز ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ وہ قول منع فرمانے کا عام اور محکم ہے اور آپ کا فعل صرف آپکی ذات کیلئے ہے۔ اسواسطے نہ ناسخ ہو سکتا ہے نہ مخصص ہو سکتا ہے ٭

بہر حال ان طریقوں سے صحابہ کے مذاہب میں اختلاف ہو گیا تھا اور ان کے بعد تابعین نے توفیق کے موافق ان مذاہب کو اختیار کیا ہر شخص نے بقدر استطاعت احادیث رسول خدا اور مذاہب صحابہ کو سنا۔ اور انکو خوب سمجھ کر مختلف امور کو بقدر وسعت جمع کیا اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی اور انکی نظر میں بعض بعض اقوال ضعیف معلوم ہوئے اگرچہ وہ کبار صحابہ سے ماثور اور مروی تھے۔ جیسے عمر بن مسعودؓ کا مذہب جنب کے تیمم کرنے میں منقول ہوتا چلا آتا تھا جب عمار اور عمران بن حصین وغیرہ کی احادیث مشتہر ہوئیں تو انکی نظر میں وہ مسلک ضعیف معلوم ہوا۔ اسی طرح تابعین میں سے ہر ایک عالم کا اپنے خیال کے موافق ایک خاص مذہب ہو گیا اور ہر شہر میں ایک امام قائم ہو گیا۔ مثلاً مدینہ میں سعید ابن مسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر ہوئے اور ان کے بعد مدینہ میں قاضی یحیٰی بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن وغیرہ ہو گئے۔ مکہ میں عطا بن رباح امامت کے درجے کے تھے اور کوفہ میں ابراہیم نخعی اور امام شعبی اور بصرہ میں امام حسن بصری اور یمن میں طاؤس بن کیسان اور شام میں امام مکحول پیدا ہوئے لوگوں نے نہایت شوق اور سرگرمی سے ان کی جانب رغبت کی اور اس سے علم حدیث صحابہ کے مذاہب اور اقوال کو اور خود ان علماء کے ذاتی مذاہب اور تحقیقات کو اخذ کیا۔ مسائل میں لوگ ان سے فتوے لیتے رہے اور خوب مسائل کا ان میں تذکرہ رہا۔ اور تمام معاملات کے وہ مرجع رہے سعید بن مسیب اور ابراہیم اور انکے ہم رتبہ لوگوں نے تمام ابواب فقہ کی ترتیب دیدی تھی۔ اور ہر باب کے متعلق ان کے پاس اصول اور قواعد مرتب تھے۔ جن کو انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔ سعید بن مسیب اور انکے شاگردوں کا یہ مذہب تھا کہ حرمین کے علماء کو فقہ میں نہایت پختگی ہے اور ان کے مذہب کی بنیاد عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ کے فتوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ ان سب علوم کو انہوں نے بقدر استطاعت جمع کیا۔ اور ان میں تفتیش اور نگاہ کی غور سے دیکھا جو مسائل انہوں نے علمائے مدینہ کے اجماعی پائے انکو نہایت پختگی سے اختیار کیا۔ اور اختلافی مسائل میں وہ اختیار کئے جو قوی اور مرجح پائے انمیں ترجیح یا اسلئے تھی کہ اکثر علماء نے اس طرف میلان کیا تھا یا وہ کسی مصرح قیاس کے موافق تھے یا کتاب و حدیث سے مصرح طور پر مستنبط ہوئے تھے۔ وعلی ہذا اور اگر انہوں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے محفوظات میں جواب مسئلہ کا نہ پایا تو سعید خود گفتگو نہ کی بلکہ کتاب سنت کے ایما اور اقتضا کا تتبع کیا۔ اسکی وجہ سے ایک باب میں کثرت مسائل انکو حاصل ہوگئے۔ ابراہیم اور ان کے شاگردوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور انکے شاگردوں کا قول فقہ میں زیادہ قابل اعتماد ہے اسلئے علقمہ نے مسروق سے کہا تھا کہ کوئی فقیہ عبداللہ بن مسعود سے زیادہ قابل وثوق نہیں ہے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام اوزاعی سے کہا تھا کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبداللہ ابن عمر میں نہ ہوتی تو میں کہدیتا کہ انکی نسبت علقمہ میں فقاہت زیادہ ہے لیکن عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کا ماخذ عبداللہ ابن مسعود کے فتوے اور حضرت علیؓ کے فیصلے اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کی فتاوے ہیں انہیں میں سے امام ابو حنیفہؒ نے بقدر امکان مسائل فقہ کو مدون کیا اور جیسے اہل مدینہ کے آثار سے مدینہ کے علمائے نے تخریجات لی تھیں ایسے ہی اہل کوفہ کے آثار سے انہوں نے تخریج مسائل کی۔ اس طرح ہر باب کے متعلق مسائل فقہ مرتب اور ملخص ہوگئے اسوقت میں حضرت سعید بن مسیب فقہائے مدینہ کی زبان تھی اور انکو حضرت عمرؓ کے فیصلے سب سے زیادہ محفوظ تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سب سے زیادہ انکو یاد تھیں اور ابراہیم فقہائے کوفہ کی زبان تھی جب سعید بن مسیب اور ابراہیم کوئی بات بیان کریں اور کسی کی جانب اسکو منسوب نہ کریں تو وہ انکا کلام غالباً سلف میں سے کسی نہ کسی طرف منسوب ہی ہوگا صریحاً یا اشارتاً او نحو ذلک فقہائے مدینہ اور کوفہ نے ان دونوں پر اتفاق کیا ان سے علوم کو حاصل کیا اور خوب سوچ سمجھ کر ان سے اور مسائل خارج کئے واللہ اعلم۔

باب ۸۳
فقہا کے مذاہب مختلف ہونے کے اسباب کیا تھے

معلوم کرنا چاہیے کہ خدا تعالے نے تابعین کے زمانہ کے بعد حاملین علم کی جماعت کو پیدا کیا انکے پیدا کرنے سے وہ پیشینگوئی پوری ہوگئی جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ پچھلی نسلوں میں سے عادل لوگ اس علم دین کو حاصل کرینگے۔ انہوں نے تابعین سے۔ وضو غسل۔ نماز حج نکاح بیوع اور تمام کثیر الوقوع احکام کو اخذ کیا احادیث نبوی کی روایت کی۔ مختلف شہروں کے مفتی اور قاضیوں کے فیصلے سنے مسائل دریافت کرتے رہے ان تمام امور میں انہوں نے نہایت ہی کوشش کی۔ آخر کو وہ مسلمانوں کے مقتدا اور تمام امور مذہبی کے مرجع ہوگئے۔ ایماء اور اقتضاء کلام کے معلوم کرنے میں نہایت درجہ انہوں نے اہتمام کیا ہمیشہ مسئلوں کے جواب دیتے رہے فیصلے کرتے رہے علم کو نقل کیا اور لوگوں کو اسکی تعلیم دی۔

اس طبقہ کے علما کا کام ہر رنگ اور ڈھنگ میں یکساں تھا سب کا طرز عمل یہ تھا کہ احادیث سے تمسک کرتے تھے خواہ مسند ہوں یا مرسل اقوال صحابہ اور تابعین سے استدلال کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان صحابہ اور تابعین کی احادیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں انہوں نے کم درجہ سمجھ کر احادیث موقوفہ قرار دیا ہے۔

ابراہیم نے ایک بار اس حدیث کو نقل کیا جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع محاقلہ یکنے سے پہلے کھیت کو فروخت کردینا،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیع مزابنہ (تر چھواروں کو جو درختوں پر ہوں خشک چھواروں سے فروخت کرنا) منع فرمایا ہے تب لوگوں نے ان سے کہا کہ اس حدیث کے علاوہ تم کو کوئی اور حدیث بھی یاد ہے۔ انہوں نے جواب دیا یاد ہے لیکن مجھ کو یہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے کہ یوں کہوں کہ عبداللہ نے ایسا کہا ہے اور علقمہ نے ایسا کہا ہے۔ اور امام شعبی سے ایک حدیث دریافت کیگئی اور لوگوں نے کہا کہ اسکی سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اسناد میں وہی لوگ پسند ہیں جو آپکے درجہ سے پست ہیں اگر حدیث میں کوئی زیادتی یا کمی ہو تو اسکا نقصان انہیں لوگوں کے ذمہ رہے جو آپ سے پست درجہ میں ہیں۔ یا اس طبقہ کے لوگ حکم نصوص سے استنباط کرتے تھے یا اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے ان تمام امور میں آئندہ پیدا ہونے والے لوگوں نے بہت خوبی سے کام کرنے تھے انکی رائے میں درستی زیادہ تھی۔ انکا زمانہ بہت پہلے تھا۔ انکے علمی محفوظات زیادہ تھے اسواسطے انکے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوگیا۔ البتہ اگر ان میں باہم اختلاف ہو اور حدیث ظاہر طور پر انکے اقوال کے مخالف ہو۔

یہ بھی اس طبقہ کا مابہ التمسک تھا کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث مختلف وارد تھیں تو وہ صحابہ کے اقوال کیجانب رجوع کیا کرتے تھے اگر صحابہ قایل تھے کہ بعض احادیث منسوخ ہیں یا مصروف عن الظواہر ہیں یا اس نسخ وغیرہ کی تو صحابہ نے کچھ تصریح کی نہ تھی لیکن اس حدیث پر انہوں نے عمل نہ کیا تھا اور اسکے مضمون کے وہ قایل نہ ہوئے تھے۔ اس عمل نہ کرنے سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی نہ کوئی علت تھی۔ یا منسوخ یا ماؤل تھی۔ ان سب صورتوں میں اس طبقہ کے لوگ صحابہ کے اقوال کا اتباع کیا کرتے تھے امام مالک نے اس حدیث کے متعلق جو کتے کے پانی پینے کے متعلق ہے کہا تھا کہ یہ حدیث وارد تو ہوئی ہے لیکن مجھ کو اسکی حقیقت معلوم نہیں ہے۔ ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ میں فقہاء کو اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھتا ہوں۔

جب صحابہ اور تابعین کے اقوال مختلف ہوا کرتے ہیں تو اسوقت میں ہر ایک عالم کی نظر میں اپنے شہر کے علماء اور اپنے ہی اساتذہ کا قول پسندیدہ اور مختار ہوا کرتا ہے اس لئے کہ یہ شخص انہیں علما کے اقوال میں صحیح اور سقیم اقوال سے بخوبی واقف ہوا کرتا ہے ان اقوال کے مناسب اصول خوب طرح سے اسکے ذہن نشین ہوا کرتے ہیں انکے فضل اور تبحر کیجانب اسکا میلان قلب زیادہ ہوا کرتا ہے اسلئے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ حضرت عائشہ۔ عبداللہ ابن عباس۔ زید ابن ثابت اور انکے اصحاب مثل سعید ابن مسیب جنکو حضرت عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہ کے فیصلے سب سے زیادہ محفوظ تھے۔ اور عروہ۔ سالم۔ عطاء ابن یسار۔ قاسم۔ عبیداللہ بن عبداللہ۔ زہری۔ یحیٰی بن سعید۔ زید ابن اسلم۔ ربیعہ۔ یہ سب علمائے مدینہ کی نظر میں سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ انکے ہی علوم اخذ کئے جائیں۔ مدینہ کے فضائل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر چکے تھے ہر زمانہ میں وہ علماء اور فقہاء کا مرکز رہا تھا اسواسطے امام مالکؒ کبھی اہل مدینہ کے مسلک کو نہیں چھوڑتے تھے اور عبداللہ بن مسعود اور انکے شاگرد اور حضرت علیؓ شریح شعبی اور ابراہیم کے فتوے علمائے کوفہ کی نظر میں اوروں کی نسبت زیادہ اسکے قابل ہیں کہ مختار اور پسندیدہ سمجھے جائیں اسی واسطے تشہد میں جب مسروق نے زید ابن ثابت کے قول کی طرف میلان کیا تو علقمہ نے ان سے کہا کہ تمہاری جماعت میں عبداللہ ابن مسعود سے زیادہ کوئی شخص وثوق کے قابل ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بیشک ان سے زیادہ کوئی قابل وثوق نہیں ہے لیکن میں نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زید ابن ثابت اور علمائے مدینہ کو شریک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب کسی شہر کے علماء کسی مسئلہ پر اتفاق کریں تو نہایت پختگی سے اسکو اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی کے متعلق امام مالک نے کہا ہے کہ متفق علیہ احادیث ہمارے پاس اتنی ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں علمائے شہر کا اختلاف ہو جاتا ہے تو اس قول کا اتباع کیا جاتا ہے جو سب میں زیادہ قوی اور مرجح ہو اُسکے قائل زیادہ ہوں یا کسی قوی قیاس کے وہ موافق ہو یا کتاب وسنت سے اُسکی تخریج کیگئی ہو اُسی کے متعلق امام مالکؒ کا قول ہے ہذا احسن ما سمعت جو اقوال ہم نے سُنے ہیں اُن سب میں یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ جو اقوال یہ علماء اپنے اساتذہ سے سُنتے تھے اور انہیں مسئلہ کا جواب معلوم نہ ہوتا تھا تو ایما اور اقتضا سے انہیں کے کلام میں سے جواب مسئلہ کا نکال لیا کرتے تھے۔

اس طبقہ میں علماء کو تصنیف اور تدوین کا الہام ہوا۔ امام مالکؒ اور محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذیب نے مدینہ میں تصنیف کرنا شروع کیا۔ اور ابن جریج اور ابن عیینہ نے مکہ میں اور ثوری نے کوفہ میں اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں اور اُن سب نے تصنیف میں وہ شیوہ اختیار کیا جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا۔ جب منصور عباسی نے حج کیا تو امام مالک سے کہا میرا قصد ہے کہ تمہاری مصنفہ کتابیں لکھوا کر اسلامی شہروں میں انکا ایک ایک نسخہ بھیجدوں اور لوگوں کو حکم کردوں کہ انہیں کے مسائل پر عمل کریں اُنکے علاوہ اور کسی جانب رخ نہ کریں انہوں نے فرمایا اے امیر المومنین ایسا نہ کرو لوگوں میں پہلے ہی سے اقوال مشہور ہو گئی ہیں وہ احادیث کو سُن چکے ہیں روایات کو نقل کر چکے ہیں جو مسائل معلوم ہو گئے اُن پر انہوں نے عملدرآمد کر لیا ہے لوگوں میں اختلافات ہو گئے ہیں اسواسطے لوگوں کو اُنکی حال پر چھوڑ دو جو انہوں نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے اُسی پر رہنے دو اور یہ قصہ بعض نے ہارون رشید کی طرف منسوب کیا ہے اُسنے امام مالک سے مشورہ کیا تھا کہ میں موطا کو کعبہ میں لٹکا دینا چاہتا ہوں تمام لوگوں کو اُسی پر عمل کرنے کی ترغیب دونگا امام مالک نے کہا ایسا نہ کرو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ بلاد اسلامی میں وہ متفرق ہو گئے احادیث مشہور ہو چکیں۔ ہارون رشید نے کہا خدا تمکو توفیق دے یا ابا عبد اللہ سیوطی نے اس حکایت کو نقل کیا ہے۔ علمائے مدینہ کو جو حدیثیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں تھیں اُن سب علماء میں امام مالک سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے اُنکی حدیث سب سے زیادہ معتبر ہے۔ حضرت عمر کے فیصلے اور عبد اللہ بن عمر اور حضرت عائشہؓ اور اُنکے اصحاب فقہائے سبعہ وغیرہ کے اقوال پر امام مالکؒ کو سب سے زیادہ اطلاع تھی ایسے ہی علماء میں روایت اور فتوے کا علم قائم ہوا ہے۔ جب امام مالکؒ مرجع اور مقتدا ہوئے تو انہوں نے حدیث اور فنون کو پھیلایا لوگوں کو اُنسے کمال فائدے پہنچے اور انہیں پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی منطبق ہوئی۔ یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ۔ قریب ہے کہ تحصیل علم کیلئے لوگ سفر کرینگے لیکن مدینہ کے عالم سے کسی کو زیادہ واقف نہ پائینگے ابن عیینہ اور عبد الرزاق نے اس حدیث کا محمل امام مالک ہی کو قرار دیا ہے ایسے دو شخصوں کی شہادت کافی ہے امام مالک کے شاگردوں نے اُنکی روایتوں اور پسندیدہ اقوال کو جمع اور ملخص کیا۔ مہذب طور پر اُنکو تحریر کر کے اُن پر شرح لکھے اور اُن سے مسائل کا اخراج کیا اُن اقوال کے اصول اور دلائل میں گفتگو کی اور اُنکے شاگرد ممالک مغرب اور روئے زمین پر پھیل گئے اور اس ذریعہ سے خدا نے اپنی مخلوق کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اور امام مالک کے اصول ہی معلوم کرنے ہوں تو کتاب موطا میں غور کرو ہمارے قول کی تصدیق ہو جائیگی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ابراہیم اور اُن کے ہمعصر علماء کی روش کی زیادہ پابندی تھی ابراہیم کے مذہب سے وہ بہت کم علیحدگی کرتے تھے۔ الا ماشاء اللہ اور اُنکی مسلک کے موافق مسائل خارج

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں انکی عظمتِ شان کا اندازہ ہوتا ہے تخریج مسائل کے وجوہ دریافت کرنے میں نہایت دقت نظر سے وہ کام لیتے تھے نو ہمات کی جانب انکی نہایت توجہ تھی ہمارے اس قول کی اگر صداقت منظور ہے تو امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع عبدالرزاق اور ابوبکر شیبہ کی تصنیف سے ابراہیم اور انکے معاصرین کی اقوال کو ملخص کرکے امام ابوحنیفہ کے مذہب سے انکا اندازہ کر لینا چاہیے وہ کہیں انکی روش سے تجاوز نہیں کرتے مگر نہایت معدودے چند موقعوں میں اور ان مواقع میں بھی فقہائے کوفہ کے مذاہب کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت امام ابو یوسف کی ہوئی ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضات کا منصب انکو حاصل ہوا۔ اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب پھیل گیا۔ اور تمام اطراف عراق۔ خراسان ما وراء النہر تک اس کا قبضہ ہوگیا اور تمام شاگردوں میں تصنیف کی شایستگی اور اہتمام درس میں امام محمد بن حسن کو فوقیت ہے انکی حالت یہ ہوئی کہ اولاً امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے انہوں نے فقہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد مدینے پہنچکر امام مالک سے موطا کو پڑھا پھر خود توجہ کرکے اپنے اصحاب کے مذہب کو موطا کے ایک ایک مسئلہ پر منطبق کیا۔ اگر موافقت پائی تو اس کو مختتم کر دیا۔ ورنہ اسمیں غوض کیا کہ صحابہ یا تابعین میں سے کسی جماعت کا یہ مسلک ہوا ہے یا نہیں اگر کوئی مسلک ملگیا تو اس سے ملحق کر دیا۔ اور اگر کسی ضعیف قیاس یا ضعیف تخریج پر فقہاء نے عمل کر رکھا تھا اور انکے مخالف کوئی صحیح حدیث پائی جاتی تھی اور اکثر علما کا عمل بھی اسکے مخالف تھا تو اسوقت جس مذہب کو مذاہب سلف سے مرجح پایا اسکو متمسک بہ قرار دیا لیکن امام محمد اور امام ابو یوسف بھی ابراہیم اور معاصرین ابراہیم کے طریقہ سے کنارہ کش نہیں ہوتے امام ابوحنیفہ کے وہ قدم بقدم ہیں ان تینوں ائمہ میں باہم اختلاف دو طرح پر ہوا۔ اولاً یہ کہ ابراہیم کے مذہب کے موافق امام ابوحنیفہ نے کسی مسئلہ کو خارج کیا اور اس تخریج میں صاحبین نے انسے مخالفت کی۔ ثانیاً یہ ابراہیم اور انکے ہمرتبہ علما کے کسی مسئلہ میں مختلف جوابات تھے تو امام ابوحنیفہ نے انمیں سے کسی قول کو ترجیح دی اور ان صاحبین نے کسی دوسرے قول کو ترجیح دی اس لئے امام محمد نے اپنی تصنیفات میں ایک ثلثہ کی رایوں کو جمع کر دیا۔ اور اکثر لوگوں کو نفع پہنچایا۔ اصحاب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان تصنیفات کی طرف کافی توجہ کی۔ انکی خلاصے کیئے ان کے دلائل بیان کیئے۔ شروح مرتب کیں۔ ان سے مسائل خارج کیئے ان کے مبانی اور دلائل میں تفتیش کی۔ اور ممالک خراسان۔ ماوراء النہر وغیرہ میں متفرق ہوگئے اور حنفی مذہب اس کا نام ہوگیا جب مذہب مالکی اور حنفی شائع ہو چکا اسکے اصول و فروع مرتب ہو چکے تو امام شافعیؒ کا نشو و نما ہوا انہوں نے متقدمین کی روشوں میں جب خوض کیا تو بہت سے امور ایسے پائے جنکی وجہ سے وہ متقدمین کے طریقوں کا اتباع نہ کر سکے۔ امام شافعیؒ نے ان طریقوں کو کتاب الام کے اوائل میں ذکر کیا ہے منجملہ انکے یہ امر تھا کہ متقدمین حدیث مرسل اور منقطع پر بھی عمل کرتے تھے۔ اس قسم کی احادیث خرابی سے خالی نہ تھیں جب حدیث کے طرق تمام جمع کیے جاتے تھے۔ تو یہ بات ظاہر ہو جاتی تھی کہ اکثر مرسل حدیثیں محض بے اصل ہیں اور اکثر مرسل احادیث مسند احادیث کے مخالف تھیں۔ اس وجہ سے امام شافعیؒ نے یہ قرار دیا کہ مرسل احادیث پر عمل جب ہی کیا جائے کہ انکے شروط بھی موجود ہوں۔ کتب اصول میں یہ تمام شروط مذکور ہیں دوسرا امر یہ تھا کہ مختلف احادیث کے متعلق متقدمین کے زمانہ میں ایسے قول منضبط نہ تھے۔ جن سے ان احادیث میں توفیق اور جمع ہو سکے اس لئے ان کے اجتہادی مسائل میں اکثر خرابیاں رہا کرتی تھیں۔ اس ضرورت کے رفع کرنے کو امام شافعیؒ نے اس قوم کی حدیثوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق اصول کی بنا ڈالی۔ اور اُن سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ اصول فقہ میں سب سے پہلی تصنیف یہی کتاب ہے اس کی مثال یہ ہے کہ امام شافعی امام محمد صاحب کے پاس گئے۔ اُسوقت وہ علماء مدینہ پر اعتراض کر رہے تھے کہ وہ ایک گواہ کے ساتھ جب قسم ہو تو فیصلہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سے قرآن پر زیادتی ہو جاتی ہے تب امام شافعی نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خبر واحد سے کتاب الٰہی پر زیادتی جائز نہیں ہے امام محمد نے کہا ہاں جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے کہا پھر تم کیسے قایل ہو کر وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول کہتے ہو کہ الا لا وصیۃ لوارث۔ ہوشیار ہو کہ وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ حالانکہ خدا تعالے فرماتا ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین (تم پر مقرر کیا گیا کہ موت آنے کے وقت اگر مال چھوڑا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کیلئے اسمیں وصیت کرنا چاہئے) اسی قسم کے اور چند اعتراضات امام شافعی نے ان پر کئے اور امام محمد انکا کچھ جواب نہ دے سکے۔

اور ایک امر یہ تھا کہ بعض صحیح صحیح احادیث اُن علماء تابعین کو نہ پہنچیں تھیں جن پر فتوے کا مدار تھا۔ اس لئے انکو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑا۔ عام الفاظ کا انہوں نے لحاظ کیا اور گذشتہ صحابہ کی انہوں نے پیروی کی۔ انہی کے موافق انہوں نے فتوے دیا لیکن تیسرے طبقہ میں اُن احادیث کی شہرت ہوگئی اور انہوں نے یہ گمان کر کے یہ احادیث انکے علماء شہر کے عمل اور متفق علیہ طریقوں کے مخالف ہیں۔ ان احادیث پر عمل نہ کیا۔ اس کیوجہ سے یہ احادیث مورد طعن ہوگئیں اور اس کیوجہ سے وہ قابل السقوط ہوگئیں۔ یا تیسرے طبقہ میں اُن احادیث کی شہرت نہ ہوئی تھی لیکن محدثین نے احادیث کے تمام طرق روایت کو خوب غور سے دیکھا اور اطراف ملک میں سفر کر کے علمائے حدیث سے انکی تفتیش کی گئی تو اکثر احادیث ایسی ظاہر ہوگئیں کہ صحابہ میں سے صرف ایک یا دو شخصوں نے انکی روایت کی تھی اور ان صحابہ سے بھی صرف ایک دو راویوں نے انکی روایت کی تھی وعلم جرا اس لئے اکثر فقہائے کی نظر سے مخفی رہیں اور ان حفاظ حدیث کیوقت انکی شہرت ہوئی جنہوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تھا بہت سی احادیث مثلاً ایسی تھیں کہ بصرہ کے علما انکی روایت کرتے تھے اور باقی حصوں میں انکی جانب سے غفلت تھی۔ اُسوقت میں امام شافعی نے اس کی توضیح کر دی کہ علمائے صحابہ اور تابعین ہر مسئلہ میں احادیث کے متلاشی رہے جب کوئی حدیث انکو نہ ملی۔ تو انہوں نے کوئی اور استدلال اختیار کیا لیکن اس استدلال کے بعد جب ہی کہ کوئی حدیث ظاہر ہوئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا اور حدیث پر عمل کیا۔ جب اُن کی ایسی حالت تھی تو حدیث پر عمل نہ کرنا حدیث کے لئے موجب قدح نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں قدح جب ہی ہو سکتا ہے کہ کوئی علت قادحہ بیان کی جاوے۔ مثلاً حدیث قلتین صحیح حدیث ہی مختلف سلاسل روایت سے اُس کا ثبوت ہے۔ اُن سب میں بڑا سلسلہ اُس کا یہ ہے جس کی سند ابوالولید ابن کثیر پر منتہی ہوتی ہے۔ انہوں نے اُس کو محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کیا ہے اور ابن جعفر نے عبداللہ یا محمد بن عباد بن جعفر سے بروایت عبیداللہ بن عبداللہ اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے اور اسکے بعد طرق روایت متعدد ہوگئے اور یہ دونوں راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن وہ ایسے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مرجع اور معتقد علیہ نہ تھے۔ اسلئے یہ حدیث سعید بن مسیب کے عہد میں اور نہ امام زہری کے زمانہ میں مشتہر ہوئی۔ اسی واسطے مالکیہ اور حنفیہ نے اس پر عمل نہیں کیا لیکن امام شافعی نے اس پر عمل کیا۔ اور ایسے ہی خیار مجالس کی حدیث صحیح ہے۔ اور اس کے طرق بکثرت ہیں۔ اور ابن عمر اور ابوہریرہ نے صحابہ میں سے اس پر عمل کیا تھا لیکن فقہائے سبعہ اور ان کے معاصرین میں اسکی شہرت نہیں ہوئی تھی۔ اس طبقہ کے محدثین اس حدیث کے قایل نہ تھے اسوجہ سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے اس حدیث میں قدح کی اور امام شافعی نے اس پر عمل کیا اور ایک امر یہ تھا کہ صحابہ کے سب اقوال امام شافعی کے عہد میں جمع کئے گئے۔ ان اقوال کی کثرت معلوم ہوتی ہے اور ان میں اختلافات پائے گئے اور امام شافعی نے دیکھا کہ اسوجہ سے کہ صحابہ کو حدیث معلوم نہ ہوئی تھی وہ اکثر اقوال صحیح حدیثوں کے خلاف ہیں اور امام شافعی نے سلف کو دیکھا تھا کہ ایسے وقت میں حدیث کیجانب رجوع کیا کرتے ہیں اسواسطے امام شافعی نے انپر عمل نہیں کیا جو انکے متفق علیہ نہ تھے اور کہا۔ ہم رجال ونحن رجال۔ صحابہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں۔

اور ایک امر یہ تھا کہ امام شافعی نے فقہا کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ اس قیاس میں جس کو شرع نے تجویز کیا ہے ایسی رائیں مخلوط کر دیتی ہیں جس کو شرع کی نظر میں وقعت نہیں ہو سکتی وہ فقہاء اس قیاس اور رائے میں کچھ فرق نہیں کرتے اور اس اپنی رائے کو وہ استحسان نام رکھتے ہیں رائے سے مراد یہ ہے کہ کسی موقع پر حرج یا مصلحت کو حکم کی علت قرار دیں اور قیاس کے معنی یہ ہیں کہ حکم منصوص سے کوئی علت نکالی جاوے اور حکم کا مدار علیہ قرار دیا جائے۔ اس رائے کو امام شافعی نے نہایت اہتمام سے باطل کیا۔ اور کہا جو استحسان کا مجوز ہے وہ شارع بننا چاہتا ہے ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اسکو نقل کیا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ یتیم کا زمانہ رشد تک پہنچنا ایک مخفی امر ہے۔ اس لئے فقہائے اپنی رائے سے پچیس سال زمانہ رشد کے لئے قرار دئے اور کہا کہ جب یتیم پچیس سال کا ہوجائے تو اسکو اسکا مال دیدینا چاہئے اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ استحسان ہے حالانکہ مقتضائے قیاس یہ ہے کہ اس عمر میں اسکو مال دینا نہ چاہئے۔

حاصل یہ ہے کہ جب امام شافعی نے متقدمین کی ایسی حالت دیکھی تو از سر نو فقہ کو مرتب کیا اسکے اصول و فروع کی ترتیب دی۔ نہایت رزانت سے کتابیں تصنیف کیں۔ تمام فقہاء انکی خدمت میں جمع ہوئے۔ ان کتابوں کا اختصار کیا ان پر شرح لکھیں۔ انکے دلائل بیان کئے۔ ان سے مسائل کو خارج کیا اور پھر تمام شہروں میں یہ لوگ پھیل گئے اور مذہب شافعی اس طریقہ کا نام ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

باب ۸۴
اہل حدیث اور اصحاب الرائے کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور زہری کے عہد میں اور امام مالک اور سفیان ثوری کے زمانہ میں اور انکے بعد بھی ایسے علما تھے کہ وہ مسائل دین میں رائے سے خوض کرنے کو برا جانتے تھے اور فتوے دین اور مسئلہ کے استنباط کرنے میں بہت خائف رہتے تھے۔ جب نہایت ہی ضرورت پیش آتی تھی۔ اور کوئی چارہ نہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تھا جب ہی استنباط کیا کرتے تھے انکو بڑا اہتمام اسکا یہ تھا کہ حدیث کی روایت کر دیں۔ ایک بار عبداللہ بن مسعود سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ تیرے لئے اس شے کو جائز کر دوں جس کو خدا نے حرام کیا ہو۔ یا وہ چیز حرام کر دوں جس کو اس نے حلال کیا ہو۔ معاذ بن جبل نے کہا ہے۔ اے لوگو۔ بلا کی نازل ہونے سے پہلے اسکی تفتیش کرنے میں جلدی مت کرو۔ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ ہی ہوتے رہیں گے کہ جب ان سے کوئی امر دریافت کرو تو انکو مسلسل بیان کرتے چلے جاویں ایسے ہی ان امور میں خاموش رہنے کے لئے جو ابھی تک فعلیت میں نہیں آئے ہیں۔ اس کے قریب قریب ہی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے اور جابر بن زید سے حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا تھا کہ تم بصرہ کے فقہاء میں سے ہو اس لئے ہمیشہ فتوے قرآن و حدیث کے ہی موافق دینا۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود بھی ہلاک ہو گے۔ ابو نضر کہتے کہ جب ابو سلمہ بصرہ میں آئے تو میں اور حسن بصریؒ انکی ملاقات کو گئے انہوں نے حسن بصری سے فرمایا حسن بصری تم ہی ہو بصرہ میں تمہارے ملاقات سے زیادہ کسی سے ملنے کا مجھکو شوق تھا۔ اشتیاق اسواسطے زیادہ تھا کہ مجھکو معلوم ہوا تھا کہ تم اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتے ہو۔ آیندہ بجز قرآن و حدیث کے اپنی رائے سے فتوے نہ دینا۔ ابن المنکدر کا قول ہے کہ عالم خدا اور بندگان الٰہی میں واسطہ ہوا کرتا ہے اسکو چاہئے کہ اپنے لئے کوئی طریقہ نجات کا پیدا کرے۔ امام شعبیؒ سے دریافت کیا گیا کہ جب تم سے مسائل دریافت کئے جایا کرتے تھے تو تم کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا تم نے اسکے واقف سے یہ بات دریافت کی۔ جب کسی شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جایا کرتا تھا تو وہ اپنے ہمرتبہ عالم سے کہتا تھا اس مسئلہ کا جواب دو ایسے ہی یہ شخص دوسرے سے ایسا ہی کہتا تھا رفتہ رفتہ پہلے ہی عالم کی جانب انتہا ہو جایا کرتی تھی۔ امام شعبی کا قول ہے یہ علماء جو حدیث رسول خدا کی تم سے بیان کریں اس پر عمل کرو اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں اسکو پاخانہ میں پھینک دو (دارمی نے ان تمام آثار کو نقل کیا ہے) اسی اہتمام حدیث کیوجہ سے حدیث کا مدون کرنا اطراف میں شائع ہو گیا بلاد اسلام میں جابجا کتابیں اور نسخے حدیث میں مرتب ہونے لگے۔ اہل روایت میں سے ایسے علماء کم تھے جن کی کوئی تصنیف نہ ہو۔ اس وقت کی ضرورت نے ایسی حالت پیدا کر دی تھی۔ اس زمانہ کے بلندپایہ علماء نے تمام ممالک حجاز۔ شام۔ عراق۔ مصر۔ یمن۔ خراسان میں سفر کیا۔ اور کتابوں اور نسخوں کو متفرق موقعوں سے فراہم کیا غریب حدیث اور آثار نادرہ کی تلاش میں بہت خوض کیا ان کے اہتمام سے وہ احادیث اور آثار جمع ہوگئیں جو پیشتر جمع نہ ہوسکی تھیں۔ ان کے لئے وہ سامان مہیا ہو گیا جو پہلے کسی کے لئے مہیا نہ ہوا تھا۔ اور بکثرت ایک ایک حدیث کے طرق خاصتہً ان کو معلوم ہو گئے۔ حتے کہ ان کے پاس ایسی حدیثیں بکثرت تھیں جو سو سو طریقوں سے مروی تھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض طریقوں سے ان امور کا انکشاف ہو گیا۔ جو اور طرق میں نامعلوم تھے۔ ان علماء نے ہر ایک حدیث کا درجہ معلوم کر لیا۔ کہ کون سی غریب ہے اور کونسی مستفیض ہے اور حدیث کے متابعات اور اس کے شواہد میں غور کرنیکا۔ انکو خوب موقع ملا اور بکثرت صحیح حدیثوں کا ان کو پتہ مل گیا۔ جو اگلے مصنفوں کے وقت میں ظاہر نہ ہوئیں تھیں۔ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے کہا کہ صحیح احادیث کا علم تم کو ہم سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہے جو حدیث صحیح ہوا کرے۔ وہ ہم کو تبلا دیا کرو تاکہ میں اسی کو اپنا مذہب قرار دوں خواہ وہ حدیث کوفی ہو۔ یا شامی یا بصری (ابن ہمام نے اسکو نقل کیا ہے) امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے یہ اسواسطے کہا کہ بہت سی احادیث ایسی ہی تھیں جن کو صرف ایک ایک شہر کے راوی نقل کیا کرتے تھے مثلاً وہ احادیث جنکی صرف شام یا عراق کے ہی محدثین روایت کیا کرتے تھے بعض ایسی حدیثیں بھی تھیں۔ کہ صرف ایک ہی خاندان کے لوگ ان کی روایت کرتے تھے جیسے برید کا نسخہ ابو بردہ کی روایت سے ابو بردہ نے اسکو ابو موسٰے سے روایت کیا ہے اور عمرو بن شعیب کا نسخہ اپنے باپ کی روایت سے اور اُن کے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ بعض صحابہ قلیل الروایت اور گمنامی کی حالت میں تھے اُن سے بہت کم لوگوں نے حدیثوں کو اخذ کیا۔ اس لئے ایسی حدیثوں سے عام مفتی علماء بے خبر ہی ہے اُن کے پاس احادیث کا وہی مجموعہ تھا جو ہر شخص کے فقیہ صحابہ اور تابعین سے منقول تھا متقدمین کی حالت ہی یہ تھی کہ صرف اپنے شہر اور اپنے درجہ کے لوگوں کی حدیثوں کو جمع کر سکتے تھے۔ اور نیز اگلے علماء اسماء الرجال اور راویوں کے درجہ عدالت کا اندازہ اُن امور سے کر لیا کرتے تھے جو اُن کو حالت کے مشاہدہ اور قرائن کے تتبع سے معلوم ہو جایا کرتے تھے لیکن اب اس طبقہ کے علماء نے اس فن میں نہایت غور کیا۔ اور اس کو مدون کر کے اور بحث و تفتیش کر کے ایک مستقل فن کر دیا اور احادیث کے صحیح اور غیر صحیح قرار دینے میں باہم مناظرہ کئے گئے اس طرح اس تدوین اور مباحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن حدیثوں کا فیصلہ ہو گیا۔ جن کا متصل یا منقطع ہونا پہلے مخفی تھا پہلے یہ حالت تھی کہ امام سفیان اور وکیع وغیرہم نہایت اہتمام اور اجتہاد کرتے تھے لیکن صحیح احادیث ایک ہزار سے کم ہی اُن کو پہنچی تھیں (ابو داؤد سجستانی نے اُس کو اپنے اُس رسالہ میں لکھا ہے جس کو انہوں نے اہل مکہ کو بھیجا تھا) اور اب اُس طبقہ میں محدثین تقریباً چالیس ہزار تک احادیث کی روایت کرتے تھے امام بخاری کی نسبت یہ امر صحیح ہی کہ انہوں نے چھ ہزار احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا ہے اور ابو داؤد کی نسبت بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ پانچ ہزار احادیث سے انہوں نے اپنے سنن کو منتخب کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند کو احادیث نبوی کے معلوم کرنے کے لئے ایک میزان قرار دیا ہے۔ جو حدیثیں اُس مسند میں موجود ہیں اگرچہ انکی روایت ایک ہی طریقہ سے ہو اُن کے لئے کوئی نہ کوئی اصل ہے ورنہ انکو بے اصل سمجھنا چاہیے ؂

اس طبقہ کے اساطین علماء یہ ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی۔ یحیی بن سعید قطان۔ یزید بن ہارون عبد الرزاق ابو بکر بن ابی شیبہ۔ مسدد۔ ہناد۔ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ فضل بن دکین۔ علی مدینی اور اُن کے دیگر ہم رتبہ محدثین طبقات محدثین میں یہ طبقہ طراز اور پہلا نمونہ ہے۔ جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کر لئے۔ تو اسکے بعد اُن کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہاء کے ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں۔ اسواسطے متقدمین میں سے خاص کسی امام کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا بلکہ انہوں نے احادیث نبوی۔ صحابہ۔ تابعین اور مجتہدین کے آثار کا تتبع کرنا شروع کیا اور اوروں کے لئے انہوں نے ایسے قواعد کی بنا ڈالی۔ جن کو اپنے ذہنوں میں انہوں نے خوب راسخ کر لیا تھا۔ ان قواعد کو چند تقریروں میں ہم بیان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔ ان کا مسلک یہ تھا کہ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو۔ تو کسی دوسری شئے کیطرف توجہ نہ کرنا چاہئیے اور اگر قرآن میں حکم مسئلہ کا مختلف الوجوہ ہو تو اُس کا فیصلہ حدیث سے کرنا چاہئیے اور جب قرآن میں اُن کو کوئی حکم نہیں ملتا تھا تو رسولؐ خدا کی حدیث پر عمل کرتے تھے۔ خواہ وہ حدیث مستفیض ہوتی جس پر فقہاء عملدرآمد کر چکے تھے یا کسی خاص شہر کے علماء یا کسی خاص خاندان کے علماء سے یا کسی خاص طریقہ سے وہ مروی ہوتی خواہ صحابہ اور فقہاء نے اس پر عمل کیا ہوتا یا نہ عمل کیا ہوتا۔ کسی مسئلہ میں جب انکو کوئی حدیث مل جایا کرتی تھی تو اُس کے بعد پھر اُس کے خلاف کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہیں کیا کرتے تھے اور جب نہایت کوشش اور تتبع احادیث کے بعد بھی اُس مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی تو اُسوقت صحابہ۔ یا تابعین میں سے ایک جماعت کا اقتدا کرتے تھے اور اُن کے اقوال پر عمل کر لیا کرتے تھے اس میں اُن کو کسی قوم یا کسی شہر کی خصوصیت اور قید نہ تھی۔ اُن سے قدما کا طریقہ بھی یہی تھا۔ ایسی صورت میں اگر اُس مسئلہ میں جمہور خلفا اور فقہاء کا اتفاق تھا تب وہ اطمینان کافی کے قابل ہوتا تھا۔ اور اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا تھا۔ تو ایسے شخص کے قول کو ترجیح دیتے تھے۔ جو علم۔ ورع۔ ضبط اور اسکو شہرت کیوجہ سے فوقیت ہوا کرتی تھی اور اگر اُس مسئلہ میں ایک ہی قوت کے دو قول ہوا کرتے تھے۔ تو وہ مسئلہ ذات القولین رہتا تھا۔ اور اگر ان امور کی تنقیح متعذر ہوا کرتی تھی تو اُسوقت کتاب و قرآن کی عام تعبیروں میں اُن کے ایما اور اقتضا میں غور کیا کرتے تھے۔ اور جب دو مسئلوں کی ایک سی حالت ہوتی تھی۔ تو مسئلہ کو نظیر مسئلہ پر عمل کر لیا کرتے تھے۔ اِس میں وہ قواعد اصول کے پابند نہ تھے بلکہ جس طریقہ سے ایک اطمینانی حالت پیدا ہو جایا کرتی تھی اُسی سے فیصلہ کیا کرتے تھے جیسے کہ تواتر کے لئے راویوں کی تعداد اُن کی حالت کے لئے میزان نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے میزان وہ یقین ہے جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے صحابہ کے حالات میں ہم اُس معیار کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور ایسے تمام اصول متقدمین کے برتاؤ اور اُن کی تصریحات سے مستخرج تھے۔ میمون ابن مہران سے منقول ہے۔ کہ ابو بکر صدیقؓ کے پاس جب کوئی دعویٰ پیش ہوتا تھا۔ تو وہ قرآن میں اُس کے دعوے کا جواب تلاش کیا کرتے تھے اگر اُس میں جواب مل جاتا تو پہلے قرآن سے تلاش کرتے قرآن میں اُس کا جواب نہ ملتا اور اُس کے متعلق کوئی حدیث اُن کو معلوم ہوتی تو ویسا ہی فیصلہ کرتے۔ اور اگر قرآن و حدیث سے وہ حکم مسئلہ کا معلوم نہ کر سکتے۔ تو باہر جا کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ ایسا ایسا دعوےٰ میرے سامنے پیش ہوا ہے تم میں سے کسی کو معلوم ہوا ہے کہ رسولؐ خدا نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیا تھا۔ اُسوقت اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا۔ کہ تمام جماعت بول اُٹھتی تھی۔ کہ آں حضرتؐ نے اس کا یہ فیصلہ کیا تھا۔ تب وہ فرماتے۔ الحمد للہ۔ ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن میں آں حضرت صلعم کے اقوال محفوظ ہیں۔ اور جب کسی طرح حدیث سے بھی حکم مسئلہ کا معلوم نہ ہوتا۔ تب معتمد اور عمدہ لوگوں کو جمع کر کے اُنسے مشورہ لیتے۔ جب کسی امر پر سب کا اتفاق رائے ہو جاتا تو اُس کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔

اور قاضی شریح سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے انکو تحریر کیا تھا کہ قرآن میں سے جو حکم تم کو معلوم ہو تو اُس کے موافق فیصلہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تم کو اس سے باز رکھیں۔ اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو جسکا حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو تلاش کرکے اسکے موافق فیصلہ کرنا۔ اور اگر قرآن اور حدیث میں اسکا حکم نہیں ہے تو اُس قول پر نظر کرنا جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو۔ اسکے موافق فیصلہ کرنا۔ اور اگر قرآن و حدیث میں اس مسئلہ سے خاموشی ہو اور تم سے اگلے لوگوں نے بھی اس میں سکوت کیا ہو تو دو امروں میں سے ایک کو اختیار کرنا اگر چاہو تو اجتہاد کرنا اپنی رائے سے اور اگر چاہو تو اجتہاد میں تاخیر کرنا۔ اور میں تمہارے لئے اسی تاخیر کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے وہ کہتے تھے ہم پر ایسا زمانہ گذرا ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں فتوے نہ دیتے تھے ہم اُس درجہ تک نہ پہنچے تھے اور خدا نے مقدر کیا تھا کہ ہم کو اس درجہ تک پہنچا دیا جس کو تم دیکھتے ہو اسلئے آج سے جس کے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو تو وہ کتاب الہی کے موافق اُسکا فیصلہ کرے اگر کتاب الہی میں اُس کا جواب نہ ہو۔ تو جیسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ اس کے موافق حکم دے۔ اور اگر کتاب الہی میں اُس کا جواب نہ ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکے متعلق کوئی حکم نہ دیا ہو تو جیسا صالحین اُمت نے حکم دیا ہو اُسکے موافق حکم دے۔ اور اپنی طرف سے یہ نہ کہے کہ میں اس میں خوف کرتا ہوں اسکو پسند کرتا ہوں۔ اس لئے کہ امور حرام و حلال صاف صاف ہیں۔ اور حرام و حلال کے بیچ میں مشتبہ امور ہیں۔ اسواسطے مشتبہ کو ترک کر کے یقینی کو اخذ کرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قاعدہ تھا کہ جب اُن سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا۔ اور اُس کا حکم قرآن میں ہوتا تھا۔ تو اُسی کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔ اگر قرآن میں اُس کا حکم نہ ملتا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا حکم ثابت ہوتا تو وہی بیان کر دیتے ورنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے جو حکم اُس کا دیا ہوتا وہ بیان کر دیتے۔ اور اُن سے بھی کوئی حکم محقق نہ ہوتا۔ تب اپنی رائے سے اُس کا جواب دیتے۔ عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کیا تم کو اس کا خوف نہیں ہے کہ تم کو خدا عذاب دے۔ یا زمین میں تم کو دھسا دے۔ تم کہتے ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا تھا۔ اور فلاں شخص نے ایسا کہا ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے ایک شخص کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو اُس شخص نے کہا فلاں شخص ایسا ایسا کہتے ہیں تب ابن سیرین نے کہا میں تم سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور تم اُس پر کہتے ہو کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے دارمی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھ دیا تھا کہ کتاب الہی میں کسی کو رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ اُنصرف انہیں امور میں رائے دے سکتے ہیں جنکا حکم قرآن میں نازل نہ ہوا ہو اور نہ حدیث میں اُس کا حکم دیا ہو جس امر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا ہو۔ اُس میں کسی کی رائے کو دخل نہیں ہے۔ اعمش سے روایت ہے کہ ابراہیم کا قول تھا کہ مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہوا کرے۔ میں نے سمیع زیات سے بروایت عبداللہ ابن عباس حدیث بیان کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو داہنی جانب کھڑا کیا تھا۔ ابراہیم نے اسی کو اختیار کر لیا۔ شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے انکے پاس آکر ایک مسئلہ دریافت کیا۔ شعبی نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن مسعود اُسکا یہ جواب دیا کرتے تھے۔ اُس نے کہا آپ نے مجھ کو اپنی رائے بتائی۔ شعبی نے کہا۔ تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے۔ میں عبداللہ ابن مسعود کی طرف سے خبر دے رہا ہوں اور یہ کہتا ہے کہ تم مجھ کو اپنی رائے بتاؤ واللہ مجھ کو راگ کا گانا اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ میں اپنی رائے ظاہر کروں دارمی نے یہ تمام آثار بیان کئے ہیں۔ ترمذی نے ابو سائب سے روایت کی ہے کہ ہم امام وکیع کے پاس حاضر تھے انھوں نے ایک شخص کے سامنے جو رائے کو دخل دیا کرتا تھا بیان کیا کہ رسول خدا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اشعار کے اونٹ کے کوہان پر دائیں جانب سے لوہے کی چیز سے زخمی کرنا کہا ہے۔ اور ابو حنیفہ کہتے ہیں اشعار مثلہ ہے اُس شخص نے کہا۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے ابو سایب کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں نے وکیع کو دیکھا کہ اس شخص پر انہوں نے بہت غصہ کیا اور کہا میں تجھے کہتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم کا یہ قول ہے تو اسی قابل ہے کہ قید کر دیا جائے۔ اور جب تک اپنے قول سے باز نہ آئے رہا نہ کیا جائے عبداللہ بن عباس اور عطاء اور مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سب کا یہی قول ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے قول کو اختیار اور رد نہ کر سکیں۔ بجز قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ۔

جب علمائے ان قواعد کے لحاظ سے فقہ کو ممہد اور مرتب کیا۔ تو ان مسائل میں سے جن میں قدماء نے کلام کیا تھا۔ یا جو موجودہ اُس زمانے میں پیش آئے تھے کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث مرفوع متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا قابل اعتبار ہم نہ پہنچی ہو۔ یا شیخین اور دیگر خلفاء یا قضاۃ اور فقہاء بلاد کے کسی اثر کا پتہ نہ لگا ہو یا عموم و ایماء و اقتضاء سے اس کا سراغ نہ لگا یا گیا ہو اس طرح پر علماء کے لئے خدا نے مذہب پر عمل کرنا آسان کر دیا تھا اس زمانہ کے علماء میں سے نہایت عظیم الشان وسیع الروایت حدیث سے زیادہ واقف فقہ میں سب سے زیادہ غایر النظر امام احمد بن حنبل تھے اور امام احمد کے بعد اسحاق بن راہویہ اس ڈھنگ پر فقہ کو ترتیب دینے کے لئے کثرت احادیث و آثار جمع کرنے کی ضرورت تھی یہاں تک کہ امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ فتوے دینے کیلئے ایک لاکھ حدیثیں کافی ہو سکتی ہیں انہوں نے کہا اتنی کافی نہیں ہیں پھر کہا گیا کہ پانچ لاکھ کفایت کر سکتی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا مجھ کو امید ہے کہ اتنی کفایت کر سکیں۔ غایت المنتہی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام احمد کی مراد اس قول سے یہی ہے کہ فقاہت کے ساتھ فتوے دینے کے لئے اتنی حدیثیں کافی ہیں ۔

اس حالت کے بعد ایک دوسرے زمانہ کی پیدایش ہوئی انہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ حدیث کی محنت نے انہوں نے اور لوگوں کو فارغ کر دیا ہے۔ فقاہت کا سامان کر چکے ہیں انہیں کے اصول کا تفقہ میں انہوں نے لحاظ رکھا ہے۔ اسواسطے ان پچھلے لوگوں نے اور فنون کی جانب اپنا رخ کیا۔ مثلاً ان صحیح حدیثوں کو بالکل ممیز کر دیا جو کبراے حدیث کے نزدیک متفق علیہ صحیح تھیں مثلاً یزید بن ہرون۔ یحیی بن سعید قطان۔ احمد۔ اسحق اور ان کے ہم رتبہ لوگوں نے ان کو صحیح مانا تھا۔ فقہ کے متعلق ان احادیث کو جمع کیا۔ جن پر بلاد اسلامی کے علماء اور فقہاء نے اپنے اپنے مذاہب کی بنیاد قائم کی تھی۔ اور جو حدیث جس درجہ کی مستحق تھی۔ اس پر وہی حکم لگایا۔ اور ان شاذ و نوادر احادیث کو جمع کیا جن کی سابقین نے روایت نہ کی تھی۔ اور ان طرق کا انکشاف کیا جن کو قدماء نے طرق کے اندازہ سے بیان نہیں کیا تھا۔ ایسی احادیث میں وہ حدیثیں بھی ظاہر ہوئیں جن میں اتصال یا علو اسناد کا وصف تھا یا ان کی روایت فقیہ نے فقیہ سے یا حافظ حدیث نے حافظ حدیث سے کی تھی یا اس کے علاوہ اور مطالب علمی ان میں مندرج تھے۔ اس منصب کے محدثین بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ عبید بن حمید۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ ابو یعلی۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ بیہقی۔ خطیب۔ دیلمی۔ ابن عبدالبر اور ان کے ہم پایہ لوگ ہیں۔ اور میرے نزدیک وسعت علمی میں سب سے زیادہ نافع مصنف سب سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور تر چار شخص ہیں جن کا زمانہ قریب قریب ہے سب سے اول ابوعبداللہ بخاری ان کی غرض یہ تھی کہ تمام ایسی احادیث کا مجموعہ خالص کردیں جنہیں صحیح مستفیض اور متصل ہونے کے اوصاف ہوں۔ اور ان احادیث سے فقہ۔ سیرت۔ تفسیر کو مستنبط کریں۔ اس لئے انہوں نے اپنی جامع صحیح کو تصنیف کیا اور جس شرط سے تصنیف کی تھی۔ اسکو پورا کردیا ہم کو معلوم ہوا ہے ایک صالح شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا تجھکو کیا ہوگیا ہے کہ محمد بن ادریس کی فقہ میں تو مشغول ہے اور میری کتاب کو تو نے چھوڑ رکھا ہے اس شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یا رسول اللہ آپ کی کتاب کون سی ہے آپ نے فرمایا صحیح بخاری۔ اور مجھ کو اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صحیح بخاری کو شہرت اور مقبولیت ایسی حاصل ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہوسکتی ؛

اور دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں۔ انہوں نے بھی یہی قصد کیا کہ متفق علیہ صحیح حدیثوں کو خالص کردیں جن پر محدثین نے اتفاق کیا ہو۔ اور وہ متصل مرفوع کے درجہ کی ہوں۔ ان سے مذہبی احکام مستنبط ہوسکیں اور یہ بھی انہوں نے قصد کیا کہ احادیث کو قریب الفہم کردیں۔ استنباط مسائل میں ان سے آسانی ہوسکے۔ اس لئے انہوں نے نہایت عمدہ ترتیب دی اور ایک ہی موقع پر ہر ایک حدیث کے تمام طرق کو بیان کردیا تاکہ نہایت صراحت کے ساتھ اختلاف اور تفرق اسانید کا اظہار ہوجائے تمام مختلف احادیث کو یکجا کردیا تاکہ عربی زبان کے واقف کو کوئی موقع عذر کا باقی نہ رہے اور پھر وہ حدیث سے اعراض کرکے اور طرف متوجہ نہ ہوسکے ؛

اور تیسرے مصنف ابوداؤد سجستانی ہیں۔ ان کا قصد یہی تھا کہ ایسی احادیث کو جمع کریں جن سے فقہاء استدلال کرتے ہیں فقہاء میں ان کا تذکرہ رہتا ہے اور علمائے بلاد نے احکام کی بنیاد ان احادیث کو قرار دیا ہے۔ اس غرض کے لئے انہوں نے اپنی سنن کو تصنیف کیا۔ اس میں صحیح۔ حسن اور قابل عمل حدیثیں جمع کردیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث جمع نہیں کی ہے جس کے ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہو جو حدیث ضعیف تھی اسکا ضعف اور جس حدیث میں کوئی خدشہ یا علت کی بات تھی۔ اس کی وجہ علت صاف بیان کردی۔ علم حدیث میں خوض کرنے والا اس وجہ کو خوب سمجھ سکتا ہے ہر حدیث میں انہوں نے اس مسئلہ کو بیان کردیا جس کو کسی عالم نے مستنبط کیا تھا۔ اور کسی کا وہ مذہب قرار پایا تھا۔ اس لئے غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مجتہد کے لئے یہ کتاب کافی ہے ؛

چوتھے مصنف ابوعیسے ترمذی ہیں انہوں نے شیخین امام بخاری اور مسلم کے طریقوں کو پسندیدہ صورت میں کردیا۔ انہوں نے صاف بیان کیا تھا یا کہیں ابہام دیکھا تھا دونوں کو عمدہ شکل میں کردیا اور اس لئے کہ ہر ایک صاحب مذہب کے مسائل کو مفصل بیان کردیا ہے ابوداؤد کی مقاصد کی بھی تکمیل کردی ہے۔ دونوں طریقوں کی جامعیت کے بعد ان پر یہ اضافہ کردیا کہ صحابہ و تابعین اور فقہائے امصار کے مذاہب کو پورا بیان کردیا ہے۔ اس لئے ایک جامع کتاب کو انہوں نے ترتیب کردیا ہے اور لطیف شکل میں طرق حدیث کو مختصر کردیا ہے۔ ایک طریقہ کا ذکر کرکے دوسرے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ہر ایک حدیث کی حالت بتادی ہے کہ کون سی صحیح ہے کونسی حسن ہے ضعیف اور منکر کونسی ہے۔ اور ہر ایک حدیث کی وجہ ضعف بیان کردی ہے۔ تاکہ طالب حدیث کو اپنے مقصود میں پوری بصیرت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہو جائے اور جو احادیث قابل ... دینی انکا پورا اندازہ کر سکے حدیث شاذ اور غریب کی تصریح کر دی ہے۔ ہر ایک صحابی اور فقیہ کا مذہب نقل کر دیا ہے اور جس شخص کے نام معلوم کرنے کی ضرورت تھی اسکا نام بتا دیا اور جسکی کنیت کی ضرورت تھی اسکی کنیت بتا دی ہے اور علماء میں سے کسی کی نسبت کوئی امر مخفی نہیں رکھا ہے اسواسطے علماء کا قول ہے کہ یہ کتاب مجتہد اور مقلد دونوں کی کفایت کرتی ہے۔

امام مالک اور سفیان ثوری کے زمانہ اور مابعد میں ان محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علماء بھی تھے جن کو مسائل بیان کرنے میں کوئی ناگواری نہ تھی۔ فتوے دینے میں انکو کچھ باک نہ تھا وہ کہتے تھے کہ دین کی بنا فقہ پر ہی ہے اس لئے اسی کی اشاعت ضروری ہے ان علماء کو حدیث کے بیان کرنے اور آں حضرت تک سلسلہ روایت کے پہنچانے میں اندیشہ معلوم ہوتا تھا شعبی کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ورے کے لوگ روایت کیلئے مجھکو زیادہ اچھے معلوم ہوتے ہیں اگر حدیث میں کوئی کمی بیشی ہوگی تو انکے ذمہ دار وہی لوگ رہینگے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ورے ہیں۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں مجھکو یہ کہنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ نے یہ کہا اور علقمہ کا یہ قول ہے اور عبداللہ بن مسعود جب کوئی حدیث بیان کیا کرتے تھے تو انکا چہرہ ... ہو جایا کرتا تھا اس وقت وہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی یا اسکی مثل فرمایا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ... انصار کی ایک جماعت کو کوفہ کی جانب روانہ کیا تو ان سے فرمایا تم کوفہ کو جاتے ہو وہاں تم ایسے لوگوں سے ملوگے جو ... قرأت سے پڑھتے ہیں وہ تمہارے پاس آکر کہینگے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آئے ہیں تب وہ تم ... دریافت کرینگے تم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت بہت کم کرنا شعبی کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو وہ بہت ہی احتیاط کرتے تھے اور ابراہیم برابر اس میں گفتگو کیا کرتے تھے (دارمی نے ان آثار کو بیان کیا ہے)۔

اس وجہ سے حدیث اور فقہ اور مسائل مدون کرنے کی دوسری طرز کی ضرورت پڑی انکے پاس اتنی احادیث اور آثار نہ تھے جن سے وہ لوگ فقہ کو ان اصول کے موافق مستنبط کر سکتے جنکو اہل حدیث نے پسند کیا تھا۔ اور علماء بلاد کے اقوال غور اور بحث میں انکو کشادہ دلی نہ تھی اور اپنے اپنے اماموں کے متعلق انہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ ان کا پایہ تحقیق میں بہت بلند ہے اور سب سے زیادہ انکو میلان اپنے اساتذہ کی طرف ہی تھا جیسے علقمہ کا قول ہے کہ کوئی عالم عبداللہ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابیت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں کہتا کہ علقمہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں لیکن ان علماء کے ذہن میں فطانت اور سرعت انتقال ایسا تھا جس سے وہ مسائل کا استخراج بخوبی کرتے تھے اور اپنے اصحاب کے اقوال سے انکو خوب پیوند لگاتے تھے اور جو چیز جسکی پیدائش میں ہوا کرتی تھی وہ ہی اس کیلئے آسان ہو جایا کرتی ہے وکل حزب بما لدیہم فرحون اس طرح پر ان علماء نے تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب دی۔ ہر شخص اپنی کتاب کو محفوظ رکھتا تھا جو ان کے اصحاب کی زبان اور اقوال علماء کا زیادہ واقف اور ترجیح میں زیادہ درست رائے ہوا کرتا تھا اس لئے وہ ہر مسئلہ میں حکم کی وجہ میں غور کر سکتا تھا جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے اصحاب کے مصرح اقوال میں غور کرتا جو اسکو محفوظ ہوتے تھے اگر ان میں جواب مل جاتا تو فبہا ورنہ انکے عموم کلام کو دیکھتا اور اس عموم سے حکم مسئلہ کا اخذ کر لیتا یا کسی کلام کے اشارہ ضمنی سے حکم کو مستنبط کر لیتا۔ اکثر بعض کلام میں کوئی اشارہ یا اقتضا ہوا کرتا تھا جس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصوص مفہوم ہو جایا کرتا تھا اگر کسی مصرح مسئلہ کی کوئی نظیر ہوا کرتی تھی اُس ہی نظیر پر اصل مسئلہ پیش کر لیا کرتے تھے کبھی اُنہوں نے مصرح حکم کی علت میں تیجیر یا لسبر وحذف غور کیا اور اسی علت کو غیر مصرح حکم میں ثابت کر دیا اور کبھی اس عالم کے دو قول ہوا کرتے تھے اگر انکو قیاس اقترانی یا قیاس شرطی کے ہم شکل کر لیتے تو جواب مسئلہ کا اُس سے حاصل ہو جاتا۔ اکثر قدما کے کلام میں ایسے امور تھے جو مثال اور تقسیم سے معلوم تھے لیکن اُن کی تعریف جامع اور مانع معلوم نہ تھی۔ اسواسطے ان فقہانے اہل زبان کی طرف رجوع کیا۔ اور اس شئے کے ذاتیات حاصل کرنے میں کوشش کی۔ اور اُس کی تعریف جامع اور مانع مرتب کر دی۔ اُس میں جو ابہام تھا۔ اُس کو ضبط میں لے آئے۔ اور مشکل کو ممیز کر دیا اکثر اُن کے کلام میں چند وجوہ کا احتمال تھا انہوں نے دو احتمالوں میں سے ایک کو متعین کر دیا۔ کبھی دلائل طرز ادا ایسا ہوتا تھا۔ جس سے نتیجہ صاف نہیں نکلتا تھا۔ یہ فقہا ان دلائل کو خوبی سے بیان کر دیتے ہیں بعض اصحاب التخریج اپنے ایسے کے فعل اور اُن کے سکوت وغیرہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔ ان طرق مذکورہ کا نام تخریج تھا۔ اور اسی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص نے قول کو اس طرح خارج کیا ہے یا فلاں مذہب کے موافق یا فلاں شخص کے قاعدہ کے موافق یا فلاں شخص کے قول کے موافق مسئلہ کا جواب ایسا ہے اور اُن کے تخریج کرنے والوں کو مجتہدین فی المذہب کہا کرتے تھے۔ اور جس کا یہ قول ہے کہ جس نے مبسوط کو یاد کر لیا۔ وہ مجتہد ہے۔ اس سے وہی اجتہاد مراد ہے جو تخریج سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ ایسے شخص کو روایت کا علم بالکل نہ ہو اور ایک حدیث بھی اُس کو نہ آتی ہو۔ اس طرح ہر ایک مذہب میں تخریج واقع ہوئی۔ اور اس کی کثرت ہو گئی۔ اس کے بعد جس مذہب کے پیرو زمانہ میں مشہور ہو گئے اور قضا اور فتوے اُن پر مفوض ہوا۔ لوگوں میں اُن کی تصانیف مشہور ہو گئیں۔ انہوں نے عام طور پر درس دینا شروع کیا۔ وہ مذہب اطراف عالم میں پھیل گیا۔ اور ہمیشہ اُس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور جس مذہب کے پیرو گمنام ہوئے اور قضا اور فتوے کی خدمت انہیں نہ رہی۔ لوگوں نے اُن میں کافی رغبت نہ کی وہ چند روز کے بعد نابود ہو گیا۔

باب ۸۵

اس بیان میں کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور پیچھے لوگوں کا کیا حال تھا

معلوم کرنا چاہئے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے۔ قوت القلوب میں ابوطالب مکی نے بیان کیا ہے کہ یہ کتابیں اور مجموعی نئی چیزیں ہیں یعنی اقوال اور دوم میں پہلے لوگ اور لوگوں کے اقوال کے قایل نہ تھے کسی مذہب معین کے موافق فتوے دینے کا طریقہ معین نہ تھا خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جاتا کرتا۔ ہر ایک قسم کے امر میں اسی کے قول کو نقل نہیں کیا کرتے تھے۔ اسی کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم نہیں ہوتی تھی۔ انتہی میں کہتا ہوں کہ دونوں قرنوں کے بعد کسی قدر تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا تاہم چوتھی صدی کے لوگ مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے کسی ایک مذہب کی فقہ کی پابندی نہ تھی کہ اسی کا قول نقل کیا جائے جیسے کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے (۱) علما (۲) عامی بعوام کی یہ حالت تھی کہ اتفاقی مسایل میں جو مسلمانوں اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہور مجتہدین میں مختلف فیہ نہ تھے۔ وہ صرف صاحب شرع کی ہی تقلید کرتے تھے۔ وضو غسل۔ نماز۔ زکوٰۃ کا طریقہ وہ اپنے باپ دادوں یا اپنے شہروں کے علماء سے سیکھ لیا کرتے تھے اُسی روش پر وہ چلتے تھے اور جو کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو جو کوئی مفتی مل گیا۔ اُس سے مسئلہ دریافت کر لیا کسی مذہب معین کی تخصیص نہ تھی اور خاص درجہ کے لوگوں کی حالت تھی کہ اُن میں سے محدثین علم حدیث میں مصروف تھے اُن کے پاس احادیث نبوی اور آثار صحابہ میں ضروری حدیثیں موجود تھیں کہ مسئلہ میں اور کسی چیز کی اُن کو حاجت نہ تھی وہ حدیثیں مستفیض یا صحیح قسم کی جمع تھیں جن پر فقہا عمل کر چکے تھے۔ جو اُن پر عمل نہ کرے وہ قابل عذر نہیں ہے اور نیز اُن کے پاس ایک مجموعہ اُن قولوں کا تھا جو جمہور صحابہ اور تابعین سے ایسے موید تھے کہ اُنکی مخالفت نازیبا نہ تھی۔ اگر تعارض نقل یا وجہ ترجیح ظاہر نہ ہونے وغیرہ سے مسئلہ میں اُن کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا تو گذشتہ فقہا میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر فقہا کے دو قول اس مسئلہ میں اُنکو ملتے تھے اور اُن میں سے جو زیادہ قابل اعتماد ہوتا اُسکو اختیار کر لیا کرتے تھے۔ خواہ وہ فقیہ اہل مدینہ سے ہوتا یا اہل کوفہ سے۔ اور ایک فرقہ اُن خاص لوگوں میں اصحاب التخریج کا تھا جس مسئلہ کو وہ مصرح نہ پاتے تھے اُسمیں وہ تخریج کرتے تھے اور مذہب میں اجتہاد کیا کرتے تھے اور یہ لوگ بھی اصحاب کے مذہب کیطرف منسوب ہوا کرتے تھے یوں کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص شافعی ہے اور فلاں حنفی۔ اور اہلحدیث بھی جس مذہب سے زیادہ موافق ہو کر ذکر بھی کبھی اس مذہب سے منسوب ہوتے تھے جیسے کہ نسائی اور بیہقی امام شافعی کیطرف منسوب ہوتے تھے اور بجز مجتہد کے کسی کو قضا اور فتوے کی خدمت نہیں ملتی تھی اور صرف مجتہد ہی کو فقیہ کہتے تھے ان قرنوں کے بعد لوگ دائیں بائیں آوارہ ہو گئے اور چند امور اُن میں بالکل نئے پیدا ہو گئے (۱) علم فقہ کے متعلق ان میں نزاع اور خلاف پیدا ہو گیا۔ اسکی تفصیل جیسے کہ غزالی نے بیان کی ہے یہ ہے کہ جب خلفاء راشدین مہدیین کا زمانہ گذر گیا۔ اور خلافت ان لوگوں کو مل گئی جو اُسکے قابل اور مستحق نہ تھے۔ اور فتووں اور احکام دین کا مستقل علم اُن کو نہ تھا اس واسطے اُن کو ضرورت ہوئی کہ فقہاء سے مدد لیں اور ہر حال میں اُن کو اپنے ساتھ رکھیں اُس زمانہ میں ایسے علما باقی تھے جن کی روش قدیمی تھی۔ وہ ہمیشہ صاف دین کے پابند تھے۔ اس لئے جب وہ حریم خلافت میں طلب کئے جاتے تھے تو اُس سے گریز کرتے تھے۔ اور خلفاء کی صحبت سے اعراض کرتے تھے تب اُس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا کہ علماء کی بڑی عزت ہے یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں تو ان لوگوں نے اعزاز اور مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی اور اب فقہاء مطلوب ہونے کے بعد طالب ہو گئے۔ اور پہلے جیسے سلاطین کی بے التفاتی کی وجہ سے معزز تھے ویسے ہی اب ذلیل ہو گئے۔ سلاطین کی طرف توجہ کرنے سے الا من وفقہ اللہ اور ان لوگوں سے پہلے لوگ علم کلام میں کتابیں تصنیف کر چکے تھے اور اس فن میں بہت قیل و قال ہو چکی تھی۔ اعتراضات و جوابات تقابلہ اور جدل کا طریقہ ممہد ہو چکا تھا اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرہ کی جانب مائل ہوئیں۔ اور مذہب شافعی اور ابوحنیفہ کے مذاہب کے اولویت ظاہر ہونے کی خواہشیں اُن میں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے اس علم کلام کی ترتیب ان علمائے کے لئے باموقع ہو گئی لوگ علم کلام اور علمی فنون کو چھوڑ خاصتہً امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے خلافی مسائل کیطرف متوجہ ہو گئے۔ اور جو اختلافات باہم امام مالک اور سفیان اور احمد بن حنبل وغیرہم کے تھے اُنکا بخوبی اہتمام نہیں کیا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ لوگ سمجھے کہ اس تفتیش سے ہماری شرع کے دقیق مسایل کا مستنبط کرنا اور مذہب کی متنوں اور وجوہ کا بیان کرنا اور اصول و فنون کی تمہید ہے ان اختلافات میں تصانیف استنباطات بکثرت ہو گئیں اور رنگ برنگ مجادلوں و تصانیف کو انہوں نے مرتب کیا۔ اور اب تک برابر وہ اسی حالت میں مصروف ہیں ہم نہیں جانتے کہ آیندہ زمانوں میں اُن کے لئے خدا تعالیٰ نے کیا مقدر کیا ہے انتہی حاصلہ۔

جیسے یہ خرابی لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی ایسے ہی یہ خرابی بھی پیدا ہوئی۔ کہ انکو تقلید کا پورا اطمینان ہو گیا اور آہستہ آہستہ تقلید اُن کے سینوں میں سرایت کر گئی۔ اور ان کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ اثر کیونکر پھیلتا جاتا ہے اس تقلید کی پختگی کا (۱) سبب تو یہ تھا کہ فقہا میں باہم مزاحمت اور مجادلہ ہونے لگا لوگ فتووں میں رد و کد کرنے لگے جو شخص فتوے دیتا تھا فوراً اُسکے فتوے پر اعتراضات کئے جاتے تھے۔ اسکا رد کیا جاتا تھا۔ انجام کار سخن کا سلسلہ متقدمین سے کسی شخص کے صریح قول پر ختم ہوتا تھا (۲) سبب حکام اور قضات کا جور و تعدی بھی تقلید کا باعث ہوا۔ اکثر حکام کی طبیعت میں جور ہو گیا تھا۔ اُن میں تدین اور امانت کی صفت مفقود تھی۔ انکے فیصلے جب ہی مقبول سمجھے جاتے تھے کہ عام لوگوں کو اُن میں اشتباہ باقی نہ رہے۔ اور اُس کا قول کسی شخص سابق کے مطابق ہو (۳) سبب سرتاج لوگوں کی جہالت اور بے علموں سے فتوا لینا تقلید کا باعث ہوا۔ یہ مفتی علم حدیث اور تخریج کے طریقہ سے ناواقف ہوتے تھے جیسے کہ اکثر متاخرین کی ظاہر حالت ایسے ہی تم دیکھتے ہو ابن ہمام وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے اس زمانہ میں فقیہ ان لوگوں کا نام تھا جو مجتہد کے پایہ کے نہ تھے (۴) وجہ تقلید کی یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں نے ہر فن میں عمیق باتوں کی جانب زیادہ توجہ کی بعض نے خیال کیا کہ ہم علم اسماء الرجال کی بنیاد مستحکم کر رہے ہیں جرح اور تعدیل کے مرتبوں کو معلوم کرتے ہیں۔ اسکے بعد انہوں نے قدیم اور جدید تاریخ کی طرف توجہ کی۔ بعضوں نے نادر نادر خبروں اور غرایب آثار میں تفحص کیا اگرچہ وہ خبریں موضوع کے درجہ کی تھیں کسی نے اصول فقہ کے متعلق زیادہ گفتگو کی۔ ہر ایک شخص نے اپنے اصحاب کے مناظرہ کے اصول مستنبط کئے۔ اور انتہائی درجہ تک اعتراضات کی بھرمار کی اور اُنکے جوابات دے دیکر گلو خلاصی کی۔ ہر ایک امر کی تعریفات اور تقسیم کا اہتمام کیا کبھی طول کلام کیا کبھی اختصار کیا۔ بعض نے اس میں یہ روش اختیار کی کہ مسایل کی وہ مستبعد صورتیں فرض کیں۔ جو اس قابل نہیں کہ کوئی عاقل ان کے درپے ہوتا مخرجین اور اُن سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی کلام سے ایسے عمومات اور ایمامات کی تفتیش کی کہ جن کا سننا عالم بلکہ جاہل کو بھی گوارا اور پسند نہیں ہوا کرتا۔ اس جدال و مخالفت اور تعمق کا ضرر اور فتنہ اس فتنہ اولے کے قریب قریب تھا۔ جب لوگوں نے ملک کے متعلق فساد اور جھگڑے برپا کئے تھے ہر شخص نے اپنے اپنے ہمراہی کی امداد کی تھی۔ جیسے ان فسادوں کا یہ انجام ہوا کہ آخر کو گزندہ حکومت قائم ہو گئی اور نہایت کور و تاریک واقعات پیش آئے ایسے ہی ان اختلافات نے جہالت اور اختلاط اور شکوک و اوہام کو ہر جانب پھیلا دیا۔ اس لئے ان قرنوں کے بعد صرف خالص تقلید شایع ہو گئی۔ حق و باطل اور مخاصمت اور استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی۔ فقیہ اس زمانہ میں اس شخص کا نام ہو گیا کہ جو بے احتیاطی سے زیادہ بک بک کرے۔ فقہا کے قوی و ضعیف اقوال بلا تمیز محفوظ کرے اور منہ زوری سے انکو بیان کرتا جائے۔ اور محدث اس شخص کا نام ہو گیا جو صحیح سقیم حدیثیں شمار کرے اور قصہ گویوں کی طرح اُن کو بے سمجھے بوجھے بیان کرتا جائے میں کلیتہً یہ بیان نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بندگان الٰہی میں ایسی جماعت ہمیشہ ہوا کرتی ہے جن کو کسی رسوا کرنے والا مضرت نہیں پہنچا سکتا وہم حجۃ اللہ فی ارضہ گو
انکی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ اب جو زمانہ آگیا اُس میں فتنہ اور تقلید کی زیادتی ہی ہوتی گئی۔ اور لوگوں کے دلوں سے دم بدم
تدین دور ہوتا گیا۔ حتے کہ امور دین میں خوض کرنا انہوں نے ترک کردیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ انا وجدنا اباءنا
علی امۃ وانا علی اثارہم مقتدون ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک جماعت پر متفق پایا ہے۔ ہم انہیں کے نشانوں کے پیرو
ہیں والی اللہ المشتکی وہو المستعان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان ٭

فصل

مناسبت مقام یہ ہے کہ ان مسایل پر لوگوں کو آگاہ کردیا جائے جن میں فہموں کو حیرت اور قدموں کو لغزش اور قلموں کو
گمراہی ہوا کرتی ہے۔ ازاں جملہ مسئلہ یہ ہے کہ امت محمدیہ یا ان لوگوں نے جو اس امت میں قابل اعتبار ہیں اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان
مذاہب اربعہ کی تقلید جو مدون ہو چکے ہیں اور تحریر میں آچکے ہیں کی جانا جائز اور درست ہے۔ اس تقلید میں بہت سی
مصلحتیں ہیں۔ لا یخفے خاصۃ اس زمانہ میں جس میں لوگ نہایت ہی قاصرۃ الہمت ہو گئے ہیں اور نفسوں میں خواہشیں جم
گئی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی ہی رائے پر ناز کرتا ہے۔ پس ابن حزم نے جو تقریر کی ہے کہ "تقلید بالکل حرام ہے کسی کو جائز نہیں
ہے کہ بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلادلیل کسی شخص کے قول کو اختیار کرے اس لئے کہ خدا تعالے کا ارشاد ہے
کہ انہیں امور کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اور خدا کے علاوہ اور مقربین کا اتباع مت کرو۔
واتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز خدا فرماتا ہے جب مشرکین سے کہا جاتا ہے ان احکام کی پیروی کرو
جو خدا تعالیٰ نے نازل کئے ہیں تو وہ کہتے ہیں نہیں ہم تو انہیں چیزوں کی پیروی کرینگے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ
قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا۔ اور خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح میں جو تقلید نہیں کرتے فرمایا ہے میرے ان بندوں کو مژدہ سنادو جو بات کو سنکر اسکا اتباع کرتے
ہیں۔ جو سب سے زیادہ اچھی ہوتی ہے انہیں کو خدا نے ہدایت کی ہے اور وہی عقل والے ہیں فبشر عبادی الذین
یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہداہم اللہ واولئک ہم اولوا الالباب اور نیز فرمایا ہے۔ اگر تم کسی بات
میں نزاع کرو تو اُس کو خدا اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم کو خدا اور روز قیامت پر ایمان ہے۔ فان تنازعتم فی شیء
فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر خدا تعالے نے تنازعت کے وقت بجز قرآن وحدیث کے
کسی امر کی طرف متوجہ ہونے کو جائز نہیں کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منازعت کے وقت بجز قرآن و حدیث
کے کسی شخص کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ قول قرآن وحدیث کے غیر ہے اور تمام صحابہ اور تمام
تابعین اور تمام تبع تابعین کا اتفاق ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے زمانہ یا زمانہ سابق کے کسی شخص کے قول کی طرف
توجہ اور قصد نہ کرے اس لئے وہ شخص خوب سمجھ لے۔ جو امام ابوحنیفہ یا مالک یا شافعی یا احمد بن حنبل کے تمام اقوال کی
پیروی کرتا ہے۔ اور ان میں سے اپنے پیشوا کے سوا کسی کی بھی پیروی نہ کرے اور جب تک قرآن وحدیث کے احکام
کو کسی خاص شخص کے قول کی جانب نہ پھیر لے۔ اُن پر بالکل اعتماد نہ کرے کہ وہ تمام اُمت کا اول سے آخر تک مخالف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یقیناً اس میں کچھ شبہ نہیں ہے وہ اپنے ہمراہ تینوں مبارک زمانوں میں سے کسی کو نہ پائیگا۔ اسلئے ایسے شخص نے وہ راستہ اختیار کیا۔ جو مسلمانوں کا نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ھذہ المنزلۃ ۔

اور نیز ان تمام فقہائے نے غیر سلف کی تقلید سے منع کیا ہے۔ اسواسطے ایسا شخص اُن کے مخالف ہے جن کی وہ تقلید کرتا ہے۔ اور نیز وہ کون شخص ہے جس نے مذکورہ بالا لوگوں یا اُن کے علاوہ کسی اور کی تقلید کو حضرت عمر بن خطاب یا حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عمر یا عبد اللہ ابن عباس یا حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم کی تقلید سے اولےٰ قرار دیا ہو۔ پس اگر تقلید جائز ہی ہو تو اور ونکی نسبت یہی حضرات مقتدا اور پیشوا ہونے کے زیادہ قابل ہیں۔ انتہیٰ۔ یہ تقریر ابن حزم کی اُس شخص کے حق میں پوری ہوسکتی ہے جس کو اجتہاد کا کچھ بھی مرتبہ حاصل ہو۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔ یا اُس شخص کے حق میں ہوسکتی ہے جسکو خوب صاف معلوم ہوسکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فلان امر کا حکم فرمایا ہے اور فلان امر کو منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منسوخ نہیں ہے اس کو یہ علم احادیث کے تتبع سے ہوا ہو۔ ہر مسئلہ میں مخالف اور موافق اقوال کی جانچ کی ہو اُن اقوال کا کوئی ناسخ اُس نے نہ پایا۔ یا اُس نے علمائے متاخرین کی ایک جماعت کثیر کو متفق پایا ہو۔ اُس نے اُس کے مخالف کو دیکھا کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس یا استنباط وغیرہ کو پیش کرتا ہو ایسی حالت میں حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں ہوسکتا۔ اِلّا نفاق خفی او حمق جلی اسی کی طرف شیخ عزالدین ابن عبد السلام نے اشارہ فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے بعض کو اپنے امام کا ضعف ماخذ معلوم ہوجایا کرتا ہے اُس کے ضعف کو کوئی چیز دفع نہیں کرتی۔ اس پر بھی وہ اس امام کی تقلید ہی کئے جاتا ہے اور جس شخص کے مذہب پر قرآن و حدیث اور صحیح قیاسات کی شہادت ملتی ہے۔ اُس کو بالکل ترک کردیتا ہے۔ اُسکو ان ہی امام کے مذہب سے وابستگی رہتی ہے بلکہ ایسے ایسے حیلے کرتا ہے جن سے ظاہر قرآن و حدیث کو دفع کر دے اور بعید و باطل تاویلیں اُن میں گڑھتا ہے تاکہ اپنے مقتدا کی حمایت کرے۔ اور نیز وہ شیخ کہتے ہیں کہ لوگ ہمیشہ سے جو عالم اُن کو ملا۔ اُس سے مسئلے دریافت کرتے رہے کسی خاص مذہب کے وہ مقید نہ تھے کسی سائل پر وہ انکار نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان مذاہب اور متعصب مقلدین کا ظہور ہوا۔ اب ہر شخص اپنے امام کی ایسی پیروی کرنے لگے گویا وہ نبی مرسل ہے اگرچہ اُس کا مذہب دلیلوں سے کیسا ہی دور ہو۔ ایسا شخص حق اور صواب سے بالکل دور ہٹ گیا۔ لا یرضیٰ بہ احد من اولی الالباب ۔

امام ابو شامہ کا قول ہے۔ کہ جو شخص فقہ میں مصروف ہو اسکو یہی مناسب ہے کہ کسی خاص مذہب امام پر نظر کو قاصر نہ کرے۔ ہر ایک مسئلہ میں اسی امر کی صحت پر اعتقاد رکھے جو قرآن و حدیث کی رہبری سے معلوم ہوتا ہو۔ جب کوئی شخص ابتدا ہی سے انہم علوم کو خوب پختہ کریگا اُس کو یہ امر سہل ہوگا اور تعصب اور متاخرین کے طرق اختلافات میں غور کرنے سے احتراز کرنا چاہیئے یہ امور وقت کو ضائع کرتے ہیں اس سے صاف طبیعتیں مکدر ہوجاتی ہیں۔ امام شافعی سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ امام شافعیؒ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب امام مزنی اپنے مختصر میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اس میں میں نے امام شافعی کے علم اور اُنکے اقوال کو معانی
اختصار بیان کئے ہیں۔ تاکہ جو شخص اُن کے معلوم کرنے کا قصد کرے۔ اُس کا ذہن اُن سے قریب ہو جاوے میں اُس
شخص کو یہ بھی بتاتا ہوں۔ کہ امام شافعی نے لوگوں کو اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کر دیا ہے۔ تاکہ آدمی اپنے دین اور احتیاط
کے لئے اُن کے قول میں غور کرے یعنی میں اُس شخص کو جو علم شافعی کے حاصل ہونے کا قصد کرے یہ بتاتا ہوں
کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور اوروں کی تقلید سے لوگوں کو منع کر دیا ہے۔ انتہیٰ ؛

اور نیز ابن حزم کا قول اُس شخص کے حق میں درست ہے جو محض عامی ہے اور وہ کسی معین فقیہ کی یہ سمجھ کے
تقلید کرتا ہو کہ ایسے شخص سے خطا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی جو بات ہوتی ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہی ہوتی ہے اور خوب
اپنے دل میں جما لے کہ اسکے خلاف دلیل کیسی ہی ظاہر ہو میں اُس کی تقلید کو ترک نہ کرونگا۔ اسی حالت کے متعلق ترمذی
نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا کہ عیسائیوں نے
اپنے علما اور رہبانوں کو علاوہ خدا کے رب اپنا قرار دے لیا تھا۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ آنحضرت ؐ نے اسکو
پڑھکر فرمایا کہ عیسائیوں نے اُن کو معبود قرار نہ دیا تھا بلکہ وہ جس چیز کو حلال کہتے تھے اُسی کو یہ حلال سمجھ لیتے تھے۔ اور جس چیز کو
وہ حرام ٹھیراتے تھے یہ بھی اُس کو حرام سمجھ لیتے تھے۔ اور نیز اُس شخص کے حق میں بھی یہ تقریر درست ہے کہ جو حنفی ہو کر شافعی
سے فتوے دریافت کرنے کو جائز نہ جانتا ہو اور اُس کو تجویز نہ کرتا ہو کہ حنفی مثلاً امام شافعی کا اقتدا کر سکے۔ اس لئے کہ ایسا
خیال قرون اولی صحابہ اور تابعین کے اجماع اور اتفاق کے بالکل خلاف ہے ؛

ابن حزم کا قول اس شخص کے متعلق نہیں ہو سکتا ہے جو شخص صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا مطیع ہو
اسی چیز کو وہ حلال سمجھتا ہے جس کو خدا اور رسول نے حلال اور حرام کیا ہے لیکن چونکہ وہ نہیں جان سکتا کہ آنحضرت ؐ
کا کیا ارشاد ہے۔ وہ آنحضرت ؐ کے مختلف اقوال کو جمع نہیں کر سکتا۔ آپ کے کلام سے کوئی امر مستنبط نہیں کر سکتا۔
اسلئے وہ کسی رہنما عالم کی پیروی کر لیتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا قول درست ہوا کرتا ہے۔ وہ برملا فتوے دیا کرتا ہے
بعد طریق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے۔ اور اگر اُس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو فوراً اس کی متابعت
ترک کر دیتا ہے اس میں کچھ جھگڑا اور اصرار نہیں کرتا اس قسم کی حالت کا کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ سے مسلمانوں میں برابر فتوے دینے اور فتوے لینے کا طریقہ جاری ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ ایک
شخص سے ہمیشہ مسئلے پوچھا کرو یا کبھی اس سے دریافت کر لیا کبھی اُس سے لیکن حالت مذکورہ کا ثابت رہنا چاہئیے
ہم کسی فقیہ پر یہ ایمان نہیں لاتے کہ خدا تعالے اُس کو فقہ کی وحی بھیجتا ہے۔ اور خدا نے اُس کی اطاعت ہم پر فرض کر دی
ہے اور وہ بالکل معصوم ہے۔ اگر ہم کسی فقیہ کا اتباع کرتے ہیں تو صرف اس واسطے کرتے ہیں کہ وہ قرآن وحدیث سے
واقف ہے اس کا قول یا قرآن وحدیث کا صریح حکم ہوگا یا کسی طریقہ سے اُس نے قرآن وحدیث سے اپنے قول کو مستنبط
کیا ہوگا یا اُس نے قرائن سے معلوم کیا ہوگا کہ فلاں سورہ میں جو حکم دیا گیا ہے وہ فلاں وجہ سے دیا گیا ہے۔ بالطمینان قلب
اُس کو اُس حکم کی علت معلوم ہو گئی تھی۔ اسواسطے اُس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کر لیا گویا وہ یہ کہتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیں نے خوب سمجھ لیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں کہیں یہ علت ہوگی اُن حکم پایا جائیگا اور اس عموم بیں وہ شے بھی مندرج ہے جس کو قیاس کہا ہے اسواسطے یہ قول بھی گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوگا لیکن اس طریقہ میں ہو ظنی شامل ہیں اور اگر یہ احتمال نہ ہوتا تو کونسا مسلمان کسی مجتہد کی پیروی کیا کرتا اسوقت میں اگر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بسند صحیح معلوم ہوجاوے جن کی اطاعت ہم پر خدا نے فرض کی ہے اور اس حدیث سے ہم کو معلوم ہوجاوے کہ امام کا مذہب اُس کے خلاف ہے اور اس کے بعد ہم حدیث کو ترک کرکے اُس مجتہد کی تخمین کا اتباع کریں۔ تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے اور جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے پیش ہونگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا۔

اِن مسایل مشکلہ میں سے ایک امر یہ ہے کہ کلام فقہا میں سے تخریج کرنا اور لفظ حدیث کا تتبع کرنا ان دونوں میں ہر ایک کے لئے دین میں مضبوط اصل ہے ہر زمانہ کے علمائے محققین دونو کو اختیار کرتے رہے ہیں بعض کا زیادہ اہتمام تخریج کی طرف تھا اور لفظ حدیث کے تتبع کا لحاظ وہ کم کرتے تھے اور بعض لفظ حدیث کا زیادہ اہتمام کرتے تھے اور تخریج کی جانب انکا التفات نظر کم تھا لیکن جیسے فریقین سے عام لوگوں کا شیوہ ہے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہر ایک امر کا اہتمام پورا پورا نہ کیا جائے حق الامر یہ ہے کہ اس طرح بحث کرنا چاہئے جس سے ایک کی مطابقت دوسرے سے ہوجائے اور جو ایک میں خرابی ہو وہ دوسرے نے نکل جاوے امام حسن بصری کا قول ہے۔ بخدا جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ افراط تفریط کے بیچ میں تمہاری سنت کا درجہ ہے مفرط اور مفرط کے درمیان۔ اس لئے جو شخص اہل حدیث سے ہو اسکو مناسب ہے اپنے مختار کردہ اور مذہب کو تابعین میں سے مجتہدوں کی رائے پر پیش کرے اور جو اہل تخریج سے ہو۔ اسکو مناسب ہے کہ احادیث میں سے وہ حدیثیں اختیار کرے جن میں صریح اور صحیح احادیث کی مخالفت سے وہ احتراز کر سکے جس امر میں حدیث یا کوئی اثر وارد ہوئی وہاں اپنی رائے کو لقدر طاقت دخل دینا نہیں چاہئے۔ محدث کو یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ ان قواعد میں زیادہ تعمق کرے جو ارباب حدیث نے مستحکم کئے ہیں لیکن شارع نے ان کی کچھ تصریح نہیں کی ہے اور اس وجہ سے وہ محدث کسی حدیث یا صحیح قیاس کو رد کردے۔ جیسے اُن حدیثوں کو رد کردیں۔ جن میں ارسال یا انقطاع کا ادنے شائبہ بھی ہو جیسے ابن حزم نے تحریم معازف کی حدیث کو صرف اس خیال سے رد کردیا کہ بخاری کی روایت میں اُسکے انقطاع کا شائبہ تھا حالانکہ وہ حدیث فی نفسہ متصل اور صحیح ہے ایسے امور کا لحاظ تعارض کیوقت کیا کرتے ہیں۔ اور مثلاً محدثین کا قول ہے کہ فلاں شخص کی حدیث کا زیادہ حافظ ہے۔ اسوجہ سے محدثین اسی شخص کی حدیث کو دوسرے کی حدیث پر ترجیح دیا کرتے ہیں گو کہ دوسرے میں ترجیح کی ہزار وجہیں کیوں نہ ہوں۔ اور نیز روایت بالمعنے کیوقت جمہور راویوں کو اُس کا اہتمام ہوتا تھا کہ اصلی معنی ادا ہو جائیں۔ وہ اُن اعتبارات کا کچھ لحاظ نہیں کرتے تھے جن کا کہ اہل عربیت میں سے زیادہ خوض کرنیوالے کیا کرتے ہیں۔ اسواسطے اہل تخریج کا مثلاً فا یا واو سے یا کسی کلمہ کی تقدیم و تاخیر وغیرہ سے استدلال کرنا محض تعمق تھا۔ زیادتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوسرا راوی اکثر اُس قصہ کو جو ایک راوی نے بیان کیا تھا بدل دیا کرتا ہے۔ اور بجائے ایک حرف کے دوسرا حرف لایا کرتا ہے۔ اور حق اور ظاہر یہی ہے کہ راوی جو حدیث بیان کیا کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کلام ہوا کرتا ہے اسکے بعد اگر کوئی حدیث یا دلیل ظاہر ہوگی۔ تو اسکی طرف منتقل ہوجائینگے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صاحب تخریج کو مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسے قول کو خارج کرے جو اُسکے اصحاب کے صرف کلام سے مفہوم نہ ہوتا ہو۔ اور اہل عرف اور علماے لغت اُس سے معلوم نہ کر سکتے ہوں کسی مسئلہ کے مانند سے یا کسی مسئلہ کی ایسی نظیر سے خارج کیا ہو جس میں اہل رائے مختلف ہوں اور باہم اس میں بنائیں مختلف ہوں اگر اُس مسئلہ کو اس صاحب تخریج کے اصحاب سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا جاتا۔ تو وہ خود ہی کسی مانع کیوجہ سے نظیر کو نظیر پر حمل کرتے یا اُس کی کوئی ایسی علت بیان کرتے جو اس علت کے خلاف ہوتی جو اُس نے خارج کی ہے۔ تخریج کا جواز محض اسی لئے ہے کہ اس میں حقیقت مجتہد کی تقلید ہوا کرتی ہے اور یہ تقلید جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ مجتہد کے کلام سے مفہوم بھی ہوتی ہو اور صاحب تخریج کو یہ بھی نا نیبا ہے کہ اپنے اپنے اصحاب کے مستخرج قاعدہ سے کسی حدیث یا اثر کو جس پر محدثین کا اتفاق ہو۔ رد کردے۔ جیسے کہ حدیث مصرات کو رد کر دیا ہے یا ذوی القربیٰ کا حصہ ساقط کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اس مستخرج قاعدہ کی نسبت اُس حدیث کا لحاظ زیادہ اہم اور ضروری ہے اس معنی کی طرف امام شافعی نے اشارہ کیا ہے کہ میں جب کوئی بات کہوں۔ یا کسی قاعدہ کو قایم کروں۔ اور اسکے بعد میرے قول کے مخالف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث معلوم ہو تو اُسوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی قول معتبر ہے۔

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ احکام معلوم کرنے کیلئے قرآن و حدیث کے تتبع کرنے کے کئی مرتبے اور درجے ہیں سب سے اعلےٰ درجہ یہ ہے کہ اُسکو بالفعل یا بالقوۃ قریبہ اتنے احکام معلوم ہوں جن سے اکثر واقعات کے جواب دینے کی اُسکو قدرت حاصل ہو۔ اُس کا جواب اکثر اس درجہ کا ہو کہ اشکال کیوجہ سے قابل توقف ہو اور ایسے علم کی آمادگی اجتہاد سے ہی ہوا کرتی ہے۔ ایسی استعداد مختلف طرح پر حاصل ہوتی ہے کبھی اس طرح کہ روایتوں کے جمع کرنے میں خوض کیا جائے روایات شاذہ و نادرہ کا پورا تتبع کیا جاوے امام احمد بن حنبل نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے ساتھ عاقل ہو۔ لغت کا عالم ہو۔ کلام کے مواقع کو خوب سمجھتا ہو۔ آثار سلف سے اس طرح واقف ہو کہ مختلف اثروں کو جمع کر سکے اور دلایل کو مرتب کر سکے اور سوائے ہذا۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ مشائخ فقہ میں سے کسی شیخ کے مذہب پر تخریج کے طریقوں کو نہایت پختہ کر لیا ہو اور اسکے ساتھ احادیث اور آثار کے ایک معقول مجموعہ سے بھی خوب واقف ہو اس طرح پہ کہ تا معلوم کر سکے کہ اُس کا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے۔ یہ طریقہ اصحاب التخریج کا ہے۔

اور اس تتبع کا اوسط درجہ یہ ہے کہ اُس کو قرآن و حدیث کا اتنا علم ہو جسکی وجہ سے فقہ کے مجمع علیہا روشن مسایل معلوم کر سکے۔ اُن مسایل کے تفصیلی دلایل سے واقف ہو۔ بعض مسایل اجتہادیہ کو دلائل کے ساتھ نہایت درجہ تک اُس نے معلوم کر لیا ہو۔ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دے سکے اسبق تخریجات کی خوب نقادی کر سکے اُن میں سے کامل اور ناقص کو سمجھ سکے یہ معلوم کر سکے کہ اس کا قول اس قابل نہیں ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اُس میں نافذ ہو سکے یا قاضی اُس کا حکم نہ کر سکے۔ اور کوئی مفتی اُس کے موافق فتوے نہ دے سکے۔ اور اُن بعض تخریجات کو ترک کر دے جس کو سابقین نے خارج کیا تھا۔ جب اُس کو اس قسم کی تخریجات کے صحیح نہ ہونے کا علم ہو جاوے اسی وجہ سے وہ علما جو اجتہاد کے مدعی نہ تھے۔ ہمیشہ سے تصنیفات اور ترتیبات کرتے رہے ہیں برابر وہ تخریجات کرتے رہے ہیں اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے رہے ہیں اور مقصود مسایل میں یہی ہے کہ غالب گمان حاصل ہو جاوے اور۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسی گمان غالب پر تکلیف کا مدار ہے۔ تو امور بالا کچھ مستبعد نہیں ہیں۔

اور جو لوگ اوسفلے درجہ کے ہیں۔ اُن کا مذہب کثیر الوقوع امور میں وہ ہے جو وہ اپنے اصحاب یا اپنے آباؤ اور اجداد اور اپنے اہل شہر سے اخذ کرتے ہیں جس مذہب کا وہ اتباع کرتے ہیں اسی کا یہ پیرو ہوتا ہے اور نادر نادر واقعات میں جو شہر کے مفتی فتوے دیں اور معاملات قاضی جو فیصلہ کر دے ہم نے ہر مذہب کے علماے محققین کو قدیماً و حدیثاً اسی وتیرہ پر پایا ہے وہو الذی وصّے بہ ایمۃ المذاہب واصحابہم یواقیت وجواہر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رض سے مروی ہے کہ جو شخص میرے قول کی دلیل کو نہ جانے اُسکو مناسب نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوے دے کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ فتوے دینے کے وقت فرمایا کرتے تھے کہ یہ نعمان ابن ثابت کی رائے ہے اور جہانتک ہم کو قدرت ہوئی۔ اسمیں یہ قول بہت اچھا ہے اور جو شخص اس سے عمدہ کوئی اور قول پیش کرے۔ تو وہی بہت درست ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے حاکم اور بیہقی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم دیکھو کہ میرا قول حدیث کے مخالف ہے تو حدیث پر ہی عمل کرنا اور میرے کلام کو دیوار پر مارنا امام شافعی نے ایک روز امام مزنی سے فرمایا اے ابراہیم میرے ہر قول میں تم میری تقلید نہ کرنا۔ یہ مذہب ہے۔ اپنے نفس کے لئے خوب بہتری کا خیال کر لینا اور نیز امام شافعی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اگرچہ لوگ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور نہ قیاس میں حجت ہے نہ کسی شے میں بجز رضا و تسلیم ہے۔ صرف خدا اور رسول کی اطاعت کمل ہوتی ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ خدا اور رسول کے مقابلہ میں گفتگو کر سکے امام احمد نے ایک شخص سے کہا کہ ہرگز میری تقلید نہ کرنا۔ اور نہ ہرگز امام مالکؒ اور نہ اوزاعی اور نہ نخعی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا جہاں سے اوروں نے احکام اخذ کئے ہیں وہیں سے اخذ کرنا یعنی قرآن و حدیث سے اور کسی شخص کو فتوے دینا مناسب نہیں ہے جب تک کہ وہ شرعی فتووں میں علماء کے اقوال سے واقف نہ ہو اور ان کے مذاہب کو نہ جانتا ہو۔ اگر اس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے اور وہ واقف ہو کہ جن علماء کا مذہب اختیار کیا جایا کرتا ہے۔ انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے تب تو مضائقہ نہیں ہے۔ اگر وہ کہدے کہ یہ امر جائز ہے اور یہ ناجائز ہے محض نقل کے طور پر بیان کر دینا چاہیئے اور اگر کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو تو یہ کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ فلان شخص کے قول کے موافق جائز ہے اور فلان کے ناجائز یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک قول کو خود اختیار کر کے کسی کے قول کے موافق فتوے دیدے۔ جب تک کہ اس کی دلیل کو بخوبی نہ سمجھ سکے۔ امام ابو یوسف اور زفر وغیرہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ ہمارے قول کے موافق فتوے دے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے۔ عصام ابن یوسف رحمت اللہ علیہ سے کہا گیا کہ تم امام ابو حنیفہ کی مخالفت بہت کیا کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اسواسطے انکی مخالفت کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالے نے اُن کو ایسا فہم دیا تھا کہ ہم کو ویسا نہیں دیا ہے انہوں نے اپنے فہم سے وہ باتیں معلوم کیں جو ہماری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ میں نہیں آتیں اور جب تک ہم اُنکے قول کو خوب سمجھ نہ لیں۔ اُنکے قول کے موافق فتوے نہیں دے سکتے۔ امام محمد بن حسن رحمت اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ فتوے دینا کب جائز ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جب خطا سے اس کا صواب زیادہ ہو۔ ابو بکر اسکاف بلخی سے روایت ہے کہ اُن سے دریافت کیا گیا۔ ایک شہر میں سب سے زیادہ ایک عالم ہے کیا یہ ممکن ہے کہ فتوے نہ دے اُنہوں نے کہا اگر وہ اہل اجتہاد سے ہے تب تو ممکن نہیں ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اہل اجتہاد سے وہ کیسے ہو جاتا ہے کہا جب تمام مسایل کے دلایل سے واقف ہو اور مخالفت کے وقت اپنے تمام ہمسروں سے مناظرہ اور مقابلہ کر سکے۔ کہا گیا ہے کہ اجتہاد کی شرطوں میں سے ادنے شرط یہ ہے کہ کتاب مبسوط حفظ ہو۔ انتہی۔

بحر الرایق میں ابو لیث کی روایت سے ہے کہ ابو نصر سے ایک مسئلہ کے متعلق جو اُن کے سامنے پیش ہوا تھا۔ سوال کیا گیا کہ خدا تم پر رحمت کرے تم کیا کہتے ہو۔ تمہارے پاس چاروں کتابیں کتاب ابراہیم بن رستم اور خصاف کی کتاب ادب القاضی اور کتاب المجرد اور ہشام کی روایت سے نوادر ہیں ہم کو ان کتابوں کے موافق فتوے دینا درست ہے یا نہیں یہ سب کتابیں تمہاری نظر میں پسندیدہ ہیں اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارے اصحاب سے جو صحیح طور پر معلوم ہو گیا ہے وہ پسندیدہ اور قابل رغبت و تسلیم ہے۔ لیکن فتوے دینا بے سمجھے کسی کے لئے میں پسند نہیں کرتا۔ ایسے شخص کو لوگوں کا بار اٹھانا نہیں چاہئے لیکن جو مسایل ہمارے اصحاب سے مشہور اور صاف ہو گئے ہیں اُن میں مجھ کو امید ہے کہ ان پر میں اعتماد کر سکوں۔ اور نیز بحر الرایق میں ہے کہ اگر کسی شخص نے پچھنے لگائے۔ یا غیبت کی۔ اور یہ گمان کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا۔ یہ سمجھ کر اُس نے کچھ کھا لیا تو اگر اس شخص نے کسی فقیہ سے مسئلہ دریافت نہیں کیا تھا۔ اور نہ اُس کو حدیث معلوم ہوئی تھی تب تو اُس پر کفارہ واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اُس نے محض جہالت سے روزہ توڑ دیا۔ اور جہالت دار الاسلام میں کوئی عذر نہیں ہے۔ اور اگر فقیہ سے دریافت کر کے اُس نے روزہ توڑ دیا تو اُس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے جب اُسکے فتوے پر اُس کا اعتماد ہو۔ اس واسطے وہ اپنے فعل میں معذور ہوگا۔ اگرچہ مفتی سے خطا ہی کیوں نہ ہو جائے اور اگر اس شخص نے کسی مفتی سے تو دریافت نہیں کیا لیکن اُس کو حدیث معلوم ہو گئی تھی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں روزہ کو توڑ ڈالیں افطر الحاجم والمحجوم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے الغیبۃ تفطر الصائم اور اس شخص کو حدیث کے منسوخ ہونے کا یا حدیث کی تاویل کا کچھ علم نہ تھا۔ ان دونوں پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اس واسطے کہ حدیث کا ظاہری مضمون واجب العمل ہے لیکن امام ابو یوسف کا قول اس کے مخالف ہے وہ کہتے ہیں کہ جب تک ناسخ منسوخ کا علم نہ ہو عامی کو حدیث پر عمل نہ کرنا چاہئے۔

اور اگر کسی شخص نے عورت کو چھو لیا۔ یا شہوت سے اُس کا بوسہ لیا۔ یا سرمہ لگایا۔ اور اُس نے یہ سمجھ کر کہ یہ چیزیں روزہ کی مفطر ہیں۔ روزہ کو توڑ دیا تو اُس پر کفارہ ہے۔ ہاں اگر اُس نے کسی فقیہ سے مسئلہ دریافت کیا تھا اور اُس نے روزہ ٹوٹ جانے کا فتوے دیا تھا یا اُس کو کوئی حدیث معلوم ہو گئی تھی۔ تو کفارہ نہ ہوگا اگر کسی شخص نے زوال سے روزہ کی نیت کی تھی تو پھر روزہ کو اُس نے توڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صاحبین کے نزدیک کفارہ واجب ہے کذا فی المحیط اس سے معلوم ہوا کہ عامی کا مذہب وہی ہے جو اُس کا مفتی فتوے دیوے اور نیز محیط میں باب قضا الفوایت میں۔ ہے کہ اگر کسی عامی کا کوئی مذہب معین نہیں ہے تو جو مفتی فتوے اُس کو دیگا۔ وہی اُس کا مذہب ہوگا۔ علما۔ نے اس کی تصریح کی ہے پس اگر کسی حنفی نے فتوے دیا تو اُس کے موافق عصر اور مغرب کا وہ اعادہ کریگا۔ اور شافعی کے فتوے کے موافق وہ عصر اور مغرب کی نماز کا اعادہ نہ کریگا۔ اور اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کسی سے فتوے نہ لے یا اسکو معلوم ہو جاوے کہ فلان مجتہد کا مذہب صحیح ہے تو یہی اُس کو کافی ہوگا اور اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

ابن صلاح کا قول ہے کہ جو کوئی شافعی المذہب کسی حدیث کو اپنے مذہب کے مخالف پائے۔ تو دیکھنا چاہیے۔ اگر اس شخص کو اجتہاد مطلق یا خاص اسی باب یا مسئلہ میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہے تو وہ مستقل طور پر اُس حدیث پر عمل کر سکتا ہے اور اگر یہ اجتہاد اُس کو حاصل نہیں ہے اور حدیث کی مخالفت کا بحث وفکر کے بعد جواب شافی اس کو ملتا نہیں۔ تو اگر اس حدیث پر علاوہ امام شافعی کے کسی امام مستقل نے عمل کیا ہو۔ تو اُس کو بھی اس حدیث پر عمل کر لینا چاہیے۔ اپنے امام کے مذہب ترک کرنے میں وہ معذور رہوگا۔ امام نووی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ فقہا میں اکثر مختلف فیہ صورتیں اور خاصکر وہ مسایل جن میں صحابہ کے اقوال دونوں جانب وارد ہوئے ہیں ایسے ہیں کہ اُن میں نفس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اولویت میں اختلاف ہے مثلاً تشریق اور عیدین کی تکبیرات احرام باندھنے والے کا نکاح حضرت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود کی التحیات بسم اللہ اور آمین کو اخفا سے پڑھنا تکبیر اقامت میں دو دو بار ایک ایک بار کلموں کا ادا کرنا وغیرہ ہذا امور میں دو قولوں میں سے ایک کی ترجیح میں کلام ہے۔ ان کی اصل مشروعیت میں سلف کو کچھ اختلاف نہ تھا قرات کے طریقوں اختلاف قرات کا بھی یہی حال ہے۔ ایسے اکثر ابواب میں یہی توجیہ کی گئی ہے کہ صحابہ اُن میں مختلف تھے اور یقیناً وہ سب راہ راست پر تھے اسی واسطے مسایل اجتہادیہ میں علما ہمیشہ مفتیوں کے فتووں کو تجویز کرتے رہے ہیں اور قاضیوں کے احکام کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور کبھی کبھی اپنے مذہب کے خلاف قول پر بھی وہ عمل کر لیا کرتے تھے۔ ایمہ مذہب کو تم ایسے موقعوں میں دیکھوگے۔ کہ صاف دوسرے قول مخالف کو ظاہر کر کے کہ دیتے ہیں کوئی کہتا ہے اسی قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ یا یہی قول مختار ہے یا یہ قول ہم کو زیادہ پسند ہے۔ اور کہتے ہیں ہم کو یہی قول معلوم ہوا ہے کتاب مبسوط و آثار محمد رحمت اللہ علیہ و امام شافعی رحمت اللہ علیہ کے کلام میں ایسا اکثر جگہ ہے ان لوگوں کے بعد ناخلف پیدا ہو گئے انہوں نے فقہا کے اقوال کو مختصر کر ڈالا۔ اور مخالف پر زیادہ زور دیا اور اپنے اپنے اماموں کے اختیار کردہ اقوال پر ہی جم گئے اور زمانہ سلف سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ اپنے اپنے اصحاب کے مذہب کو خوب مضبوطی سے اخذ کرنا چاہیے۔ اور کسی حال میں اُس سے نکلنا نہ چاہیے تو اس قسم کی تقریر فطری امر ہے ہر شخص اسی بات کو پسند کرتا ہے۔ جو اُس کے اصحاب اختیار کیا کرتے ہیں۔ حتے کہ لباس اور کھانوں میں بھی اسی پسندیدگی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اثر ہوا کرتا ہے۔ یا دلیل کی قوت ہے وصولت پیدا ہوتی ہے وہ اس کا باعث ہوتی ہے۔ یا ایسے ہی اسباب اور ہوا کرتے ہیں بعض لوگ اسکا نام تعصب رکھتے ہیں حاشاھم عن ذلک ۔

نا یہ صحابہ اور تابعین اور ان کے مابعد زمانہ میں بعض لوگ بسم اللہ پڑھتے تھے بعض نہیں پڑھتے تھے بعض لوگ اسکو جہر سے پڑھتے بعض اس میں جہر نہیں کرتے ان میں سے بعض نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض نکسیر اور پچھنے اور قے کے بعد وضو کیا کرتے تھے۔ بعض وضو نہیں کیا کرتے تھے بعض لوگ آلہ تناسل کے چھونے اور عورتوں کو خواہش نفسانی سے مس کرنے سے وضو کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے بعض لوگ ان اشیاء کے تناول سے جن کو آگ لگی ہو وضو کیا کرتے تھے بعض وضو نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگ اونٹوں کے گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے۔ باوجود ان سب امور کے ہر شخص دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ مثلاً امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم مدینہ شریف کے مالکی المذہب وغیرہ ایمہ کے پیچھے نماز میں اقتدا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ بسم اللہ کو نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ آواز سے۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پچھنے لگا کر نماز پڑھائی۔ اور امام ابویوسف نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ امام مالک نے ان کو فتوے دیا تھا کہ پچھنے سے وضو کی ضرورت نہیں ہے امام احمد بن حنبل کا مذہب تھا کہ نکسیر اور پچھنے سے وضو کرنا چاہئے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ اگر امام کے بدن سے خون خارج ہو تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھینگے انہوں نے کہا کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے کیسے نماز نہ پڑھونگا۔ روایت ہے۔ کہ امام ابویوسف اور امام محمد عیدین میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ خلیفہ ہارون رشید اپنے دادا کی تکبیر کو پسند کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے مقبرہ کے قریب صبح کی نماز پڑھی اور ان کے ادب اور تعظیم کے لئے دعائے قنوت کو نہ پڑھا۔ اور نیز امام شافعی کا قول ہے کہ ہم اکثر اہل عراق کے مذہب کیطرف جھک جاتے ہیں اور امام مالکؒ نے منصور اور ہارون رشید سے وہ بات کہی تھی جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اور فتاوے بزازیہ میں امام دوم یعنی امام ابویوسف سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک بار انہوں نے حمام میں نہا کر جمعہ کے دن نماز پڑھی اور امامت کی۔ لوگ نماز پڑھکر جب متفرق ہوگئے تو معلوم ہوا کہ حمام کے کنوئیں میں مرا ہوا چوہا تھا یہ معلوم کرکے امام ابویوسف نے کہا کہ ہم اپنے بھائیوں اہل مدینہ کے قول کو اختیار کرینگے کہ پانی جب قلتین کی مقدار کو پہنچ جاوے تو اس میں ناپاکی نہیں ہوتی اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا انتہی۔ امام خجندی رحمت اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شافعی المذہب نے ایک سال یا دو سال کی نماز نہیں پڑھی۔ اس کے بعد وہ حنفی ہوگیا اب وہ نماز قضا امام شافعی کی موافق ادا کرے یا امام ابوحنیفہ کے موافق انہوں نے جواب دیا کہ جس مذہب کے موافق قضا کریگا۔ نماز جائز ہوجائیگی لیکن نماز کے جواز پر اس کو اعتقاد بھی ہو انتہی

جامع الفتاوے میں ہے کہ اگر کسی حنفی نے کہا۔ اگر میں فلان عورت سے نکاح کروں۔ تو اس پر تین مرتبہ طلاق ہے اس کے بعد اس نے کسی شافعی سے مسئلہ پوچھا اور اس نے جواب دیا کہ اس عورت پر طلاق نہ ہوگی اور یہ قسم باطل ہے تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی مضائقہ نہیں ہے اگر شخص شافعی کا اقتدا کر لے اس لئے اکثر صحابہ اسی جانب ہیں امام محمد نے اپنے امالی میں بیان کیا ہے کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تجھ پر البتہ طلاق ہے۔ اور یہ فقیہ اس طلاق کو البتہ تین مرتبہ خیال کرتا تھا۔ اس کے بعد کسی قاضی نے اس طلاق کے رجعی ہونے کا حکم دیا۔ تو رجعی ہی ہونا با موقع ہوگا۔ ایسے ہی تحریم اور تحلیل یا اعتاق یا مال وغیرہ لینے کے فیصلوں میں جہاں جہاں فقہا کا اختلاف ہوا کرتا ہے۔ ان موقعوں میں اس فقیہ کو جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو یہی مناسب ہے کہ اپنی رائے کو ترک کر دے۔ قاضی کے فیصلے کو اختیار کرنا چاہئے۔ جو قاضی نے اس پر لازم کر دیا ہو۔ اسی کا پابند رہنا چاہئے۔ جو اس نے دیا ہو۔ وہی لے لینا چاہئے۔ امام محمد رحمت اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور ایسے ہی ایک شخص ناواقف تھا۔ اور اس کو کوئی واقعہ پیش آیا۔ اس کو فقہا سے اس نے دریافت کیا۔ اور فقہا نے حلال یا حرام ہونے کا فتوے دیا۔ لیکن مسلمانوں کے قاضی نے ان کے خلاف حکم دیا۔ اور وہ مسئلہ فقہا میں مختلف فیہ تھا۔ تو اس شخص کو یہی مناسب ہے کہ فقہا کے فتوے کو ترک کر کے قاضی کے فیصلے کو اختیار کرے انتہے۔

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے بعض لوگوں کو پایا۔ ان کا یہ قول ہے کہ جتنے مسایل ان بڑے بڑے شرح اور صحیح کتابوں میں مندرج ہیں۔ وہ تمام امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے اقوال ہیں۔ ایسے لوگ ان قولوں میں جو تخریج کئے گئے ہیں۔ اور جو حقیقت اور اصلی قول ہیں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور اس کے معنی کچھ نہیں سمجھتے۔ کہ فقہا کہا کرتے ہیں کہ کرخی کی تخریج کے موافق مسئلہ کا یہ حکم ہے۔ اور طحاوی کی تخریج کے موافق یہ حکم ہے۔ اور نہ یہ فقہاء کے اس قول میں کچھ فرق سمجھتے ہیں۔ کہ ابوحنیفہ نے ایسا کہا ہے اور ابوحنیفہ کے مذہب یا ان کے قاعدہ کی بنا پر مسئلہ کا یہ حکم ہے اور ایسے لوگ ان اقوال کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے۔ جو محققین حنفیہ مثل ابن الہمام اور ابن النجیم نے دہ در دہ مسئلہ میں اور ایسے ہی تیمم کے لئے پانی کے ایک میل دوری کے شرط میں وامثالہا بیان کئے ہیں کہ یہ سب امور اصحاب حنفیہ کی تخریجات سے ہیں حقیقت میں یہ مذہب نہیں ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ مذہب کی بنیاد ان جھگڑے کی باتوں پر ہے۔ جو مبسوط سرخسی اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو یہ معلوم نہیں۔ کہ اول اول ان باتوں کو فقہا میں معتزلہ نے ظاہر کیا تھا۔ اس پر مذہب مبنی نہ تھا بعد کو متاخرین نے بھی ذہنوں کے مانجھنے اور تیز کرنے کے لئے اچھا سمجھ لیا یا کسی اور وجہ کے لئے انکو پسند کر لیا۔ واللہ اعلم۔

ایسے ایسے شکوک اور شبہات اکثر ان تمہیدات سے حل ہو جاتے ہیں۔ جو اس باب میں بیان کی گئیں۔ اور نیز مسائل مشکلہ سے ایک یہ امر ہے کہ بعض علما کا یہ قول ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کی مخالفت کی بنیاد ان اصول پر ہے جو بزدوی وغیرہ میں مذکور ہیں۔ حالانکہ حق بات یہ ہے کہ یہ اصول اکثر ان کے اقوال سے خارج کرلئے گئے ہیں میرے نزدیک یہ مسئلہ کہ خاص مبین ہوا کرتا ہے پھر اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ الخاص مبین لا یلحقہ البیان اور آیت پر زیادتی نسخ ہوتی ہے وان الزیادۃ نسخ اور یہ کہ خاص کی طرح عام بھی قطعی ہوا کرتا ہے ان العام قطعی کالخاص اور راویوں کی کثرت کوئی ترجیح کو باعث نہیں ہوتی ولا ترجیح بکثرۃ الرواۃ۔ اور جو راوی فقیہ نہ ہو اور رائے قائم کرنے کا موقع ہو تو ایسے شخص کی روایت واجب العمل نہیں ہے۔ اور یہ کہ شرط اور وصف کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفہوم کا کچھ لحاظ نہیں ہوا کرتا ہے لا عبرۃ بمفہوم الشرط والوصف اور امر سے وجوب ثابت ہوا کرتا ہے موجب الامر ھو الوجوب البتۃ اور ایسے ہی اور اصول تمام ایمہ کے کلام سے مستخرج اور ماخوذ ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور صاحبین سے بنقل روایت صحیح ثابت نہیں ہیں۔ اُن اصول کا محفوظ رکھنا اور متقدمین نے جو جو امور مستنبط کئے ہیں۔ اور اُن پر جو جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اُن کے جواب دینا ان اصول مخالف اصول اور اُن پر اعتراضات وارد کے جواب دینے سے زیادہ مستحق نہیں تھے مثلاً ان علماء نے قاعدہ بنایا ہے۔ کہ الخاص مبین لا یحتمل البیان اس قاعدہ کو متقدمین کی تقریر سے پیدا کیا ہے۔ جو قول الٰہی واسجدوا وارکعوا میں کی ہے کہ یہاں رکوع وسجود مبین ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کہ کسی کی نماز پوری نہ ہوگی جب تک کہ وہ اپنی پشت کو رکوع وسجود میں ٹھیک نہ کریگا لا تجزی صلوۃ الرجل حتے یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود میں متقدمین فرضیت اطمینان کے قایل نہیں ہوئے ہیں اور حدیث کو آیت کے بیان میں انہوں نے قرار نہیں دیا ہے۔ اس لئے اُن پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قولہ تعالٰے وامسحوا برؤسکم میں بھی لفظ مسح خاص ہے اور ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر مسح کرنے کو پھر اُنہوں نے بیان کیوں قرار دیا اور ایسے ہی قولہ تعالٰے الزانیہ والزانی فاجلدوا اور نیز قولہ تعالٰے السارق والسارقۃ فاقطعوا۔ اور قولہ تعالٰے حتے تنکح زوجا غیرہ وغیرہ میں جو بیانات بعد کو لاحق ہوتے ہیں۔ اُنکے جوابات میں بہت تکلفات کئے گئے ہیں کما ھو المذکور فی التبیم اور ایسے ہی قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ العام قطعی کالخاص اسکو انہوں نے متقدمین کے تقریر سے اسطرح اخذ کیا ہے کہ انہوں نے حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن کا مخصص قرار نہیں دیا ہے اور ایسے ہی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول لیس فیما دون خمسۃ اواق صدقۃ کو حدیث فیما سقت العیون العشر کا مخصوص قرار نہیں دیا ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قسم دوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں بالتفصیل اُنکے اسرار کے بیان میں

اس جگہ ہم کو تھوڑی سی اُن احادیث کا ذکر کرنا منظور ہے جن کا اہلحدیث اور علماء میں زیادہ چرچا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے اُن کی روایت کی ہے علاوہ ان کے اگر کوئی حدیث بیان کی ہے تو اسکو بالتتبع ذکر کیا ہے اس لئے ہم نے ہر حدیث کی نسبت اُسکے راوی کی طرف نہیں کی ہے اور اکثر حدیث کے حاصل معنی یا اُسکے ایک ٹکڑے کو بیان کر دیا ہے اسواسطے کہ ان کتابوں میں سے حدیث کا تلاش کر لینا چنداں دشوار نہیں ہے ٭

اُن احادیث کا ذکر جو ایمان کے باب میں وارد ہوئی ہیں

چونکہ سرور کائنات کی رسالت تمام روئے زمین کیواسطے عام تھی تاکہ تمام ادیان پر آپ کے دین کو غلبہ ہو اس غلبہ سے خواہ کسی معزز کی عزت یا کسی ذلیل کی عزت اسلئے آپ کے دین میں کئی طرح کے لوگ داخل ہوئے لہذا ان میں باہم تمیز کیفیت درکار ہوئی کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں ہے اور مسلمانوں میں سے بھی اُس ہدایت سے جو خدا تعالے کے پاس سے آئی ہے کس کو بہری ہوئی اور کس کے دل میں اُس کی خوبی نے سرایت نہیں کیا اسواسطے شارع نے ایمان کی دو قسمیں کیں ایک تو وہ جس پر دنیاوی احکام کا دارومدار ہے اور اسی وجہ سے جان و مال کی حفاظت ہوسکتی ہے اس ایمان کو شارع نے چند امور میں جنسے بظاہر فرمانبرداری ثابت ہوتی ہے منضبط کیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھ کو حکم ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ خدا تعالے کے سوا کوئی پوجا کے قابل نہیں ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کا فرستادہ ہے اور نماز کے پابند نہوں اور زکوۃ نہ دیں اور جب یہ سب باتیں انہوں نے کر لیں تو بیاں تو اپنی جان و مال اُنہوں مجھ سے بچا لئے بجز حقوق اسلام کے اور پھر اُن کا حساب کتاب خدا کے متعلق ہے امرت ان اقاتل الناس حتے یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله ویقیموا الصلوة ویؤتوا الزكوة فاذا فعلوا ذالک عصموا منی دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی الله اور فرمایا ہے جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارا ہی قبلہ اُس کا قبلہ ہو اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھاوے وہ مسلمان ہے اور خدا اور اُسکا رسول اس کا ذمہ دار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے پس تم لوگ خدا تعالےٰ کے عہد میں دخل نہ دینا من صلے صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فے ذمتہ ﴿

اور فرمایا ہے اصول ایمان تین ہیں۔ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اُس سے کچھ مداخلت نہ کرنا کسی گناہ سے اسکو کافر مت بنا اور کیسا ہی کچھ کرے اُس کو اسلام سے خارج مت جان اخیر حدیث تک ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام لعمل الحدیث ﴿

ایمان کی دوسری وہ قسم ہے کہ جس پر نجات اخروی اور فوز بالدرجات کا مدار ہے اور اس میں تمام عقائد حقہ اور اعمال صالحہ اور ان کا ملکہ داخل ہے اس ایمان میں کمی اور بیشی ہوسکتی ہے اور شارع کا دستور ہے کہ ان اعمال کو ایمان کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے تاکہ ان اعمال کے جزو ایمان ہونے پر تنبیہ بلیغ ہو جاوے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو امانتدار نہیں ہے وہ بے ایمان ہے اور جس کو عہد کا پاس نہیں ہے وہ بے دین ہے۔ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ۔ اور فرمایا ہے مسلمان وہ شخص ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہونچے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الحدیث۔ اس ایمان کی بہت سی شاخیں ہیں اور اس کا حال درخت کا سا ہے کہ درخت کے اندر پھول اور پھل اور شاخیں اور پتے اور اس کا تنہ سب داخل ہیں اور سب کو درخت کہتے ہیں مگر جب اس کے پھل و پھول توڑ لئے جائیں اور پتے کھسوٹ ڈالے جائیں اور شاخیں کاٹ ڈالی جائیں تو اُس درخت کو درخت ہی کہتے ہیں مگر وہ درخت خراب کہلاتا ہے اور جب اس درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالیں تو درخت کا نام اس وقت اس سے جاتا رہتا ہے یہی معنی ہیں اللہ جل جلالہ کے اس کلام کے کہ ایمان والے وہی لوگ ہیں کہ جب کوئی خدا کا ذکر کرے تو اُنکے دلوں میں خوف طاری ہو جاوے۔ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم۔ اور چونکہ یہ سب اعمال ایک قسم کے نہ تھے اس واسطے شارع نے اُس کے دو حصے کئے۔ ایک تو ارکان یہ تو وہ ہیں جو سب اعمال میں زیادہ تر معتمد علیہا اور مہتم بالشان ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اسلام کی بنا پانچ چیزیں پر ہے ایک تو اس بات کی کہ سوائے خدا تعالےٰ کی پوجا کے قابل کوئی نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں گواہی دینا اور نماز کی پابندی اور ادائے زکوٰۃ اور حج اور صیام رمضان بنی الاسلام علے خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ دوسرے ان سے علاوہ سب ہیں جنکی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ہیں جن میں سے سب سے بڑھکر کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور سب سے ادنےٰ جس خبر سے لوگوں کو تکلیف ہو اُس سے رستہ کا صاف کر دینا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ الایمان بضع وسبعون شعبۃ وافضلہا قول لا الٰہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان ﴿

ایمان کے پہلی قسم کے مقابل کا نام کفر ہے اور دوسری قسم کے مقابل میں دو صورتیں ہیں اگر تصدیق قلبی نہیں ہے بلکہ صرف تلوار کے زور سے احکام شرعیہ کی فرمانبرداری کرتا ہے تب تو وہ خالص نفاق ہے اور اس قسم کا منافق وہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا آخرت کے اندر دونوں برابر ہیں بلکہ منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہے اور اگر تصدیق قلبی ہے مگر اس کے ساتھ عمل نہیں ہے تو وہ فاسق ہے یا عمل بھی کرتا ہے مگر اس کا دل اس میں نہیں لگتا تو یہ دوسری قسم کا منافق ہے بعض سلف نے اس نفاق کا نام نفاق فی العمل رکھا ہے اور اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ طبیعت یا رسم یا بدعقیدگی کا حجاب اس کے قلب پر چھا جاتا ہے اور بعض اہل اور اولاد اور کنبے کی محبت میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے اس باعث سے اس کے قلب میں جزا و سزا کے مستبعد سمجھنے اور معاصی پر جرأت کرنے کی ایک نامعلوم حرکت پیدا ہو جاتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کے سخت سخت حکم اس کو ناگوار گذرتے ہیں اور کبھی بعض کفار کی محبت اعلائے کلمۃ اللہ سے اس کو مانع ہو جاتی ہے ۔

ان دو معنی سے علاوہ ایمان کے دو معنی اور بھی آتے ہیں ایک تو ضروری التصدیق چیزوں کی دل سے تصدیق کرنا جسکے نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے ایمان اس کا نام ہے کہ تو خدا پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر یقین رکھے الایمان ان تومن باللہ وملائکتہ الحدیث ۔ دوسرے ایک دل کی تسلی اور اندرونی کیفیت کا نام ہے جو مقربین کو حاصل ہوا کرتی ہے جس کی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو ایمان کا جزو ہے الطہور شطر الایمان ۔ اور فرمایا ہے جب کوئی بندہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو ایمان اسکے قلب سے نکلکر سائبان کی طرح اس کے سر پر آ جاتا ہے اور جب وہ اس کو ترک کر دیتا ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان ۔ اور حضرت معاذ رض فرماتے ہیں آؤ کچھ دیر ہم اہل یقین بن جاویں تعال نومن ساعۃ پس ثابت ہوا کہ ایمان کا لفظ شرع میں چار معنی کے اندر مستعمل ہوتا ہے ۔ اب ایمان کے باب میں جو احادیث متعارضہ وارد ہوئی ہیں اگر ہر حدیث اپنے اپنے محل پر محمول کی جائے تو تمام شکوک اور شبہے منقطع ہو سکتے ہیں اسلام کے لفظ سے ایمان کے پہلے معنی بہ نسبت ایمان کے لفظ کے زیادہ تر قریب الفہم ہوتے ہیں و لہذا اجل جلالہ نے فرمایا ہے کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا اور ایک مرتبہ (حضرت سعد نے کسی شخص کی نسبت کہا تھا کہ میں اسکو ایماندار جانتا ہوں) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ مسلمان کہو او مسلماً ۔

ایمان کے چوتھے معنے پر بہ نسبت ایمان کے احسان کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے ۔

چونکہ نفاق فی العمل اور اس کا مقابل یعنے اخلاص ایک اندرونی چیز ہے لہذا شارع کو اس کے علامات بیان کرنے پڑے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ سب پائی جائیں وہ تو پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جاتی ہے جب تک اس کو ترک نہ کر دے جب اس کے پاس کوئی امانت رکھے تو خیانت کرے اور جب کہیں کا ذکر کرے تو جھوٹ بولے اور کسی سے عہد کرے تو پورا نہ کرے اور کسی سے لڑے تو گالیاں بکے اربع من کن فیہ کان منافقا خالصۃ ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا ائتمن خان واذا حدث

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر - اور فرمایا ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں ہونگی اُن کے سبب سے اسکو حلاوت ایمانی حاصل ہوتی ہیگی جس شخص کو خدا اور اُسکے رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو - اور جو شخص خالصۃً للہ کسی سے محبت کرتا ہو اور جو شخص کفر سے نکل آنے کے بعد کفر کی طرف اُس کو اعادہ کرنا اس قدر ناگوار ہو جس قدر آگ میں ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے ثلث من کن فیہ وجد بہن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما ومن احب عبدا لا یحبہ الا للہ ومن یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقی فی النار - اور فرمایا ہے کہ جب تم کسی شخص کو بالالتزام مسجد کی طرف آتا جاتا دیکھا کرو تو اُس کے ایمان کے گواہ رہو اذا رایتم العبد یلازم المسجد فاشہدوا لہ بالایمان - اور ایسے ہی آپ نے فرمایا ہے کہ علی رضہ کی محبت ایمان اور اُن سے بغض نفاق کی دلیل ہے حب علی آیۃ الایمان وبغض علی آیۃ النفاق - اور اُس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خدا تعالےٰ کے معاملہ میں بہت سختی سے پیش آیا کرتے تھے یہ اُن کی سختی وہی شخص گوارا کر سکتا ہے جس کے طبعی قوئی ضعیف ہو گئے ہوں اور اُس کی عقل کو خواہش نفسانی پر غلبہ ہو اور فرمایا ہے انصار کی محبت ایمان کی دلیل ہے حب الانصار آیۃ الایمان اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ عرب کے قبائل معدی اور یمنی میں ہمیشہ نزاع درپیش رہتا تھا اسلام نے اگر اس نزاع کو دور کر کے اُنہیں یکجا کر دیا اب جس نے دل سے اعلائے کلمۃ اللہ کا عزم بالجزم کر لیا اُس کا دل تو ان جھگڑوں سے پاک ہو گیا اور جس نے یہ ارادہ نہیں کیا اُس کے دل میں وہی نزاع بدستور قائم رہا۔

www.KitaboSunnat.com

ایک حدیث میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی بیان فرمایا ہے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے اور ضمام بن ثعلبہ اور اس اعرابی کی حدیث میں جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ مجھ کو ایسا عمل بتا دیجیے جو میرے واسطے دخول جنت کا موجب ہو جائے بیان فرمایا کہ یہ پانچ چیزیں اسلام کی ستون ہیں جس نے اُن کو کر لیا پھر چاہے اُس نے کچھ اور عبادت نہ کی ہو دوزخ کے عذاب سے اپنی گردن کو اُس نے رہا کر لیا اور جنت کا مستحق ہو گیا - ان ہذہ الاشیاء الخمسۃ ارکان الاسلام وان من فعلہا ولم یفعل غیرہا من الطاعات قد تخلص رقبتہ من عذاب واستوجب الجنۃ ایسے ہی یہ بیان کیا ہے کہ نماز کا ادنےٰ درجہ کیا ہے اور وضو کا ادنےٰ درجہ کیا ہے۔

تمام عبادات میں خاص کر کے ان پانچ چیزوں کو اس واسطے رکن قرار دیا ہے کہ انسان کی تمام عبادات میں سے انہیں پانچ کی زیادہ شہرت ہے اور تمام ملتوں نے سب عبادتوں سے زیادہ تر التزام اور اہتمام انہیں پانچ کا کیا ہے تمام یہود اور نصارے اور مجوس اور بقیہ عرب کو انہیں کا اہتمام ہے البتہ ہر ایک کا طریقہ ادا کرنے کا جداگانہ ہے علاوہ بریں یہ پانچ عبادتیں اور عبادتوں کے بدلہ کافی ہو سکتی ہیں ان کے سوا کوئی اور ایسی عبادت نہیں ہے جو انکے بدلہ کافی ہو سکے اس واسطے کہ تمام نیکیوں کا اصل الاصول توحید الٰہی اور تصدیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور احکام الٰہی کا مان لینا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام روئے زمین کے لئے عام تھی اور فوج فوج لوگوں کی دین الٰہی میں داخل ہوتی چلی جاتی تھیں اس لئے لامحالہ ایک ظاہری شناخت کی حاجت پڑی جس سے مخالفین اور موافقین میں باہم تمیز کر سکیں اور اسلامی احکام کا اُس پر دار مدار ہو اور لوگوں سے اُس کی بازپرس کی جائے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اس تمیز کے لئے مدتوں تک میل جول کی ضرورت ہوتی۔ اور اس کے بعد بھی صرف ظنی تفریق ہو سکتی تھی جسکی بنا قرائن پر ہوتی دوسرے یہ کہ ایک شخص کو مسلمان کا حکم دینے میں سب کی رائے مختلف ہوتی اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں اسلام کے احکام جاری کرنے میں کس قدر دقت واقع ہوتی اب دلی اعتقاد اور تصدیق کے معلوم کرنے میں تو اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے اختیار اور خوشی سے ایک بات کا اقرار کرے اور یہ بات ہم بیان ہی کر چکے ہیں کہ انسانی سعادت اور اخروی نجات کا مدار چار خصلتوں پر ہے اور نماز اور اس کے ساتھ طہارت ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ان چار میں سے دو یعنی فرمانبرداری اور تقدس کی صورت نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور ان اوصاف کا اس کے کرنے والے میں گمان کر سکتے ہیں اور زکوٰۃ کا بشرطیکہ اس کے مستحقین کو دینا ایسا ہے کہ اُسکے ادا کرنے والے میں اُن اخلاق چہارگانہ میں سے دو اوصاف یعنی سخاوت اور عدل کا گمان غالب ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حجاب دور کرنے کے لئے ایک ایسی عبادت کی حاجت ہے جس سے نفس کے اوپر ایک قسم کا دباؤ رہے اور اس باب میں روزہ سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ تمام شرائع کا اصول الاصول شعائر اللہی کی تعظیم ہے اور چار چیزیں شعائر اللہی ہیں از انجملہ کعبہ بھی ہے اسی کی تعظیم کا نام حج ہے اور سابقاً جو ہم بیان کر چکے ہیں اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ عبادات غیر اور عبادتوں کے بدلے کافی ہو سکتی ہیں انکے سوا کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو انکے بدلے کافی ہو سکے۔

شرع کے اعتبار سے گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں صغائر اور کبائر کبائر گناہ اس وقت صادر ہوتے ہیں جب قوائے بہیمیہ یا سبعیہ یا شیطانیہ کا پورے طور پر غلبہ ہو جاتا ہے اور اس میں حق کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے اور شعائر اللہی کی حرمت کا ہتک لازم آجاتا ہے یا تدابیر اللہی کی جن میں بندوں کی مصلحت ہوتی ہے مخالفت یا بندوں کا اس میں ضرر عظیم پایا جاتا ہے اور بایں ہمہ شرع کی نافرمانی ہوتی ہے اور اس کا کرنیوالا شرع کو پس پشت ڈالدیتا ہے کیونکہ شرع نے اس کے کرنے سے سخت نہی کی ہے اور اس کے کرنے والے کو بہت شدت سے تہدید کی ہے اور اس کا کرنا ایسا بیان کیا ہے جیسا کہ اس دین سے خارج ہونا اور جو گناہ اس درجہ کے تو نہیں ہیں مگر ان کے دواعی اور اسباب ہیں۔ اور شارع نے لازمی طور پر ان سے منع بھی کیا ہے مگر اس قدر شدت نہیں کی ہے جس قدر کبائر میں کی ہے۔ ایسے گناہوں کو صغائر کہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ کبائر گناہ محدود نہیں ہیں کہ گنتے ہیں بلکہ اُن کی تعریف یہی ہے کہ یا تو قرآن اور حدیث صحیح میں اس کے کرنے والے پر وعید متعلق ہوئی ہو یا شرع میں اس گناہ پر حد مقرر ہو یا شارع نے اس کا نام کبیرہ بیان فرمایا ہے اور اس کے مرتکب ہونے کو خروج من الدین بیان کیا ہو یا جس چیز کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ بیان فرمایا ہو کوئی اور شئے بھی فساد اور خرابی میں اس سے بھی زیادہ یا اس کے برابر ہو یہ گناہ سب کبائر ہیں اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ زنا کرتے وقت زانی میں ایمان نہیں رہتا۔ لایزنی الزانی حین یزنی وھو مومن الحدیث اس کے یہی معنی ہیں کہ یہ افعال اسی وقت صادر ہوتے ہیں کہ جب قوائے بہیمیہ یا سبعیہ کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب طرف سے چھا جاتے ہیں اور قوت ملکیہ کالمعدوم اور ایمان بمنزلہ زائل کے ہوجاتا ہے اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان گناہوں کا کبیرہ ہونا بیان فرما دیا۔

اور فرمایا ہے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اُس اُمت کا کوئی ہو چاہے یہودی ہو یا نصرانی ہو جس کو میری خبر پہونچ گئی ہے اور خدا کے ہاں سے جو احکام میں لیکر آیا ہوں اُس پر وہ ایمان نہیں لایا جہنمی ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا والذی نفس محمد بیدہ لایسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار میں کہتا ہوں یعنی جس شخص کو دعوت اسلام پہنچ چکی اور باینہمہ وہ اپنے کفر پر جما رہا حتے کہ اُسی پر مرگیا تو وہ بلا شبہ دوزخ میں جائیگا کیونکہ اُس نے خدا تعالےٰ کی اُس تدبیر کی جو بندوں کی مصلحت کے لئے اُس نے مقرر کی تھی مخالفت کی اور اپنے آپ کو خدا تعالےٰ اور ملائکہ مقربین کی لعنت کا مورد بنالیا۔ اور نجات کی طرف پہنچانیوالے راستہ کو چھوڑ دیا۔ اور فرمایا ہے تم میں سے کوئی شخص اُسی وقت ایماندار ہو سکتا ہے کہ اپنی اولاد اور باپ اور تمام لوگوں سے میری محبت اُس کو زیادہ ہو ورنہ نہیں لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک کسی شخص کی خواہش ان احکام کی کہ جن کو میں لے کر آیا ہوں تابع نہ ہو جائے اُس وقت تک وہ ایماندار نہیں ہو سکتا لایومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ میں یہ کہتا ہوں ایمان کا کمال یہی ہے کہ عقل کو طبیعت پر غلبہ حاصل ہو کہ اُس کے نزدیک بادی الامر میں مقتضی عقل کو مقتضی طبعی پر ترجیح ہو اور یہی محبت رسول صلعم کا مال ہے اور کاملین میں تو میں قسمیہ کہتا ہوں کہ اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کسی نے عرض کی کہ مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات ارشاد فرمادیجئے کہ پھر مجھے کسی سے آپ کے بعد یا یہ کہا کہ کسی اور سے اُس کے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے تو آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا یہ کہہ کہ خدا پر میں ایمان لایا اور پھر اُس پر جما رہ قیل یارسول اللہ قل لی فی الاسلام قولا لا اسئل عنہ احدا بعدک وفی روایۃ غیرک۔ قال قل آمنت باللہ ثم استقم۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کے سامنے اسلام اور فرمانبرداری کے حالات کا نقشہ رکھا کرے اور جو کام اُس کے موافق ہوں وہ تو کیا کرے اور جتنے کام اُس کے خلاف ہوں اُن سے دست بردار ہو جائے اور یہ ایک دستور العمل ہے جس کی وجہ سے انسان کو گرچہ با تفصیل علم شرائع نہیں ہوتا مگر اجمالا اُس کو ایک علم حاصل ہو جاتا ہے جو اُس کے لئے موجب بصیرت اور سبقت کا باعث ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو سچے دل سے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ کہے مگر خدا تعالےٰ دوزخ کی آگ پر اُس کو حرام کر دیگا۔ ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار۔ اور فرمایا ہے اگرچہ وہ چوری کرے اور اگرچہ زنا کرے وان زنی وان سرق اور ایک حدیث میں فرمایا چاہے وہ کچھ کرے۔ علی ما کان من عمل۔ میں کہتا ہوں اُس سے مراد ہے کہ اس سخت آگ پر جو ہمیشہ کے واسطے ہے اور کافروں کے لئے مقرر کی گئی ہے کلمہ گو کو خدا تعالےٰ حرام کر دیگا۔ اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہوا ہو اور اسطرح سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا اُس میں نکتہ یہ ہے کہ گناہوں کے درجوں میں بہت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ق ہے اگرچہ کہنے کو سب گناہ کہلاتے ہیں اب اگر کبائر کو کفر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کے سامنے انکی
ہستی نہیں معلوم ہوتی اور نہ ان کا کچھ معتد بہ اثر معلوم ہوتا ہے اور نہ دخول نار کے واسطے وہ ایسے سبب ہو سکتے ہیں جو ان کو
سبب کہا جاسکے یہی حال کبائر کے اعتبار سے صغائر کا ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اسی فرق کو نہایت
اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس طرح صحت اور مرض میں فرق ہے جس طرح اگر اعراض خارجیہ مثلاً زکام یا تعب بدنی کو سوء مزاج
کے ساتھ جو جوہر بدن میں متمکن ہو جائے جیسے جذام یا سل یا استسقا قیاس کریں تو اول کو بمقابل دوسرے کے صحت کا اطلاق
کر سکتے ہیں اور زکام یا تعب بدنی والے کو بہ نسبت ان امراض والے کے کہہ سکتے ہیں کہ یہ مریض نہیں ہے اور اس کو کوئی بیماری
نہیں ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصیبت کے سامنے دوسری مصیبت کا خیال بھی نہیں رہتا مثلاً ایک شخص کے
کان نائب جاتے اور پھر اس کے بعد اس کا گھر اور مال کوئی لوٹ کر لیجائے تو وہ بیان کرتے وقت یہ کہدیتا ہے کہ پہلے مجھ پر بالکل
کوئی مصیبت نہ تھی۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابلیس پانی کے اوپر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو لوگوں کے فتنہ میں
ڈالنے کو روانہ کر دیتا ہے ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس الحدیث جاننا چاہیئے کہ خدا تعالے نے
نے شیاطین کو پیدا کیا ہے اور ان کی جبلت میں یہ بات رکھی ہے کہ لوگوں کو اغوا کریں جس طرح کوئی کیڑا ہوتا ہے اور جو اس
کے مزاج کا مقتضے ہوتا ہے اس کے موافق وہ کام کرتا رہتا ہے جس طرح پاخانہ کا کیڑا اپنے مقتضے طبع سے غلیظ میں لوٹا پوٹا
کرتا ہے اور ان شیاطین کا ایک سردار ہے جو اپنا تخت پانی کی سطح پر بچھاتا ہے اور اپنے ماتحت کو اس کام کی تکمیل کے
لئے جس کے وہ درپے ہیں بلاتا ہے اور پوری پوری شقاوت اور گمراہی کا مستحق ہوتا ہے۔

ہر نوع اور صنف میں خدا تعالے کا یہی قاعدہ جاری ہے اور اس میں کچھ مجاز نہیں ہے اور میرے نزدیک
یہ بات ایسی محقق ہو گئی ہے جیسے کوئی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خدا کا شکر ہے جس نے اس کی بات وسوسہ ہی تک رہنے دی
الحمد للہ الذی رد امرہ الی الوسوسۃ اور فرمایا ہے شیطان اس بات سے کہ جزیرہ عرب میں مسلمان اسکی پرستش
کریں مایوس ہو گیا مگر ان میں باہم بری باتوں کی رغبت دلانے کی اس کو امید ہے الشیطان قد ایس من ان یعبدہ المسلمون
فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینہم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب بعض صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے
دل میں بعض باتیں ایسی آتی ہیں جن کے زبان سے کہنے پر ہم کو جرأت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے
ذالک صریح الایمان۔

جاننا چاہیے کہ جس قدر کسی شخص میں وسوسہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اسی قدر اس کے دل میں
وسوسہ کی تاثیر ہوتی ہے بڑی سے بڑی تاثیر وسوسہ شیطانی کی یہ ہے کہ انسان کو کافر بنادے اور دین سے اس کو خارج
کر دے اور جب خدا تعالے اس تاثیر سے بندے کو محفوظ کر لیتا ہے تو ان وسوسوں کی تاثیر دوسری صورت میں
بدل جاتی ہیں یعنے معاملات اور تدبیر منزل میں بگاڑ ڈالنا اور گھر یا شہر والوں میں فساد برپا کرنا پھر جب خدا تعالے اس سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کسی کو محفوظ کر لیتا ہے تو پھر وسوسہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور دل میں پیدا ہو کر بیتا رہتا ہے اور چونکہ اس کا اثر اس شخص کے قلب میں ضعیف ہوتا ہے اس لئے یہ وسوسہ کسی کام پر اس کو آمادہ نہیں کر سکتا اس وسوسہ سے اس شخص کو کچھ مضرت نہیں پہنچتی بلکہ جب اس وسوسہ کے ساتھ اس شخص کو قباحت کا بھی علم ہوتا ہے تو یہ اس کی صریح ایمان کی دلیل ہو جاتا ہے۔

البتہ نفوس قدسیہ میں ان باتوں کا کھٹکا بھی نہیں ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالے نے اس جن پر جو میرے ساتھ رہتا ہے میری اعانت کی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے بجز بھلائی کے مجھے وہ کچھ نہیں تعلیم کرتا۔ الا ان اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر اور ان تاثیرات کا حال آفتاب کی شعاع کا سا ہے کہ لوہے اور قلعی دار چیزوں میں جو اسکا اثر ہوتا ہے دوسری چیز میں وہ اثر نہیں ہوتا علے حسب مراتب۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دل کے اندر شیطان بھی اپنا اثر کرتا ہے اور فرشتہ بھی ان للشیطان لمۃ وللملک لمۃ الحدیث اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ملائکہ کے قلب کے اندر سکا تو یہ اثر ہوتا ہے کہ انس الہی اور اعمال صالح کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور شیاطین کی تاثیر کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بجائے انس کے وحشت اور اضطراب اور اعمال صالح کی رغبت کے بدلہ افعال قبیحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کسی کے دل میں اس قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو اس کو اسوقت یہ کہدینا چاہئے کہ مجھ کو خدا اور رسول کا یقین ہے من وجد ذلک شیئا فلیقل آمنت باللہ ورسولہ۔ اور آپ نے فرمایا ہے اس کو چاہئے کہ خدا کی پناہ مانگے اور اپنی جانب چپ کو تھوک دے فلیستعذ باللہ ولیتفل عن یسارہ اس میں یہی نکتہ ہے کہ اس کہنے میں خدا تعالے کی طرف التجا اور توجہ اور اس کی یاد اور شیاطین کی تقبیح اور ذلت پائی جاتی ہے اور جب نفس کے اندر اس کی ذلت سما جائیگی اور پھر ان کی طرف نفس کی توجہ اور اس کا رخ ہٹ جائیگا اور ان کا اثر قبول کرنے سے یہ بات اس کو مانع ہوگی جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ہم سے ڈرتے ہیں جب انپر شیطان کا گذر ہوتا ہے تو چونک جاتے ہیں اور جھٹ ان کو توجہ آجاتی ہے۔ ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسٰے علیہ السلام نے اپنے رب کے سامنے جھگڑا کیا احتج آدم وموسٰے عند ربہما میں کہتا ہوں رب کے سامنے جھگڑا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کی روح حظیرۃ القدس کی طرف منجذب ہوگئی اور وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اس نے ملاقات کی اور اصل بھید اس میں یہ تھا کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی معرفت موسٰے علیہ السلام کو ایک علم کا انکشاف کر دیا جس طرح کوئی شخص حالت خواب میں کسی فرشتہ یا کسی بزرگ کو دیکھتا ہے اور اس سے کچھ بات کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے حتے کہ ایک بات جو پہلے سے اس کو معلوم نہیں ہوتی اس شخص کے ذریعہ سے اس کو معلوم ہو جاتی ہے اور یہاں ایک علم تھا جس کی موسٰے علیہ السلام کو خبر نہ تھی اس علم کا خدا تعالے نے اس واقعہ میں موسٰے علیہ السلام پر انکشاف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیا اس واسطے کہ اس قصے میں دو نحوے ہیں ایک تو خاص آدم علیہ السلام کے ذات سے تعلق وہ تو یہ ہے کہ جب تک انہوں نے وہ درخت نہیں کھایا تھا ان کو پیاس لگتی تھی نہ دھوپ نہ بھوکے رہتے تھے نہ ننگے اور فرشتوں کی طرح رہتے تھے اور جب انہوں نے درخت کو کھایا تو بہیمیت کا غلبہ ہوا اور ملکیت اس کے نیچے پست ہوگئی پس لامحالہ درخت کا کھانا گناہ شمار کیا گیا اور اس سے استغفار ضروری ہوا اور دوسری تدبیر کلی کے متعلق ہے جس کا خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے قبل ارادہ کر لیا تھا اور پہلے ہی سے فرشتوں کو اس کی وحی ہو چکی تھی اور وہ یہ ہے کہ اللہ پاک کو حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے یہ منظور تھا کہ نوع انسانی زمین میں خلیفہ ہو کر رہے اور پھر اس سے گناہ صادر ہوں اور وہ اپنے گناہوں سے مغفرت چاہیں اور ان کی مغفرت کی جائے اور ان کو احکام کے ساتھ مکلف کیا جاوے۔ اور ان میں رسولوں کی بعثت ہو۔ اور پھر ثواب اور عذاب اور مراتب کمال اور گمراہی یہ سب چیزیں وقوع میں آویں اور یہ سب علیحدہ ایک بڑی خلقت ہے اور اس درخت کا کھانا ارادہ الٰہی اور اس کی حکمت کے موافق تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا تعالےٰ تم کو فنا کر کے اور لوگ گناہ کرنے والے پیدا کرتا تا کہ گناہ کر کے اس سے مغفرت مانگا کریں اور وہ ان کے گناہ معاف فرمایا کرے۔

اول بہیمیت کا غلبہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام پر ہی ہوا ہے کہ علم ثانی کی ان کو کچھ خبر نہ ہوئی اور اول نے چاروں طرف سے انکا احاطہ کر لیا اور دل ہی دل میں انپر سخت عتاب کیا گیا پھر اس سے انکو خلاصی ہوئی اور علم ثانی کی ایک جھلک اُنپر پڑی اور جب خطیرۃ القدس تک وہ پہنچ گئے تو سب حال صاف صاف انپر روشن ہو گیا۔

جو گمان حضرت آدم علیہ السلام کو تھا حضرت موسےٰ بھی اسی گمان میں تھے حتے کہ اللہ جل جلالہ نے علم ثانی کا ان پر انکشاف فرمایا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس طرح خواب کی تعبیر ہوتی ہے وقائع خارجیہ کی بھی تعبیر ہوا کرتی ہے اور امر و نہی میں ظن و تخمین کو دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے استعداد ہوا کرتی ہے کہ جب وہ پائی جاتی ہے تو اس امر یا نہی کے موجب ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہیں جس طرح حیوان کے صحیح سالم ناک کان کا درست بچہ پیدا ہوتا ہے کیسے تم اس کا ناک کان کٹا ہوا دیکھتے ہو کل مولود یولد علے الفطرۃ ثم ابواہ یہودانہ و ینصرانہ و یمجسانہ کما تنتج البہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء۔

جاننا چاہئے کہ خدا تعالے نے اپنا یہ قاعدہ جاری کر رکھا ہے کہ نباتات حیوانات اور ان کے سوا ہر ایک چیز کے نوع کو خاص خاص شکل پر پیدا کیا ہے مثلاً انسان کی نوع کو اس خاص شکل میں بنایا ہے کہ اس کا پوست کھلا ہوا ہے اور قد سیدھا اور ناخن پھیلے ہوئے ہیں اور ہنستا بولتا ان باتوں سے تمام مخلوقات میں سے وہ متمیز ہو جاتا ہے کہیں شاذ و نادر جگہ اس کے خلاف ہو جاتا ہے مثلاً بجائے ناک کے کسی کے سونڈ پیدا ہو جائے یا اس کے کھر سے پیدا ہو جائیں اسی طرح سے خدا تعالےٰ نے یہ قاعدہ بھی جاری کر رکھا ہے کہ ہر نوع کو تھوڑا تھوڑا سا علم اور ادراک محدود جو اسی کے واسطے خاص مگر اس کے تمام افراد میں عام ہی دے رکھا ہے۔ مثلاً شہد کی مکھی ہے اسکو بھی ادراک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے رکھا ہے کہ جو اس کے مطلب سے درخت ہیں اُن کو معلوم کر لیا کرے اور اپنے چھتے بنایا کرے اور اُن میں شہد جمع کیا کرے اب کسی کا کوئی فرد ایسا نہیں نظر پڑتا جس میں یہ ادراک نہ ہو اور کبوتر کو بھی ادراک دے رکھا ہے کہ اوپر سے کس طرح یکایک گر پڑتا ہے اور آشیانہ بناتا ہے اور اپنے بچہ کو چگاتا ہے اسی طرح انسان کو اللہ پاک نے بہ نسبت اور انواع کے زیادہ تر علم اور ادراک کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور پوری پوری عقل دی ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کی شناخت اور اس کی عبادت اس کے دل میں رکھی ہے اور اسی طرح دنیا کے اندر جو اُس کی بہبودی کے سامان ہیں اُن کا ادراک اس کو دیا ہے اس کا ہی نام فطرت ہے اگر انسان کو اس فطرت سے کوئی مانع پیش نہ آوے تو اسی حالت پر انسان بڑی عمر تک رہ سکتا ہے مگر بسا اوقات اُس کو عوارض پیش آجاتے ہیں جیسے ماں باپ کا اس کو گمراہ کر دینا اس کی وجہ سے اُس کا علم بعینہ جہل ہو جاتا ہے جس طرح راہب لوگ طرح طرح کی ریاضتیں کر کے عورتوں کی خواہش اور کھانے کی خواہش اپنے آپ سے بالکل کھو دیتے ہیں باوجودیکہ فطرت انسانی میں یہ چیزیں داخل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب وہ اپنے آباء کی پشت میں تھے اُس وقت میں اُن کو اس لئے پیدا کیا ہے خلقهم لها وهم فی اصلاب آبائهم اور فرمایا ہے وہ اپنے آباء سے ہیں هم من آبائهم اور فرمایا ہے جو کچھ وہ کرنے والے تھے خدا کو اُس کا پورا علم ہے الله اعلم بما كانوا عاملين اور آپ نے اپنے ایک بڑے خواب میں بیان فرمایا ہے بنی آدم علیہ السلام کی اولاد کے ارواح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوتی ہیں نسم ذرية بنی آدم تکون عند ابراہیم علیہ السلام میں کہتا ہوں اکثر تو بچے کی پیدایش فطرت ہی ہوتی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا مگر کبھی کوئی بچہ اس حالت پر پیدا کیا جاتا ہے کہ بلا کسی عمل کے وہ لعنت الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے جس طرح وہ بچہ کہ جس کو خضر علیہ السلام نے مار ڈالا اُس کی فطرت میں کفر داخل تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے آباء سے ہیں یہ احکام دنیا کے متعلق ہے شرائع میں توقف اس وجہ سے نہیں ہوا کرتا کہ وہ معلوم نہیں ہوتے بلکہ کسی مانع متوقع سے احکام منضبط نہیں ہوا کرتے یا اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی یا اُن میں اشکال ہوا کرتا ہے جس کو مخاطب نہیں سمجھ سکتے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُس کے ہاتھ میں میزان ہے وہ اُس کو جھکا دیتا ہے اور اُٹھا دیتا ہے بيده الميزان يخفض ويرفع میں کہتا ہوں یہ تدبیر کی طرف اشارہ ہے اس واسطے کہ اُس کا منشا اس بات پر ہے کہ جو موافق مصلحت کے ہے اُس کو اختیار فرماتا ہے اسی کے حال میں ہے كل يوم هو فی شان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب لوگوں کے دل خدا تعالے کی دو انگشت میں ہیں ان قلوب بنی آدم فی اصبعين من اصابع الرحمان اور فرمایا ہے قلب کا حال ایک پر کا سا ہے جو چٹیل میدان میں ہے اور اس میدان میں اس کو ہوا اُلٹ پلٹ کرتی رہتی ہے مثل قلب كريشة بارض فلاة يقلبها الرياح ظهرا لبطن۔ میں کہتا ہوں بندوں کے افعال اختیاری ہیں مگر اس اختیار میں اُن کا کچھ اختیار نہیں ہے اور اُس کا حال اس شخص کا سا ہے جو ایک پتھر کو پھینکنے کا قصد کرے اگر یہ پھینکنے والا قادر اور حکیم بھی ہوتا تو اس پتھر کے اندر یہ بات پیدا کر سکتا تھا کہ وہ پتھر خود بخود حرکت کرتا اُس پر کوئی شخص یہ شبہ نہیں کر سکتا کہ جب افعال بھی خدا تعالے ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اختیار بھی اُسی نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی پیدا کیا تو پھر جزا و سزا کس بات پر دیجاتی ہے۔ اس واسطے کہ جزا و سزا فی الحقیقت بعض افعال الٰہی کے بعض پر مترتب ہونے کا نام ہے بایں معنی کہ خدا تعالیٰ نے بندے کے اندر ایک حالت پیدا کرتا ہے پھر اُس کی حکمت کا مقتضے یہ ہوتا ہے کہ اُس میں ایک دوسری حالت راحت یا تکلیف کی پیدا کیجائے جس طرح پانی کے اندر حرارت پیدا کرکے حکمت کا مقتضے ہوتا ہے کہ اسکو ہوا کا جامہ پہنایا جاوے۔

اور جزا و سزا کے اندر جو بندے کا اختیار اور کسب شرط کیا گیا ہے وہ بالذات شرط نہیں کیا گیا بلکہ صرف اسوجہ سے کہ جو اعمال کسب اور اختیار سے نہیں صادر ہوتے تھے یعنی نفس ناطقہ کے کسب اور اُس کے اختیار اور قصد کی طرف ان کی نسبت نہیں ہوتی نفس ناطقہ کے اندر اُن کا کچھ رنگ اور اثر نہیں پیدا ہوتا اور حکمت الٰہی کا مقتضے یہ نہیں ہوتا کہ جن اعمال سے نفس ناطقہ نے کچھ اثر نہیں قبول کیا اُن پر بھی بندے کو جزا و سزا دیجائے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ اختیار غیر مستقل ہے جسکی وجہ سے عمل کا اثر آ سکتا ہے یعنی کسب جس کی وجہ سے خاص یہی بندہ حالت ثانیہ کے پیدا ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے جزا و سزا کی شرطیت کے لیے کافی ہے۔ یہ ایک نفیس تحقیق ہے جو صحابہ اور تابعین کے کلام سے مستنبط ہوتی ہے فافہم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالیٰ نے خلقت کو اولا ایک تاریکی کی حالت میں پیدا کیا اور پھر اپنا نور اُنکی اولاد پر ڈالا اُن میں سے جس کسی کو وہ نور کچھ پہنچ گیا اُس کو تو ہدایت ہوگئی اور جس پر اُس نور کا پرتو نہیں پڑا وہ گمراہ رہا اسیوجہ سے میں کہتا ہوں علم الٰہی پر قلم خشک ہوچکا ان اللہ خلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ فمن اصابہ من ذلک النور اہتدی ومن اخطاہ ضل فلذلک اقول جفت القلم علے علم اللہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیدا کرنے سے پہلے اُن کا اندازہ کیا تو وہ سب کے سب فی حد ذاتہم کمال سے بالکل عاری تھے اس واسطے مناسب ہوا کہ ان کی طرف رسول بھیجے جائیں اور اُن پر کتابیں نازل کی جائیں بعضوں کو تو اُس سے رہبری ہوگئی اور بعض گمراہ کے گمراہ رہتے خدا تعالیٰ نے ایک ہی مرتبہ یہ سب اندازہ کرلیا مگر جو اُن کی ذاتی حالت ہے اس کو اس حالت پر جو بعثت رسل کے بعد پیدا ہوئی تقدم ہے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں حکایۃ عن رب تعالیٰ بیان فرمایا ہے تم سب کے سب بھوکے ہو سوائے اُس کے جس کو میں کھانا کھلاوں اور تم سب کے سب گمراہ ہو مگر جس کو میں ہدایت کردوں کلکم جائع الا من اطعمتہ وکلکم ضال الا من ہدیتہ میں کہتا ہوں یہ بھی ایک ایسے ہی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جیسے آدم علیہ السلام کی ذریت نکالنے کا واقعہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب خدا تعالیٰ کسی خاص زمین میں کسی بندے کے مرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کو وہاں جانے کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔ اذا قضے اللہ لعبد ان یموت بارض جعل لہ الیہا حاجۃ۔ اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض حوادث کا وقوع اسلئے ہوتا ہے کہ اسباب کا سلسلہ منقطع نہ ہوجائے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام خلائق کے مقادیر لکھ رکھی ہے اور اُس کا عرش پانی پر تھا کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنۃ وکان عرشہ علے الماء میں کہتا ہوں سب سے اول خدا تعالیٰ نے لوح و قلم کو پیدا کیا پھر جتنی چیزوں کا موجود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا۔ اُسنے چاہا عرش کے قوی ہیں سے ایک قوت ہیں جو ہماری قوتوں میں سے خیال کی قوت کے مشابہ ہے اور جو معتبر عنہ باندکریے اُسکو پیدا کیا جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔

اس کو کوئی شخص یہ نہ گمان کرے کہ یہ بیان حدیث کے مخالف ہے اس واسطے کہ جو لوگ حدیث سے واقفیت رکھتے ہیں انکے نزدیک لوح اور قلم کی صورت جیسا کہ عوام الناس جانتے ہیں انکے نزدیک کوئی معتد بہ حدیث اُسکے بیان میں نہیں وارد ہوئی اور وہ جو روایتیں بیان کر دیتے ہیں وہ اہل کتاب کی تراشی ہوئی ہیں احادیث محمدی انکو نہ سمجھنا چاہئے اور اہل حدیث میں سے متاخرین جو ان باتوں کے قائل ہوئے ہیں انکا کلام تکلف سے خالی نہیں ہے اور متقدمین میں سے اس باب میں کچھ منقول نہیں ہے۔ الحاصل تمام کائنات کا سلسلہ اسوقت میں وہاں پایا جاتا ہے جسکی کتابت کے ساتھ بیان کیا ہے یہاں کتابت کا اطلاق ایسا ہی ہے جس طرح سیاست مدنیہ میں اُسکا اطلاق تعیین اور ایجاب پر آیا کرتا ہے اسی معنی میں یہاں بھی مستعمل ہے اسی طرح خدا تعالے کے اس کلام میں ہے کہ لکھے گئے تمہارے اوپر روزے کتب علیکم الصیام اور اس کلام میں جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو تمہارے اوپر یہ بات لکھی گئی کتب علیکم اذا حضر احدکم الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے اپنے بندے پر زنا کا ایک حصہ لکھدیا ہے ان اللہ کتب علے عبدہ حظہ من الزنا الحدیث اور صحابی کا یہ کہنا کہ میں فلاں لڑائی میں لکھا گیا حالانکہ وہاں مجاہدوں کے لئے کوئی دفتر نہ تھا جیسا کہ کعب بن مالک نے بیان کیا ہے اور اسی طرح عرب کے اشعار میں بہت کثرت سے آیا ہے۔ پچاس ہزار سال کا ذکر کرنا یا تو اسی مدت کی تعیین ہے یا اس سے طول مدت مراد ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر اپنا داہنا ہاتھ انکی پشت پر پھیرا۔ ان اللہ خلق آدم ثم مسح ظہرہ بیمینہ الحدیث میں کہتا ہوں جب خدا تعالے نے حضرت آدم کو ابو البشر بنایا تو ان کے وجود میں تمام انکی اولاد کی حقیقت داخل کر دی پھر خدا تعالے نے اُن کو کسی وقت میں تمام ان ذریات کا علم جن پر بمقتضائے ارادہ الٰہی اُن کا وجود مشتمل تھا عطا فرمایا اور اُن سب کا ایک صورت مثالیہ میں اُن کو مشاہدہ کرا دیا اور اُن کی سعادت اور شقاوت کو نور اور ظلمت کی صورت میں ظاہر کر دیا اور انکی جبلت میں تکلیف کی قابلیت کو سوال و جواب اور اپنی جانوں پر لازم کر لینے کی صورت میں دکھا دیا پس اُن سے جو کچھ مواخذہ کیا جاتا ہے اُنکی اصلی استعداد ہے اُسکا منشا ہے اسکی نسبت اگرچہ ظاہری صورت انسانی کی طرف کر دیجاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چالیس روز تک تمہاری خلقت ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما الحدیث میں کہتا ہوں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر دفعتا نہیں ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ ہوتا رہتا ہے اور ہر وقت کی حالت اپنی حالت سابقہ اور لاحقہ کے مغائر ہوتی ہے اور جبتک صورت دموی سے اُس کو پورا پورا تغیر نہیں ہوتا اس وقت تک اُس کا نام نطفہ رہتا ہے اور جب اُس میں خفیف سا انجماد ہو جاتا ہے تو اُسکا نام علقہ ہو جاتا ہے اور جب پورا پورا اُس کو انجماد ہو جاتا ہے تو اُس کو مضغہ کہتے ہیں اگرچہ اُس میں ملائم ہڈیاں بھی بن جاتی ہیں اور جس طرح ایک خاص وقت میں زمین میں کھجور کی گٹھلی کو داب دیں اور ایک تدبیر خاص اُس میں صرف کی جائے تو جو شخص اُس غرا کے نوع اور اس زمین اور اُس پانی اور اُس وقت کی خاصیت جانتا ہے وہ جان جاتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ خوب اٹکل ہے اور اس کے حال سے اور بعض بعض باتیں اس کو معلوم ہو جاتی ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے اس بچہ کا حال جو اسکی سرشت کا تقاضا ہے بعض فرشتوں پر کھول دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانا دوزخ اور جنت میں لکھا ہوا نہ ہو ما منکم من احد الا وقد کتب مقعدہ من النار ومقعدہ من الجنۃ

میں کہتا ہوں یہ لوگوں کے اصناف کے متعلق ہے اور کوئی صنف ایسی نہ ہوگی جس میں کمال اور نقصان اور عذاب و ثواب نہ ہوگا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ٹھکانا دوزخ یا جنت میں ہے اور اللہ پاک کا یہ کلام کہ جب تیرے رب نے بنی آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الخ اس حدیث کے کہ حضرت آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیر کے ان کی اولاد کو نکالا ثم مسح ظہرہ بیمینہ فاستخرج منہ ذریۃ مخالف نہیں ہے اس واسطے حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی اولاد کی پشت سے اولاد کی اولاد کو نکالا اسی طرح قیامت تک جس ترتیب سے وہ موجود ہوتی گئی ان کی پشتوں سے اولاد کو نکال نکال کر ان سے عہد لیتے رہے قرآن میں اس کا قصہ پورا پورا مذکور نہیں تھا حدیث شریف نے اس کا تتمہ بیان کر دیا اور اللہ پاک فرماتا ہے پس جس نے دیا اللہ کو ڈرتا رہا اور اچھی بات کی اس نے تصدیق کی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنٰی یعنی ہمارے علم میں جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے تو خارج میں ہم آہستہ آہستہ اس کو ان اعمال کی طرف اب پہنچا دینگے اس توجیہ سے حدیث اس کے اوپر منطبق ہو گئی اور اللہ پاک فرماتا ہے قسم ہے جان کی اور جو اس کو ٹھیک کیا اور پھر اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری اس کو بتا دی

میں کہتا ہوں الہام سے یہاں نفس کے اندر فجور کی صورت کا پیدا کر دینا ہے جس طرح ابن مسعودؓ کی حدیث میں گذر چکا اس واسطے کہ الہام اصل میں ایک صورت علمیہ کے پیدا کرنے کا نام ہے جو علم کا منشا ہوتی ہے اور مجازاً اس سے ایک صورت اجمالیہ جو سبب آثار ہوتی ہے اگرچہ اسکی وجہ سے عالم نہیں کہہ سکتے مراد ہوتی ہے واللہ اعلم۔

ان احادیث کا بیان جو کتاب و سنت سے دلیل پکڑنیکے باب میں وارد ہوئی ہیں

جس قدر تحریف کے راستے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے اپنی امت کو ڈرایا اور ان سے سخت منع فرمائی ہے اور اس کے متعلق اپنی امت سے عہد و پیمان لیلئے ہیں سب سے بڑا سبب تہاون کا یہ ہے کہ لوگ سنت پر عمل چھوڑ دیں اس کے باب میں آپ فرماتے ہیں مجھ سے قبل خدا تعالیٰ نے کوئی نبی کسی امت میں ایسا نہیں بھیجا کہ اس کی امت میں سے کچھ لوگ اس کے حواری اور دوست اس کی سنت پر عمل کرنیوالے اور اس کے حکم کی فرمانبردار پیدا نہ کئے ہوں پھر ان کے بعد نااہل لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں اور جن باتوں کا حکم ان کو نہیں ہوتا وہ کرتے ہیں جو ہاتھ سے ان سے ساتھ جہاد کرے وہ ایماندار ہے اور جو ان سے زبان سے جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور جو قلب سے کرے وہ بھی ایماندار ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے ما من نبی بعثہ اللہ فی امتہ قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاہدہم بیدہ فہو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومن ومن جاہدہم بلسانہ فہو مومن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں تم میں سے کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ جس بات کا میں نے حکم دیا ہے یا اس سے نہی کی ہے وہ امر ہو یا نہی ہو اس کو معلوم ہو اور وہ کہدے میں ان باتوں کو نہیں جانتا۔ جو قرآن میں موجود ہیں ہم لوگ تو اس کا اتباع کرتے ہیں لا الفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدناہ فی کتاب اللہ اتبعناہ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل بالسنۃ پر خاص کر جبکہ لوگ مختلف ہوں بہت ترغیب دی ہے ؛

اور منجملہ اسباب تہاون کے تشدد بھی ہے جس کی نسبت آپ نے فرمایا ہے کہ اپنی جانوں پر سختی مت کرو پھر خدا تعالے بھی تمہارے اوپر سختی کریگا لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم۔ اور ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے عبادت شاقہ کا قصد کیا تو آپ نے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اسی طرح کچھ لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کسی قدر کم سمجھا اور خود اعمال شاقہ کا قصد کیا تو آپ نے ان کو منع فرمایا۔ اور منجملہ ان کے ایک ہر چیز کے زیادہ تحقیق اور اس میں بہت سا تعمق کرنا ہے اس کی نسبت آپ نے فرمایا ہے لوگوں کا کیا حال ہو گیا ہے کہ ایک بات کو میں تو کر لیتا ہوں اور وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں خدا کی قسم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالا اور اس کا پہچاننے والا ہوں ما بال اقوام یتنزہون عن الشئ افعلہ انی لاعلمہم باللہ واشدہم خشیۃ لہ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہدایت پر ہونے کے بعد جو قوم گمراہ ہوئی ہے اس کی وجہ ان کا اتفاق باہمی اختلاف اور جھگڑا ہوا ہے ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی دنیا کی باتوں سے تم خوب واقف ہو انتم اعلم بامور دنیاکم اور بعض صحابہ نے یہود سے کچھ باتوں کے سیکھنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح یہود ونصاریٰ مذبذب ہو رہے ہیں کیا تم بھی اسی طرح اپنے دین میں مذبذب ہونا چاہتے ہو میں تمہارے پاس روشن اور صاف دین لیکر آیا ہوں اور اگر حضرت موسے زندہ ہوتے تو سوائے میری تابعداری کے ان کو چارہ نہ ہوتا امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسے حیا لما وسعہ الا اتباعی۔ اور جو شخص اسلام کے اندر جاہلیت کے طریق کو پسند کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ابغض الناس میں داخل کیا ہے ؛

از انجملہ ایک استحسان ہے اس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے اس دین میں جو کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو اس میں نہیں ہے وہ رد ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد۔ اور ملائکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال اس شخص کی سی بیان کی ہے کہ اس نے ایک مکان بنایا اور اس میں کھانا تیار کیا اور ایک شخص کو لوگوں کے بلانے کے لئے بھیجا مثل رجل بنی دارا وجعل فیہا مادبۃ وبعث داعیا الحدیث۔ میں کہتا ہوں اس میں لوگوں کے تکلف کرنے کی طرف اشارہ ہے پورے طور پر سمجھا دینے کے لئے ایک محسوس چیز کے ساتھ اس کو تشبیہ دی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرا حال اس شخص کا سا ہے کہ اس نے آگ کو روشن کیا مثلی کمثل رجل استوقد نارا الحدیث اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری اور اس چیز کی مثال جس کو خدا تعالے نے مجھے دیکر بھیجا ہے اس شخص کی سی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال ہے کہ وہ شخص ایک قوم کے پاس آوے اور ان سے کہے میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر کو دیکھا ہے انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوما فقال یا قوم انی رایت الجیش بعینی الحدیث۔ یہ حدیث اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ بعض اعمال قبل از بعثت بھی بذاتہ مستوجب عذاب ہوتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجکو جو خدا تعالے نے ہدایت اور علم کے ساتھ بھیجا ہے اُس کی ایسی مثال ہے جیسے بہت زور کا پانی زمین پر برستا ہے مثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا الحدیث۔ یہ اصل میں اُس ہدایت کا جو اہل علم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی۔ خواہ صراحتہ روایت کے ذریعہ سے یا دلالتہ بایں طور کہ انہوں نے مسائل کا استنباط کرکے لوگوں کو مطلع کیا یا انہوں نے شرع کا اتباع کیا اور لوگوں نے اُن کی اقتدا سے رہبری حاصل کی اور جہلاء کے اُس ہدایت کے قبول نہ کرنے کا بیان ہے اور ایک مرتبہ جب آپ نے بہت ہی تاکید سے لوگوں کو نصیحت کی تو اُس میں یہ بھی فرمایا تو تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین مہدئین کے طریقے کو اپنے اوپر لازم کرلینا فعلیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء الراشدین المہدیین۔ میں کہتا ہوں دین کا انتظام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت پر موقوف ہے اور سیاست بشری کا انتظام اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ خلیفہ جس بات کا تدابیر ملکی یا جہاد کے متعلق اپنے اجتہاد سے حکم دے لوگ اُس کے حکم کو مانیں مگر یہ شرط ہے کہ اُس کا یہ حکم خلاف نص یا بدعت کے قبیل سے نہ ہو۔

ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ تو خدا تعالے کا راستہ ہے پھر اس خط کے ادھر اُدھر اور خط کھینچے اور فرمایا یہ بھی راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اُس کی جانب بلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ ترجمہ تحقیق یہ میرا سیدھا راستہ ہے اُسی پر تم چلو اور راستوں پر مت چلو ورنہ خدا کے راستہ سے بچھڑ جاؤ گے۔ خط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ہذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ہذہ سبل علی کل سبیل منہا شیطان یدعو الیہ میں کہتا ہوں فرقہ ناجیہ وہی ہے جو تمام عقائد اور اعمال کے اندر کتاب اور سنت اور جمہور صحابہ او تابعین کے قول پر عمل کرتے ہیں اگرچہ تابعین میں ان باتوں کے اندر جن میں کوئی نص مشہور نہیں ہے اور صحابہ نے اُس پر اتفاق کیا مختلف ہیں اور اپنے اپنے قول پر بعض بعض امور سے استدلال کرتے ہیں یا کہیں مجمل کی تفسیر کر دیتے ہیں اور جو فرقہ عقیدہ سلف کے خلاف کوئی عقیدہ یا اُنکے عمل کے خلاف کوئی عمل نکالے وہ غیر ناجیہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ امت گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی لا یجمع امتی علی الضلالۃ اور فرمایا ہے ہر صدی کے بعد خدا تعالے اس امت میں ایک ایسے شخص کو پیدا کرتا رہیگا۔ جو اس امت کے دین کو نیا کرتا رہیگا۔ یبعث اللہ لہذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا۔ اس حدیث کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری ایک حدیث میں تفسیر فرمادی ہے اور فرمایا ہے ہر خلف کے عادل لوگ اس علم کا بار اُٹھائینگے اور اُن سے آمیزش کرنے والوں کی تحریف جھوٹوں کی بہتان بندی جاہلوں کی تاویل کو دور کردینگے۔ یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین۔ جاننا چاہئے کہ جب لوگوں نے دین میں اختلاف اور ملک میں فساد پھیلایا تو اُس کے سبب سے جود الٰہی کے دروازہ کو حرکت ہوئی اور خدا تعالے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دین کی کجی کے درست کرنے کے لئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے وفات پائی تو بعینہ یہ عنایت الہی امت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم اور ہدایت کے محفوظ رکھنے کی طرف متوجہ ہوئی اور اُن کو الہامات اور تقریبات کا فیضان شروع ہوگیا کیونکہ خطیرۃ القدس نے اس ہدایت کے قیامت تک اُن میں برقرار رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے اس لئے لامحالہ ایسے لوگوں کا پیدا کرنا ضروری ہوا جو دین الہی کے پابند ہوں اور وہ سب کسی گمراہی کی بات پر اتفاق نہ کرسکیں اور قرآن اُن کے اندر محفوظ رہ سکے لیکن باتوں کے ساتھ چونکہ استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے کسی قدر ردوبدل بھی لوگوں کی وجہ سے ہوجانا ممکن ہے اس واسطے مستعد لوگوں میں جو پیدا ہوتے ہیں علم کی رغبت پیدا کی جاتی ہے وہ تحریف خاص جس سے دین میں سختی مراد ہے اور جھوٹوں کی تبدیلی جس سے مذہب کا خلط ملط کرنا مراد ہے اور جاہلوں کی تاویل جس سے سستی مراد ہے دور کردیتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے جس شخص کی بہتری چاہتا ہے اُس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین اور فرمایا ہے علما لوگ انبیا کے وارث ہیں ان العلماء ورثۃ الانبیاء اور فرمایا ہے عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی مجھ کو تم میں سے کسی ادنے شخص پر فضیلت ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم اور اسی قسم کی اور حدیثیں فرمائی ہیں ۔

معلوم کرو کہ جب کسی شخص پر عنایت الہی کا ورود ہوتا ہے اور خدا تعالے نے اُس کو تدبیر الہی کا اہل بنانا ہے تو یہ بات لابدی ہے کہ اُس شخص پر خدا تعالے کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور فرشتوں کو اُس کے ساتھ محبت کرنے اور اُس کی تعظیم کرنے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُس کے ساتھ محبت کرنے کا حکم ہوتا ہے اور زمین پر بھی وہ بندہ مقبول ہوجاتا ہے اور جب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہی عنایت خاصہ اس دین کی حفاظت کی حیثیت سے علماء اور رواۃ اور پیروی کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوئی اور اُن میں بیشمار فوائد اور برکات پیدا کردے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خوش رکھے اللہ تعالے اُس بندے کو جو میری بات کو سنے اور یاد رکھے اور محفوظ کرے اور پھر جیسا سنا تھا ویسا ہی بیان کردے نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا کما سمعھا میں کہتا ہوں اس فضیلت کا سبب یہ ہوا کہ ایسا شخص اس قابل معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت نبویہ کو خلق کی طرف پہونچاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قصداً میرے اوپر جھوٹ بولے اُس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہئے من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار اور فرمایا ہے کہ آخیر زمانہ میں دجال اور کذاب پیدا ہونگے یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون میں کہتا ہوں آخیر زمانوں تک دین کے پہونچنے کا ذریعہ روایت ہی ہے اور جب روایت ہی کے اندر فساد داخل ہوجائے تو اُس کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کا بولنا سخت گناہ ہوا اور روایت کے اندر بڑی احتیاط کرنی ضرور ہوئی تاکہ کذب لازم نہ آوے اور فرمایا ہے بنی اسرائیل سے روایت کرو اور کچھ مضائقہ نہیں ہے حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج اور فرمایا ہے اُن کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا تصدقوہم ولا تکذبوہم میں کہتا ہوں اگر اعتبار کرنیکے لائق ہو تو اہل کتاب سے روایت کا کرنا درست ہے جہاں احکام دینی میں اختلاط کا اندیشہ نہ ہو ورنہ درست نہیں ہے۔

ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ بہت سے بنی اسرائیل کے قصے جو کتب تفاسیر اور اخبار میں مذکور ہیں اکثر وہ علمائے اہل کتاب سے منقول ہیں اس قابل نہیں ہیں کہ کسی حکم شرعی یا اعتقاد کی بناء ان کو قرار دیا جائے۔ فتدبر۔

اور فرمایا ہے جس علم سے خدا تعالیٰ کی رضامندی مطلوب ہوتی ہو اور پھر اس کو کوئی شخص متاع دنیا کے حاصل کرنے کی غرض سے پڑھے تو قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی اُس تک نہ پہونچیگی من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ میں کہتا ہوں دنیا کے لئے علم دین کا سیکھنا حرام ہے جس کی غرض یہی معلوم ہوتی ہو بدو وجہ اول تو یہ کہ ایسا شخص غالباً غرض دنیوی کے واسطے دین کے اندر ایک ضعیف سی تاویل کر کے تحریف کر سکتا ہے لہذا اس راستہ کا بند ہی کر دینا ضرور ہوا دوسرے یہ کہ اس میں قرآن و حدیث کی بیحرمتی اور اُس کی ہتک ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی شخص سے کوئی علمی بات جس کو وہ جانتا ہو دریافت کیجائے پھر وہ چھپائے تو قیامت کے روز اُس کے آگ کی لگام دیجائیگی میں کہتا ہوں جب بیان کرنے کی حاجت ہو تو اُس وقت مسئلہ کا بیان نہ کرنا اور چھپالینا حرام ہے اس واسطے کہ اصل تہاون اور احکام دینی کے نسیان کا سبب یہی ہے اور اعمال کی جزا وسزا کچھ کچھ اعمال کے مناسب ہوا کرتی ہے چونکہ یہاں پر گناہ مسئلہ کا چھپالینا اور بیان نہ کرنا تھا اس واسطے منہ میں لگام دینے سے اسکو سزا دیگئی جو بات نہ کرنے اور رک جانے کے مناسب ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم تین ہیں آیۃ محکمۃ یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ اور جو اسکے سوا ہے وہ زیادہ ہے العلم ثلثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوی ذلک فہو فضل میں کہتا ہوں یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس قدر لوگوں پر سیکھنا واجب بالکفایہ ہے اُس کی حد بیان فرمائی ہے اب ایک تو قرآن کا لفظا سیکھنا واجب ہے اور آیات محکمات کے اندر الفاظ عربیہ کی شرح اور اسباب نزول اور جو اس میں سے دقت طلب ہے اُس کی توجیہ اور ناسخ و منسوخ کی معرفت ضروری ہے باقی رہا متشابہ اُس کا حکم یا تو توقف ہے یا محکم کی طرف اُس کا رجوع کر لینا ہے اور سنت قائمہ وہ ہے جو عبادات یا معاملات میں شرائع اور سنن ہوں جن پر علم فقہ مشتمل ہے اور قائمہ کی یہ تعریف ہے کہ جو منسوخ نہ ہوئی ہو اور نہ متروک ہو ورنہ اُس کا کوئی راوی چھوٹ گیا ہو اور جمہور صحابہ اور تابعین کا اُس پر عملدرآمد رہا ہو اُن میں سے سب بڑھکر وہ ہے کہ جس پر فقہاء مدینہ اور کوفہ کا اتفاق ہو اور اس کی پہچان یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا اُس پر اتفاق ہو اور اس کے بعد وہ ہے کہ اُس میں جمہور صحابہ کے دو قول یا تین قول ہوں اور ہر قول پر اہل علم کے ایک گروہ نے عمل کیا ہو اور اُس کی شناخت ہے کہ موطا اور جامع عبد الرزاق وغیرہ میں اُن کی روایات پائی جاتی ہوں اور اُس کے سوا جو کچھ ہے وہ بعض فقہاء کا استنباط ہے اور بعض کا نہیں ہے اور فریضہ عادلہ ورثہ کے حصوں کا معلوم کرنا ہے اور ابواب قضاء جو مسلمانوں کے انصاف سے قطع منازعت کرنے کے متعلق ہیں وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق ہیں یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ شہر کا ان چیزوں کے واقفی سے خالی رہنا حرام ہے کیونکہ اُن پر دین کا مدار ہے اور جو اُن کے سوا ہیں وہ فضل اور زیادتی کے قبیلہ سے ہیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غالطات یعنی اُن باتوں سے جو لوگوں کے امتحان لینے کے لئے تراش لیجاویں اور جواب دینے والے کو اسمیں غلطی واقع ہو منع فرمایا ہے اور اُس کی کئی وجہ ہیں ایک تو کہ ایسی باتوں میں مسئول عنہ کو ایذا پہونچانا اور ذلیل کرنا منظور ہوتا ہے اور اپنا عجب اور بڑائی مقصود ہوا کرتی ہے دوسرے یہ کہ اسمیں فتح باب تعمق پایا جاتا ہے اور بہتری اسمیں ہے جو صحابہ کیا کرتے تھے کہ جو بظاہر سنت میں موجود ہے اُسپر توقف کرنا چاہئے یا جو بمنزلہ ظاہر کے ہے ایماء یا اقتضاء فحوائے کلام کی قبیل سے اور بہت امعان مناسب نہیں ہے اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ جب تک ایک حادثہ وقوع میں نہ آوے اور اجتہاد کرنے کی حاجت نہ ہو خواہ مخواہ اُسمیں اجتہاد کر رکھنے میں غلطی کا ظن غالب ہوتا ہے ۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص اپنی عقل سے قرآن میں کوئی بات کہے اُس کو اپنی جگہ جہنم میں بنانی چاہئے من قال فی القران برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار ۔ میں کہتا ہوں جو شخص اس زبان سے جسمیں قرآن نازل ہوا ہے واقف نہ ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و تابعین کے ذریعہ سے اُس کو الفاظ عربیہ کی شرح اور اسباب نزول اور ناسخ اور منسوخ کا پتہ نہ ہو اس شخص کو تفسیر کا لکھنا حرام ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کے اندر جھگڑا کرنا کفر ہے المراء فی القران کفر ۔ میں کہتا ہوں قرآن کے اندر مجادلہ حرام ہے اور اُس کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص ایک حکم کو جو قرآن کے اندر منصوص ہے کسی شبہ سے جو اُس کے دل میں واقع ہوا ہے رد کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم سے پہلے لوگ تو اسی واسطے تباہ ہو گئے کہ انہوں نے خدا کی کتاب کو بعض کو بعض سے لڑایا انما ھلك من كان قبلكم بھذا ضربوا كتاب الله بعضه ببعض ۔ میں کہتا ہوں قرآن کے ساتھ تدافع کرنا حرام ہے اور اُس کی شکل یہ ہے کہ ایک شخص اپنے اثبات مذہب کی غرض سے استدلال کرے اور دوسرا شخص اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے اور دوسرے مذہب کے ابطال یا بعض آیہ کے بعض پر تائید کرنے کی غرض سے دوسری آیت پیش کرے اور اُس کا پورا پورا قصد یہ بات کا نہ ہو کہ حق ظاہر ہو جاوے اور حدیث میں بھی تدافع کرنے کا بھی یہی حال ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آیاتِ قرآنی میں سے ہر ایک کے لئے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر حد پر اطلاع کا جُدا ذریعہ ہے لکل آیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مطلع ۔ میں کہتا ہوں زیادہ تر قرآن کے اندر صفات الٰہی اور اُس کے آیات اور احکام اور قصص اور کفار سے احتجاج اور جنت و نار کے ساتھ موعظت کا ذکر ہے قرآن کا ظاہر تو یہ ہے کہ جس کے لئے سوق کلام ہے اُس کا پورا پورا علم حاصل ہو جانا اور اُس کا باطن آیاتِ صفات میں نعمائے آلہی میں فکر اور مراقبہ کرنا اور آیات احکام کے اندر اُس کے ایماء اور اشارہ اور فحوائے اور اقتضاء سے اور مسائل کا استنباط کرنا جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آیۃ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا سے اس بات کا استنباط کیا ہے کہ مدت حمل کی کبھی چھ ماہ بھی ہوتی ہے بقولہ تعالےٰ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ اور قصص کے اندر اُس کا باطن یہ ہے کہ ثواب اور مدح یا عذاب اور ذم کا مدار کن کن باتوں پر ہے اور موعظت کے اندر رقتِ قلب اور خوف و رجا کا ظاہر ہونا اور اسی قسم کی اور باتیں اور حد کے اوپر اطلاع کا ذریعہ استعداد ہے جس سے وہ حد معلوم ہو سکتی جیسے زبان اور آثار سے واقف ہونا اور ذہن کی صفائی اور سمجھ کی پختگی ۔

اللہ پاک فرماتا ہے آیاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۔ میں کہتا ہوں بظاہر محکم کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی یہ ہیں کہ جس میں ایک وجہ کے سوا دوسری وجہ کا احتمال نہ ہو جیسے حرمت علیکم امہٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم اور متشابہ وہ ہے جس میں کئی وجوہ کا احتمال ہو جیسے لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت جناح فیما طعموا۔ کج فہموں نے تو اس آیت کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ جبتک کسی پر ظلم یا زمین میں کچھ فساد نہ ہو شراب کا پینا درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حرام ہونے سے پیشتر شراب پی تھی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عمل تو نیت کے ساتھ ہیں انما الاعمال بالنیات۔ میں کہتا ہوں اصل تو نیت کے معنی قصد اور ارادہ کے ہیں مگر یہاں اُس کی علت غائیہ مراد ہے جس کا آدمی کے دل میں اول تصور آتا ہے اور پھر وہ ایک فعل کا منشا ہوتی ہے جیسے خدا تعالےٰ سے ثواب یا اُس کی رضامندی کا طالب ہونا اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ نفس کی تہذیب اور اُس کی کجی کے دور کرنے میں اعمال کا کچھ نفع نہیں ہوتا جبتک اُن کے صادر ہونے کا باعث کسی ایسی شے کا تصور نہ ہو جس کا مآل تہذیب ہوتی ہے اور عادت یا لوگوں کی موافقت یا ریا و سمعہ یا جبلت کا تقاضا اُس کا باعث نہ ہو جس طرح ایک شجاع آدمی سے قتال کا صادر ہونا جو بغیر قتال کیے نہیں رہ سکتا ہے اگر وہ وقت کفار کے ساتھ مجاہدہ کا نہ ہوتا تو وہ اس اپنی شجاعت کو مسلمانوں کے قتال میں صرف کرتا جس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ ایک مرد دکھاوے کی غرض سے قتال کرتا ہے اور ایک بہادری سے اُن دونوں میں سے خدا تعالےٰ کے لئے کون قتال کرتا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ خدا کی بات سب سے اونچی رہے تو اُس کا لڑنا خدا تعالےٰ کے لئے ہے من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فھو فی سبیل اللہ اور اسمیں بھید یہ ہے کہ دل کا ارادہ تو عمل کی روح ہے اور عمل اُس کی صورت اور شبیہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حلال بھی ظاہر ہے اور اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں پس جو شخص شبہات سے بچ گیا اُس نے اپنا دین اور اپنی عزت کو بچا لیا الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات فمن اتقی الشبھات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ میں کہتا ہوں ایک مسئلہ کے اندر کبھی وجوہ مختلف ہو جاتی ہیں تو اُس وقت میں احتیاطاً اُس سے بچنا سنت ہے تعارض کی ایک شکل تو یہ ہے کہ صراحتاً اُس کے اندر روایات مختلف ہوں جیسے ذکر کے چھو لینے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں بعض نے اُس کو ثابت کیا ہے اور بعض نے اُس کی نفی کی ہے اور ہر ایک حدیث سے شہادت پیش کرتا ہے۔ یا محرم کے لئے نکاح ہے کہ بعض نے تو تجویز کیا ہے اور بعض نے منع کیا ہے اور روایتیں مختلف ہیں اور ایک شکل یہ ہے کہ وہاں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اُس کے معنی کچھ غیر منضبط ہیں یعنی فقط تقسیم یا مثال سے اُس کے معنی معلوم ہوتے ہیں مگر ایک جامع اور مانع تعریف سے اُس کے معنی معلوم نہیں ہیں تو وہاں تین مادے پیدا ہو جاتے ہیں ایک تو وہ مادہ کہ جہاں اس لفظ کا یقیناً اطلاق ہو سکتا ہے اور ایک وہ کہ جہاں یقیناً اطلاق نہیں ہو سکتا اور ایک وہ کہ وہاں اُس کے اطلاق کا صحیح ہونا یا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور ایک شکل یہ ہے کہ ایک جگہ حکم کا مدار ایک علت پر ہے جس میں ایک مقصود کا یقینی گمان ہوتا ہے اور ایک نوع اُس کی ایسی پائی جاتی ہے کہ وہاں علت تو ہے مگر وہ مقصود وہاں نہیں پایا جاتا جیسے ایک لونڈی کو ایسے شخص سے خریدا کہ اُس میں جماع کی قابلیت نہیں ہے تو وہاں استبراء کرنا چاہئے یا نہیں پس یہ صورت اور اُس قسم کی جس قدر صورتیں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں سب کے اندر احتیاط بہت ضروری ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانچ طرح سے قرآن نازل ہوا ہے حرام اور حلال اور محکم اور متشابہ اور امثال ۔ نزل القرآن علے خمسة اوجہ حلال وحرام ومحکم ومتشابہ وامثال میں اتنا ہوں یہ پانچوں وجہ کتاب کی قسمیں ہیں اگر تقسیمات مختلف ہیں لہذا ان میں تنافی حقیقی اور تضاد نہیں ہے اسیلئے یہ حکم کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے اور دین کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ جو آیات قرآنی یا احادیث نبوی متشابہات کے قبیلہ سے ہیں ان میں عقل کو دخل نہ دیا جائے اور اسی قسم کے اور بہت سے امور ہیں کہ وہاں معلوم نہیں ہو سکتا کہ کلام کے معنی حقیقی مراد ہیں یا کوئی معنی مجازی جو حقیقت کے قریب ہیں وہ مراد ہیں اور یہ وہاں ہے کہ جہاں امت کا اجماع نہیں پایا جاتا اور اس سے شبہ مرتفع نہیں ہوتا ہے واللہ اعلم ؎

اُن احادیث کا بیان جو طہارت کے باب میں وارد ہوئی ہیں

معلوم کرو کہ طہارت کی تین قسمیں ہیں ایک تو حدث سے طہارت دوسرے بدن یا کپڑے یا جگہ کے ساتھ جو نجاست متعلق ہو اُس سے طہارت تیسرے بدن سے جو چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں اُن سے طہارت جیسے موے زیر ناف یا ناخن یا میل کچیل طہارت عن الاحداث کا مدار اصول بر ہے جن لوگوں کے دلوں میں انوار ملکیہ کا ظہور ہو گیا ہے وہ ناپاکی اور طہارت کی روح کو خوب متمیز کر سکتے ہیں اُن کے نفوس کو خود بخود اُس حالت سے جس کا نام حدث ہے نفرت اور اس حالت سے جس کا نام طہارت ہے سرور اور ایک قسم کا انشراح محسوس ہونے لگتا ہے اور طہارت کی صورتوں اور اُن کی موجبات کے تعیین ملل سابقہ یعنے یہود و نصارے و مجوس اور بقایا ملت اسماعیلیہ کے دستور سے خوب معلوم ہو سکتی ہے اُن کے نزدیک ناپاکی اور ایسے ہی اُس سے طہارت دو طرح کی ہوا کرتی تھی جیسا کہ سابقاً ہم بیان کر چکے ہیں اور عرب کا قدیمی دستور تھا کہ جنابت سے وہ غسل کیا کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دونوں قسم کے حدث کے مقابل میں دو قسم کی طہارت کو مقرر فرمایا طہارت کبرے یعنی غسل کو تو حدث اکبر یعنی جنابت کے لئے اس واسطے کہ جنابت قلیل الوقوع اور کثیر التلوث ہے تاکہ نفس کو ایسی ناپاکی میں واقع ہونے سے ایک عمل شاق (یعنی غسل) سے جس کا آدمی کو بہت کم اتفاق ہوتا ہے تنبیہ ہو جائے اور طہارت صغرے یعنی وضو کو حدث اصغر کیلئے مقرر فرمایا اسواسطے کہ وہ اکثر الوقوع اور قلیل التلوث ہے اسمیں نفس کو فی الجملہ تنبیہ ہو جانی کافی ہے ؎

فی الحقیقت وہ امور کہ جن میں حدث یعنی ناپاکی کے معنی پائے جاتے ہیں بہت کچھ ہیں جن لوگوں کا ذوق سلیم ہوتا ہے وہ اُس کو معلوم کر سکتے ہیں مگر وہ حدث کہ جس سے تمام دنیا کو مخاطب کر سکیں چند خارجی امور کے اندر منضبط ہے جن کا ظاہر میں نفس کے اوپر اثر پڑتا ہے تاکہ ظاہر میں لوگوں سے اُس کی باز پرس ہو سکے اسی واسطے اگر پیٹ کے اندر ہی اندر کچھ حرکت ہوتی رہے اُس پر حدث کا مدار نہیں رکھا گیا بلکہ جب سبیلین یعنی پیشاب پاخانہ کے راستے سے کوئی چیز نکلے اُس پر حدث کا مدار رکھا گیا کیونکہ پہلی صورت کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا اور اگر معدے کے اندر ہی اندر کچھ حرکت ہو تو خارج میں وضو کر لینے سے کچھ اس کا ارتفاع نہیں ہو سکتا اور دوسری صورت یعنی سبیلین سے کسی چیز کا باہر نکلنا ایک

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محسوس چیز ہے اور یہ بھی ہے کہ نفس کے انقباض کے لئے یہاں ایک ظاہری صورت اور اُس کا قائم مقام یعنی نجاست بدن کا آلودہ ہونا پایا جاتا ہے اور نیز نفس کے اندر وضو کا اثر اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نفس کو اور کاموں سے فراغت ہو اور فراغت اُسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب بدن سے کوئی چیز باہر کی جانب خروج کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُس کلام میں کہ جس وقت اخبثان یعنی پیشاب پائخانہ کی تم میں سے کسی شخص کو حاجت معلوم ہوتی ہو تو وہ ایسے وقت میں نماز کو کھڑا نہ ہو جائے۔ لایصلی احدکم وھو یدافعہ الاخبثان تنبیہ فرمادی ہے کہ صرف نفس کے مشغول ہونے میں بھی حدث کے ایک معنی پائے جاتے ہیں +

جن امور میں طہارت کے معنی پائے جاتے ہیں وہ بہت سے امور ہیں جیسے خوشبو لگانا اور اسی طرح سے وہ اذکار جو پاکی کو یاد دلاتے ہیں جیسے اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اور پاکیزہ مکان میں جانا اور اسی قسم کی باتیں بہت سی ہیں مگر تمام خلقت کو ایسی چیز کے ساتھ مکلف اور مخاطب کر سکتے ہیں جو ایک منضبط اور معین چیز ہو اور ہر وقت اور ہر جگہ اُس کا کرنا اس کے واسطے دشوار نہ ہو اور بظاہر بھی اُس کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہو اور لوگوں میں اُس قسم کا کچھ پہلے سے بھی دستور رہا ہو +

وضو کے اندر اصل اطراف بدن کا دھونا ہے اس لئے شارع نے منہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا مقرر کیا۔ کیونکہ اس سے کم کا نفس پر کچھ اثر محسوس نہیں ہو سکتا اور پیروں کا ٹخنوں تک دھونا مقرر کیا اسواسطے کہ اُس سے کم عضو ناتمام ہے اور سر کیواسطے صرف مسح کر لینا مقرر کیا کیونکہ اُس کا دھونا خالی از دقت نہیں ہے اور غسل کے اندر تمام بدن کا دھونا ہی اصل ہے اور وضو کا اصل موجب وہی ہے جو بول و براز کے راستے سے خارج ہو اور باقی موجبات وضو کو اُس پر قیاس کر لیا ہے اور اصل غسل کا موجب جماع اور حیض ہیں اور یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے پہلے عرب بھی انکو غسل کا موجب مانتے رہے ہیں +

طہارت کی دونوں اخیر قسمیں ارتفاقات سے ماخوذ ہیں کیونکہ یہ دونوں طبیعت انسانی کا مقتضا سے اصلی ہیں کوئی قوم اور کوئی ملت اس سے خالی نہیں ہو سکتی اس کے اندر شارع نے اُسی درمیانی حالت کا اعتبار کیا جو خالص عرب کے اندر دستور تھا جس طرح اور باقی ارتفاقات درست کرنے میں اُنہیں کا اعتبار کیا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی کام تھا کہ آداب متعین کر دیے اور جہاں کہیں اشکال تھا اُس کو صاف کر دیا اور جہاں ابہام تھا اُس کو دور کر دیا +

وضو کی فضیلت کے بیان میں

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو نصف ایمان ہے الطھور شطر الایمان۔ میں کہتا ہوں یہاں ایمان سے ایک ہیئت نفسانیہ مراد ہے جو نور طہارت اور خشوع سے مرکب ہے اور بہ نسبت ایمان کے احسان کا لفظ اس ہیئت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسانیہ پر زیادہ صاف دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وضو اس کا ایک جزء ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے کیا تو اس کے بدن سے تمام اس کی خطائیں نکل کر ناخنوں کے نیچے سے ہو کر باہر چلی جاتی ہیں من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ میں کہتا ہوں جس پاکیزگی کا خاص نفس کے اندر اثر پڑتا ہے وہ پاکیزگی تو نفس کو مقدس کر کے ملحق بالملائکہ کر دیتی ہے اور بہت سے حالات دنیئیہ اور لوازم بشریہ کو محو کر دیتی ہے جو خاصیت اس پاکیزگی کی ہے وہی وضو کی خاصیت ہے جو اصلی طہارت کا لفتہ اور مظنہ اور اس کا عنوان ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میری امت کو جب پکارا جائیگا تو وضو کے آثار سے ان کے دست و پا اور چہرہ روشن ہوگا اس لئے تم میں جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھا لے ان امتی یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔ اور فرمایا ہے جہاں تک وضو کا پانی پہنچیگا وہیں تک مومن کو جنت کا زیور پہنایا جائیگا تبلغ الحلیۃ من المومن حیث تبلغ الوضوء میں کہتا ہوں چونکہ اصلی طہارت کی صورت اعضاء پنجگانہ میں پانی کا استعمال کرنا ہے اسی طرح ان اعضاء میں زیور اور روشنی کا ہونا النفس کے تنعم اور عیش کی صورت مثالیہ ہے جسطرح بزدلی کی صورت مثالیہ وبرادر شجاعت کی صورت مثالیہ شیر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو کی وہی مداومت کر سکتا ہے جو ایمان والا ہے لا یحافظ علی الوضوء الا مومن میں کہتا ہوں جب ہمیشہ باوضو رہنا ایک دشوار کام ہے تو اسکو وہی شخص کر سکتا ہے جس کو طہارت کے امر میں بصیرت حاصل ہوگئی ہے اور اس کے نفع عظیم کا اسکو یقین ہے لہذا اس کی مداومت ایمان کی دلیل ہوئی ؀

وضو کرنے کی ترکیب

وضو کرنے کی صورت جس طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ سے بیان کی ہے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بالتواتر ثابت ہے اور امت کا اسپر اتفاق ہے یہ ہے کہ اول پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ دھووے اور کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اسکو پھر صاف کرے اور پھر منہ اور پھر پہنچے کو کہنیوں تک دھووے اور پھر سر کا مسح کرے بعد ازاں پیروں کو ٹخنوں تک دھووے ؀

جو اہل ہوا ظاہر آیت سے استدلال کرتے پیروں کے دھونے سے انکار کرتے ہیں ان کا قول قابل اعتبار نہیں ہے میرے نزدیک جو شخص ایسی بات کہے اور وہ شخص جو جنگ بدر یا جنگ احد سے جو کالشمس فی رابعۃ النہار ثابت ہے منکر ہو دونوں برابر ہیں ہاں اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ احتیاطاً پیروں پر مسح بھی کر لینا چاہیے اور ان کو دھو لینا بھی چاہیے یا یہ کہ ادنے فرض کا مسح کرنا ہے اگرچہ دھونا بھی ایسی چیز ہے کہ جس کے تارک پر سخت ملامت کرنی چاہیئے تو یہ بات البتہ ایسی ہے کہ علماء اس کے اندر جبتک انکشاف حق نہ ہو توقف کر سکتے ہیں۔ اور میں نے کسی صحیح روایت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی تصریح نہیں پائی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر مضمضہ اور ناک میں پانی ڈالنے اور ترتیب کے وضو کیا ہے پس وضو کے اندر ترتیب نہایت ضروری امر ہے اور مضمضہ اور استنشاق یعنی ناک میں پانی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالنا یہ دونوں خصال فطرت سے مستقل دو طہارتیں ہیں وضو کے ساتھ انکو ملادیا ہے لہٰذا کہ اسکے ساتھ ساتھ ان کا بھی ایک وقت معین ہو جائے علاوہ بریں یہ دونوں اس قبیلہ سے ہیں جہاں بہ تکلف پانی پہونچ سکتا ہے اور وضو کے اندر ایسی جگہوں میں پانی پہونچانے کا اہتمام کیا گیا ہے اور ان دونوں کا ساتھ ساتھ ہونا بہ نسبت جدا جدا ہونے کے زیادہ تر اصلح ہے۔

آداب وضو کا حاصل کرنا کئی باتوں میں منحصر ہے ایک تو تعہد مغابن یعنی جن جن جگہ میں بہ تکلف پانی پہنچتا ہے اُن میں اچھی طرح سے پانی کا پہنچانا جیسے مضمضہ اور استنشاق اور دست و پا کی انگلیوں میں اور داڑھی میں خلال کرنا اور انگوٹھے کو حرکت دینا اور ایک پاک کرنے میں کوشش کرنا یعنی تین تین مرتبہ دھونا اور اسباغ یعنی خوب اوپر تک ہر عضو کا دھونا جو فی الحقیقت روشنی کا قیامت کے دن بڑھانا ہے اور ایک صفائی یعنی بدن کا ملنا اور سر کے ساتھ کانوں کا بھی مسح کرنا اور وضو پر وضو کرنا اور ایک امور مبہمہ کے اندر جو اُن کی عادت جاری تھی اس کے موافق اس میں برتاؤ کرنا یعنی داہنے عضو سے شروع کرنا اس واسطے کہ داہنے عضو کو بائیں پر اولویت اور قوت ہے لہٰذا جو چیزیں دونوں جانب میں استعمال کی جاتی ہیں اُن میں تو داہنے عضو کو مقدم رکھنا اور جو ایک جانب میں مستعمل ہو سکتی ہیں بشرطیکہ وہ محاسن اور طیبات کے قبیلہ سے ہوں اُن کے ساتھ داہنی طرف کو خاص کرنا مناسب ہے اور ایک دل کی کیفیت کو زبانی الفاظ سے جو صراحتاً مقصود پر دلالت کرتے ہیں قابو میں رکھنا اور ذکر لسانی کا قلبی کے ساتھ ساتھ پایا جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے خدا کا ذکر نہیں کیا اُس کا وضو نہیں ہوا لا وضوء لمن لم یذکر اللہ میں کہتا ہوں واقفین حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہیں ہے اور اگر صحیح بھی سمجھی جائے تو یہ اُن مواضع میں سے ہے کہ جہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے کے طریقے میں اختلاف واقع ہوا ہے اس واسطے کہ اہل اسلام ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کی نقل کرتے رہے اور لوگوں کو وضو کا طریقہ سکھاتے رہے ہیں اور بسم اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے تھے جبتک کہ اہل حدیث کا زمانہ ظاہر ہوا اور اس حدیث میں اس بات کی نص ہے کہ بسم اللہ یا تو وضو کا رکن ہے یا اسکی شرط ہے اور دونوں صورتوں میں یوں توفیق ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں جو ذکر کا لفظ آیا ہے اُس سے ذکر قلبی مراد ہے کیونکہ بدون نیت کے اعمال مقبول نہیں ہوا کرتے اس لئے یہاں وضو سے صرف ظاہری معنی مراد نہیں ہیں بلکہ وضو کے اثر سے نفس کا رنگین ہونا مراد ہے ہاں یہ بات ضروری ہے کہ تسمیہ یعنی بسم اللہ کہنا منجملہ آداب کے ہے اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو مہتم بالشان کام خدا کے نام سے شروع نہ کیا جاوے اُس میں برکت نہیں ہوتی کل امر ذی بال لم یبدا باسم اللہ فھو ابتر اور بہت سے مواضع پر قیاس کرنے سے اُس کا آداب میں داخل ہونا ثابت ہو سکتا ہے اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس کا وضو کامل نہیں ہوتا مگر اس قسم کی تاویلیں میرے پسند نہیں ہیں کیونکہ یہ ایک بعید تاویل ہے جس کا حاصل اصل لفظ کی مخالفت ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس کو کیا معلوم ہے کہ رات کو اُس کا ہاتھ کہاں پڑا رہا ہے فانہ لا یدری این باتت یدہ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھوں کو دھوئے ہوئے بہت دیر ہو جانے اور بہت دیر تک بوجہ نیند کے اُن سے بےخبر رہنے میں ظن غالب ہوتا ہے کہ ضرور کسی قسم کی نجاست یا میل کچیل کا اثر ان تک پہنچا ہو جس کی وجہ سے پانی میں اُن کا ڈال دینا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسکا ناپاک یا مکدر کر دینا بے تمیزی میں داخل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیزمیں جو پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اُس کی علت بھی یہی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس واسطے کہ شیطان اُس کے نتھنوں پر رات کو رہتا ہے۔ فان الشیطان یبیت علی خیشومہ۔ میں کہتا ہوں نتھنوں میں مواد غلیظ اور بلغم کا جمع ہو جانا ذہن کی بلادت اور فکر میں نقصان کا باعث ہے اور ایسے وقت میں شیطان کو وسوسہ ڈالنے اور تدبیر اور کار سے اس شخص کو روکنے کا خوب موقع ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو وضو کرے اور پورا پورا کرے اور پھر اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھے آخیر تک اور ایک روایت میں ہے اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل نہ جائیں اور وہ جس میں سے چاہے چلا جائے ما منکم احد یتوضأ فیبلغ الوضوء ثم یقول اشہد الخ وفی روایۃ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین الا فتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایہا شاء۔ میں کہتا ہوں طہارت کی روح اُسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب عالم غیب کی طرف نفس کی توجہ پائی جاوے اور پورے طور پر اس عالم کی طرف اُسکی خواہش ہو اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لئے ایک ذکر کو مقرر فرمایا اور جو اصلی طہارت کا فائدہ تھا وہ اسپر مرتب فرمایا اور ایک شخص نے پورے طور پر بالاستیعاب پانی کا استعمال نہیں کیا تھا تو اُس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کو آگ کی طرف ویل للاعقاب من النار میں کہتا ہوں اسمیں نکتہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ان اعضاء کا دھونا واجب کیا ہے تو دھونے کے معنی پایا جانا ضروری ہے اور جب ایک شخص نے ایک عضو کا کچھ حصہ دھو لیا اور پورے اس عضو کو نہیں دھویا تو عرف میں یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اُسنے عضو کو دھو لیا اور دوسرے آپ کے اس فرمانے میں باب تہاون کا بند کر دینا ہے اور ایڑیوں سے آگ کا تعلق اس واسطے ہوا کہ برابر ایک جگہ کو ناپاک رکھنا اور اس پر اصرار کرنا ایسی خصلت ہے جس کا انجام دوزخ کی آگ ہے اور طہارت ایسی چیز ہے جو باعث نجات اور باعث تکفیر خطیات ہے اور جب ایک عضو کے اندر طہارت کے معنی نہ پائے گئے اور اس عضو میں حکم الٰہی کی تعمیل نہ ہوئی تو بلاشبہ یہ اس بات کا سبب ہو سکتا ہے کہ نفس کا اس خصلت کی وجہ سے ملال ظاہر ہو جو اُس کے نفس کے اندر فساد اور خرابی پیدا کرنے والی ہے اور اُس عضو کی طرف سے یہ خصلت اُس کو حاصل ہوئی ہے واللہ اعلم۔

موجبات وضو کے بیان میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص حدث کی حالت میں ہے جبتک وہ وضو نہ کرے اُسکی نماز قبول نہیں ہے لا تقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضأ اور فرمایا ہے بغیر وضو کے نماز مقبول نہیں ہوتی لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور اور فرمایا ہے نماز کی کنجی وضو ہے مفتاح الصلوٰۃ الطہور میں کہتا ہوں ان سب احادیث میں اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ نماز کے لئے وضو شرط ہے اور وضو تو خود ایک مستقل عبادت ہے نماز کے ساتھ ساتھ اس کو بھی مقرر کر دیا ہے کیونکہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں میں سے ہر ایک فائدہ دوسرے پر موقوف ہے علاوہ بریں اس میں نماز کی تعظیم پائی جاتی ہے جو شعائر الٰہی
میں داخل ہے ہماری شریعت میں موجبات وضو تین طرح کے ہیں ایک تو اُس قسم کے ہیں کہ جن پر تمام صحابہ کا اتفاق
ہے اور روایتیں اُس میں متفق ہیں اور اُس پر برابر عمل جاری ہے وہ تو یہ چیزیں ہیں بول اور براز اور ریح اور مذی اور
گہری نیند اور اُس کے قریب قریب چیزیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے سُرین کا بندھن آنکھیں ہیں
وکاء السّہ العینان اور فرمایا ہے پس جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اُس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ فانہ اذا اضطجع
استرخت مفاصلہ۔ میں کہتا ہوں اُس سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی کو خوب گہری نیند آجاتی ہے تو ضرور اُس کے جوڑ ڈھیلے
ہوجاتے ہیں اور ریح وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہوتا ہے اور میں اُس کا ایک سبب اور بھی بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ
جو بات حدث کے سبب سے ہوتی ہے وہ نفس کے اندر سونے کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے یعنی بلاوت اور مذی
میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے آلہ کو دھوے اور وضو کرے یغسل ذکرہ ویتوضا۔ میں کہتا ہوں
ملاعبت کرنے سے جو مذی باہر آجاتی ہے اُس میں بھی شہوت کا پورا کرنا ہے مگر شہوت جماع کے پورا کرنے سے اُسکا
درجہ کم ہے اس لئے اُس کی طہارت بھی طہارت کبریٰ یعنی غسل سے کم درجہ کی ہونی چاہیے جس کسی کو ریح کے نکلنے
کا شک ہوا اُسکے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ شخص مسجد سے باہر نہ جاوے جبتک آواز نہ
سُنے یا بدبو نہ معلوم کرے لایخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ جبتک اُسکو
ریح نکلنے کا یقین نہ ہو جاوے۔ جب وضو کے ٹوٹنے کا مدار سبیلین سے کوئی چیز خارج ہونے پر ہوا تو یہ بات لابدی
ہے کہ فی الحقیقت کسی چیز کے خارج ہونے اور فقط شبہ خروج میں کہ جس میں فی الواقع خروج نہیں ہے تمیز کی جاوے اور
مقصود یہ ہے کہ زیادہ تعمق اور ہر بات میں فکر اور تردد نہ کیا جاوے اور دوسرے موجبات وضو اُس قسم کے ہیں جن
کے موجبات وضو ہونے میں فقہاء صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ان میں روایات
مختلف مروی ہیں جیسے مس ذکر سے وضو کا واجب ہونا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص
اپنے آلہ تناسل کو چھووے اُسکو وضو کرنا چاہیے من مس ذکرہ فلیتوضا حضرت ابن عمر اور سالم اور عروہ وغیرہم کا یہی
قول ہے اور حضرت علی اور ابن مسعود اور فقہاء کوفہ نے اُس کا رد کیا ہے اور اُن کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ تو اُس کے بدن کی ایک بوٹی ہے ہل ہو الا بضعۃ منہ اور دونوں میں ایک کا منسوخ ہونا
یقینی نہیں ہے اور عورت کو چھو لینا جیسا کہ حضرت عمر اور ابن مسعود اور ابراہیم رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے اسواسطے کہ
اللہ پاک فرماتا ہے یا عورتوں کو تم نے چھوا ہو۔ او لامستم النساء اور کوئی حدیث اس کی شاہد نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ رضہ
کی حدیث اُس کے خلاف دلالت کرتی ہے مگر اُس میں شبہ ہے اسواسطے کہ اُس کی اسناد منقطع ہے اور میرے
نزدیک اس قسم کی وجہ یعنی حدیث کی اسناد کا منقطع ہونا وہاں معتبر ہوسکتا ہے کہ جہاں ایک حدیث کو دوسری حدیث پر
ترجیح دیجاوے اور جہاں ایک ہی حدیث ہے اور دوسری کوئی حدیث اُس کے معارض نہیں تو اس انقطاع اسناد کا کچھ
لحاظ نہ کیا جائیگا واللہ اعلم۔ اور حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما چونکہ جنابت میں تیمم تجویز نہیں کرتے ہیں اسواسطے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُن کے نزدیک تو آیت خواہ مخواہ لمس پر محمول ہو گی مگر عمران اور عمار اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے نزدیک جنابت میں تیمم درست ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے اور ابن عمرؓ احتیاط پر عمل کرتے تھے اور ابراہیمؒ حضرت ابن مسعودؓ کی پیروی کرتے تھے حتی کہ امام ابوحنیفہؒ پر اس دلیل کا حال ظاہر ہو گیا جس سے حضرت ابن مسعودؓ نے تمسک کیا تھا اسلئے اُن کے قول کو انہوں نے ترک کر دیا باوجودیکہ ابراہیمؒ کے وہ بہت پیرو ہیں الحاصل ان دونوں چیزوں یعنی مس ذکر اور لمس میں صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے بعد فقہاء کے تین طبقے ہو گئے ایک طبقہ نے تو ظاہر پر عمل کیا اور ایک نے بالکل ہی اُسکو ترک کر دیا اور ایک نے شہوت اور عدم شہوت کا فرق کیا اور ابراہیمؒ کے نزدیک بہتے ہوئے خون کے نکلنے اور قے کثیر سے وضو لازم آتا ہے اور حسن کے نزدیک نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو لازم آتا ہے اور کسی کے نزدیک نہیں لازم آتا اور ان سب کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں مگر علماء حدیث نے اُن کی صحت پر اتفاق نہیں کیا مگر اصح قول یہی ہے کہ جو احتیاط کریگا اُس کا دین اور عزت محفوظ رہیگی ورنہ خالص شرع میں اُس سے کچھ گرفت نہیں ہے اور اس میں شبہ نہیں ہے کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور اُس میں ایک شہوت کا جو شہوت جماع سے کمتر ہے پورا کرنا ہے اور عضو تناسل کا چھونا بھی ایک بیہودہ فعل ہے لہذا استنجا کے وقت داہنے ہاتھ سے ذکر کے چھونے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور جب ذکر کو ہاتھ میں بھر لے تو وہ لامحالہ ایک شیطانی کام ہے اور بہتا ہوا خون اور قے کثیر بھی بدن کو آلودہ کرنے والی اور نفس کو پلید کرنیوالی چیز ہے اور اسی طرح نماز میں قہقہہ لگانا ایک قسم کا جرم ہے جس کا کفارہ ہونا چاہئے اگر ان چیزوں سے شارع وضو کا حکم دے تو کچھ عجب نہیں ہے اور نہ یہ تعجب ہے کہ حکم نہ دے اور نہ یہ تعجب ہے کہ وضو کی رغبت دے بدوں اس بات کے کہ وضو واجب ہو۔ اور تیسری قسم موجبات وضو کی وہ ہے کہ جہاں حدیث کے لفظ سے واجب ہونے کا شبہ ہوتا ہے جیسے اور فقہا صحابہ اور تابعین کا اُس کے خلاف پر اجماع ہے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفا اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابوطلحہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا عمل اسکے خلاف ہے اور حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اُس وضو کرنے کا سبب یہ تھا کہ یہ اُن ارتفاعات کاملہ میں سے ہے جو ملائکہ سے عمل میں نہیں آتا اس واسطے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے میں ملائکہ کے ساتھ مشابہت منقطع ہو جاتی ہے علاوہ بریں آگ سے پکی ہوئی چیز نار جہنم کو یاد دلاتی ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے اسی واسطے آدمی کو اپنا دل اسمیں مشغول کرنا چاہئے۔ لیکن اونٹ کے گوشت سے وضو لازم آتا ہے یا نہیں اس میں دقت ہے فقہا صحابہ و تابعین میں سے کوئی اُس کا قائل نہیں ہوا اور اُس کے منسوخ ہونے کا بھی حکم نہیں دے سکتے لہذا جس کسی کو تخریج نے مجبور کیا ہے وہ تو اسکا قائل نہیں ہے اور احمد اور اسحاق اُس کے قائل ہیں اور میرے نزدیک آدمی کو اسمیں احتیاط کرنی بہت ضروری ہے واللہ اعلم جس کسی کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے وضو لازم آتا ہے تو اس میں بھید یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت توریت کے اندر حرام کیا گیا تھا اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اُس کی حرمت پر متفق رہے اور ہمارے واسطے خدا تعالےٰ نے اسکو حلال کر دیا تو اُس کے ساتھ دو وجہ سے وضو بھی مقرر فرمایا ایک تو یہ کہ یہ وضو اس بات کا کہ پہلے لوگوں پر اُسکا کھانا حرام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور ہمارے واسطے حلال کردیا گیا شکریہ ہو جاوے دوسرے یہ کہ اس کے حلال ہونے میں بعد اس کے کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل پر حرام رہا اس بات کا احتمال تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے حلال ہونے سے ایک طرح کا کھٹکا گذرے اس کے علاج کے لئے وضو کو مقرر فرمایا کیونکہ اس کی حرمت سے اس حلت کی طرف جس کے استعمال سے وضو لازم آجاوے انتقال کرنا کسی قدر سہل اور باعث تسکین خاطر ہے اور میرے نزدیک تو شروع اسلام میں نہ تھا اور بعد کو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

موزوں پر مسح کا بیان

چونکہ وضو کا اُن اعضاء ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد جلد گرد وغبار میں آلودہ ہوتے رہتے ہیں اور پھر چونکہ موزوں کے پہننے سے اعضاء باطنہ میں داخل ہو جاتے ہیں اور عرب میں موزوں کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت اُن کے اتارنے میں ایک قسم کی دقت تھی اس واسطے فی الجملہ ان کے پہننے کی حالت میں اُن کا دھونا ساقط کردیا گیا اور چونکہ تیسیر میں یہ بات داخل ہے کہ جہاں آسانی کردی گئی ہے وہاں کوئی ایسی چیز جس کی وجہ سے نفس کو عبادت مطلوبہ کے ترک کرنے میں مطلق العنانی نہ ہو جائے لہذا شارع نے اس بات کے حاصل کرنے کے لئے تین باتیں اس کے ساتھ مقرر کردیں ایک تو مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائے اس لئے کہ ایک دن رات کی ایسی مدت ہے کہ اس کا انتظام اور التزام ہو سکتا ہے بہت سی چیزوں کو جس کا التزام کرنا چاہتے ہیں اس مدت کے ساتھ اُن کا التزام رکھتے ہیں اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے یہ دونوں مدتیں مسافر اور مقیم پر اُن کے دفع حرج اور تکلیف کے موافق تقسیم کردیں اور دوسری اس میں شارع نے یہ شرط لگادی کہ موزوں کو طہارت کی حالت میں پہنا ہو تاکہ پہننے والے کے دل میں اسی وقت کی طہارت کا نقشہ جما رہے اس لئے کہ موزوں کی حالت میں گرد وغبار کا اثر کم ہوتا ہے اس طہارت کو وہ اس طہارت پر قیاس کرلیتا ہے اور اس قسم کے قیاسات کا نفس کے تنبیہ میں پورا پورا اثر ہوتا ہے اور تیسرے یہ حکم دیدیا کہ موزے کے اوپر مسح کیا کریں تاکہ پیروں کا دھونا یاد آجائے اور یہ اس کے لئے بطور نمونہ کے ہو جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اگر دین میں عقل کو دخل ہوتا تو موزے کے تلے مسح کرنے سے زیادہ مناسب تھا میں کہتا ہوں جبکہ مسح پیروں کے دھونے کا ایک نمونہ ہے اور اس سے اس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے اور نیچے کی جانب مسح کرنے میں زمین پر چلتے وقت موزوں کے ملوث ہونے کا گمان غالب ہے تو عقل کا مقتضی یہی ہے کہ اوپر کی جانب مسح کیا جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسرار شرعی سے بڑے واقف تھے جیسا کہ اُنکے کلام اور انکے خطبوں سے معلوم ہوتا ہے مگر اُن کو مقصود یہ تھا کہ دین میں لوگ رائے کو دخل نہ دیں ایسا نہ ہو کہ عوام الناس اپنا دین بگاڑ لیں۔

غسل کرنے کا بیان

غسل کرنے کی ترکیب جیسی کہ حضرت عائشہؓ اور میمونہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے اور امت کا اس پر اتفاق ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ یہ ہے کہ اول پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اُن کو دھولے بعد ازاں اپنے بدن اور شرمگاہ سے نجاست کو دھو ڈالے پھر جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اُس طرح سے وضو کرے اور سر کے بالوں میں خوب پانی پہنچا دے اور پھر تمام بدن پر پانی ڈالے فقط ایک بات میں اختلاف ہے کہ پیروں کو بعد کو دھووے یا پہلے دھولے اور بعضوں نے فرق کیا ہے کہ اگر اُس جگہ غسل کا پانی اکٹھا ہوتا ہے تو پیر بعد کو دھووے ورنہ پہلے دھولے غسل کے اندر پہلے ہاتھ دھونے کی وجہ تو وہی ہے جو ہم وضو میں بیان کر چکے اور بدن سے نجاست کا دھونا اس واسطے ہے کہ اگر اُس کو پہلے نہ دھولیا اور تمام بدن کے ساتھ اس نجاست پر بھی پانی بہلایا تو پانی کے بہنے سے وہ نجاست بدن پر پھیل کر اور زیادہ ہو جاتی اور پھر اُس کے دھونے میں وقت بھی ہو گی اور پانی بھی زیادہ خرچ ہو گا اور نیز غسل محض طہارت حدث کے لئے نہ ہو گا حالانکہ وہ اسی لئے موضوع ہے اور وضو اس لئے کیا جاتا ہے کہ طہارت کبریٰ کا طہارت صغریٰ پر مشتمل ہونا بہت مناسب ہے تاکہ دو قسم کی طہارت کرنے سے نفس کو اور زیادہ تر تنبیہ ہو جائے اور نیز اول وضو کر لینے سے ان مواضع میں پانی خوب پہنچ جاتا ہے جن میں بہ تکلف پانی پہنچتا ہے کیونکہ سر کے اوپر پانی ڈالنے سے پھر اطراف پر اچھی طرح سے بہ تکلف ہی پانی پہنچتا ہے اور پیروں کے بعد میں دھونے کی وجہ یہ ہے کہ بلا فائدہ ایک عضو کا بار بار دھونا لازم نہ آوے مگر وضو کی صورت پورا کرنے کے لئے تو پیروں کو بھی پہلے دھولینا مناسب معلوم ہوتا ہے پھر غسل کے مستحبات ہیں جن سے غسل کامل ہو جاتا ہے یعنے تمام بدن کا تین مرتبہ دھونا اور بدن کا ملنا اور مغابن یعنی جہاں بہ تکلف پانی پہنچتا ہے اُن میں خوب پانی پہنچانا اور پردہ کا خوب اہتمام کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے بڑی حیا اور بڑا پردہ والا ہے اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ سِتِّیْرٌ۔ اس کی تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا یہ قول ہے کہ وہ حیا کو اور پردہ کو پسند کرتا ہے یحب الحیاء والستر۔ اور لوگوں سے تو پردہ کرنا واجب ہی ہے اور تنہائی میں بھی اُس کو اس طرح ہونا چاہئے کہ اگر کوئی شخص بوجہ معتاد اُس کے پاس سے گذر جائے تو اُس کا ستر نہ دیکھے مستحب ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مشک میں بسی ہوئی ایک صافی لیکر اُس سے صاف کرے یعنی حیض کے اثر کو پونچھ ڈال خذی فرصۃ من مسک فتطہری بہا۔ میں کہتا ہوں یہ حکم آپ نے کئی وجہ سے دیا ایک تو اس میں پاکی زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے کہ خوشبو بھی بذاتہ طہارت کا کام دیتی ہے اور ہمیشہ خوشبو کا حکم اس واسطے نہیں دیا کہ اس میں لوگوں پر دقت ہے دوسرا ایک اس خوشبو کیوجہ سے ایک طرح کی بدبو جو حیض میں ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے اور ایک یہ کہ حیض کا گذرنا اور طہر کا شروع ہونا اولاد کے لئے کوشش کرنے کا وقت ہے اور خوشبو ایسی چیز ہے جو اس قوت کو ابھارتی ہے۔

غسل کے لئے پانی کی مقدار ایک صاع سے پانچ مُد تک اور وضو کے لئے ایک مُد مقرر فرمائی ہے کیونکہ درمیانی بدن کے لئے یہ ایک کافی مقدار ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بالوں کو دھوؤ اور بدن کا میل اُتارو تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعر وانقوا البشرۃ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر جنابت کی حالت میں ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دیگا تو اُس جگہ کے ساتھ ایسا ایسا کیا جائیگا۔ من ترک موضع شعرۃ من الجنابۃ لم یغسلہا فعل بہا کذا وکذا۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ وہی ہے جو ہم نے وضو کا استیعاب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اندر بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایک بال کی جگہ دھونے میں غسل کے ی تو ثابت کرتا ہے اور جنابت پر باقی رہنا اور اُس پر اصرار کرنا دخول نار کا سبب ہے اور جس عضو سے نفس کے اندر یہ اثر پیدا ہوگا اسی عضو کی طرف سے نفس کو تکلیف اور الم ظاہر ہوگا۔

موجبات غسل کا بیان

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب عورت کے چاروں ہاتھ پاؤں کے بیچ بیٹھ گیا اور پھر اُس سے جماع کیا تو غسل واجب ہوگا اگرچہ اُس کو انزال نہ ہو۔ اذا جلس بین شعبہا الاربع ثم جہدہا فقد وجب الغسل وان لم ینزل میں کہتا ہوں اس بات میں روایتیں مختلف ہیں کہ اکسال یعنی جماع بدون انزال کو تقضا شہوت کے معنی میں اس جماع پر جو انزال کے ساتھ ہو محمول کر سکتے ہیں یا نہیں صحیح روایت جس پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے یہ ہے کہ جماع کرنے سے دونوں مرد و عورت پر غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اس حدیث میں اور اُس حدیث میں کہ پانی تو پانی ہی سے لازم آتا ہے یعنی غسل انزال سے لازم آتا ہے انما الماء من الماء تطبیق کیونکر ہو سکتی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حدیث انما الماء من الماء احتلام کے متعلق ہے مگر اس میں کچھ کلام ہے اور حضرت ابی کعبؓ فرماتے ہیں کہ انما الماء من الماء کا حکم شروع اسلام میں تھا پھر یہ حکم نہیں رہا اور حضرت عثمانؓ اور علی اور طلحہ اور زبیر اور ابی بن کعبؓ ابوایوب رضی اللہ عنہم سے اس شخص کے باب میں جو اپنی بیوی سے صحبت کرے اور اُس کو انزال نہ ہو مروی ہے کہ اُن کا قول یہ ہے کہ اپنے ذکر کو دھو ڈالے اور جس طرح نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ مرفوع ہے اور میرے نزدیک یہ بھی بعید نہیں ہے کہ اس سے مباشرت فاحشہ مراد ہو اس لئے کہ مباشرت فاحشہ پر جماع کا اطلاق آجاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا ایک شخص کو اپنے کپڑے پر تری معلوم ہو اور اُس کو احتلام کا ہونا یاد نہ ہو تو اس کو کیا حکم ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو غسل کرنا چاہئے اور اُس شخص کا حکم دریافت کیا گیا کہ اُس کو احتلام کا ہونا یاد ہو مگر کپڑے پر تری نہ معلوم ہو تو آپ نے فرمایا اُس پر غسل نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں حکم کا مدار تری کے اوپر رکھا خواب کے اوپر نہ رکھا اس واسطے کہ خواب کبھی خیالی ہوتا ہے اور اس کا کچھ اثر نہیں اور کبھی خواب تقضاء شہوت ہوتی ہے اور وہ بغیر تری کے نہیں ہوتی پس غسل کا مدار تری پر ہی ہو سکتا ہے علاوہ بریں تری تو ایک ظاہر چیز ہے جسکی تعیین اور انضباط ہو سکتا ہے اور خواب کو اکثر آدمی بھول جایا کرتا ہے۔

اور اس میں شبہ نہیں ہے کہ طہر اور حیض کی مدت کی زیادتی اور کمی کا مدار مزاج اور غذا وغیرہ کے اختلاف پر مبنی ہے اور اس کی کمی و بیشی اس طرح پر منضبط نہیں ہو سکتی کہ کسی میں اُس کے خلاف پایا ہی نہ جاوے لہذا صحیح یہی ہے کہ عورتوں کی عادتوں پر اس کا مدار کیا جاوے جس کو وہ یہ سمجھیں کہ یہ حیض ہے وہ حیض ہے اور جس کو استحاضہ سمجھیں وہ استحاضہ ہے اور صحابہ اور تابعین میں جو اس کے اندر اختلاف واقع ہوا ہے اُس کا سبب ہر ایک کا استقراء اور اندازہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک مرتبہ حمنہ بنت جحش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کا مسئلہ دریافت کیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو گدی کے رکھنے اور اُس کے اوپر پٹی کے چڑھا لینے کا حکم دیا اور دو باتوں میں ایک بات کا اُن کو اختیار دیا آخیر حدیث تک استفتت حمنۃ فی الاستحاضۃ فامرہا بالکرسف واللجم وخیرہا بین امرین۔ الخ میں کہتا ہوں اصل اس باب میں یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ استحاضہ صحت کے خلاف ایک امر ہے اور اُس میں نماز کا ترک کرنا ایک مدت دراز تک مطلق العنانی کا باعث ہوسکتا ہے تو آپ نے چاہا کہ جو ان لوگوں میں مشہور ہے اُسی پر اسکو محمول کرنا چاہئے تو آپ کو دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ بات اُن سے معلوم ہوئی کہ یہ کوئی رگ ہے یعنی کوئی بیماری ہے جس کا سبب دشواری سے معلوم ہوسکتا ہے اور اُس کا حال تکسیر کا سا ہے تو جس طرح حالتِ صحت میں اُسکو ہر ماہ کے اندر حیض اور طہر ہوا کرتا ہے اُسی پر آپ نے اُسکو بھی قائم رکھا مگر اس وقت میں حیض کے استحاضہ سے تمیز ضروری ہے تو اُن میں یا تو رنگ سے تمیز ہوسکتی ہے جس کا رنگ گہرا ہو مثلاً سیاہ وہ حیض ہے اور یا اُن ایام سے کہ جو عورت کا معمول تھے تمیز ہوسکتی ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ حیض فاسد ہے پس اُس کا حیض ہونا اس بات کا مقتضی ہوا کہ اُس کو ہر نماز کے لئے غسل کا حکم دیا جائے اور اگر ہر نماز کے لئے غسل کرنے میں دشواری ہو تو دو نمازوں کے لئے ایک غسل تو ضرور کرے اور چونکہ وہ فاسد حیض ہے اسواسطے نماز کی اُس سے ممانعت نہ کی گئی اور گدی کے رکھنے اور اُسپر لنگوٹی باندھ لینے میں یہ حکمت ہے کہ وہ خون ایسا ہی تصور کیا جائے کہ جیسے اپنی جگہ ٹھیرا ہوا ہے اور باہر نہیں آتا ہے اور تاکہ اُس کے کپڑے اور بدن اُس سے آلودہ نہ ہو جمہور فقہا نے پہلی بات پر فتویٰ دیا ہے جس صورت میں کچھ دشواری نہ ہو۔

اِس بات کا بیان کہ بے وضو کو اور جنب کو حیض کا کرنا جائز ہے اور کس چیز سے اُسکو ممانعت ہے

چونکہ شعائر الٰہی کی تعظیم ضروری ہے اور منجملہ شعائر کے نماز اور کعبہ اور قرآن بھی ہیں اور بڑی تعظیم ایک یہ ہے کہ بدون طہارتِ کاملہ اور بدون ایک نئے کام کے جس سے نفس کو تنبیہ ہو جائے آدمی اُن چیزوں کے پاس نہ جائے اس لئے یہ امر ضروری ہوگیا کہ جبتک آدمی پورے طور سے پاک نہ ہو ان چیزوں سے علیحدہ رہے مگر قرآن کی تلاوت کے لئے وضو شرط نہیں کیا گیا اس واسطے کہ اگر ہر وقت قرآن کے پڑھنے کے ساتھ وضو کا ہونا شرط کر دیا جاتا تو قرآن کے یاد کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے میں بڑی مشکل پڑتی اور اُس دروازہ کا کھول دینا اور اُسمیں رغبت دلانا اور جو شخص قرآن کا یاد کرنا چاہے اُس کے لئے آسانی کا کرنا بہت ضروری تھا مگر جنابت کے اندر زیادہ تاکید ضروری ہوئی اور جنابت کی حالت میں قرآن کا پڑھنا بھی ناجائز قرار دیا گیا اور جنب اور حائض کو مسجد کے اندر جانا بھی جائز نہ ہوا کیونکہ مسجد نماز اور ذکر الٰہی کرنے کی جگہ ہے اور شعائر اسلام سے ہے اور وہ کعبہ کا ایک نمونہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کے بیٹھنے میں طہارت شرط نہیں کی گئی کیونکہ ہر شے کی تعظیم اس کے مناسب ہوتی ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک بشر تھے اور لوازم بشریت مانند حدث اور جنابت وغیرہ کے اوروں کی طرح آپ پر بھی طاری ہوتے تھے اس لئے آپ کے پاس بیٹھنے میں طہارت کا شرط کرنا قلب موضوع میں داخل تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا ہے جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اُسمیں فرشتے نہیں آتے اور نہ جس میں کتا ہو اور نہ جس میں جنب ہو لا یدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب. میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ملائکہ کو ان چیزوں سے نفرت ہے۔ اور فرشتوں کے اندر جو صفات پائی جاتی ہیں یعنی تقدس اور بت پرستوں سے نفرت یہ باتیں اُنکی صفات کی ضد ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے بارے میں کہ جس کو رات میں نہانے کی ضرورت ہو جائے فرمایا ہے کہ وضو کر اور اپنے آلہ کو دھو پھر سو جا۔ میں کہتا ہوں چونکہ جنابت کی حالت فرشتوں کے شان کے منافی ہے تو مسلمان کو مناسب ہے کہ ناپاکی کے ساتھ اپنی ضروریات میں مثل سونے اور کھانے کے مشغول نہ ہووے اور اگر غسل نہ کر سکے تو وضو ہی کرلے کیونکہ وہ بھی غسل کی طرح ایک قسم کی طہارت ہے فرق یہی ہے کہ شارع نے اُن دونوں کا محل جدا جدا کر دیا ہے۔

تیمم کا بیان

چونکہ خدا تعالےٰ کی عادت جاری ہے کہ بندوں پر جو چیز دشوار ہوتی ہے وہ اُنپر سہل فرما دیتا ہے اور تیسیر کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جس چیز کے کرنے میں دقت ہے اس کو ساقط کرکے اُس کا بدل مقرر کر دیا جاوے تاکہ اُن کے ٹھکانے سے رہیں اور جس چیز کا وہ غایت درجہ التزام کر رہے تھے دفعتاً اُس کے ترک کر دینے سے اُنکے دل متردد اور پریشان نہ ہوں اور ترک طہارت کے عادی نہ ہو جائیں اس واسطے خدا تعالےٰ نے مرض اور سفر کی حالت میں وضو اور غسل کو ساقط فرما کر اُس کی جگہ تیمم کو مقرر فرمایا اور جب ایسا ہوا تو ملاء اعلےٰ میں تیمم کے وضو اور غسل کی جگہ قائم مقام کر دینے کا حکم سُنا دیا گیا اور منجملہ طہارات کے تیمم بھی بوجہ مشابہت کے ایک قسم کی طہارت ٹھیر گیا یہ حکم بھی منجملہ اُن بڑے بڑے امور کے ہے جن کی وجہ سے ملت مصطفویہ تمام ملل سابقہ میں ممتاز ہے جسکی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب ہم کو پانی نہ ملے تو اُسکے عوض (یعنی زمین کی خاک) ہمارے لئے باعث طہارت بنا دی ہے۔ جعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء۔ میں کہتا ہوں اس کے واسطے زمین اس لئے خاص کی گئی کہ زمین کہیں ناپید نہیں ہوتی تو ایسی ہی چیز اس قابل ہے جس سے لوگوں کی دقت دفع ہو سکتی ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض چیزیں بجائے پانی کے مٹی سے ہی پاک ہو جاتی ہیں جیسے تلوار یا موزہ وغیرہ اور نیز اُس کے استعمال کرنے میں خاکساری اور ذلت پائی جاتی ہے جیسے منہ پر خاک ڈال لی اور ذلت کی شان طلب عفو کے مناسب ہے اور غسل اور وضو کے تیمم میں کچھ فرق نہ کیا گیا اور غسل کے تیمم میں تمام بدن پر خاک ملنا نہیں مقرر کیا گیا کیونکہ جس چیز کا مقصود بظاہر عقل میں نہ آوے اُسکو بالخاصیت موثر سمجھنا مناسب ہوتا ہے نہ بالمقدار اور اُن کا اطمینان خاطر اسی تیمم سے ایسے موقع پر ہو سکتا ہے اور دوسرے تمام بدن کا خاک میں بھر لینا بھی دقت سے خالی نہیں ہے اُس کے مقرر کرنے سے پورا حرج رفع نہ ہو سکتا تھا۔ اس قدر سردی بھی کہ جسمیں وضو کرنے سے مضرت کا یقین ہو مرض کے حکم میں ہے عمرو بن عاص نے جو حدیث روایت کی ہے وہ اس پر دلیل ہے اور سفر میں اصل میں تیمم کی قید نہیں بلکہ وہ پانی کے نہ ملنے کی ایک صورت ہے کہ سفر سے پانی کا نہ ملنا بظاہر سمجھ میں آسکتا ہے۔ تیمم کے اندر پیروں پر ہاتھ پھیرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس واسطے کہ پیر تو خود ہی گرد وغبار میں بھر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں اور حکم ایسی چیز کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو تاکہ نفس کو اُس کے کرنے سے تنبیہ پائی جاوے۔

اب تیمم کرنے کی ترکیب منجملہ اُن چیزوں کے ہے کہ جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنے کا طریقہ مختلف واقع ہوا ہے۔ طریقہ محدثین کے مکمل ہونے سے قبل فقہا، تابعین وغیرہم کا قول یہ ہے کہ تیمم دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنیکا نام ہے ایکمرتبہ منہ کے لئے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک اب باقی رہیں احادیث جو اس باب میں آئی ہیں سو اُن سب میں صحیح حدیث وہ ہے جو عمار نے روایت کی ہے کہ تجکو اسی قدر کافی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر اُن میں پھونک مار کر دونوں ہاتھ منہ پر اور ہاتھوں پر پھیرے انما کان یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ فیھما ثم تمسح بھما وجھک وکفیک۔ اور حدیث ابن عمر سے مروی ہے کہ تیمم دو ضربے ہیں ایک ضربہ منہ کے لئے اور ایک ضربہ ہاتھوں کے لئے کہنیوں تک التیمم ضربتان ضربۃ للیدین الی المرفقین اور دونوں طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل مروی ہے اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کیوجہ ظاہر ہے انما یکفیک کا لفظ اسکی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی ادنٰے درجہ تیمم کا ایک ضربہ ہے اور دو ضربی سنت کا مرتبہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کی یہی تاویل ہوسکتی ہے کہ آپ نے حضرت عمار کو یہ بات تعلیم فرمائی ہو کہ تیمم کے اندر زمین پر ہاتھ مارنے سے جو ہاتھوں کو لگ جاتے اُس کا بدن پر ملنا مقرر کیا گیا ہے یہ مقصود نہیں ہے کہ خاک میں بدن کو بھر لیا جاوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس سے مقدار اعضاء یا عدد ضربی کا بیان کرنا نہ ہو اور اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہوسکتا ہے اور یہ نسبت تمرغ یعنی بدن کے خاک میں بھر لینے کے آپ کو حصر کرنا مقصود ہو اور ایسے مسئلہ میں انسان کو اُس قول پر عمل کرنا چاہئے جسکی وجہ سے یقیناً وہ بری الذمہ ہو جائے۔

حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے نزدیک جنابت سے تیمم درست نہیں ہوتا اور وہ آیہ اولامستم النساء کو مس پر محمول کرتے ہیں اور اُنکے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو جاتا رہتا ہے مگر عمران اور عمار کی حدیث اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔

اور میں نے کسی حدیث صحیح میں اس بات کی تصریح نہیں دیکھی کہ ہر وقت کی نماز فرض کے لیے جدا تیمم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ یہ کہ غلام آبق کو تیمم درست نہیں ہے اور اسی قسم کی باتیں اور یہ فقط تخریجات کے قبیلہ سے ہیں۔

اگر کوئی شخص زخمی ہو تو اُس کے واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اُس کو اسی قدر کافی ہے کہ تیمم کرے اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لے اور اُسپر ہاتھ پھیر لے اور باقی بدن کو دھو ڈالے انما کان یکفیہ ان یتیمم ویعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیھا ویغسل سائر جسدہ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم جس طرح تمام بدن کا بدل ہے اسی طرح ایک عضو کا بدل ہے اسواسطے کہ اس کا حال ایسا ہے جیسے کوئی موثر بالخاصیت شئے کا حال ہوتا ہے اور اُس میں مسح کرنے کا حکم ہے اور اُس کی وجہ موزوں کے مسح میں ہم بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستھری مٹی مسلمان کے لئے وضو کا پانی ہے اگر دس برس تک اُس کو پانی نہ ملے ان الصعید الطیب وضوء المسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولو لم یجد الماء عشر سنین میں کہتا ہوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس فرمانے سے تردد اور وہم کے دروازہ کا بند کرنا ہے ایسی باتوں میں بہت سے وہمی لوگ فکر اور تردد کیا کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی رخصت کو نہیں مانتے ؛

پائخانہ میں جانے کے آداب کا بیان

یہ آداب کئی باتوں میں منحصر ہیں ایک تو قبلہ کی تعظیم جس کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم جائے ضرور کے لئے آؤ تو قبلہ کو منہ تم کرو اور نہ اُس کو پشت ؛ اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا اور اس میں ایک حکمت اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ دل کے اندر خدا تعالےٰ کی عظمت کا ہونا چونکہ ایک باطنی امر ہے اس واسطے ظاہر میں بھی کوئی قرینہ جو تعظیم قلبی کا قائم مقام ہو پایا جانا ضروری ہے شرائع متقدمہ میں تو عبادتخانوں کے اندر جو خدا کی عبادت کے لئے بنائے جاتے تھے اور وہ شعائر الٰہی اور شعائر دین میں سے ہوتے تھے جانا اُس کا ظاہری قرینہ اور پہچان تھی ہماری شریعت نے قبلہ کی طرف کھڑے ہوتے اور تکبیر کو اُس کا قرینہ اور علامت مقرر فرمایا پس جبکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا تعظیم قلبی اور یاد الٰہی میں جمع خاطر ہونے کا قائم مقام ٹھیرا اور قائم مقام ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ ہیئت خدا تعالےٰ کی یاد دلاتی ہے اس واسطے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم سے اس بات کا استنباط فرمایا کہ یہ ہیئت تعظیم الٰہی کے لئے مخصوص رہے اور جو ہیئت نماز کی ہیئت کے بالکل منافی اور اُس کی ضد ہے (یعنی پائخانہ کی ہیئت) اس میں قبلہ کو منہ نہ کیا جائے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض دفعہ لوگوں نے قبلہ کو رخ مبارک یا پشت مبارک کئے دیکھا ہے اور دونوں میں تطبیق بایں طور کی گئی ہے کہ میدان میں تو پاخانہ کرنے کی حالت میں قبلہ کو رو یا پشت کرنا منع ہے اور مکانوں میں منع نہیں ہے اور بعضوں نے یہ تطبیق کی ہے کہ یہاں نہی کراہیت کے لئے ہے اور یہی تطبیق بظاہر مناسب معلوم ہوتی ہے ؛

منجملہ آداب کے ایک پورے طور پر صفائی کا کرنا اس واسطے تین پتھروں سے کم یعنی تین دفعہ سے کم استنجا کرنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ بظن غالب جبتک تین دفعہ نجاست صاف نہ کی جائے نجاست دور نہیں ہوتی اور پتھر سے استنجا کرنے کے ساتھ پانی سے بھی استنجا مستحب ہے اور ایک ایسی جگہ جائے ضرور کو جانے سے احتراز کرنا چاہئے کہ جس میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو جیسے سایہ کی جگہ ہے اور وہاں لوگ آرام پاتے ہیں یا لوگوں کا اُس طرف کو راستہ ہے یا اُن کی باتیں کرنے کی جگہ ہے یا رکا ہوا پانی ہے ایسی جگہ پائخانہ کو بیٹھنا خلاف ادب ہے اور ہڈی سے استنجا کرنا بھی اسمیں داخل ہے کیونکہ وہ جنات کی غذا ہے اور ایسے ہی جتنی لوگوں کے انتفاع کی چیزیں ہیں اُن کا یہی حکم ہے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر لعنت کرنیوالوں سے ڈرو اتقوا اللاعنین اس بات کو سمجھلایا کہ اس کے اندر حکمت لوگوں کی لعنت ملامت اور اُن کی ایذا پہنچنے سے بچنا ہے یا اسمیں لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچی مگر خود اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا احتمال ہے جیسے سوراخوں میں پیشاب کرنا کیونکہ اکثر وہ سانپ وغیرہ کا سوراخ ہوتا ہے اور وہ اُس میں سے نکلکر کاٹ کھاتا ہے اور منجملہ آداب کے ایک محاسن عادات کو عمل میں لانا ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا نہ کرے اور پیشاب کے مقام کو داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے اور گوبر سے استنجا نہ کرے اور استنجا کرنے میں عدد طاق کو اختیار کرے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازانجملہ ایک پردہ کا اہتمام ہے کہ لوگوں سے دور ہو کر استنجا کو جاوے تاکہ کسی قسم کی آواز کو لوگ نہ سنیں اور بدبو کا اثر ان تک نہ پہنچے اور اُس کا ستر نہ دیکھیں اور جب تک زمین کی قریب نہ ہو جائے بدن نہ کھولے اور جہاں درخت وغیرہ اٹھے کھڑے ہوں جنسے اُس کا نیچے کا بدن لوگ نہ دیکھ سکیں وہاں پاخانہ کے لئے بیٹھے اگر کچھ چیز پردہ کی نہ ہو تو ریت کی ایک ڈھیری لگالے اور اُسکی طرف پشت کر کے بیٹھ جاوے کیونکہ شیطان انسانوں کے استنجا کرنے کی جگہ شیطنت کرتا رہتا ہے۔ اس واسطے کہ شیطان کی جبلت میں افکار فاسدہ اور افعال ناشائستہ داخل ہیں ازانجملہ کپڑے اور بدن کا نجاست سے بچانا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کے لئے جگہ تلاش کرے اذا اراد احدکم ان یبول فلیرتد لبولہ ازانجملہ وسواس کا دور کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پس کوئی شخص تم میں سے اپنے نہانے کی جگہ پیشاب نہ کرے کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے ہوتے ہیں فلا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ۔ اور حضرت عمرؓ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اس واسطے مکروہ ہے کہ اول تو اُس سے چھینٹیں بدن اور کپڑوں پر پڑتی ہیں دوسرے بے تہذیبی ہے اور عادات حسنہ سے بالکل خلاف ہے اور ستر کے کھلنے کا بھی اسمیں احتمال قوی ہے اور فرمایا ہے پاخانے شیاطین وغیرہ کے موجود رہنے کی جگہ ہیں اس لئے جب کوئی پاخانہ میں آیا کرے تو یہ کہہ لیا کرے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ان الحشوش محتضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اعوذ باللہ من الخبث والخبائث۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے باہر آیا کرتے تو یہ کہتے تھے غفرانک میں کہتا ہوں پاخانہ کو جاتے وقت اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اس جگہ شیاطین مجتمع رہتے ہیں اس لئے کہ نجاست ان کو بھاتی ہے اور پاخانہ سے نکلتے وقت غفرانک کہنا مستحب ہے کیونکہ پاخانہ میں ذکر الٰہی ترک ہو جاتا ہے اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے اُس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے اور ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں میں عذاب ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی۔ کہ ان دونوں میں ایک تو پیشاب کرتے ہی کھڑا ہو جاتا اور استبرا نہ کرتا تھا اما احدہما فکان لا یستبرئ من البول الحدیث میں کہتا ہوں استبرا واجب ہے اور اُس کی صورت یہ ہے کہ پیشاب کر کے کچھ دیر رکا رہے اور زور کر کر کے ذرا ذرا پیشاب نکالدے یہاں تک کہ اُس کو بات کا یقین ہو جائے کہ اب کوئی قطرہ پیشاب کا اُس کے بدن میں باقی نہیں رہا اور اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نجاست سے احتیاط نہ کرنا اور ناپاکی میں رہنا اور ایسے کام کرنا جس سے لوگوں میں بگاڑ پڑے عذاب قبر کے باعث ہوتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک شاخ کو بیچ میں سے چیر کر ہر ایک قبر میں اُسکو گاڑ دینا یہ اُن مردوں کے حق میں شفاعت مفیدہ تھا کیونکہ اُنکے لئے کافر ہونیکی وجہ سے شفاعت مطلقہ ناممکن تھی۔

خصال فطرت اور اُن کے اسرار کا بیان

حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دس باتیں فطرت میں داخل ہیں مونچھوں کا ترشوانا اور داڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا اور ناخن ترشوانا اور جہاں جہاں میل اکٹھا ہو جاتا ہے اُن مواضع کا دھونا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف کا مونڈنا اور انتقاص الماء یعنی پانی سے استنجا کرنا راوی کہتا ہے دسویں بات مجھ سے بھول گئی مگر شاید وہ مضمضہ ہو عشر من الفطرۃ قص الشوارب واعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق بالماء و قص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ - میں کہتا ہوں یہ طہارتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہیں اور تمام امم حنیفہ میں برابر جاری ہیں اور ان کے دلوں کو بھاگئی ہیں اور یہ باتیں ان کی صمیم اعتقاد میں داخل ہوگئی ہیں انہیں پر انکی زندگی ہے اور انہیں پر انکی موت ہے قرنا بعد قرن لہذا انکا نام فطرت رکھا گیا ہے اور ملت حنیفہ کے یہ شعائر ہیں اور ہر امت کے لئے شعائر ہونے بھی ضروری ہیں تاکہ ان سے اس امت کی شناخت ہوسکے اور لوگوں سے ان باتوں پر مواخذہ کرسکیں تاکہ انکی نافرمانی اور فرمانبرداری بظاہر معلوم ہوجائے اور شعائر بھی اس قسم کی چیزیں ہونی چاہئیں کہ جو کثرت سے پائی جائیں اور بار بار وقوع میں آتی ہیں اور ظاہر میں معلوم ہوسکیں اور اس میں بہت سے فوائد ہیں کہ لوگوں کے ذہن ان فوائد کو پورے پورے طور پر ملتے ہیں یہاں پر اجمالا ان فوائد کا بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں کہ آدمی کے بدن سے جو بعض مواضع میں بال نکلتے ہیں تو ان کا قلب پر وہی اثر پڑتا ہے جو احداث سے پیدا ہوتا ہے یعنی انقباض قلب اور بلادت وغیرہ اور اسیطرح سر اور داڑھی کے بالوں کا پراگندہ اور خراب خستہ ہونا اس باب میں انسان کو اطباء کے کلام پر نظر کرنی چاہئے کہ انہوں نے پتے اور خارش اور اسی قسم کے امراض جلدیہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ ایسی بیماریوں سے قلب کے اندر ملال اور حزن رہتا ہے اور اس کا نشاط جاتا رہتا ہے اور داڑھی ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑے چھوٹے کی تمیز ہوسکتی ہے اور مردوں کے لئے ایک قسم کا جمال اور ان کی شکل کی پورا کرنے والی ہے اسواسطے اس کا بڑھانا ضروری امر ہے اور اس کا ترشوانا مجوس کا طریقہ ہے اور اسمیں خلق الہی کی تغییر بھی پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے سردار اور خاندانی لوگ رذیل لوگوں میں شامل ہوجاتے ہیں اور جس کی مونچھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں جب وہ کچھ کھاتا ہے یا پیتا ہے اس میں بھر جاتی ہیں اور میل کچیل میں آلودہ رہتی ہیں اور یہ مجوس کا طریقہ ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مشرکوں کی مخالفت کرتے رہو مونچھیں تو ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ خالفوا المشرکین قصوا الشوارب واعفوا اللحی - اور مضمضہ کرنے اور ناک میں پانی پہنچانے اور مسواک کرنے سے بدبو اور میل وغیرہ دور ہوجاتا اور ختنہ کی کھال ایک زائد عضو ہوتا ہے اس میں میل اکٹھا ہوجاتا ہے اور پیشاب کے قطرے اسمیں رک جاتے ہیں علاوہ بریں جماع میں خوب لذت نہیں آتی اور توریت میں لکھا ہے کہ ختنہ خدا تعالے کے ابراہیم اور انکی اولاد پر نشانی ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جن غلاموں کا آزاد کرنا ان کو منظور نہیں ہوتا یا جو ان کی خاص خاص گھوڑے وغیرہ ہوتے ہیں ان کے اوپر کچھ علامت کر دیتے ہیں تاکہ اوروں سے وہ تمیز ہوجائیں اسی طرح سے ختنہ خدا تعالے کی طرف سے بندوں پر علامت ہے اور سب شعائر ایسے ہیں کہ ان میں تغیر اور شبہ ہونا بہت مشکل ہے انتقاص الماء سے پانی سے استنجا کرنا مراد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسولوں کے طریقے میں سے چار باتیں ہیں حیا اور ایک روایت میں ختنہ کرنا آیا ہے اور خوشبو لگانا اور مسواک کرنا اور نکاح کرنا اربع من سنن المرسلین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحیاو یردی الختان والتعطر والسواک والنکاح - میرے نزدیک یہ سب باتیں طہارت کے قبیلہ سے ہیں حیا تو بے ہودگی
اور بیہودگی اور فواحش کے ترک کرنے کا نام ہے اور ان باتوں سے نفس میں پلیدی اور تکدر پیدا ہوجاتا ہے
اور خوشبو لگانے سے نفس کے اندر سرور اور فرحت پیدا ہوتی ہے اور طہارت پر اُس سے بہت بڑی تنبیہ ہوتی
ہے اور جماع عورتوں کی طرف سے نفس کو طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور عورتوں کے وسوسے جو نفس کو اس
شہوت کے پورا کرنے کی طرف برانگیختہ کرتے ہیں دفع ہوجاتے رہتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو انکو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیتا لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک
عند کل صلوۃ - میں کہتا ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ اگر حرج کا ڈر نہ ہوتا تو مسواک کو وضو کی طرح نماز کے لئے شرط کر دیتا
اور اسی طور کی بہت سی احادیث اس باب میں وارد ہوئی ہیں جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اجتہاد کو حدود شرعیہ میں دخل ہے اور حدود شرعیہ کا مقدار مقاصد پہ ہے اور امت سے حرج کا رفع کرنا منجملہ اُن
اصول کے ہے جن پر شرائع کی بنا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے کی کیفیت راوی بیان کرتا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرتے وقت اُع اُع کی آواز آیا کرتی تھی جیسے قے کرنے میں آواز آیا کرتی
ہے میں کہتا ہوں آدمی کو چاہئے کہ خوب اچھی طرح منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم خوب نکالے اور
خوب طرح مسواک کرنے سے قلاع جاتا رہتا ہے اور آواز صاف ہوجاتی ہے اور منہ خوشبو دار ہوجاتا ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک روز نہا لیا کرے اور اسمیں اپنا بدن اور سر
دھو ڈالے حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما یغسل فیہ جسدہ و راسہ - میں کہتا ہوں ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ
غسل کرنا خود ایک مستقل سنت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میل کچیل سے پاک رہنے کے لئے مقرر فرمایا
ہے اور تاکہ نفس کو صفت طہارت پر تنبیہ ہوتی رہی اور جمعہ کی نماز کے ساتھ ساتھ اُس کو اس واسطے مقرر کر دیا گیا ہے
تاکہ ہر ایک دوسرے سے مکمل ہوجائے علاوہ بریں جمعہ کے نماز کی اسمیں عظمت پائی جاتی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم
چار چیزوں سے غسل فرمایا کرتے تھے ایک کو جنابت سے اور ایک جمعہ کے روز اور ایک پچھنے لگوانے کے بعد اور
مردے کے نہلانے کے بعد - میں کہتا ہوں کہ پچھنے لگوانے میں تو یہ وجہ ہے کہ اسمیں خون اکثر بدن کو لگ جایا کرتا
ہے اور خون کے ایک ایک لقطہ کا جدا جدا دھونا دشوار ہوتا ہے دوسرے یہ کہ سینگیوں سے خون کا چوسنا خون کو
ہر طرف سے کھینچ لاتا ہے اور اُس خاص عضو سے خون کے کم ہونے کا نفع نہیں ہوتا اور غسل کر لینے سے خون
کو ایک قسم کا انجماد ہوجاتا ہے اور اطراف سے اُس کا انجذاب موقوف ہوجاتا ہے اور غسل میت سے نہانے کی
وجہ یہ ہے کہ اُس میں نہلانے والے کے بدن پر چھینٹیں بہت سی پڑ جایا کرتی ہیں - اور میں ایک شخص کے
پاس جان کندنی کے وقت بیٹھا تو جو ملائکہ ارواح کے قبض کرنے کے لئے متعین ہیں حاضرین کی روح پر بھی ایک
عجیب قسم کی تکلیف اُن سے پہنچتے ہوئے معلوم ہوئی اُس سے میں سمجھ گیا کہ حالت کا بدل دینا جس سے نفس کو ایک
دوسری حالت پر جو پہلی کے مخالف ہے تنبیہ ہوجائے بہت ضروری ہے اور غسل سے یہ تنبیہ ہوسکتی ہے !

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص سلام با نواس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی اور بیر کے پتوں سے نہانے کا حکم دیا اور دوسرے
کسی شخص سے فرمایا کفر کی علامت اپنے آپ سے دور کر دے میں کہتا ہوں اسمیں بھید یہ ہے کہ اسکو ظاہر میں ایک چیز
سے باہر آجانا متمثل ہو جاوے۔ واللہ اعلم ✦

پانیوں کے احکام کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ رکے ہوئے پانی میں جو بہتا نہیں ہے
پیشاب کرے اور پھر اسمیں غسل کرے لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیہ۔ میں کہتا ہوں اس میں
دونوں باتوں سے نہی ہے یعنی پانی میں پیشاب کرنے سے بھی اور پھر اسمیں غسل کرنے سے بھی جیسے حدیث شریف
میں آیا ہے دو شخص پائخانہ کے لئے اپنا ستر کھولکر باتیں کرتے ہوئے نہ نکلیں کیونکہ خدا تعالےٰ اس سے ناخوش ہوتا ہے
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو فقط پانی میں پیشاب کرنے اور فقط اس پانی میں غسل کرنے سے نہی مروی ہے
اس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دو باتوں میں سے ایک بات
سے خالی نہیں ہے یا تو اسمیں اسیوقت پانی کا تغیر لازم آتا ہے اور یا وہ پانی کے متغیر ہونے کا سبب ہوتا ہے کہ
جب اس کو لوگ پیشاب کرتا ہوا یا نہاتا ہوا دیکھینگے تو وہ بھی ایسا ہی کرینگے اور وہ بھی منجملہ انہیں صورتوں کے ہے
جن کی نسبت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعنت کرنے والے سے ڈرو مگر جبکہ وہ پانی جاری کیا ہوا یا خود
جاری ہو تو اس کا حکم جدا ہے مگر بہتر وہاں بھی یہی ہے کہ ان باتوں سے پرہیز کرے:

اور آب مستعمل کہ جس کو کوئی قوم طہارت میں استعمال کیا کرتی تھی اور وہ مہجور اور منزدک سا ہو گیا تھا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس کو اسی حال پر رکھا کہ جیسا ان کے نزدیک تھا اور اس کی طہارت میں شک نہیں ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب پانی قلتین تک پہنچ جاتا ہے تو اپنے در پر ناپاکی کو نہیں آنے دیتا ہے اذا بلغ الماء
قلتین لم یحمل خبثا۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے معنوی ناپاکی مراد ہے کہ جس کو شرع ناپاک کہتی ہے عرف اور عادت کے اعتبار
سے ناپاکی مراد نہیں ہے اور جب کہ نجاست کیوجہ سے پانی کے کسی بات میں فرق آجائے اور رنگت اور کیفیت کے
اعتبار سے نجاست کا اس پر غلبہ ہو جائے تو وہ امر سے خارج ہے اور قلتین کو کثیر اور قلیل پانی کے اندر حد فاصل
ایک ضروری امر کیوجہ سے کیا ہے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے اور تحکما یا اٹکل سے یہ حد مقرر نہیں کی گئی ہے
اور تمام مقادیر شرعیہ کا حال ایسا ہی کسی کے اندر تخمینے اور اٹکل کو دخل نہیں دیا گیا اور وہ ضروری امر یہ ہے کہ پانی کے
رہنے کی دو جگہ ہیں ایک تو معدن اور ایک برتن معدن تو کنوئیں اور چشمے ہیں اور جھیل بھی انہیں میں شامل ہے
اور برتن مشک اور گھڑا اور طشت اور مخضب اور ارادہ اور معدن تو ایسی چیز ہے کہ اس کے ناپاک ہونے سے بڑا ضرر
ہو جاتا ہے اور اس کے پانی کھینچنے میں بڑی دقت اٹھانی پڑتی ہے اور برتن تو روزمرہ بھری جایا کرتے ہیں اور
ان کا پانی اونڈیلنے میں کچھ دقت نہیں ہو سکتی علاوہ بریں معادن کے لئے ڈھکن نہیں ہوتا اور اس پانی کو جانور دیں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوبر اور درندوں کے منہ ڈالنے سے نہیں محفوظ رہ سکتے اور برتنوں کے محفوظ رکھنے اور ڈھکے رہنے میں کچھ زیادہ دقت نہیں ہے بجز اُن جانوروں کے جو گھروں میں پھرتے رہتے ہیں اور نیز معادن میں پانی کثرت سے ہوتا ہے بہت سی نجاست کا بھی اُنہیں پتہ نہیں لگتا اور اُس کا کچھ اثر نہیں ہوتا بخلاف برتنوں کے اسواسطے یہ بات ضروری ہوئی کہ معدن کا علم اور ہوا اور ظروف کا اور علم ہو اور معادن میں ان چیزوں کی معافی دیجائے کہ ظروف میں جن سے معافی نہیں ہے اور معدن اور ظروف میں سوائے قلتین کے کوئی چیز حد فاصل نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ کنواں اور چشمہ قلتین سے تو کسی طرح کم ہو ہی نہیں سکتا اور جو پانی قلتین سے کم ہو اُس کو نہ حوض کہتے ہیں نہ تالاب کہتے ہیں بلکہ اُس کو گڑھا کہتے ہیں اور اگر دو قلہ پانی ہموار زمین میں ہو تو غالبا پانچ بالشت چوڑی اور سات بالشت لانبی جگہ میں آتا ہے اور وہ حوض کا ادنٰے درجہ ہے اور عرب میں سب سے بڑا برتن پانی کے رکھنے کا قلہ ہوتا ہے اور انہیں اس سے بڑا کوئی برتن نہیں معلوم ہوتا اور قلے بھی سب برابر نہیں ہوتے بعض ڈیڑھ قلہ کے برابر ہوتے ہیں بعض سوا کے بعض ایک اور تہائی کے لیکن ایک قلہ دو کے برابر نہیں ہوتا پس قلتین یعنی دو قلہ کی مقدار ایسی ہے کہ کوئی برتن اس مقدار کو نہیں پہنچتا اور کوئی معدن اُس سے کم نہیں ہوتا ہے اس واسطے آب قلیل اور آب کثیر کے اندر قلتین کی مقدار حد فاصل قرار پائی اور جو قلتین کا قائل نہیں جیسے مالکیہ اس نے بھی آب کثیر کا اندازہ قلتین کے قریب قریب مقدار سے کیا ہے یا جنگل کے کنووں میں اونٹ کی مینگنی کے برابر نجاست کا معافی کا حکم دیا ہے یہاں سے انسان کو معلوم کرنا چاہئے کہ حدود شرعیہ ایسی ایسی ضروری صورتوں میں قائم کی گئی ہیں کہ انکے بغیر لوگوں کو چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور ان کے سوا کسی کی عقل میں آ ہی نہیں سکتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانی پاک کرنیوالا ہے کوئی چیز اسکو ناپاک نہیں کرسکتی الماء طھور لاینجسہ شئے اور فرمایا ہے پانی ناپاک نہیں ہوا کرتا الماء لایجنب اور فرمایا مومن ناپاک نہیں ہوتا المومن لاینجس۔ اور اسی قسم کی حدیثیں وارد ہیں کہ بدن ناپاک نہیں ہوتا اور زمین ناپاک نہیں ہوتی ان البدن لاینجس والارض لاینجس میں کہتا ہوں ان سب سے نجاست خاص کی نفی مراد ہے جو قرائن حالیہ اور مقالیہ سے مفہوم ہوتی ہے پانی کے ناپاک نہ ہونے سے تو یہ مراد ہے کہ معادن نجاست کے پڑنے سے جب نجاست ان میں سے نکالکر پھینک دیجائے اور پانی کی کوئی صفت بھی نہ بدلے اور اُس کا اثر ظاہر نہ ہو ناپاک نہیں رہتے اور بدن کو کیسے ہی ناپاکی لگ جائے جب دھو ڈالو پاک کا پاک ہو جاتا ہے ناپاک نہیں رہ سکتا اور زمین بھی کیسی ہی ناپاک ہو مینہ کے برسنے اور دھوپ کے پڑنے اور خلقت کے اسپر چلنے پھرنے سے صاف ستھری ہو جاتی ہے نجاست کا نام بھی نہیں رہتا اور بیر بضاعہ میں کوئی گمان کر سکتا ہے کہ ان میں نجاستیں پڑی رہا کرتی تھیں کسی طرح یہ گمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ایسی چیز سے بنی آدم کو ذاتی اجتناب ہوتا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح اس کا پانی پی سکتے تھے بلکہ جس طرح ہمارے زمانہ میں کنووں کے اندر نجاستیں پڑ جاتی ہیں اور قصداً کوئی ان کو نہیں ڈالتا اسی طرح اسمیں بھی نجاستیں پڑ جاتی تھیں اور پھر نکالکر پھینک دیا کرتے تھے پھر جب اسلام آیا تو انہوں نے طہارت شرعیہ کا جو انکی طہارت سے علاوہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا پانی پاک کرنے والی چیز ہے کوئی چیز اس کو ناپاک نہیں کر دیتی یعنی اس کا ناپاک ہونا وہی ہے جو تم بھی جانتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں یہ کوئی تاویل یا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف عن الظاہر نہیں ہے بلکہ عرب کا کلام اسی طرح ہوتا ہے دیکھو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہدے میرے پاس جو وحی کیا گیا ہے اسمیں کھانے والے کے لئے کوئی کھانے کی چیز میں حرام نہیں پاتا مگر اخیر آیت تک قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علےٰ طاعم یطعمہ الآ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزوں میں تم جھگڑتے رہتے ہو ان میں کوئی حرام چیز نہیں پاتا مگر الخ اور جب کوئی شخص کسی طبیب سے کسی چیز کے استعمال کرنے کو دریافت کرے اور وہ کہے کہ اُس کا استعمال جائز نہیں ہے تو اُس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اُس کی مراد صحت بدنی کے اعتبار سے اُس کے استعمال کا ناجائز ہونا ہے اور جب فقیہ سے کسی امر کی بابت دریافت کیا جائے اور وہ اُس کا ناجائز ہونا بیان کرے تو اس کی مراد عدم جواز سے عدم جواز شرعی کا ہونا معلوم ہو جاتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے حرمت علیکم امہتکم تو اس سے حرمت نکاح مراد ہے اور فرماتا ہے حرمت علیکم المیتۃ اس سے حرمت اکل مراد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بدوں ولی کے نکاح نہیں ہوتا لا نکاح الا بولی تو اس سے مراد یہی ہے کہ شرع میں وہ جائز نہیں ہوتا یہ مراد نہیں ہے کہ دنیا میں کوئی نکاح ولی کے بغیر نہیں ہوا کرتا اور اس قسم کی بہت سی آیات اور احادیث ہیں اور وہ مادل نہیں ہیں ؏

جب پانی کے اوپر سے پانی کا اطلاق جاتا ہے اور اسمیں کوئی قید لگجاوے اس سے وضو کرنے سے بادی الرائے میں شریع منع کرتی ہے البتہ ناپاکی کے اس سے دور ہو جانے کا احتمال ہے بلکہ ظن غالب یہی ہے کہ نجاست اس سے رفع ہو سکتی ہے پھر لوگوں نے بہت سے فروع کنوئیں کے اندر جاندار چیز ہے کے مر جانے اور دہ در دہ اور آب جاری کے متعلق نکال لئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ان سب مسائل میں احادیث مروی نہیں ہیں اور صحابہ اور تابعین سے جو اسمیں آثار مروی ہیں جیسے ابن زبیر سے زنگی کے بارے میں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چوہے کے بارے میں اور نخعی اور شعبی سے بلی کے قریب قریب جانوروں میں سو یہ آثار نہ تو محدثین نے اُن کی صحت کی گواہی دی ہے اور نہ قرون اولے کے جمہور کا اپر اتفاق ہے اگر وہ آثار صحیح بھی ہوں تو ممکن ہے کہ یہ حکم دلوں کی تطییب اور پانی کی نظافت کے لئے ہو اور وجوب شرعی کے اعتبار سے نہ ہو جیسا کہ کتب مالکیہ میں مذکور ہے اور اگر یہ احتمال صحیح نہیں ہے تو بہت دقت پڑتی ہے۔ الحاصل اس باب میں کوئی معتد بہ اور واجب العمل حدیث نہیں ہے اور بلاشبہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ تر ثابت ہے اور یہ بات محال ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان مسائل میں اپنے بندوں کے لئے ان تدابیر کے اوپر جو اُن کے واسطے لازم ہیں کچھ بڑھایا ہو اور باوجود ان چیزوں کے کثرت وقوع اور عموم بلوے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تابعین کو اُس سے استفادہ نہ ہوا ہو اور جزو احد بھی اسمیں مروی نہ ہو سو اللہ اعلم۔

نجاستوں کے پاک کرنیکے بیان میں

نجاست اُس چیز کا نام ہے جس کو سلیم الطبع لوگ ناپاک سمجھیں اور اُس سے پرہیز کریں اور اگر انکے کپڑے کو لگ جاوے تو اُن کو کپڑا دھونا پڑے جیسے پیشاب۔ پاخانہ۔ اور خون۔ نجاستوں کا پاک کرنا اُن کی دستور سے مستنبط اور ماخوذ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور گوبر ناپاک ہے ۔

حضرت ابن مسعود رضی کی حدیث اس پر دلیل ہے اور ماکول اللحم کا پیشاب بلا شبہ نجس ہے طبائع سلیمہ اسکو نجس جانتے ہیں بعض بیماریوں کے لئے مفید ہونے کی وجہ سے اسکے پینے کی اجازت دیگئی ہے اور اسکی طہارت یا خفت نجاست کا وقع حرج کی غرض سے حکم دیا گیا ہے شارع نے شراب کو بھی نجاسات ہی میں داخل کیا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ناپاک شیطان کا فعل ہے رجس من عمل الشیطان ۔ اسلئے کہ خداتعالے نے شراب کو بہت تاکید کے ساتھ حرام کیا ہے اس واسطے حکمت الہیہ کا مقتضیٰ یہ ہو کہ اسکو پیشاب اور پاخانہ کے برابر کر دیا جائے تا لوگوں کے سامنے اس کی برائی متمثل ہو جائے اور اس سے خود بخود ان کے دلوں کو اس کی طرف سے کشیدگی ہو جائے ۔ حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی جائے تو اسکو سات مرتبہ دھونا چاہیئے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ان سات دفعہ میں سے اول دفعہ مٹی سے دھوئے اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات وفی روایۃ اولٰھن بالتراب ۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کتے کے جھوٹے کو بھی نجاسات میں شامل کیا اور نجاستوں میں سے بھی اس کو شدید النجاست کا حکم دیا کیونکہ کتا ایک ملعون چیز ہے فرشتوں کو اس سے نفرت ہے اور اس کا وجود گھر میں رکھنا اور اس کے ساتھ مخالطت کرنا ہر روز اسکے اعمال میں سے بقدر ایک قیراط کے اجر کم کرتا ہے اور اس میں بھید یہ ہے کہ وہ اپنی جبلت ہی میں شیطان کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی عادت میں شیطنت اور غصہ اور نجاسات میں متلطخ ہونا اور لوگوں کو ستانا داخل ہے اور شیطان کی طرف سے بھی اس کو کچھ تعلیم ہوتی رہتی ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ کتوں سے خلط ملط رکھتے ہیں اور کچھ ان کو پروا نہیں ہوتی اور بالکل نفی کر دینے کا بھی موقع نہ تھا کیونکہ کھیتی اور مویشی اور نگہبانی اور شکار کے واسطے اس کی ضرورت ہے اس واسطے آپ نے اس سے بچانے کی یہ تدبیر کی کہ پوری پوری پاکی کی اس کے اندر آپ نے شرط کی اور ایسا حکم دیا کہ کسی قدر ان کو ہمیں وقت بھی پڑا کرے تاکہ اس قدر پاک کر لو دیکھو توک میں کفارہ کے برابر ہو جائے اور بعض حالمین علم کو یہ آگاہی ہوئی ہے کہ سات دفعہ دھونا اصل میں کوئی حکم نہیں ہے بلکہ اس سے تاکید مقصود ہے اور بعض نے ظاہر حدیث کا لحاظ کیا ہے مگر احتیاط ہی افضل چیز ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو ہریقوا علی بولہ سجلا من ماء میں کہتا ہوں زمین پر خوب سا پانی ڈالنے سے پیشاب کی ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور یہ اس دستور سے ماخوذ ہے جس پر تمام لوگ متفق ہیں کہ بہت سا مینہ پڑنے سے زمین ستھری ہو جاتی ہے اور بہت سا پانی پڑنے سے بدبو کا اثر بھی جاتا رہتا ہے اور پیشاب پراگندہ ہو کر کالعدم ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم عورتوں میں سے جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جایا کرے تو اسکو چاہئے کہ خشکی سے اس خون کو رگڑ دے پھر اس کو چاہیے کہ پانی سے بار بار اسکو دھوئے پھر اس کپڑے سے اسکو نماز پڑھ لینی چاہیئے اذا اصاب ثوب احداکن الدم من الحیضۃ فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصل فیہ ۔ میں کہتا ہوں خود نجاست اور اس کے اثر کے جاتے رہنے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور ان تمام خصوصیات سے فی الحقیقت اس کے زوال کی ایک صورت کا بیان کرنا مقصود ہے جو زوال کے لئے کافی ہو جاتی ہے اور اس پر آگاہ کرنا مقصود

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر چکے ہیں اسمیں بھی پائی جاتی ہے اور کھرچ دینے سے خشک منی سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے بشرطیکہ وہ گاڑھی ہونے کی وجہ سے کھرچنے کے قابل بھی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لڑکی کے پیشاب سے تو کپڑے کو دھونا چاہئے اور لڑکے کے پیشاب سے دھار دیا جاوے یغسل من البول الجاریۃ ویرش من بول الغلام میں کہتا ہوں ایام جاہلیت میں یہی دستور تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا اور اس کی کئی وجہ ہیں اول تو لڑکے کا پیشاب منتشر ہوتا ہے اور اُس کا ازالہ کسی قدر دقت سے ہوتا ہے اور لڑکی کا پیشاب ایک ہی جگہ رہتا ہے اور بسہولت زائل ہوسکتا ہے دوسرے یہ کہ لڑکی کا پیشاب لڑکے کے پیشاب سے گاڑھا اور بدبودار زیادہ ہوتا ہے تیسرے لڑکوں سے لوگوں کو رغبت ہوتی ہے اور لڑکیوں سے نہیں ہوتی اور اہل مدینہ اور ابراہیم نخعی نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام محمدؒ نے اسمیں ذومعنی بات کہی ہے لوگوں نے جو مشہور کر رکھا ہے اُس سے دھوکے میں پڑنا نہ چاہئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چمڑا جب پکا لیا گیا تو پاک ہوگیا اذا دبغ الاھاب فقد طہر میں کہتا ہوں حیوانات کے پکے ہوئے چمڑوں کا استعمال کرنا تمام فرقوں کے نزدیک مسلم اور جاری ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ پکا لینے کیوجہ سے چمڑے کی بدبو اور اس کا گناہن جاتا رہتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے نجاست کو کسی کا جوتہ پڑجائے تو مٹی اسکے لئے پاک کرنیوالی ہے اذا وطی احدکم بنعلہ الاذی فان التراب لہ طہور میں کہتا ہوں جوتہ اور موزہ اگر نجاست جسمدار ہو تو رگڑ دینے سے پاک ہوجاتا ہے کیونکہ وہ سخت چیزیں ہیں نجاست کا اُن میں نفوذ نہیں ہوتا۔ ظاہر یہی ہے کہ چاہے وہ نجاست اُن کے اوپر خشک ہوجائے یا تر رہے مٹی سے رگڑنے سے وہ پاک ہوجاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلی کے لئے فرمایا ہے کہ وہ گھر گھر پھرنیوالی اور پھرنے والوں میں سے ہے انہا من الطوافین والطوافات۔ میں کہتا ہوں اس کے معنی ایک قول کے موافق یہ ہیں کہ اگرچہ وہ نجاستوں میں منہ ڈالدیتی ہے اور چوہوں کا شکار کرتی ہے مگر اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے جھوٹے کی پاکی کا حکم دیا جائے کیونکہ حرج کا دفعہ کرنا اصول شرعیہ میں سے ہے اور ایک قول کے موافق اس سے ہر جاندار چیز پر رحم کرنے کی رغبت دلانا آپ کو مقصود ہے اور سائلین اور سائلات کے ساتھ آپ نے اس کو تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم۔

اُن احادیث کا ذکر جو نماز کے باب میں وارد ہوئی ہیں

معلوم کرو کہ نماز تمام عبادتوں میں بڑی عظیم الشان اور سب سے زیادہ یقینی اور لوگوں میں مشہور اور سب عبادتوں سے زیادہ نفس کے اندر موثر اور نافع عبادت ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع نے اسکی فضیلت بیان کرنے اور اُسکے اوقات کی تعیین اور اُس کے شروط اور ارکان اور آداب اور خصلتوں اور نوافل کے بیان کرنے کا سب عبادتوں سے زیادہ اہتمام کیا ہے اور دین کا اُس کو ایک عظیم الشان شعار گردانا ہے اور تمام بیہود اور نصاریٰ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مجوس اور بقایا ملت اسماعیلیہ اس کو مانتی رہی ہیں اور ان کے جماہیر کا اس پر اتفاق ہے اور جو باتیں انہوں نے تحریف کر کے اپنی طرف سے بنا رکھی تھیں جیسے یہودی مثلاً مونہہ اور جوتے کے ساتھ نماز کو مکروہ جانتے تھے اور اسی طرح کی باتیں نکال رکھی تھیں اس لئے ان باتوں کا لوگوں سے ترک کرانا نہایت لازم ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ مسلمانوں کا طریقہ انکے طریقے کے خلاف ہو اسی طرح مجوسیوں نے اپنا دین بگاڑ رکھا تھا اور سورج کو پوجنا اختیار کیا تھا اس لئے ملت اسلام کو ان کی بات سے نہایت تمیز کی ضرورت ہوئی اور مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کر دیا گیا کہ انکی نمازوں کے وقت نماز پڑھیں۔

چونکہ نماز کے احکام کثرت سے ہیں اور اس کے اصول کہ جن پر نماز کی بنا ہے بہت ہیں اسواسطے کتاب الصلوۃ کے شروع میں ہم نے اصول کا ذکر نہیں کیا جس طرح اور کتابوں میں ہم نے ذکر کیا ہے بلکہ ہر فصل کے اصول کو اس فصل کے اندر ہی بیان کر دیا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سات برس کی عمر کے ہو جائیں اور جب وہ دس دس برس کے ہو جائیں تو نماز کے اوپر ان کو مارا کرو اور ان کو جدا جدا لٹایا کرو مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع سنین واضربوہم علیہا وہم ابناء عشر سنین وفرقوا بینہم فی المضاجع میں کہتا ہوں بچے کے بلوغ کی دو قسمیں ہیں ایک تو اس حد کو پہنچنا کہ وہ اس میں ادراک کے صحیح یا سالم ہونے کے ساتھ متصف ہو سکے اور یہ صرف عقل سے ہوتا ہے اور عقل کا ظاہر ہونا سات کی عمر سے معلوم ہو جایا کرتا ہے سات برس کی عمر میں لڑکا یقیناً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جایا کرتا ہے اور عقل کے پورے ہونے کی علامت دس سال ہیں دس برس کا لڑکا اگر اس کا مزاج درست ہو تو پورا ہوشیار ہوتا ہے اور اپنے نفع ونقصان کو خوب پہچاننے لگتا ہے تجارت اور دیگر معاملات میں اس کی ہوشیاری ظاہر ہوتی ہے دوسرا درجہ بلوغ کا چند امور کے لئے ملحوظ ہوتا ہے اسمیں یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ جہاد اور سزاؤں کے قابل ہوا یا نہیں بلوغ کے ایسے درجے سے وہ ان آدمیوں میں شامل ہو جاتا ہے جو تکالیف برداشت کرتے ہیں اور انتظامات تمدن اور مذہب میں ان لوگوں کی حالت لحاظ کے قابل ہوتی ہے اور جو لوگ زبردستی راہ راست چلنے پر مجبور کئے جاتے ہیں بلوغ کے اس درجے میں پوری عقل اور پورے جثہ پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اس کا اندازہ اکثر لوگوں میں پندرہ سال ہے اس بلوغ کی علامتیں یہ ہیں کہ اس کو احتلام ہونے لگے اور زیر ناف بال نکل آویں۔ نماز میں دو لحاظ کئے گئے ہیں اول یہ کہ نماز بندہ اور خدا تعالےٰ میں ایک ذریعہ ہو جاوے اور بندے کو ایک نہایت پست تر حالت میں گرنے سے باز رکھے اس لحاظ سے بلوغ کے پہلے درجہ کے وقت نماز کا حکم دیا گیا ہے اور اس لحاظ سے کہ نماز اسلام کے شعائر میں سے ہو اور اس پر مواخذہ کیا جاوے اور لوگ اس پر مجبور کئے جائیں خواہ ان کی خود مرضی ہو یا نہ ہو جیسے اور امور کا حکم ویسے ہی نماز کا بھی ہے اور چونکہ دس سال کی عمر بلوغ کے دونوں حدوں کے بیچ میں ایک برزخ کی حالت تھی اس میں بلوغ کی دونوں جہتیں جمع تھیں اسلئے دونوں حالتوں سے اس کو حصہ دیا گیا اور علیحدہ علیحدہ سونے کا حکم اسواسطے دیا گیا کہ یہ زمانہ آغاز جوانی کا ہوتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ بعید نہیں ہے کہ یکجا سونے سے خلاف فطرت خواہشیں پیدا ہوں اسلئے ضرور ہوا کر واقع ہونے سے پہلے خرابی کا ذریعہ بند کر دیا جاوے۔

نماز کی فضیلت کا بیان

خدا تعالے فرماتا ہے بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں ان الحسنات یذہبن السئیات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لئے فرمایا ہے جس نے پہلے ایک گناہ کیا تھا اور پھر اُس نے جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھ لی کہ یقیناً خدا تعالے نے تیرے گناہ کو بخشدیا فان اللہ قد غفرلک ذنبک اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور اُس میں روزانہ وہ پانچ مرتبہ نہایا کرے تو کیا اُس کے بدن پر میل باقی رہ سکتا ہے لوگوں نے کہا نہیں باقی رہ سکتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حال نماز پنجگانہ کا ہے ان سے بھی خدا تعالے خطاؤں کو بالکل دور کر دیتا ہے لو ان نہرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ہل یبقی من درنہ شئی قالوا لا قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحوا اللہ بہا الخطایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک اگر کبائر سے پرہیز کیا جائے تو یہ اپنے درمیان کے گناہوں کو دور کرنیوالے ہیں الصلوٰۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینہن اذا اجتنب الکبائر۔ میں کہتا ہوں نمازیں دونوں باتیں موجود ہیں تزکیہ نفس اور انابت اور اُس کی وجہ سے نفس کو پاک ہو کر عالم ملکوت تک رسائی ہو جاتی ہے اور نفس کی خاصیت میں یہ بات داخل ہے کہ جب وہ ایک صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو دوسری صفت جو اس صفت کی ضد ہوتی ہے اُس سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ اُس سے ہٹ جاتا ہے اور وہ صفت اُس سے ایسی معدوم ہو جاتی ہے کہ کبھی اُس کا نام بھی اُس میں نہ تھا اب جس شخص نے نماز وں کو پورے پورے طور پر ادا کیا اور عمدہ طور پر وضو کیا اور وقت پر اُن کو پڑھا اور رکوع اور سجود اور خشوع اور اُس کے اذکار اور اشکال کو کامل طور پر ادا کیا اور اُن صورتوں سے معانی اور ان اشباح سے ارواح کا اُس نے ارادہ کیا تو ضرور ہے کہ وہ شخص رحمت الٰہی کے عظیم الشان دریا میں پہنچ جاتا ہے اور خدا تعالے نے اُس کے گناہ محو فرما دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بندے میں اور اس کے کافر ہونے میں نماز چھوڑنے کا فرق ہوتی ہے بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ میں کہتا ہوں نماز اسلام کا بہت بڑا شعار ہے اور اسلام کی ایسی علامات میں سے ہے کہ جس کے جاتے رہنے سے اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جانے تو بیجا ہے کیونکہ اسلام میں اور نماز میں بہت ہی مناسبت اور موانست ہے اور نیز اسلام کے معنی کو کہ خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے نماز ہی خوب ادا کرتی ہے اور جسکو نماز سے حصہ نہ ملا اور محروم رہا تو وہ اسلام سے کیا لے چلا بجز اسلام کے نام کے جسکا کچھ عند اللہ اعتبار نہیں ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کی اوقات کا بیان

کیونکہ نماز کا فائدہ یعنی دریائے شہود میں غوطہ زنی کرنا اور ملائکہ کے ساتھ مجانست پیدا کرلینا بدوں نماز پر مداومت اور اُس کے التزام اور کثرت کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور نماز کی کثرت سے ہی اشغال طبع لوگوں کے اوپر سے ہٹ سکتے ہیں اور یہ بات ناممکن ہے کہ انکو ایسا حکم دیا جائے کہ انکو تدابیر ضروریہ کے ترک کرنا اور احکام طبعیہ سے بالکل خارج ہوجانا پڑے اسواسطے حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا کہ انکو زمانے کے ہر ایک حصہ کے بعد نماز کی پابندی اور اُسکی مداومت کا حکم دیا جائے تاکہ نماز سے قبل اُسکا انتظار کرنا اور اُسکے لئے تیار رہنا اور نماز پڑھ لینے کے بعد اُسکے نور کا اثر اور اُس کے رنگ کا بقیہ بھی بمنزلہ نماز ہی کے ہوجائے اور غفلت کے اوقات میں بھی خدا تعالےٰ کا ذکر مدنظر رہا کرے اور اس کی طاعت میں دل معلق رہے اسمیں مسلمان کا حال اُس گھوڑے کا سا رہتا ہے جسکی اگاڑی پچھاڑی بندھی ہوتی ہے وہ دو ایک دفعہ کودتا ہے اور پھر وہ بے بس ہوکر رہجاتا ہے اور نماز کی پابندی سے غفلت اور گناہوں کی سیاہی دلونکے اندر نہیں پہنچتی حقیقتاً مداومت کے ناممکن ہونے کی صورت میں اسی طرح کی مداومت ہوسکتی ہے اب آخرکار چونکہ نمازوں کے لئے اوقات کے تعیین ضروری ہوئی اور کوئی وقت نماز کے لئے زیادہ تر چار وقتوں سے نہ تھا جنمیں روحانیت کا عالم میں ظہور اور ملائکہ کا نزول اور بندوں کے اعمال خدا تعالےٰ کے روبروپیش ہوتے ہیں اور انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور گویا یہ امر تمام اُن لوگوں نے جو ملا اعلےٰ سے فیضان حاصل کرتے ہیں مان لیا ہے مگر یہ بات ظاہر ہے کہ تمام لوگوں کو آدھی رات کے نماز پڑھنے کیساتھ مکلف کرنا ممکن نہیں ہے اسواسطے فی الحقیقت نماز کے وقت تین ہیں صبح اور شام اور شب کی تاریکی چنانچہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرماتا ہے قائم کر نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بیشک فجر کے وقت قرآن پڑھنا روبرو ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا الی غسق اللیل۔ اسواسطے فرمایا ہے شام کی نماز گویا شب کی تاریکی سے ملجاتی ہے کیونکہ انمیں کوئی فصل پایا ہی نہیں جاتا اسی وجہ سے عندالضرورت ظہر اور عصر مغرب اور عشا کو ساتھ پڑھ لینا درست ہے پس یہ ایک اصل ہے اور یہ مناسب بھی تھا کہ ہر دو نمازوں میں بہت سا فصل رکھا جاتا اسواسطے کہ اس صورت میں انتظار اور التزام کے معنی میں فرق آجاتا اور جو حالت نفس کو پہلی نماز سے حاصل ہوئی تھی دوسری نماز تک نسیاً منسیا ہوجایا کرتی اور یہ بھی مناسب نہ تھا کہ ہر دو نمازوں میں بہت تھوڑا سا فصل رکھا جاتا ورنہ اُن کو معاش کے حاصل کرنے کی فرصت نہ ہوا کرتی اور ایسی ظاہر اور محسوس اُنکے واسطے حد کا مقرر کرنا ضروری تھا جس کو خاص وعام سب معلوم کرلیا کریں اور وہ کہ اُسی جزو کو کہ خاص وعام اوقات کا اندازہ کرنے میں اس کا استعمال کیا کرتے ہیں کسی قدر زیادہ کردیا ہے اور بہت نہیں بڑھایا ہے دن کا چوتھائی حصہ اس قابل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تین ساعت ہوا اور رات اور دن کا بارہ اجزا کی طرف منقسم ہونا تمام اقالیم کے نزدیک جنمیں یہ تجربہ ممکن ہے متفق علیہ ہے اور اہل زراعت اور تجارت اور اہل صنعت وغیرہم کا اکثر یہی دستور ہے کہ صبح سے دوپہر تک اپنی اپنی مشاغل میں مصروف رہتے ہیں کیونکہ اُن کے معاش کا اکثر یہی وقت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے اور بنایا ہم نے دن کو روزگار و جعلنا النہار معاشا اور فرمایا ہے کہ تم سے اس کے فضل سے طالب ہو لتبتغوا من فضلہ اور بہت سے اشغال اس قسم کے ہوا کرتے ہیں کہ انکے کرنے کے لئے ایک مدت طویل کی حاجت ہوتی ہے اور سب لوگوں کا ایسے وقت میں نماز کے لئے تیار ہونا اور باقی کاموں سے یکسو ہو جانا موجب حرج عظیم کا ہوتا ہے اسی واسطے شارع نے دن چڑھے کی نماز کو انکے اوپر فرض نہیں کیا مگر اسکی طرف رغبت پوری پوری دلاتی ہے پس یہ بات ضروری ہوئی کہ شام کی نماز کے دو حصے ہو جاویں اور انکے درمیان میں قریب دن کے ایک ربع کا فصل ہو اور وہ ظہر اور عصر کی نماز ہے اور اسی طرح رات کی نماز کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور اسی کے قریب وقت کا ان دونوں میں بھی فصل ہے اور وہ مغرب اور عشا کی نماز ہے اور یہ بات بھی ضروری کہ بلا ضرورت کہ جسکے بغیر چارہ ہی نہ ہو ایک وقت کے دونوں حصوں کو جمع نہ کیا جاوے ورنہ وہ مصلحت کہ تعیین اوقات میں جس کا لحاظ کیا گیا ہے فوت ہوئی جاتی ہے اور یہ دوسری اصل ہے اور تمام اقالیم صالحہ کے باشندے اور جن کا مزاج حالت اعتدال پر ہے جو شرائع سے مقصود بالذات میں ہمیشہ انکا یہ دستور ہے کہ اپنے حوائج میں جب سے صبح کی روشنی ہوتی اور جب تک شب کی تاریکی آتی ہے اپنے حواس اور فکر کو مصروف رکھتے ہیں اور نماز کے ادا کرنے کے لئے مناسب وقت یا تو وہ ہے کہ جس وقت آدمیوں کا نفس اشغال معاشیہ کے اثر اور انکے رنگ سے خالی ہو جیسے آدمی خدا تعالے کو بھول جایا کرتا ہے ایسے وقت میں عبادت کو چونکہ خالی دل ملجاتا ہے تو اسمیں جگہ کر لیتی ہے اور نفس کے اندر اس کا پورا اثر پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ تبارک و تعالے فرماتا ہے وقرآن الفجر ان قران الفجر کان مشہودا اور یا وہ وقت مناسب ہے کہ جب آدمی سونے کے قریب ہوتا ہے تاکہ جو کچھ کدورتیں اسکے قلب میں دن کے اشغال سے پیدا ہو گئی ہیں ان کے لئے اس وقت کی نماز کفارہ اور دل کے واسطے بمنزلہ صیقل کے ہو جاوے چنانچہ حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو وہ شب کے نصف اول میں قیام کرنے کے برابر ہوا۔ اور جس شخص نے عشا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی تو وہ رات بھر قیام کرنے کے برابر ہوا من صلی العشاء فی جماعۃ کان کقیام نصف اللیل الاول ومن صلی العشاء والفجر فی جماعۃ کان کقیام لیلۃ اور ایک وہ وقت ہے کہ جب وہ کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں جیسے دن چڑھے کا وقت ہے ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے دنیا کے اندر انہماک میں کمی ہو جاوے اور اس کے واسطے تریاق کا کام دیوے۔ اسمیں یہ بات ہے کہ تمام لوگوں کو اس سے مکلف نہیں کر سکتے کیونکہ اس وقت میں یا تو ان سب کو اپنے کاروبار چھوڑنے پڑینگے یا نماز چھوڑنی پڑیگی اور یہ بھی ایک اصل ہے اور بتعیین اوقات کے اندر اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ جو انبیاء سابقین سے ماثور ہے اس طریقہ کو اختیار کیا جاوے اس واسطے کہ اس طریقہ کا اختیار کرنا دلانے طاعت پر نفس کے لئے خود ایک بڑا اور متنبہ اور ہوشیار کرنے والا ہوگا اور اس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر عبادت الہی میں ترقی چاہینگے اور جو ان میں سے صالح ہونگے لوگوں میں انکا ذکر جمیل جاری ہوگا جسکی نسبت حضرت جبرائیل نے فرمایا ہے یہ آپ سے پیشتر گذرے ہوئے انبیاء کا وقت ہے۔ ہذا وقت الانبیاء من قبلک ٭

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحاصل اوقات کے مقرر کرنے میں بڑے بڑے اسرار عمیقہ ہیں اسواسطے حضرت جبرائیل علیہ السلام آدمی کی صورت میں تشریف لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز پڑھی اور نماز کے اوقات آپکو سکھلائے اور ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُس سے جمع بین الصلوتین کے جواز کی وجہ فی الجملہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد اور نماز چاشت کا واجب ہونا اور ایسے ہی اور انبیاء پر واجب ہونے کی وجہ جیسا کہ علماء نے بیان کیا ہے اور لوگوں کے لئے اُسکا نفل ہونا اور نمازوں کے انکی اوقات پر ادا کرنے کی تاکید کا سبب معلوم ہو گیا واللہ اعلم. اور اگر لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی ساعت کے اندر نماز پڑھیں اور اس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکیں تو اسمیں حرج عظیم تھا اسواسطے اوقات کے اندر اسیقدر توسیع اور گنجایش بھی کر دی اور چونکہ وہی قراین جو عرب کے نزدیک ظاہر تھے اور ادنے و اعلی اُسکو معلوم کر سکتے تھے اس قابل تھے کہ اُن کے موافق احکام مقرر کئے جایں اسواسطے اوقات کے اوایل اور اُن کے اواخر کیلئے حدیں منضبط اور محسوس ہیں مقرر کیگئیں اور ان اسباب کے مجتمع ہونے کی وجہ نمازوں کے اوقات چار قسم کے ہو گئے ایک تو اختیار یہ تو وہ وقت کہ اسمیں بلا کراہت نماز ہو جاتی ہے اور زیادہ معتبر اس میں دو حدیثیں ہیں ایک تو وہ حدیث کہ جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دو روز تک نماز پڑھانے کا بیان ہے اور ایک بریدہ کی حدیث جسمیں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اوقات دریافت کرنے والے کو یہ جواب دیا کہ دو روز تک آپ نے نماز پڑھکر اُسکو دکھا دیا اور ان دونوں میں سے جو مفسر ہے دوسری حدیث پر جو مبہم ہے اس کا حکم نافذ ہوگا اور جو حدیث خلاف ہوگی اُسمیں بریدہ کی حدیث پر عمل کیا جائیگا کیونکہ وہ مدنی ہیں اور متاخر ہیں اور پہلے مکی ہیں اور اُن سے متقدم ہیں اور متاخر کا ہی اعتبار ہوتا ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ مغرب کا اخیر وقت شفق کے غائب ہونے سے قبل ہے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے روز تھوڑی ہی سی دیر کرکے مغرب کی نماز پڑھی ہو کیونکہ اُسکا وقت کم ہوتا ہے اور راوی نے خواہ چوک سے یا اپنے ظن سے یہ کہدیا ہو کہ دونوں روز مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں پڑھی یا غایت قلت کے بیان کرنے کی غرض سے اُس نے یہ کہا ہو واللہ اعلم. اور بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عصر کا اخیر وقت اُس وقت تک ہے کہ جبتک سورج میں تغیر آجائے اور اسی پر فقہا کا اتفاق ہے پھر شاید مثلین اخیر وقت مختار یا مستحب کا بیان ہو یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اول شرع کی نظر اس بات پر پڑی ہو کہ عصر کی شق نکالنے سے مقصود یہ ہے کہ ہر دو نمازوں میں بقدر ربع دن کے فصل ہو اسلئے اُس کا اخیر وقت مثلین تک مقرر فرمایا ہے پھر اُنکے حوائج اور اشغال پر نظر ڈالنے سے اُس وقت کا بڑھا دینا ضروری ہوا اور نیز اس حد کے معلوم کرنے میں ایک قسم کی غور اور سایہ اصلی کے یاد رکھنے اور رصد کی ضرورت ہے اور لوگوں کو ایسی باتوں میں اُن چیزوں کا حکم دینا مناسب تھا جو محسوس اور ظاہر ہوں اس لیے حضرت ایزدی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا القا فرمایا ہو کہ آفتاب کے جسم یا اُس کی روشنی کے تغیر کو وقت کی انتہا گونہ جانے واللہ اعلم. اور ایک وقت استحباب کا ہے یہ وہ وقت ہے کہ اسمیں نماز کا پڑھنا افضل ہوتا ہے اور وہ وقت سب نمازوں کے لئے اول کا وقت ہے بجز عشا کی نماز کے کہ اُسکا اصل مستحب وقت دیر کرکے پڑھنا ہے اسکی وجہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہی طبیعی ترتیب ہے جسکو ہم بیان کر چکے جسکی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو اُن کو حکم دیدیتا کہ عشا کو دیر سے پڑھا کریں لولا ان اشق علی امتی لامرتہم ان یؤخروا العشا۔ علاوہ بریں عشا کی نماز کو دیر سے پڑھنے سے باطن کا اُن اشغال سے جو خدا کی یاد سے غافل کرتے ہیں خوب تصفیہ ہوتا ہے اور آدمی کو پھر عشا کی نماز کے بعد قصے کہانیاں کہنے کی فرصت نہیں ہوتی مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر دیر سے نماز پڑھی جایا کرے تو جماعت میں کمی ہوتی چلی جاوے اور لوگوں کو نماز سے بے رغبتی ہونے لگے اور بات الٹی ہو جاوے اسی وجہ سے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب لوگ کثرت سے آجاتے تب تو تعجیل کیا کرتے اور جو کم ہوتے تو دیر کر کے نماز پڑھا کرتے اور موسم گرما میں ظہر کی نماز میں بھی عشا کی طرح تاخیر مستحب ہے جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا اوچھان ہے اذا اشتد الحر فابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم۔ میں کہتا ہوں اس سے یہ مقصود ہے کہ جو جنت اور جہنم کا مذ اللہ تعالیٰ کے یہاں خزانہ ہے اُس خزانہ سے اس عالم میں کیفیات مناسبہ اور منافرہ کا فیضان ہوتا رہتا ہے اور کاسنی وغیرہ کے متعلق جو حدیث آئی ہے اسکی بھی یہی تاویل ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فجر کی نماز اجالا کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ اسکا اجر بڑا ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ میں کہتا ہوں یہ اُن لوگوں سے خطاب ہے جنکو اسفار کے وقت لوگوں کا انتظار کرنے سے تقلیل جماعت کا خوف تھا یا بڑی بڑی مسجدوں کے نماز پڑھنے والوں کو حکم ہے جن میں ضعیف لوگ اور بچے وغیرہ اکٹھے ہو جاتے ہیں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے پس اسکو تخفیف کرنی چاہئے کیونکہ اسمیں ضعیف بھی ہوتے ہیں اخیر حدیث تک اذا صلی احدکم بالناس فلیخفف فان فیہم الضعیف الحدیث یا یہ معنی ہیں کہ صبح کی نماز اتنی لانبی پڑھا کرو کہ اسفار کے وقت ختم ہوا کرے اور ابو برزہ کی حدیث اس پر قرینہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اس وقت اسلام پھیرا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنے پاس کے بیٹھے ہوئے کو پہچاننے لگتا تھا اور ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھا کرتے تھے کان ینفتل فی صلوۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ ویقرأ بالستین الی المائۃ۔ اب اسفار کی حدیث میں و غلس کی حدیث میں کچھ منافات نہیں رہی اور ایک اُن چار اوقات میں سے ضرورت کا وقت ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ بلا عذر شرعی اُسوقت تک نماز میں دیر کرنا ممنوع ہوتا ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کو صبح کی نماز سورج کے نکلنے سے پہلے ایک رکعت ملگئی اس کو صبح کی نماز ملگئی اور جس کو آفتاب کے غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت ملگئی اُس کو عصر کی نماز ملگئی۔ من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ نماز منافق کی ہے بیٹھا انتظار رہتا ہے یہانتک کہ جب آفتاب زرد ہو جاتا ہے۔ اخیر تک تلک الصلوۃ المنافق یرقب حتی اذا اصفرت الحدیث۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے جو ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشا کی نماز کے جمع کرنے کی حدیث روایت کی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور عذر شرعی یہ ہیں جیسے سفر یا بیماری

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ہمنہ اور عشا کی نماز کو ضرورت کے وقت طلوع فجر تک موخر کرنا جائز ہے واللہ اعلم اور ان چاروں میں ایک قضائے
نماز کا وقت ہے اسوقت کا وہی وقت ہے کہ جب اسکو نماز یاد آجاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے جو شخص کسی وقت کی نماز کو بھول جاے یا اسکے وقت سو جاے تو جب اسکو نماز یاد آوے اسی وقت پڑھ لے
من نسی صلوٰۃ او نام عنہا فلیصلہا اذا ذکرہا۔ میں کہتا ہوں ساری بات اسمیں یہ ہے کہ اسکے چھوڑنے سے نفس کو
مطلق العنانی نہ ہوجاے اور جو کچھ نماز کا فائدہ اور اس کا اثر اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے اس کو وہ پھر ملجائے علمائے
نماز کی خود فوت کرنے کو بھی فوت ہوجانے کے ساتھ ملحق کر دیا ہے اس نظر سے کہ جب خود اسنے نماز کو فوت کیا ہے
تو اسکے پورا کرنے کی حاجت اور بھی زیادہ ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو جب انپر ایسے حاکم
مقرر ہوں جو نماز کو بے جان کر کے یعنی اخیر وقت پڑھا کریں یہ وصیت فرمائی تو نماز کیوقت پر نماز پڑھا کرنا پھر اگر ان کے
ساتھ بھی تجکو نماز ملجاوے تو ان کے ساتھ پڑھ لیا کرنا اس لئے کہ وہ تیرے لئے نفل ہوجائیگی۔ میں کہتا ہوں حضور صلے اللہ
علیہ وسلم نے نماز کے اندر دو باتوں کا لحاظ کیا ایک تو اسکی بندے اور اسکے خالق میں وسیلہ ہونیکا۔ اور دوسرے اس بات کا کہ وہ
اسلام کے شعاریں سے ہے اور اسکے تارک پر ملامت کیجاتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
برابر میری امت خیریت سے رہیگی اسوقت تک کہ وہ مغرب کی نماز کو تاروں کے چمکنے تک دیر کر کے نہ پڑھینگے
لاتزال امتی بخیر مالم یوخروا المغرب الی ان یشتبک النجوم میں کہتا ہوں اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ
حدود شرعیہ کے اندر سستی کرنا دین کے اندر تحریف اور بگاڑ کا سبب ہوجایا کرتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ سب
نمازوں کا دھیان رکھو اور درمیان کی نماز کا حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ درمیان کی نماز سے نماز عصر مراد
ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے دونوں ٹھنڈک کیوقت یعنی صبح و شام کی نماز پڑھی جنت میں
داخل ہوگیا من صلے البردین دخل الجنۃ۔ اور فرمایا ہے جس عصر کی نماز ترک کردی اسکا عمل ضائع ہوگیا من ترک
الصلوٰۃ العصر حبط عملہ اور فرمایا ہے جس شخص کی عصر کی نماز جاتی رہی تو گویا اس کی اولاد اور مال غارت ہوگیا الذی
تفوتہ صلوٰۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ۔ اور فرمایا ہے منافقین کے اوپر کوئی نماز فجر اور عشا کی نماز سے زیادہ گران
نہیں ہوتی اور جو کچھ ان نمازوں کے اندر ہے انکو اگر معلوم ہوتا تو ان کے لئے آیا کرتے چاہے گھسٹتے کیوں نہ ہوتے
لیس صلوٰۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لاتوہما ولو حبوا۔ میں کہتا ہوں ان تین نمازوں کا زیادہ تر
اہتمام اور ان کے متعلق ترہیب و ترغیب اس واسطے کی گئی ہیں کہ ان نمازوں میں سستی اور کاہلی کا مظنہ ہے اس
واسطے کہ فجر اور عشا کا وقت تو لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے پھر اپنے بستر اور گدے کو غنودگی اور نیند کیحالت
میں خدا تعالےٰ کے لئے وہی اٹھکر کھڑا ہوجائیگا جس کے دل میں خدا تعالےٰ کا یقین اور اس کا خوف ہے۔
اور عصر کی نماز کا وقت وہ ہے جو انکی دوکانوں کے چلنے اور خرید و فروخت کرنے کا وقت ہے اور کسان لوگ
جب تھک کر چور ہوجاتے ہیں تو اسی وقت اپنے گھروں میں آکر پڑتے ہیں اور یہ وقت ان کے آرام کرنے
کا ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایسا نہ ہو کہ تمہاری مغرب کی نماز کے نام میں گنوار لوگ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بات تمہارے اوپر مل جاوے اور ایک حدیث میں عشا کی نماز کے نام پر آیا ہے لا یغلبنکم الاعراب علی اسم صلوتکم المغرب فی حدیث آخر علی اسم صلوۃ العشاء میں کہتا ہوں کتاب و سنت میں جو ایک چیز کا ایک نام آیا ہے اُس کا دوسرا اس قسم کا نام رکھ لینا جسکے باعث سے پہلے نام کے متروک ہونے کا خوف ہو ممنوع ہے اسواسطے کہ اس سے دین میں التباس اور کتاب آسمانی کا انپر دشوار ہونا لازم آتا ہے۔

اذان کا بیان

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جماعت ایک ضروری اور مقصود چیز ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ میں لوگوں کا اجتماع بدون اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار ہے تو اب انہوں نے باہم گفتگو کی کہ ایسی چیز کیا ہو جس سے لوگوں کو خبر ہو جایا کرے تو کسی نے آگ روشن کرنے کا ذکر کیا تو مجوس کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کی وجہ سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو منظور نہ فرمایا کسی نے نرسنگا بجانے کو کہا تو آپ نے یہود کے مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے اسکو نامنظور کیا اور کسی نے ناقوس کیلئے کہا تو آپ نے نصاری کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے اسکو نامنظور فرمایا غرض گفتگو کرکے بلا کسی بات کی تعیین کے لوگ اپنے اپنے گھر وںکو آگئے اس عرصہ میں حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان اور اقامت کو دیکھا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے خواب کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ سچی خواب ہے۔

اس قصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کا مدار مصلحتوں پر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اجتہاد کو بھی اسمیں دخل ہے اور آسانی تو ایک اصل اصیل چیز ہے ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعائر دین میں اُن لوگوں کی مخالفت بھی شارع کو منظور ہے جو گمراہی میں حد سے گذر گئے ہیں اور نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور بھی بذریعہ خواب یا الہام کے خدا تعالے کی مراد پر مطلع ہو سکتا ہے مگر لوگ اُس حکم کے مکلف نہیں ہو سکتے یا وہ علم یقینی نہیں ہو سکتا جب تک کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو برقرار نہ رکھا ہو اور حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ اذان کے اندر صرف اعلام اور تنبیہ نہ پائی جائے بلکہ وہ شعائر اسلام میں سے ایک شعار ٹھیرایا جائے ان لوگوں کے سروں پر اسکے نقطے پکارے جائیں جو مساجد سے علٰحدہ ہیں اور اس نشان مذہب کی عزت کیجائے اور اسکا قبول کر لینا لوگوں کے دین الٰہی کے تابع ہو جانے کی پہچان ہو اس لئے یہ بات ضروری ہوئی کہ ذکر الٰہی اور شہادتین سے اسکی ترکیب ہو اور نماز کا بلاوا بھی اسمیں پایا جاوے تاکہ جو چیز اُس سے منظور ہے وہ اُس سے صراحتاً سمجھ میں آجاوے اور اذان کے کئی طریقے مروی ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اذان دو دو مرتبہ ایک ایک کلمہ کے کہنے سے ہوتی تھی اور اقامت ایک ایک مرتبہ کے کہنے سے مگر قد قامت الصلوۃ کو موذن دو مرتبہ کہا کرتے تھے اس کے بعد ابی محذورہ کا طریقہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اذان اور اقامت اس طرح تعلیم فرمائی کہ اذان میں تو انیس کلمے اور اقامت میں سترہ کلمے اور میرے نزدیک تو اُس کا حال قرآن کی قراٰتوں کا سا ہے کہ سب شافی اور کافی ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پھر اگر صبح کی نماز کا وقت ہے تو تجھے یہ بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنا چاہئے الصلوۃ خیر من النوم میں کہتا ہوں چونکہ یہ سونے اور غفلت کا وقت ہوتا ہے اسلئے زیادہ ترتنبیہ کی حاجت ہے لہذا اس لفظ کا بڑھا دینا مناسب ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اذان کہے تو وہی اقامت بھی کہے من اذن فہو یقیم میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص نے اذان شروع کی تو اُسکے بھائی مسلمانوں پر ضروری ہو کہ اُنے جو منافع کا حاصل کرنا چاہا ہے اور وہ اُس کیلئے مباح ہیں کسی کی ملک نہیں ہیں ان میں اُس سے مزاحمت نہ کریں جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی ہوتے پر اپنی منگنی نہ کرے لا یخطب الرجل علی خطبتہ اخیہ۔ اذان کے فضائل اس سے سمجھ لو کہ ایک تو وہ اسلام کا شعار ہے اور اسکی وجہ سے کسی ملک کے دار الاسلام ہونے کا حکم ہوتا ہے لہذا حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ اگر آپ اذان سن لیا کرتے تب تو کچھ نہ کرتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو اُس شہر کو غارت کر دیتے ایک یہ کہ وہ نبوت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے کیونکہ اسمیں اسلام کے بڑے عظیم الشان رکن پر اور اس عبادت پر جو سب کی اصل ہے لوگوں کی ترغیب ہوتی ہے اور جس قدر خدا تعالےٰ کی رضامندی اور شیطان لعین کو سوزش اُس نیکی میں ہوتی ہے جو اوروں کی طرف متعدی ہو اور اس میں خدا کی بات اونچی ہے کسی چیز میں نہیں ہوتی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے شیطان کے اوپر ایک فقیہ کا دباؤ بہ نسبت ہزار عابد کے زیادہ ہوتا ہے فقیہ واحد اشد علے الشیطان من الف عابد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب نماز کے لئے لوگوں کی پکار ہوتی ہے تو شیطان وہاں سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اُسکا گوز نکل جاتا ہے اذا نودی للصلوۃ ادبر الشیطان لہ ضراط۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے موذن لوگ سب لوگوں سے لانبی لانبی گردنوں والے ہونگے۔ المؤذنون اطول الناس اعناقا۔ اور فرمایا ہے جہانتک موذن کی آواز پہنچتی ہے اُسی قدر اُسکے لئے بخشش ہوگی اور جن وانسان اُسکی گواہی دینگے المؤذن یغفر لہ مدی صوتہ ویشہد لہ الجن والانس۔ میں کہتا ہوں جزا و سزا کا معاملہ معانی کی صورتوں کے ساتھ تناسب اور ارواح کے اشباح کے ساتھ تعلق پر مبنی ہے اس لئے یہ بات ضروری ہوئی کہ موذن کی اور وں کے اوپر اس کی گردن اور آواز کے اعتبار سے علو شان کا ظہور ہو اور جس طرح اُس کی خدا تعالےٰ کی طرف کو پکار لوگوں میں پھیل جاتی تھی اسی طرح خدا تعالےٰ کی رحمت اُسکے اوپر پھیل جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے طلب ثواب کی غرض سے سات سال تک اذان دی تو آگ سے اُس کے لئے رہائی لکھدی گئی من اذن سبع سنین محتسبا کتبت لہ براءۃ من النار اور یہ اسواسطے کہ اس کے اُس سے دل کے اندر تصدیق کا ہونا ظاہر ہو گیا خدا تعالےٰ کی سات سال تک وہی شخص اذان دیگا ہے جس نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیا ہو دوسرے یہ کہ اتنے عرصہ تک اذان دیتے دیتے اُس نے اپنے آپ کو اس قابل بنا لیا کہ رحمت الٰہی اُس پر چھا جائے۔ خدا تعالےٰ اُس چرواہے کے لئے جو پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا تھا فرماتا ہے میرے اس بندے کو تو دیکھو اذان کہتا ہے اور نماز کی پابندی کرتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اُسکو بخشدیا اور اُس کو میں نے جنت میں داخل کر دیا انظروا الی عبدی ہذا یؤذن ویقیم الصلوۃ یخاف منی قد غفرت لہ وادخلتہ الجنۃ۔ اللہ پاک کا یہ فرمانا کہ مجھ سے ڈرتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال کا اعتبار

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسکے دوامی پر ہوتا ہے جو اُن اعمال پر اُبھارتے ہیں اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اعمال شایع ہوتے ہیں اور اُنکی رواج اُنکی دوامی ہوا کرتی ہیں پس خدا تعالےٰ سے اُس کا خوف کرنا اور اُس کا اخلاص مغفرت کا سبب ہو گیا اور چونکہ اذان شعائر دین میں سے ایک شعائر ہے اور اس شناخت کے لئے بنائی گئی ہے کہ لوگوں کا ہدایت الٰہیہ کو قبول کر لینا اُس سے پہچان لیا کریں اسواسطے اذاں کے جواب دینے کا لوگوں کو حکم دیا گیا تاکہ اُن سے جو مقصود ہے جواب دینے میں سے اُس کی تصریح ہو جاوے پس جب موذن اللہ اکبر کہے سننے والا بھی جواب میں یہی کہے اور جب وہ شہادتین کو ادا کرے یہ بھی ادا کرے اور جب وہ حی الصلوۃ یا حی الفلاح کہے تو جواب دینے والا اُن الفاظ کے ساتھ اُسکا جواب دیوے جن عمل کی قوت دینے اور گناہ سے باز رکھنے کی نسبت خاص خدا کی طرف پائی جاوے بلا شرکت غیری یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہے تاکہ عبادت کرتے وقت عُجب کے پیدا ہونے کا احتمال جاتا رہے جو شخص خلوص قلب سے ایسا کریگا جنت میں داخل ہو جائیگا کیونکہ یہ اُسکا فعل ظاہری دلی تابعداری اور اپنی جان کو خدا تعالےٰ کے حوالے کر دینے کا عنوان اور اسکی صورت ہے اور پھر اُس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے دعا کرے یعنی اللھم رب ہذہ الدعوۃ اخیر تک پڑھے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کا قبول کر لینا اور آپکی محبت اُس سے ظاہر ہو وے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذان اور اقامت کے درمیان میں دعا رد نہیں ہوتی لا یرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رحمت الٰہیہ کا اسوقت میں شغل ہوتا ہے اور بندے کی طرف سے انقیاد اور تابعداری کے معنی پائے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلال تو رات سے اذان دیدیا کرتا ہے اسواسطے تم لوگ اپنے کھاتے پیتے رہا کرو جبتک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتے ینادی ابن ام مکتوم میں کہتا ہوں امام کیلئے مستحب ہے کہ اگر اُسکو ضرورت معلوم ہو تو دو موذن مقرر کر دے جنکی آوازوں کو لوگ پہچانتے ہوں اور لوگوں کو جتلا دے کہ فلاں موذن تو کچھ رات سے اذان دیدیتا ہے تم لوگ اپنے کھاتے پیتے رہا کرو جبتک دوسرا موذن اذان نہ دیا کرے اسمیں یہ ہوگا کہ جو اُس دن سے جو شخص اُٹھ بیٹھا ہے اور سحری کھا چکا ہے وہ تو آگے کو کچھ نہ کریگا اور جو سو رہا ہے وہ نماز کے لئے اُٹھ بیٹھے گا اور اگر سحری اُس نے نہیں کھائی تھی تو اُسکو جھٹ پٹ کھا لیگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب نماز کی اقامت ہو جاوے تو تم نماز کیلئے بھاگ کر مت آؤ بلکہ اپنی چال سے آؤ اذا اقیمت الصلوۃ فلا تاتوہا تسعون وأتوہا تمشون میں کہتا ہوں اسمیں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ عبادت کے اندر تعمق اور تکلف نہ کرنا چاہیئے ٭

مساجد کا بیان

مسجد کے بنانے کی فضیلت اور اُسکا احترام اور مسجد میں نماز کا انتظار کرنا ان سب باتوں کا مدار اسی پر ہے کہ وہ شعار اسلام میں سے ہے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم کو مسجد نظر آجاوے یا کسی کو اذان کہتے ہوئے سن تو پھر کسی کو مت قتل کرو اذا رایتم مسجدا او سمعتم موذنا فلا تقتلوا احدا اور مسجد کی فضیلت یہ ہے کہ وہ نماز کی جگہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عابدوں کے اعتکاف کرنے کا گھر ہے اور خدا کی رحمت اسمیں اترتی رہتی ہے اور منجملہ کعبہ کیساتھ اس کو مشابہت ہے چنانچہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے گھر سے پاک ہو کر نماز فریضہ کیلئے نکلا تو اس کا اجر ایسا ہے جیسے
حج کرنے والے جو حالت احرام میں ہوں اور جو شخص چاشت کی نماز کیلئے نکلا مگر خاص اسی لئے گھر سے ہوا ہے تو اسکا ثواب
عمرہ کرنیوالے کے ثواب کے برابر ہے من خرج من بیتہ متطہرا الی صلوٰۃ مکتوبۃ فاجرہ کاجر الحاج المحرم ومن خرج الی تسبیح
الضحی لا ینصبہ الا ایاہ فاجرہ کاجر المعتمر۔ اور فرمایا ہے جنت کے باغوں میں جب تمہارا گذر ہوا کرے تو انہیں چرا کرو کسی نے
عرض کیا اور جنت کے باغ کیا ہیں آپ نے فرمایا مساجد اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال المساجد اور
نماز کے اوقات میں اپنے کاروبار اور اہل و عیال کے سامنے مسجد کیطرف دل کا لگنا صرف نماز کی خاطر اس شخص کے اخلاص اور
اپنے پروردگار کے سامنے دلی انقیاد اور تابعداری کی دلیل ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب ایک
شخص نے وضو کیا اور اچھے طور پر کیا پھر مسجد کو صرف نماز کی خاطر چلا تو اسکا جو قدم پڑتا جاتا ہے اس کی وجہ سے اس کا
ایک درجہ بلند اور ایک گناہ کم ہوتا چلا جاتا ہے پھر جب اس نے نماز پڑھی تو جبتک وہ اپنی نماز میں رہتا ہے برابر فرشتے
اسکے لئے دعا مانگتے رہتے ہیں کہ خدایا اس پر فضل کر خدایا اس پر رحم کر اور تم میں سے جبتک کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے
نماز ہی میں رہتا ہے اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعت بہا درجۃ وحط
عنہ بہا خطیئۃ فاذا صلی لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ ما دام فی مصلاہ اللہم صلے علیہ اللہم ارحمہ ولا یزال احدکم فی صلوٰۃ ما انتظر الصلوٰۃ - اور
مسجد کا بنانا اعلاء کلمۃ اللہ میں تائید کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کو مسجد کو جاتا ہے یا رات کو
خدا تعالےٰ اسکے لئے جنت کی مہمانی ہر صبح کے جانے اور رات کے جانے پر تیار کرتا ہے من غدا الی المسجد او راح اعد اللہ
لہ نزلہ من الجنۃ کلما غدا او راح میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ہر صبح اور رات کے جانے میں ہمیشہ کی ملکیہ کیلئے تابعداری
پائی جاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص خدا تعالےٰ کے لئے مسجد بنا دیگا خدا تعالےٰ اس کے
لئے جنت میں ایک گھر بنا دیگا من بنی للہ مسجدا بنی اللہ بیتا فی الجنۃ اسکی وجہ میرے نزدیک یہی ہے کہ اعمال کی جزا ان کی
صورت پر ہوتی ہے اور وضو کے جاتے رہنے سے نماز کے انتظار کا ثواب اسواسطے نہیں رہتا کہ جب اسکا وضو نہیں
رہتا کہ جب اس کا وضو نہیں رہا تو نماز کے لئے اسکی تیاری نہیں باقی رہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد و مسجد حرام
کو ثواب کے زیادہ ہونیمیں فضیلت حاصل ہونے کی کئی وجہ ہیں ایک تو ان مواضع میں خاص خاص فرشتے مقرر ہیں جو وہاں
کے باشندوں پر گھیرے رہتے ہیں اور جو وہاں آتا ہے اسکے لئے دعا کرتے رہتے ہیں دوسرے ان مواضع کی آبادی
شعائر الہی کی تعظیم اور اعلاء کلمۃ اللہ میں داخل ہے تیسرے ان مواضع میں آنے سے ائمہ دین کا حال یاد آتا ہے حضور
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز تین مسجدوں کے کہیں کو کجاوے نہ کھینچے جاویں مسجد حرام اور مسجد اقصےٰ اور میری یہ
مسجد میں کہتا ہوں اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ اپنے زعم میں جن مقامات کو وہ واجب التعظیم جانتے تھے ان مقامات کی
زیارت کرنے اور برکت کے لئے سفر کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمیں کس قدر دین کی تحریف اور اس کا بگاڑ
تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فساد کے مٹانے کے لئے یہ فرمایا کہ جو چیزیں شعائر الہی نہیں ہیں وہ شعائر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بید داخل نہ کیجائیں اور عبادت غیر اللہ کا یہ ذریعہ نہ بنجائے اور میرے نزدیک حق یہ بات ہے کہ اولیاء اللہ میں سے کسی کی قبر یا اسکی عبادت کرنے کی جگہ اور کوہ طور سب اسی کے اندر داخل ہو ہیں برابر ہیں۔ واللہ اعلم۔

مسجد کے ثواب کے کئی طور ہیں ایک تو نفس مسجد کی عظمت کا لحاظ کرنا اور اپنے نفس کو زبردستی اس بات پر مجبور کرنا کہ بد خیالات اس سے دور ہوں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد مطلق العنان کے طور پر نہ رہنا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم سے کوئی شخص مسجد میں آوے تو اسکو بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھنی چاہیئے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس۔ اور ایک مسجد کو ان چیزوں سے جن سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور انکو ناپاک جانتے ہیں نظافت اور پاکی کا خیال رکھنا چاہیے جسکی نسبت راوی کہتا ہے کہ حکم دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے بنانے اور اسکے پاک صاف اور معطر رکھنے کا امر ببناء المسجد وان ینظف ویطیب۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے اجر میرے سامنے پیش کئے گئے یہانتک کہ کوڑے کا اجر جسکو کوئی شخص مسجد سے نکال دیتا ہے عرضت علی اجور امتی حتے القذاۃ یخرجہا الرجل من المسجد اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسجد میں تھوکنا ایک خطا ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس پر خاک ڈالے البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتہا دفنہا۔ دوسرا ایک یہ ہے کہ ایسی بات کوئی نہ کرے جس سے عبادت کرنے والوں کا دل اچاٹ ہو جائے اور بازار کا سا شور وغل نہ کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کا تیر کش روک کے امسک بنصالہا اور فرمایا ہے جو کسی شخص کو مسجد کے اندر اپنی گم شدہ چیز کے لئے آواز دیتا ہوا سنے اسکو یہ کہنا چاہیے کہ خدا کرے اسکو تیرے پاس لوٹا کر نہ لاوے اسواسطے کہ مسجدیں اسلئے نہیں بنائی گئی ہیں من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردہا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لہذا۔ اور فرمایا ہے جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید یا فروخت کرتا دیکھو تو کہدو کہ خدا تیری تجارت میں نفع نہ دے اذا رایتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مساجد کے اندر شعر خوانی اور قصہ خوانی اور حدود کے قائم کرنے سے منع فرمایا ہے میں کہتا ہوں کہ مسجد کے اندر گم شدہ چیز کے لئے آواز دینا اسواسطے منع کیا گیا ہے کہ وہ ایک قسم کا شور اور نمازیوں اور ان لوگوں کا جو اعتکاف کے اندر ہیں دل اچاٹ کرنیوالا ہے اسلئے اسکے منع کرنے کیواسطے یہ بددعا کرنا مناسب ہوا جسمیں شور کرنیوالے کی ذلت سمجھی جاتی ہے اور بددعا میں اسکے مطلوب کے مخالف امر ذکر کیا گیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی علت یہ بیان فرمائی کہ مسجدیں اسواسطے نہیں بنائی گئیں ہیں یعنی وہ تو نماز کیلئے اور خدا کی یاد کرنے کیلئے بنائی گئی ہیں اور مسجد کے اندر خرید و فروخت کرنے سے اسواسطے منع فرمایا تاکہ مسجد کو لوگ بازار نہ بنالیں اور اسمیں خرید و فروخت کیا کریں اور اسکی عظمت اور عزت ذہنوں سے نکلجائے اور نمازیوں اور معتکفوں کا دل ہٹ جائے اور اشعار سے منع کرنے کی بھی وجہ یہی ہے جو ہم نے بیان کی علاوہ بریں اشعار کے پڑھنے میں ذکر الٰہی سے اعراض اور نیز اوروں کو اعراض کی ترغیب پائی جاتی ہے اور قصہ گوئی اور حدود کے قائم کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں شور وغل اور رونے پیٹنے کا اور نمازیوں کے دل ٹوٹنے کا احتمال ہے مگر وہ اشعار کہ جن میں ذکر الٰہی یا حضور نبوی کی نعت وغیرہ اور کفار کا جلانا پایا جاوے اس سے مستثنی ہیں اسواسطے کہ وہ غرض شرعی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ کو یہ دعا دی کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدایا روح القدس سے اسکی تائید کر اللھم ایدہ بروح القدس۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی حائض اور
جنب کیواسطے میں مسجد کو حلال نہیں کرتا انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب میں کہتا ہوں اسکی وجہ مسجد کی تعظیم ہے اسواسطے
کہ بڑی تعظیم ایک چیز کی یہ ہے کہ بغیر طہارت کے آدمی اُسکے پاس نہ جاسکے گر بے وضو کے مسجد میں آنے سے ممانعت
کرنیمیں حرج عظیم تھا اور جنب اور حائض کی ممانعت کرنے سے کچھ دقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ جنب اور حائض کو
نماز سے بہت بُعد ہے اور مسجد نمازہی کے لئے موضوع ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اس
بدبودار درخت کو کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آوے کیونکہ جس چیز سے لوگونکو تکلیف ہوتی ہے فرشتونکو بھی
اس سے تکلیف ہوتی ہے من اکل ہذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس میں کہتا ہوں
وہ بدبودار درخت پیاز یا لہسن ہے اور ہر بدبودار چیز کا حکم یہی ہے اور فرشتوں کی تکلیف پانے کے معنی یہ ہیں کہ انکو
وہ چیز بری معلوم ہوتی ہے اور اُس سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ وہ پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ اور خوشبودار چیزوں کو پسند
کرتے ہیں اور اُن کی اضداد چیزوں سے اُنکو نفرت ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے
جب کوئی شخص مسجد میں آوے تو اُسکو یہ کہنا چاہئے اللھم افتح لی ابواب رحمتک پھر جب مسجد سے باہر آوے تو کہے
اللھم انی اسئلک من فضلک میں کہتا ہوں جانیوالے کیلئے طلب رحمت کی تخصیص اور باہر آنیوالے کیلئے طلب فضل
کی تخصیص کیوجہ یہ ہے کہ قرآن میں رحمت نفسانی اور اخروی نعمتیں مراد ہوا کرتی ہیں جیسے ولایت اور نبوت چنانچہ
اللہ پاک فرماتا ہے ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون ترجمہ۔ اور تیرے رب کی رحمت اُس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے
اور فضل سے دنیاوی نعمتیں مراد ہوتی ہیں جیسے فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ
ترجمہ۔ پھر جب نماز ہو چکے تو پھیل جاؤ زمین میں اور اللہ کے فضل کے طالب ہو اور جو شخص مسجد میں جاتا ہے اُسکی غرض
قرب الٰہی کا حاصل ہوتا ہے اور مسجد سے نکلکر پھر رزق کی تلاش کرنیکا وقت ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس۔ ترجمہ تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں جاوے تو بیٹھنے سے پہلے اسکو دو
رکعت پڑھنی چاہئیں میں کہتا ہوں اسواسطے مقرر کیا گیا کہ جو مکان نماز کیلئے وضع کیا گیا ہے اسکے اندر جاکر بھی نماز نہ پڑھنا باعث حسرت ہے
دوسرے اسمیں ایک امر محسوس سے نماز کیطرف رغبت ٹھیک ٹھیک ہو جاتی ہے اور اسمیں مسجد کی تعظیم بھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام۔ ترجمہ بجز مقبرہ اور حمام کی تمام زمین سجدہ گاہ ہے اور سات جگہیں نماز پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
منع فرمایا ہے کوڑے۔ مقبرہ۔ مذبح۔ راستہ۔ حمام۔ اونٹوں کے رہنے کی جگہ اور بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے بھی منع
فرمایا ہے کیونکہ اس پر خدا تعالےٰ کی لعنت ہو چکی ہے میں کہتا ہوں کوڑے اور مذبح میں نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے
کہ وہ نجاست کے مقام ہیں اور نماز کے لئے نظافت اور طہارت مناسب ہے اور مقبرہ کے اندر نماز سے ممانعت کی وجہ
ہے کہ لوگ وہاں نماز پڑھتے پڑھتے اولیاء اور علماء کی قبروں کی بتوں کی طرح پرستش شروع نہ کردیں اور یہ شرک جلی کی
صورت ہے یا ان مواضع میں نماز پڑھنے کو زیادہ تر قربت الٰہی کا سبب سمجھنے لگیں اور یہ شرک خفی ہے اور حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد اس کے فرمانے سے یہی ہے لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یعنی خدا نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرخدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج کی غروب اور طلوع اور استواء کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے وہ بھی اسی کی نظیر ہے اس واسطے کہ کفار ان اوقات میں آفتاب کو سجدہ کیا کرتے تھے اور حمام میں نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ وہاں لوگوں کے ستر کھلتے ہیں اور لوگ آتے جاتے رہتے ہیں ان باتوں سے نمازی کا دل ہٹ جائیگا اور حضور قلب سے وہ اپنی التجا نہ کر سکیگا اور جہاں اونٹ باندھے جاتے ہیں اُن مواضع میں نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ اونٹ ایک عظیم الجثہ جانور ہے اور جسکو پکڑ لیتا ہے پھر چھوڑتا نہیں اور پھر اُس کی عادت بھی یہ ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو ستاتا ہے یہ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں کھڑا ہو کر نمازی کا دل نماز میں نہ لگیگا بخلاف ان مواضع کے جہاں بکریاں بند ہوتی ہیں اور بیچ سڑک میں نماز سے اسواسطے ممانعت کی گئی کہ اول تو راہ چلنے والوں سے اُس کا دل بٹے گا اور راستہ بھی لوگوں پر تنگ ہوگا دوسرے درندے وغیرہ اِدھر کو ہو کر نکلتے ہیں جیسا کہ وہاں اترنے سے نہی صریح وارد ہے اور بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بلا ضرورت بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسمیں ایک طرح کی بیحرمتی ہے اور اس کا بھی یقین نہیں کہ ایسے وقت میں استقبال الی القبلہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور جس زمین پر خسف وغیرہ یا پتھر برسانے سے خدا کی لعنت ہو چکی ہے ایسی نماز پڑھنے سے اُن چیزوں کا ہلکا سمجھنا پایا جاتا ہے دوسرے جو مقام غضب کے ہیں اُنسے خدا تعالےٰ کا خوف اور ہیبت کر کے دور رہنا چاہئیے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ولا تدخلوا الا باکین اور وہاں جب جاؤ روتے ہوئے جاؤ ۔

نمازی کے کپڑوں کا بیان

معلوم کرو کہ کپڑوں کا پہننا ایسی چیز ہے کہ اسکی وجہ سے انسان کو تمام بہائم سے امتیاز حاصل ہے اور کپڑے کا پہننا انسان کے لئے بہترین حالات میں سے ہے اور اسمیں ایک قسم کی طہارت بھی پائی جاتی ہے اور نماز کی بھی اس میں تعظیم ہے اور رب العالمین کے روبرو عرض کرنے کے آداب میں شامل ہے اور وہ خود ایک واجب چیز ہے مگر نماز کے اندر اسکو شرط کر دیا گیا ہے اس واسطے کہ نماز کے معنی کی تکمیل اُس پر موقوف ہے اور شارع نے اسکی دو حدیں قرار دی ہیں ایک تو وہ ہے کہ اُسکے بغیر چارہ نہیں اور نماز صحیح نہیں ہو سکتی اور ایک استحباب کی حد ہے پہلی حد مرد کے لئے پیشاب اور پائخانہ کا مقام ہے اور ان دونوں میں بھی پیشاب کا مقام بہت ہی زیادہ ضروری ہے اور دونوں رانیں بھی انہیں کے ساتھ ملحق ہیں اور عورت کے لئے اُس کا تمام بدن ستر ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقبل صلوۃ حائض الا بخمار ۔ حائض یعنی بالغ عورت کی نماز بدون اوڑھنی کے قبول نہیں ہوتی اور رانکو دونوں مقاموں کے ساتھ اسواسطے ملحق کر دیا ہے کہ وہ بھی دونوں محل شہوت ہیں اور ایسے ہی تمام بدن عورت کا محل شہوت ہے اس وجہ سے وہ بھی انہیں کے ساتھ ملحق ہے اور لباس مستحب کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شئی وقال اذا کان واسعا فخالف بین طرفیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں جس وقت کہ اُسکے کاندھے پر ردہ کپڑا بالکل نہ ہو نماز نہ پڑھے اور فرمایا ہے اگر کپڑے میں گنجائش ہو تو اُسکے دونوں طرف ادھر اُدھر ڈال لے اور اسمیں نکتہ یہ ہے کہ تمام عرب او عجم اور تمام وہ لوگ جنکا مزاج ٹھیک ٹھیک انسانیت پر ہے علی اختلاف الاوضاع سب کا پورا لباس اور پوری ہیئت کی درستی اسی میں ہوتی ہے کہ اُنکے پشت اور کاندھے کپڑے سے ڈھک جائیں خواہ ان کے لباس کی کچھ ہی وضع کیوں نہ ہو قبا ہو یا قمیص ہو یا حلہ ہو یا کچھ ہو اور ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے اُسکے جواب میں فرمایا کیا سب کے لئے دو کپڑے ہوا کرتے ہیں پھر حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب خدا گنجائش دے تو گنجائش دینا چاہئے میں کہتا ہوں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ کی نسبت دریافت کیا گیا تھا اور حضرت عمرؓ کا قول مذہبی کا بیان ہے اور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شائی کا ہی سوال کیا گیا ہو مگر آپ نے اس لحاظ سے کہ دو کپڑوں کا حکم دینے میں اگرچہ استحباب کیلئے ہی وہ مشروع ہوں ایک قسم کا حرج ہے دو کپڑوں کا حکم نہیں دیا اور یہ بھی تھا کہ جس شخص کو دو کپڑے میسر نہ ہوتے اپنے زعم میں نماز کی تکمیل نہ ہونے کا اسکو خیال رہتا اور اسواسطے اُسکی نماز غیر مکمل ہوتی اور جب حضرت عمرؓ نے یہ بات معلوم کر لی کہ احکام کے مقرر کرنے کا وقت تو گذر گیا ہے اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ نماز کے اندر لباس کی تکمیل مستحب ہے سو اسواسطے اُسکے موافق یہ جواب دیدیا۔ واللہ اعلم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت جس کا نماز پڑھنے میں ستر پیچھے کی جانب کو بندھا ہوا ہو انما مثل ہذا مثل الذی یصلی وہو مکتوف اُس شخص کا حال ایسا ہے جسکے شانے بندھے ہوئے ہوں میں کہتا ہوں اس سے آپ نے یہ بات بتلادی کہ صورت اور لباس اور شکل کا بگاڑ لینا کراہت کا موجب ہوتا ہے میں کہتا ہوں نمازی کیواسطے ضروری ہے کہ جو چیز اُسکے نماز میں خلل ڈالے اور اُس سے دل بٹتا ہو خواہ اُس چیز کی خوبصورتی سے یا نفس کے اترانے کیوجہ سے اسکو آپ سے علیحدہ کر دے تاکہ جو نماز سے مقصود ہے وہ پورے طور پر حاصل ہو سکے اور یہودی لوگ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز پڑھنے کو برا جانتے تھے اسلئے اسمیں ایک قسم کی ترک تعظیم ہے کیونکہ بڑے لوگوں کے پاس جاتے وقت جوتوں کو اُتار لیا کرتے ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی۔ اپنے جوتے اُتار دے تو پاکیزہ میدان طوی میں ہے اور جوتے اور موزے کے اندر ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ لباس کی تکمیل اُس پر موقوف ہے اسلئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کی وجہ سے قیاس اول کو ترک کر کے اور دوسرے قیاس کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نعالہم ولا خفافہم۔ یہود کی مخالفت کرو اسلئے کہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے ہیں پس صحیح یہ ہے کہ جوتے پہنکر نماز پڑھنا اور ننگے پیروں نماز پڑھنا برابر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر سدل کرنے سے منع فرمایا ہے اور سدل کے معنی میں اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر ایک کپڑا اس طرح اوڑھ لے کہ ہاتھ بھی اُسکے اندر ہی رہیں اور قریب قریب آتا ہے اشتمال الصماء یعنے بدن پر اس طرح کپڑا لپیٹ لینا کہ ہاتھ اندر رہیں بدترین لباسوں کا ہے کیونکہ ہاتھوں کا چھوٹا ہوا رکھنا عادات انسانی اور اُس کی طبیعت میں داخل ہے اور یہ ہیئت بالکل اس کے خلاف ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اسکا اندر ستر کے کھلنے کا ہر وقت اندیشہ ہے کیونکہ بسا اوقات آدمی کو ہاتھ کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس سے ضرور ستر کھل جائیگا اور بعض کے نزدیک سدل کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اوپر کوئی کپڑا ڈال لے اور اس کے دونوں جانب چھوڑ دیں اس سے بھی وضع اور شکل میں نقصان ہوتا ہے اور ہیئت کے پورا اور مکمل ہونے سے ہماری یہ مراد ہے کہ جسکو عرف اور عادت میں یہ کہہ سکیں کہ جو چیز لباس وغیرہ میں ہونی چاہئے اسمیں وہ سب موجود ہے کسی کی کمی نہیں ہے اور سب کے لباس کی وضع جداگانہ ہے مگر سب لباسوں میں تلاش کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پورا لباس ہر ایک فرقہ کیلئے ضرور ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کے دستور پر جو اس زمانہ میں انکے لباس کا دستور تھا حکم دیا ہے۔

قبلہ کا بیان

جب حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو چھ یا سات مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز ادا کرتے رہے پھر کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے مقرر ہو گیا میں کہتا ہوں اسکے اندر یہ بھید ہے کہ خدا تعالٰے کے شعائر اور اسکے گھروں کی لوگوں پر چونکہ تعظیم کرنی واجب تھی خاصکر اس عبادت میں جو سب عبادتوں اور سب ارکان اسلام کے اصل اور شعائر دین میں سب سے زیادہ نامی شعار ہے اور خدا تعالٰے کی رضامندی کے طالب ہونے کے لئے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی ایسی چیز کی طرف نماز میں توجہ کرنا جس کو خدا تعالٰے کے ساتھ ایک طرح کی خصوصیت ہے باعث اجتماع خاطر اور خشوع کی حالت پر رغبت پیدا ہونے کا سبب ہے اور اقرب بحضور قلب ہے کیونکہ اسکی صورت ایسی ہے جیسے بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو کر اپنی عرض معروض کر لیتا ہے اسواسطے حکمت الٰہیہ کا مقتضٰی یہ ہوا کہ تمام شرائع کے اندر نماز میں قبلہ رخ کھڑا ہونا شرط کیا جائے خواہ کوئی قبلہ ہو اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام اور جو انکے دین کے لوگ تھے کعبہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا قبلہ بیت المقدس تھا یہ اصل تمام شرائع کے اندر مسلم ہے پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اوس وخزرج اور یہود کے جو انکے حلیف تھے آپ نے تالیف قلوب چاہی اور انہیں لوگوں نے آپ کی مدد کی اور وہی اہل ایک امت ٹھہری جنسے اونکو نفع پہونچا اور مضر اور ان کے قریب کے لوگ بڑے دشمن تھے اور تمام دنیا سے زیادہ ان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بعد تھا اس واسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کیطرف رخ کرنیکا حکم دیا سو اسواسطے کہ عبادات میں اصل یہ ہے کہ جس امت میں رسول اللہ بھیجا گیا ہے اور جن لوگوں نے اسکی معاونت کی ہے اور جنکو خدا تعالٰے نے لوگوں کیلئے گواہ مقرر کیا ہے انکے اوضاع اور طریقوں کا لحاظ کیا جاوے اور وہ لوگ اسوقت میں اوس وخزرج ہی تھے اور یہود کے علوم کو وہ بہت ہی مانتے تھے ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ نے آیہ فاتوا حرثکم انّٰی شئتم کی تفسیر میں اس کو بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ انصار کا گروہ تو بت پرست تھا اور جن لوگوں کے وہ ساتھی تھے یعنی یہود کے وہ اہل کتاب تھے تو یہ لوگ یہودیوں کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اوپر فضیلت سمجھتے تھے اور بہت سے کاموں میں انکا اقتدا کرتے تھے اخیر حدیث تک۔ اور نیز شرائع کی اصول سے یہ بات ہے کہ ملل حقہ کے موافق ہوں بجز ان باتوں کے جو لوگوں نے اپنی طرف سے تحریفات اور تعمقات کر کے بنا رکھی ہیں اگر ایک ملت باقی اور ملل حقہ کے موافق ہوتی ہے تو لوگوں کے قلب اس سے انکار نہیں کرتے ہیں اور ایسے وقت میں انکے اوپر تمام حجت پورے پورے طور پر ہو سکتی ہے اور یہودی برابر آسمانی کتاب کو بیان کرتے رہتے تھے اور اسپر عمل کرتے تھے پھر خدا تعالے نے اپنی آیات کو محکم اور مضبوط کیا اور اسکی نسبت جو چیز زیادہ تر مصلحت کے موافق تھی اور قوانین تشریع کے اعتبار سے زیادہ تر پائدار تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دل و قلب کے اندر القا فرما کر اس سے مطلع کر دیا اور اسکی وجہ سے آپکو اس بات کی تمنا پیدا ہو گئی کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہو جائے اور آپ اسی آرزو میں تھے کہ حضرت جبرئیل یہ حکم لاتے ہوں آسمان کیطرف منہ کر کے ادھر ادھر دیکھا کرتے تھے اور پھر دوبارہ اللہ پاک نے قرآن کے اندر نازل فرما کر اس سے مطلع کر دیا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگوں میں مبعوث ہوئے جو ملت اسمٰعیلیہ پر چلتے تھے اور خدا تعالے کی علم میں یہ امر پہلے سے ہی مقدر تھا کہ وہی لوگ اس دین کے حامی اور مددگار ہونگے اور رسول کے بعد لوگوں پر خدا تعالے کے گواہ وہی لوگ ہونگے اور اسکی امت کے خلیفہ وہی بنینگے اور یہودیوں سے قدر قلیل ہی ایمان لائینگے اور عرب کے نزدیک کعبہ شعائر الٰہی میں سے ایک شعار ہے انکے ادنے اور اعلے کے دل میں یہ بات سما رہی ہے اور کعبہ کیطرف منہ کرنا انکا طریقہ برابر چلا آتا ہے پھر اس سے منہ پھیرنے کی کیا وجہ اور چونکہ قبلہ کو رخ کرنا نماز کی صرف تکمیل کیلئے شرط ہے اور ایسی شرط نہیں ہے کہ نماز کا اصل نفع بدوں اس شرط کے حاصل ہونا غیر ممکن ہو اس واسطے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق جو تاریک رات میں بلا سے قبلہ کو کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور فی الحقیقت اسکا منہ قبلہ کو نہ ہو اللہ پاک کا یہ قرآن پڑھ دیا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جسطرف تم متوجہ ہو خدا کی ذات وہیں ہے جس سے آپنے اس بات کیطرف اشارہ کر دیا کہ ضرورت کیوقت اسطرح انکی نماز جائز ہو جاتی ہے

سترہ کا بیان

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیر لہ من ان یمر بین یدیہ۔ نماز پڑھتے ہوئے کے سامنے ہو کر جو شخص گذرتا ہے اگر اسکو یہ معلوم ہو جائے کہ اس پر کیا وبال لازم آتا ہے تو چالیس تک یعنی چالیس سال تک اسکو کھڑا رہنا اسکے سامنے ہو کر گذرنے سے بہتر معلوم ہو۔ میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ نماز شعائر الٰہی میں سے ہے اور اسکی تعظیم واجب ہے اور چونکہ نماز سے اس حالت کیساتھ تشبیہ مقصود ہے جو غلام کو اپنے مولا کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کیلئے کھڑے ہوتے وقت ہوا کرتی ہے سو اسلئے نماز کی ایک تعظیم یہ بھی مقرر کیگئی کہ کوئی اندر نیوالا نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے کیونکہ آقا اور اسکے غلاموں کے درمیان سے جو دست بستہ اسکے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گذرنا سخت بے ادبی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احدکم اذا قام فی الصلوۃ فانما یناجی ربہ من القبلۃ الحدیث۔ جب تم میں سے نماز کیلئے کوئی کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کیا کرتا ہے اور اسکا رب اسکا اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ایک بات یہ بھی کہ نماز میں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے گذرنے سے اس کا دل اکثر بٹ جاتا ہے سو اسطے نمازی کو اسکے ہٹا دینے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے فلیقاتلہ فانہ شیطان۔ تو اس کو مار دینا چاہیئے میں کہتا ہوں اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ منجملہ اور شروط کے نماز کی صحت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سامنے سے دو جگہ عورت اور گدھے اور کتے سے خالی ہو کیونکہ وہ شیطان ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یقطع الصلوٰۃ المراۃ والحمار والکلب الاسود عورت اور گدھا اور سیاہ کتا نماز کو تباہ کر دیتے ہیں اور اسمیں یہ بھید ہے کہ نماز سے مناجات اور رب العالمین کے روبرو کھڑا ہونا مقصود ہوتا ہے اور عورت کے پاس ہو کر گذر جانا اور عورت کے ساتھ صحبت اور اختلاط ایسی چیزیں ہیں جو اس حالت کے بالکل حالت پیدا کرنے کے اکثر باعث ہوتی ہیں اور کتے کے شیطان ہونے کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں خاصکر سیاہ کتا کیونکہ اس کا مزاج تو اور کتوں سے بھی خراب ہوتا ہے اور گدھا بھی منزلہ شیطان کے ہی ہے کیونکہ اکثر اوقات لوگوں کے سامنے اپنے مادہ سے وہ مشغول ہو جاتا ہے اور کبھی خود بھی اسکے آلہ کو حرکت ہوتی رہتی ہے لہذا نماز کے اندر اسکا دیکھنا غالباً اس حالت کے اندر مخل ہوگا جو نماز سے مقصود ہوتی ہے گر خلفاء صحابہ اور فقہاء صحابہ نے جنہیں سے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوسعیدؓ وغیرہم بھی ہیں اس حدیث پر عمل نہیں کیا ہے اور انہوں نے اس حدیث کو منسوخ سمجھا ہے اگرچہ اس کی منسوخیت پر جو انہوں نے استدلال قائم کیا ہے اسمیں کچھ کلام ہے اور یہ ان مواضع میں سے ایک ہے جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کے دو مختلف طریقے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل مؤخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من وراء ذلک تم میں سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پشتے کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھے اور اس سے پرے جو کوئی گذرے اسکی کچھ پروا نہ کرے میں کہتا ہوں چونکہ مطلقاً گذرنے سے ممانعت کرنے میں حرج عظیم تھا اسواسطے آپ نے سترہ کے کھڑا کرنیکا حکم دیا تاکہ ظاہر میں نماز کی زمین سے علیحدہ ہو جائے اور پاس سے گذرنا بھی ایسا سمجھا جائے جیسے دور سے گذرنا۔

ان امور کا بیان جو نماز کے اندر ضروری ہیں

معلوم کرو کہ نماز کے اندر تین چیزیں اصل ہیں دل سے خدا کے سامنے پست ہو جانا۔ اور زبان سے اسکا ذکر کرنا اور بدن سے نہایت درجہ خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنا۔ یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ تمام امتوں کا اس بات پر کہ یہ چیزیں نماز کے اندر ہوتی ہیں اتفاق کر لیا ہے اگرچہ انکے سوا اور باتوں میں انکے اندر باہم اختلافات ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا کیوقت جہاں کہیں معافی دی ہے انکے سوا میں دی ہے اور ان کے اندر کہیں معافی نہیں دی اور وتر کے اندر آپ نے فرمایا ہے وان لم تستطع فاوم ایماء۔ اور اگر تجھکو طاقت نہ ہو تو اشارہ کر لے اشارہ۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نماز کی انکے واسطے دو حدیں مقرر کیجائیں ایک تو وہ حد کہ اسکے اندر کمی سے نماز سے عہدہ برائی نہ ہو سکے اور ایک وہ حد کہ جس سے نماز کامل اور پوری پوری مفید ہو سکے حد اول میں تو وہ باتیں ہیں کہ اگر انمیں سے کوئی باقی رہ جاوے تو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہو اور وہ باتیں کہ انکے ترک کرنے سے نماز میں نقص لازم آتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علاوہ واجب نہیں ہوتا اور وہ باتیں کہ اُنکے ترک کرنے سے تارک سنت ملامت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ نماز کے اندر نقص پیدا ہونیکا یقین نہیں ہوتا اور تینوں مراتب کے اندر فرق بہت مشکل ہے اور اُسکے اوپر کوئی نص صریح یا اجماع نہیں ہے مگر یہیں برائے نام ہی وجہ ہے کہ فقہا کے اندر بہت بڑا اختلاف ہوگیا اور اصل یہیں اُسی شخص کے متعلق میں جسنے بُرے طور پر نماز پڑھی تھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا ارجع فصل فانک لم تصل مرتین او ثلثا - لوٹ جا اور پڑھ کیونکہ تونے نماز نہیں پڑھی دو مرتبہ ایسا ہی یا تین مرتبہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع راسک حتی تستوی قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذلک فی صلوٰتک کلھا - جب تو نماز کے لئے اُٹھے تو پورا پورا وضو کر پھر قبلہ رو کھڑا ہو کر تکبیر کہہ پھر تجھے جسقدر میسر ہو قرآن پڑھ پھر رکوع کر تاکہ اطمینان سے رکوع ہو جاوے پھر اپنا سر اوپر کو اُٹھا اتنا کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جاوے پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدے سے اُٹھکر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جا پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدے سے اُٹھکر اطمینان سے بیٹھ جا اور تمام اپنی نماز میں اسی طرح کر اور ترمذی کی روایت میں اسکے ساتھ یہ بھی ہے فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک وان انتقصت منھا انتقصت من صلوتک - پس تونے جب یہ کیا تب تو تیری نماز پوری ہوئی اور اگر اُس سے کچھ گھٹایا تو اپنی نماز میں سے تونے گھٹا دیا ترمذی نے بیان کیا ہے بہ نسبت پہلی روایت کے اسمیں یہ زیادتی نہیں ہے اس روایت میں اُنکے لئے آسانی ہے کیونکہ اس روایت کے موافق ان باتوں میں سے کسی بات کی کمی کرنے سے اگرچہ نماز ناقص ہوئی مگر ہو تو گئی یہ نہیں کہ بالکل نماز نہیں ہوئی ۔

اور ایک حد اول میں وہ چیزیں داخل ہیں جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رکنیت کے لفظ سے بیان فرمایا ہے جیسے آپنے فرمایا ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب بغیر فاتحۃ الکتاب کے نماز نہیں ہوتی اور فرمایا ہے لا تجزی صلوٰۃ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع والسجود جب تک رکوع و سجود میں آدمی کی پشت سیدھی نہ ہو جائے آدمی کی نماز پوری نہیں ہوتی اور ایک وہ باتیں داخل ہیں کہ جنکے ساتھ شارع نے نماز کو تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اس سے ان چیزوں کی نماز کا رکن ہونے پر تنبیہ بلیغ پائی جاتی ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان اور فرمایا ہے فلیرکع رکعتین اور اللہ پاک فرماتا ہے وارکعوا مع الراکعین ۔ اور فرماتا ہے وادبار السجود - اور فرماتا ہے قوموا للہ قانتین اور ہر ایک وہ باتیں جنکو اس طور سے بیان کیا ہے کہ انکا ضروری ہونا مفہوم ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم اور آپ نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ اور تشہد کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے اذا فعلت ذلک تمت صلوتک اور اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں اور ایک وہ امور اسمیں داخل ہیں کہ نماز کے اندر اُنکے ضروری ہونے میں مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہے اور برابر وہ امور انمیں جاری رہے اور ترک کرنیوالے پر ملامت ہوتی رہی - الحاصل نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اندر جو بالتواتر ثابت ہے اور امت کو برابر پہونچتا رہا ہے وہ یہ ہے کہ طہارت کرے ستر عورت کرے اُسکے بعد کھڑا ہو اور منہ قبلہ کی طرف کرے اور خالص دل سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا تعالے کی جانب متوجہ ہو کر زبان سے اللہ اکبر کہے اور سورہ فاتحہ پڑھکر بجز فرض کے تیسری اور چوتھی رکعت میں کوئی سورۃ اور اُس کے ساتھ پڑھے پھر رکوع کرے اور اسقدر جھک جاوے کہ انگلیوں کی پوروں سے گھٹنوں کو چھو سکے اور اطمینان سے رکوع کرے پھر رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ کھڑا ہو جاوے پھر اعضائے ہشتگانہ کے ساتھ اطمینان سے سجدہ کرے یعنی دونوں ہاتھ اور دونوں پیر اور دونوں گھٹنے اور منہ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جاوے پھر اسی طرح دو بارہ سجدہ کرے یہ سب ایک رکعت ہوئی پھر ہر دو رکعت کی بعد بیٹھکر التحیات پڑھا کرے اور پھر جب اخیر رکعت ہو تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر التحیات کے بعد درود پڑھے اور اسکے بعد کوئی دعا جو اسکو پسند ہو پڑھے اسکے بعد جو اسکے قریب فرشتے یا آدمی ہیں انکے اوپر سلام کہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز یہ ہے باوجود کسی نماز فرض کے اندر یہ بات ثابت نہیں کہ ان امور میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی امر نماز میں ترک کیا ہو اور تمام صحابہ او تابعین اور اُن کے بعد جتنے ائمہ مسلمین گذرے ہیں سب اسی طرح نماز پڑھتے تھے اور برابر سب یہ لوگ انہیں افعال کا نام نماز اور اُسکو ضروریات دین میں سے کہتے چلے آئے ہیں البتہ فقہا کا چند امور میں اس بات کے اندر اختلاف ہو گیا ہے کہ وہ آیا نماز کے ارکان ہیں کہ بدون اُنکے نماز کا کچھ اعتبار نہیں یا نماز کے واجبات ہیں جن کے ترک کرنے سے نماز میں نقصان آجاتا ہے یا اُسکے اجزا میں سے ہیں جنکے ترک کرنے سے تارک ملامت کا مستحق ہوتا ہے اور سجدہ سہو سے اُسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور اصل اسکی یہ ہے کہ دل کے اندر خدا تعالے کیلئے خضوع کا ہونا اور اسکی طرف توجہ کا بطور تعظیم اور رغبت اور خوف کے ہونا ایک پوشیدہ امر ہے خارج میں اسکے واسطے کوئی امر ہونا چاہئے جس سے اُسکا انضباط ہو سکے اسلئے دو چیزوں کے اندر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو منضبط کیا ایک تو یہ کہ اپنا منہ اور بدن قبلہ کی طرف کر کے کھڑا ہووے اور دوسرے یہ کہ زبان سے اللہ اکبر کہے اسواسطے کہ انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اُسکے دل میں کوئی بات جمتی ہے تو اسکی زبان اور تمام اعضا اُسی کے موافق حرکت کرتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی جسد ابن آدم مضغۃ الحدیث۔ آدمی کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے اخیر تک اسلئے زبان اور باقی اعضا کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اُسکا قائم مقام ہوتا ہے ایسی ہی چیزیں سے دلی حالت کا انضباط ہو سکتا ہے اور چونکہ جناب باریتعالے جہت وغیرہ سے پاک ہے اسواسطے اُسکے گھر کی طرف اور اُس کی طرف جو اُس کا بڑا شعار ہے توجہ کرنا خدا تعالے کی طرف توجہ کرنیکا قائم مقام ہوا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مقبلا الی اللہ بوجہہ وقلبہ۔ در انحالیکہ اپنے منہ اور دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو اور چونکہ اللہ اکبر کا لفظ دلی انقیاد اور دلی تعظیم پر بہت صاف صاف دلالت کرتا ہے اس واسطے توجہ قلبی کے قائم مقام کرنے کے لئے کوئی لفظ اُس سے زیادہ مناسب نہ تھا اور اس کے اندر اور وجوہ بھی پائے جاتے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم کی جہت سے اسکی طرف منہ کرنا واجب ہے مگر نماز کے ساتھ ساتھ اُس کو اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ نماز سے اُس کی تکمیل ہو جاوے اور نماز کی اُس سے۔ از انجملہ یہ ہے کہ قبلہ کو منہ کرنا دین حنیفی کی بڑی مشہور پہچان ہے جس کی وجہ سے آدمی اوروں سے متمیز ہو سکتا ہے اسلئے ضروری ہوا کہ ایسی چیز اسلام کے اندر داخل ہونے کی علامت مقرر کی جائے اس وجہ سے ایک بڑے نامی اور عظیم الشان عبادت کے ساتھ اُسکو مقرر کیا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی صلوتنا واستقبل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ۔ جو شخص ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو مُنہ کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھالے تو وہ مسلمان ہے جسکا خدا اور اُسکا رسول ذمہ دار ہے ازانجملہ یہ کہ کھڑا ہونا جب ہی تعظیم سمجھا جاتا ہے جب سامنے کو مُنہ کرکے کھڑا ہو۔ ازانجملہ یہ ہے کہ ہر حالت کے لئے جو اور حالتوں سے احکام کی اندر جدا حالت ہو ایک ابتدا اور ایک انتہا ہوا کرتی ہے اُسکی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ نماز کی تحریم اللہ اکبر کہنا ہے اور اُس سے باہر آنا سلام پھیرنا ہے۔ جسمانی تعظیم کے اندر اصل تین باتیں ہیں ایک تو سامنے کھڑا ہونا اور ایک رکوع اور ایک سجدہ اور عمدہ تعظیم وہ ہے جو سب کی جامع ہو اور خضوع کے لئے نفس کی تنبیہ مناسب طور پر اسی طرح ہوسکتی ہے کہ تعظیم کی ادنے حالت سے اعلے حالت کیطرف تدریج انتقال کیا جائے اور اعلے درجے کی تعظیم سجدہ کرنا ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہے اور باقی قیام اور رکوع اُسکے لئے واسطہ ہیں اسواسطے ضروری ہوا کہ اُسکو مکرر ادا کیا جاوے اور اُس کی صورت یہی ہے کہ دو مرتبہ اُسکو ادا کریں اور ایک ذکر الٰہی تھا اُسکے اندر بھی وقت کا مقرر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ وقت کی تعیین سے لوگوں کے دل اس چیز کو خوب ان لیتے ہیں اور دلوں کو جمعیت رہتی ہے اور پھر جھگڑا بھی نہیں رہتا کہ ہر شخص اپنی رائے کے موافق چلے خواہ اُسمیں بہتری ہو یا قباحت ہو اور اُنکے حوالے اگر کیا ہے تو ادعیہ نافلہ کو کیا ہے جنسے علی العموم لوگ مخالف نہیں ہیں بلکہ جو سبقت چاہے وہ اُسی کے لئے ہیں علاوہ بریں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بدون تعیین اوقات کے اُنکو کبھی نہ چھوڑا ہے اگرچہ وہ تعیین بطور استحباب کے ہے اور جب تعیین اوقات ضروری ٹھیری تو فاتحہ سے بڑھکر کوئی چیز اُسکے لئے مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ ایک جامع دعا ہے خدا تعالےٰ نے بندوں کی طرف سے گویا اُنکو اس بات کی تعلیم کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے کہ ہماری حمد وثنا اس طرح کیا کرتے ہیں اور اس طرح خاص ہم سے استعانت اور خاص ہمارے لئے عبادت کا اقرار کیا کرتے ہیں اور اس طرح وہ راستہ جو ہر قسم کی بہتری کا جامع ہو مانگا کرتے ہیں اور اُن لوگوں کے طریقے سے جن پر ہمارا غصہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہیں پناہ مانگتے ہیں اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو جامع ہوتی ہے اور چونکہ دین کے اندر قرآن کی تعظیم اور اُسکی تلاوت واجب ہے اور اس سے بڑھکر کوئی تعظیم کی صورت نہیں کہ جو اسلام کا رکن اعظم اور عبادات میں اصل اور شعار دین میں بڑا نامی شعار ہے اُس کے اندر قرآن کو معین کیا جائے اور اس کی تلاوت خود ایک مستقل عبادت تھی جس سے نماز کی تکمیل اور اُسکا اتمام متصور تھا اس وجہ سے قرآن کی کسی سورۃ کا پڑھنا اُنکے واسطے کیا گیا اسلئے کہ سورت ایک پورا کلام ہے جسکی بلاغت سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منکرین نبوت کو عاجز کردیا دوسرے یہ کہ ہر صورت اپنی ابتدا اور انتہا کیوجہ سے ایک جدا کلام ہوتا ہے اور ہر سورت کا اسلوب جدا جدا ہے اور چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ سورت کے ایک ٹکڑے کو بھی نماز میں پڑھا ہے اسلئے تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کو بھی اُسی کے حکم میں داخل کیا ہے اور چونکہ کھڑا ہونا بھی قسم قسم کا ہے اور سب لوگ ایک طرح سے کھڑے نہیں ہوتے کوئی نیچے کو سر ڈالکر کھڑا ہوتا ہے کوئی جھک کر کھڑا ہوتا ہے اور عرف میں سب یہ کھڑے ہونے میں داخل ہے اسواسطے شارع کو جو انحنا یعنی جھکنا مقصود ہے اُسکو قیام سے متمیز ہونے کی حاجت ہے لہذا رکوع کیساتھ اُسکو متمیز کردیا جو اسقدر جھکنے کا نام ہے کہ ہتھیلیوں کی پوریں گھٹنوں تک پہونچ جائیں اور چونکہ رکوع وسجدہ اُسی وقت میں تعظیم پر دلالت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرسکتے ہیں کہ کچھ دیر آدمی اس حالت پر ٹھیرا رہے اور پروردگار عالم کے روبرو اپنے آپ کو پست کرے اور اسکا دل اس حالت کے اندر اس تعظیم سے خبردار ہوجاوے اسواسطے اسکو ایک رکن لازم قرار دیا گیا اور چونکہ سجدہ کرنا اور پیٹ کے بل لیٹ جانا اور چونتیں اس کے قریب قریب ہیں سب کے اندر سر کا زمین پر رکھنا پایا جاتا ہے مگر تعظیم صرف سجدہ کے اندر ہی پائی جاتی ہے اس واسطے کوئی نا بہ الفرق مقرر کرنا ضروری ہوا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا امرت ان اسجد علی سبعۃ آداب الحدیث۔ مجھکو سات اعضا سے سجدہ کرنیکا حکم ہے آخر تک اور چونکہ جب آدمی سجدہ کرنا چاہتا ہے۔ تو سجدہ تک پہنچنے کیلئے اسکو جھکنا ضرور ہوتا ہے اور وہ جھکنا رکوع نہیں ہوتا بلکہ صرف سجدہ میں پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہوئی کہ رکوع اور سجدے میں ایک تیسرا فعل جو ان دونوں سے جدا ہے انکے بیچ میں لایا جاوے تاکہ رکوع سجدے سے اور سجدہ رکوع سے علحدہ ہوکر ہر ایک مستقل عبادت ٹھیرے اور ہر ایک کیلئے نفس کا ارادہ جدا ہووے تاکہ نفس کو ہر ایک کے اثر معلوم کرنے میں تنبیہ بھی جداگانہ پائی جاوے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے اور دو سجدے بھی آپسمیں اسیوقت متمیز ہوسکتے ہیں کہ جب ایک تیسرا فعل ان کے درمیان میں حائل ہوجاوے اسلئے دو سجدوں کے درمیان میں جلسہ مقرر کیا گیا اور چونکہ قومہ اور جلسہ بدون اطمینان کے ایک طرح کا کھیل ہے اور آدمی کے ہلکاپن پر دلالت کرتا ہے جو شان عبادت کے بالکل خلاف ہے لہذا ان دونوں کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور چونکہ نماز سے طہارت کو زائل کرکے باہر آنا یا اور کوئی اس قسم کا فعل کرکے نماز سے باہر آنا جو نماز کا فاسد اور باطل کرنیوالا ہو ایک قبیح اور مستنکر اور تسلیم و تعظیم کے منافی تھا اور ایسے فعل کا ہونا بھی ضرور تھا جس پر نماز کا اتمام ہوجاوے اور جو افعال نماز کے اندر حرام تھے وہ حلال ہوجائیں اور اگر وہ کوئی خاص فعل مقرر نہ کیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگتا لہذا ضرور ہوا کہ ایسے ہی کلام سے نماز سے باہر آیا کریں جو لوگوں کے کلام میں بہترین کلام ہو یعنی سلام اور یہ بات واجب کردیجاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وتحلیلہا التسلیم اور اس سے باہر آنا سلام پھیرنا ہے اور صحابہ نے اس بات کو پسند کیا تھا کہ سلام سے قبل یہ پڑھا کرتے تھے السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرائیل السلام علی فلان۔ خدا کے اوپر اسکے بندوں سے پہلے سلام۔ جبرائیل کے اوپر سلام فلان کے اوپر سلام تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے التحیات کیساتھ اسکو بدل دیا اور اس بدلنے کی وجہ بھی آپ نے اس طور پر بیان فرمائی لا تقولوا السلام علے اللہ فان اللہ ہو السلام یہ مت کہو کہ خدا کے اوپر سلام کیونکہ خدا تعالیٰ کا تو نام ہی سلام ہے یعنی سلامتی کی دعا اس شخص کے لئے مناسب ہے کہ باعتبار ذات کے عدم اور اسکے لواحق سے وہ سالم نہ ہو پھر نبی کیواسطے آپ نے سلام کو مقرر کیا تاکہ نبی کی یاد دلسے نہ بھلائیں اور انکی رسالت کا اقرار کرتے رہیں اور کچھ اسکا حق بھی ان سے ادا ہوجاوے پھر اس قول میں السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ہم پر سلام اور خدا کے نیک بندوں پر سلام سلام کی تعمیم کردی اور آپ نے فرمایا ہے جب بندے کی یہ زباں سے نکلا تو ہر نیک بندے کو جو آسمان و زمین میں ہے یہ پہنچ جاویگا پھر تشہد کا حکم دیا کیونکہ وہ اعظم الاذکار ہے اور فرمایا کہ پھر جو اس کو پسند ہو وہ دعا کرے۔ یہ اس واسطے کہ نماز سے فارغ ہونے کا وقت دعا کرنے کا وقت ہے کیونکہ نماز پڑھنے کی وجہ سے رحمت الٰہی اسپر چھا جاتی ہے اور ایسی حالت میں دعا مستجاب ہوا کرتی ہے اور دعا کے آداب میں سے پہلے جناب باری کی حمد و ثنا کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توسل کرتا ہے تاکہ مستجاب ہوجائے پھر اسی پر تعیین ہوگیا اور تشہد نماز کیلئے رکن ٹھیر گیا کیونکہ اگر یہ مدہ نہ پائے جائیں تو نماز سے آدمی ایسے فارغ ہوا کرے جسطرح کسی کام سے اعراض کرنیوالا تمام کرتا ہے یا اسکے تمام کرنے سے اسکو ندامت ہوتی ہے اور اس مقام کے متعلق بہت سے وجوہ ہیں بعضے ظاہر اور بعضے پوشیدہ انہیں جو مذکورہ کو کافی سمجھکر ہم نے انکا ذکر نہیں کیا الحاصل جو شخص ہمارے کلام میں فکر کریگا اور جو قواعد سابقاً ہم نے بیان کئے ہیں انکا خیال کریگا تو اسکو یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ نماز اسی طرح ہونی مناسب تھی اور اسکے سوا کوئی بہتر اور کامل صورت نماز کی عقل کے تصور میں نہیں آسکتی اور یہ اسکو یقین ہوجائیگا کہ نیمت حاصل کرنیوالے کیلئے نماز ایک غنیمت کبریٰ ہے اور چونکہ تھوڑی سی نماز کا کچھ معتدبہا فائدہ نہیں ہوسکتا اور بہت سی نماز لوگوں پر بہت گراں ہوتی اور انکو ادا کرنا دشوار پڑجاتا اسواسطے حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ کم از کم دو رکعت انکے لئے مقرر کیجائیں پس دو رکعت نماز کا کم درجہ قرار پایا اسی واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ ہر دو رکعت کے التحیات ہے اور یہاں ایک بڑا بھاری بھید ہے وہ یہ ہے کہ تمام حیوانات اور نباتات کے اشخاص و افراد کے پیدا کرنے میں خدا تعالےٰ کی عادت جاری ہے کہ ہر فرد کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں اور وہ دونوں ملاکر ایک شے کردیجاتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے والشفع والوتر اور جفت کے اور طاق کے حیوان کی دو طرفین تو معلوم ہی ہوتی ہیں اور بسا اوقات ایک طرف کو کچھ مرض وغیرہ لاحق ہوجاتا ہے اور دوسری طرف اس سے محفوظ رہتی ہے جیسے فالج کے اندر اور نباتات کے اندر گٹھلی اور تخم کی دو طرف ہوتی ہیں اور جب شروع شروع کوئی درخت اگتا ہے تو دو ہی پتے نمودار ہوتے ہیں یہ ہر ایک پتا انہیں دونوں گٹھلی اور تخم کی ایک ایک طرف کی میراث ہوتا ہے پھر اسی طور سے انکا نشو و نما ہوجاتا ہے جناب باری کا یہی قانون عالم خلق سے عالم تشریع کیطرف حظیرۃ القدس کے اندر منتقل ہوا کیونکہ تدبیر خلق کی فرع ہے اور پھر حظیرۃ القدس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اسکا انعکاس ہوا پس اصل نماز ایک رکعت ہے اور تمام نمازوں میں دو رکعت سے کم کوئی نماز نہیں مقرر کی گئی اور وہ دو رکعتیں باہم بمنزلہ ایک چیز کے کردیگئی ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ہے فرض اللہ الصلوۃ حین فرضھا رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوۃ السفر وزید فی صلوۃ الحضر وفی روایۃ۔ الا المغرب فانہا کانت ثلثا۔ اللہ پاک نے جب نماز کو مقرر فرمایا ہے حضر و سفر میں دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے پھر سفر کی نماز بدستور رہی اور حضر کی بڑھادی گئی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بجز مغرب کے کہ وہ تین ہی رکعت تھیں میں کہتا ہوں عدد رکعات کے اندر اصل یہ ہے کہ فرض جو کسی صورت میں ساقط ہی نہ ہوسکے وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ اسواسطے کہ حکمت الہیہ اس بات کی مقتضی ہوئی کہ دن و رات میں کوئی عدد مبارک متوسط درجہ کا مقرر ہونا چاہئے کہ نہ تو وہ بہت ہو جو تمام مکلفین پر اس کا ادا کرنا دشوار ہوجائے اور نہ بہت کم ہو کہ جسکے سبب سے نماز کا فائدہ حاصل نہ ہوسکے اور سابق میں یہ بات تم کو معلوم ہی ہوچکی ہے کہ تمام اعداد میں سے گیارہ کا عدد وتر حقیقی کیساتھ زیادہ تر مشابہت رکھتا ہے پھر جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسلام کو استحکام ہوگیا اور بہت سے لوگ انکے خادم ہوگئے اور عبادات کا شوق لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوگیا تو چھ رکعتیں اور بڑھادی گئیں اور سفر کی نماز بدستور باقی رہی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ زیادتی اگر کسی چیز کی کیجائے تو اصل شے کے برابر یا اس سے زیادہ ہونا اسکا بالکل غیر مناسب ہے اسلئے یہ مناسب ہوا کہ اول عدد پر اسکا نصف بڑھادیا جائے مگر گیارہ کا نصف پورا عدد نہیں ہوسکتا اسلئے یا تو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ کی زیادتی کیجاتی یا چھ کی مگر گیارہ پر پانچ زیادہ کرنے سے پورا عدد طاق نہیں رہتا بلکہ جفت ہوتا ہے اسلئے چھ کی زیادتی اختیار کرنی ضرور ہوئی۔ اب باقی رہا اوقات کے اوپر اس پورے عدد کا تقسیم کرنا تو اسکا انبیاء سابقین کے آثار پر مدار رکھا گیا جیسا کہ اخبار میں مذکور ہے اور نیز مغرب چونکہ سب نمازوں سے آخری نماز ہے اسلئے کہ عرب کے لوگ راتوں کو دنوں سے پہلے شمار کیا کرتے ہیں اس واسطے مناسب کہ وہ ایک عدد جس نے پورے عدد کو طاق بنا دیا ہے وہ اسی میں پایا جاوے اور مغرب کے وقت میں چونکہ گنجایش کم ہوتی ہے اسواسطے مغرب کے اندر بڑھانا مناسب نہ تھا اور فجر کا وقت سونے کا اور کسل کا وقت ہے اسلئے عدد رکعات میں اسکے اندر زیادتی نہیں کی گئی بلکہ جس سے ہو سکے اسکے لئے طول قرات مستحب کردیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ اور فجر کو قرآن کا پڑھنا بلاشبہ فجر کا قرآن پڑھنا روبرو ہوتا ہے۔

نماز کے اذکار اور اس کی ہیئات مستحبہ کا بیان

معلوم ہو کہ نماز کی اُس حد کو جس سے نماز پورے پورے طور پر اور کامل ادا ہوتی ہے اُس حد پر جو نماز کے اندر ضروری ہے دو وجہ سے زیادتی ہے بالکیف اور بالکم۔ بالکیفیت سے ہماری مراد اذکار اور ہیات ہیں اور اپنے نفس کو اس بات پر مجبور کرنا کہ حضور قلب کے ساتھ باینطور کہ گویا وہ خدا تعالے کو دیکھ رہا ہے نماز پڑھے اور وسوسوں کو پاس نہ آنے دے اور جو مکروہ ہیئتیں ہیں اُن سے احتراز کرے اور اسی قسم کی اور باتیں ان سب سے نماز کو بالکیفیت اور نماز پر زیادتی ہوتی ہے۔ اور بالکمیت زیادتی کی صورت یہ ہے کہ نماز کے ساتھ نوافل اور زیادہ کر دے اور انشاء اللہ تعالے بعد کو ہم نوافل کا ذکر کرینگے اور اصل اذکار کے اندر فی الجملہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی حدیث ہے اور استفتاح یعنی قرآن پڑھنے سے قبل کچھ دعا پڑھنے میں حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ اور جبیر بن مطعم اور ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم کی احادیث اصل ہیں اور باقی مواضع میں حضرت عائشہؓ صدیقہ اور ابن مسعود اور ابوہریرہ اور ثوبان اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں اور ان کے سوا اور لوگوں سے بھی جن کا ہم مفصلاً ذکر کرینگے احادیث مروی ہیں اور نماز کی ہیئت کے اندر اصل ابی حمید ساعدیؓ کی حدیث ہے جس کو انہوں نے دس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو روایت کیا اور انہوں نے اس کو تسلیم کیا اور حضرت عائشہؓ صدیقہ اور وایل بن حجرؓ سے بھی فی الجملہ اس میں روایت ہے اور ابن عمرؓ سے رفع یدین کی حدیث ہے اور اُن کے سوا اور لوگوں سے بھی حدیثیں مروی ہیں جن کا عنقریب ہم ذکر کرتے ہیں۔ ہیات مستحبہ کا دارومدار چند باتوں کے اوپر ہے ایک تو خضوع کے معنی کا متحقق ہونا اور تمام بدن کا جناب باری کے سامنے سکوڑ لینا اور نفس کو ایسی حالت پر متنبہ کرنا جو ادنی لوگوں کو بادشاہوں کے حضور میں عرض معروض کرتے وقت دہشت اور ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے مثلاً دونوں قدموں کا برابر رکھنا اور دست بستہ کھڑا ہونا اور نظر کو پست کرنا اور ادھر اُدھر نہ دیکھنا۔ اور ایک خدا تعالے کے ذکر اور ماسوا پر اُسکے اختیار کر لینے کی حالت کو اپنے ہاتھ انگلیوں سے دلیں آتے وقت اور زبان سے کہتے وقت اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا تاکہ ایک دوسرے کیلئے معاون ہو جاوے اور ایک اُن ہیئتوں کا عمل میں لانا جو وقار اور عادات حسنہ پر دلالت کرتی ہیں اور ذی عقل لوگ اُن کو پسند کرتے ہیں اور غیر ذوی العقول

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیطرف اُن ہیئتوں کو منسوب کرتے ہیں احتراز کرنا۔ جیسے مرغ کیطرح ٹھونگ مارنا اور کتے کیطرح بیٹھنا اور لومڑی کیطرح زمین پر لیٹ رہنا اور اونٹ کیطرح بیٹھنا اور درندوں کی طرح ہاتھ زمین پر بچھا دینا اور ایسی ہی وہ ہیئتیں جو متجبر لوگوں یا اُن لوگوں کی ہوتی ہیں جنپر عذاب نازل ہوا ہے اُنسے بھی احتراز کرنا مثلاً کمر پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا۔ اور ایک یہ کہ عبادت اطمینان اور سکون اور آسانی کیساتھ ادا کیجائے جیسے دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت یا قعدۂ اولےٰ میں دہنے پیر کا کھڑا کرنا اور بائیں کا لٹا لینا کیونکہ کھڑے ہونے کیلئے اسمیں آسانی ہے اور قعدۂ ثانیہ کے اندر چوتڑ ٹیک کے بیٹھنا اسواسطے کہ آرام اسمیں زیادہ ہے اذکار کا مدار بھی چند باتوں پر ہے ایک تو اُس خضوع پر جسکے لئے اعضاء کا فعل موضوع ہے نفس کو متنبہ کرنے کیلئے بیدار کرنا جیسے رکوع اور سجود کے اذکار اور ایک آوازسے خدا کا ذکر کرنا تاکہ لوگوں کو امام کا ایک رکن سے دوسرے رکن کیطرف منتقل ہونا معلوم ہوجاوے جیسے ہر دفعہ جھکتے اور اُٹھتے اللہ اکبر کہنا اور ایک یہ کہ نماز کی کوئی حالت خدا تعالےٰ کے ذکر سے خالی نہ رہے جیسے تکبیرات اور قومہ اور جلسہ کے اذکار ہیں *

(تکبیر) پس جب آدمی اللہ اکبر کہے دونوں ہاتھ اوپر کو اُٹھاوے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالےٰ کے ماسواسے وہ دست بردار ہو کر خبیر مناجات میں آگیا اور کانوں تک خواہ مونڈھوں تک اُنکو اُٹھاوے اور ہر ایک سنت ہے اُسکے بعد دا ہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھے اور دونوں قدم برابر برابر رکھے اور سجدہ کی جگہ پر تعظیماً اپنی نگاہ جھکائے رکھے تاکہ اجتماع خاطر کیساتھ اجتماع اعضاء کا بھی پایا جاوے۔ اُسکے بعد دعاے استفتاح پڑھے تاکہ حضور قلب پیدا ہو اور مناجات کیطرف اُس کا میلان ہو اور کئی طرح سے یہ دعا صحیح صحیح وارد ہوئی ہے ازانجملہ یہ ہے اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد میں کہتا ہوں برف اور اولے سے غالباً گناہوں کا دور کرنا اور اُسکے ساتھ اطمینان اور تسکین کا کرنا مراد ہے اور عرب کہا کرتے ہیں بَرَدَ قلبہٗ یعنی اُس کا دل مطمئن ہوگیا اور ثلج فؤادہٗ یعنی اُسکو یقین آگیا۔ اور ازانجملہ یہ ہے وجہت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہٗ وبذلک امرت وانا اوّل المسلمین۔ اور ایک روایت میں وانا من المسلمین ہے ازانجملہ یہ ہے سبحنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالےٰ جدک ولا الٰہ غیرک

(تعوذ) اللہ اکبر کبیرا تین دفعہ والحمد للہ کثیرا تین دفعہ وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا تین دفعہ۔ اُس کے بعد شیطان سے پناہ مانگے اس واسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم پھر جب تو قرآن پڑھے تو خدا کے ساتھ شیطان رجیم سے پناہ مانگ۔ میں کہتا ہوں بھید اسمیں یہ ہے کہ شیطان جو آدمی کو ضرر پہونچاتا ہے سب سے زیادہ اُس کا یہ ضرر پہونچاتا ہے کہ کتاب الٰہی کے اندر خدا تعالےٰ کی مرضی کے خلاف تاویلات کرنے کے وسوسے ڈالتا ہے یا اُس کتاب کے اندر اُس کو فکر نہیں کرنے دیتا اور تعوذ کئی طرح سے مروی ہے ازانجملہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور ازانجملہ استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم اور ازانجملہ اعوذ باللہ من الشیطان من نفخہٖ ونفثہٖ وھمزہٖ اُس کے بعد آہستہ سے بسم اللہ پڑھے کیونکہ خدا تعالےٰ نے بندوں کے واسطے قرآن پڑھنے سے پہلے اپنے نام سے برکت حاصل کرنے کو مقرر فرمایا ہے علاوہ بریں بسم اللہ کے پڑھ لینے میں احتیاط بھی ہے کیونکہ اُس کے جزو فاتحہ ہونے میں مختلف روایتیں آئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح اس بات میں مروی ہے کہ آپ نماز کو یعنی قرات کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ میرے نزدیک اگر آپ نے بعض اوقات میں اس ارادہ سے بسم اللہ کو بالجہر پڑھا ہو کہ لوگ نماز کی سنت کو معلوم کر لیں تو کچھ بعید نہیں ہے اور ظاہر تو یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ اذکار اپنے خاص خاص صحابہ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے اور یہ اذکار ایسے نہ ہوتے تھے جس کا تمام لوگوں سے مطالبہ کیا جاتا اور انکے ترک سے تارک پر ملامت کی جاتی مالک رحمہ اللہ کے قول کی میرے نزدیک یہی تاویل ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس قول سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ تکبیر اور قرات کے اندر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسیقدر سکوت کیا کرتے تھے تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں قرات اور تکبیر کے اندر جو آپ سکوت کرتے ہیں اسمیں آپ کیا پڑھا کرتے ہیں۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ اور قرآن کی ایک اور کوئی سورت ترتیل کیساتھ پڑھے یعنی جہاں مد کا موقع ہے وہاں مد ادا کرے اور جہاں آیت تمام ہو وہاں ٹھیر جاوے۔ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن آہستہ پڑھے اور فجر کی نماز میں اور مغرب اور عشا کی دو پہلی رکعت میں امام قرآن کو آواز سے پڑھے اور مقتدی پر ادب ہے کہ چپ کھڑا رہے اور قرآن کو سنتا رہے پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اس وقت وہ پڑھ لیا کرے اور اگر آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر مقتدی پڑھے تو سورہ کو پڑھ لے مگر اس طرح سے پڑھے کہ امام اس کے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جائے اور میرے نزدیک سب سے بہتر یہ قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق اس کی موافق ہوسکتی ہے اور اس میں بھید وہی ہے جسکی تصریح کردی گئی ہے کہ امام کے ساتھ آواز سے قرآن پڑھنا امام کی تشویش کا باعث ہوگا اور اس کی وجہ سے قرآن کے اندر تدبر نہ ہوسکیگا اور قرآن کی تعظیم کے خلاف ہے اور شارع نے یہ حکم نہیں دیا کہ آہستہ پڑھیں۔ اس واسطے کہ جب تمام لوگ صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی کوشش کرینگے تو سب کی آوازوں سے ایک آواز پیدا ہوگی جو امام کے لئے موجب تشویش خاطر ہوگی اور اس کو قرآن پڑھنا مشکل پڑجائیگا۔ اسواسطے تشویش پیدا کرنے سے آپ نے نہی فرمادی اور جو چیز منہی عنہ کیطرف موڈی ہو اسکا آپ نے حکم نہیں دیا اور انکو اختیار دیدیا کہ جس سے ہوسکے وہ کرے اور امت کے حق میں یہ بڑی رحمت ہے ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن کے آہستہ کے پڑھنے میں یہ بھید ہے کہ دن میں بازاروں اور گھروں کے اندر شور و شغب رہتا ہے اور ان دو وقتوں کے سوا اور اوقات میں اذنوں کو سکون ہوجاتا ہے اور لوگوں کو نصیحت اور تذکر بالجہر پڑھنے میں زیادہ تر ممکن ہے۔ اور

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جس وقت امام آمین کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ملجاتی ہے اسکے سب اگلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں میں کہتا ہوں جہاں کہیں خدا تعالے کا ذکر ہوتا ہے وہاں فرشتے مشتاق ہو کر موجود ہوتے ہیں اور جب وہ لوگ دعائیں کرتے ہیں وہ آمین کہتے جاتے ہیں کیونکہ ملاء اعلے سے انکے اوپر اس بات کا القا ہوجاتا ہے اور اسمیں امام کا اقتدا ظاہر ہوتا ہے اور پیروی کا طریقہ قائم ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت بھی مروی ہیں ایک تو تکبیر اور قرات کے اندر سکوت تا کہ اس عرصہ میں تمام لوگ تکبیر تحریمہ کرلیں اور ایک سورہ فاتحہ اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری سورہ کے درمیان میں سکوت کرنا اسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بلا تشویش اور بلا ترک انصات سکوت مقتدیوں کو قرآن کا پڑھنا آسان ہو میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اصحاب سنن نے جو حدیث روایت کی ہے اُس سے مراد اسکتہ و سکوت جو مقتدیوں کے پڑھنے کی غرض سے امام کو کرنا چاہیئے نہیں ثابت ہوتا ہے بلکہ جن کے نزدیک امام کو آہستہ سے آمین کہنی چاہیئے اُنکے نزدیک بظاہر سکوت اسی آمین کہنے کے لئے تھا اور جو آواز سے آمین کہنے کے قائل ہیں اُسکے نزدیک یہ سکوت فاتحہ اور آمین کے درمیان میں ایک سکتہ لطیفہ تھا تاکہ غیر قرآن کا قرآن کے ساتھ اشتباہ لازم نہ آوے یا یہ سکتہ اسلئے تھا کہ دم ٹھکانے سے آجاوے اور علی سبیل التنزل ہم کہتے ہیں کہ قرن اول کا اسکو نئی بات سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سنت مستقرہ نہیں ہے اور نہ ان سنن میں ہے کہ جمہور نے اسپر عمل کیا ہو واللہ اعلم فجر کی نماز کے اندر ساٹھ سے سو آیت تک پڑھنا اولے ہے تاکہ رکعات کی کمی کا طول قرأت سے تدارک ہو جائے دوسرے یہ کہ ہنوز اشغال معاشیہ کی کدورت کا اُسکے دل میں استحکام نہیں ہے پس اسوقت میں قرآن کے اندر فکر اور تدبیر کرنے کو بہت غنیمت جانے اور عشا کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلی اور واللیل اذا یغشی اور ان کے قریب قریب سورتیں پڑھنی چاہیئے اور حضرت معاذ کا قصہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کے نفرت دلانے سے ناراض ہونا مشہور ہی ہے اور بعض روایات کے موافق تو ظہر کی نماز فجر پر اور عصر کی عشا پر محمول ہے اور بعض کے موافق ظہر کی عشا پر اور عصر کی مغرب پر محمول ہے مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا چاہیئے کیونکہ وقت میں گنجائش کم ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاص خاص اوقات میں خاص خاص مصلحتوں کے لحاظ سے نمازیں کبھی طول قرأت اور کبھی تخفیف کیا کرتے تھے اور لوگوں کو تخفیف کرنیکا آپ نے اسواسطے حکم دیا ہے کہ ان میں کوئی ضعیف بھی ہوتا اور کوئی مریض ہوتا ہے اور کسی کو کچھ ضروری کام ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کے لئے بعض سورتوں کو اور بعض کے لئے بعض کو پسند فرمایا ہے اور بہت حکمتیں ہیں مگر ان نمازوں میں انہیں سورتوں کا پڑھنا کچھ واجب یا سنن موکدہ کے قبیلہ سے نہیں ہے جو ایسا کرے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ کچھ حرج نہیں ہے مثلاً عید الضحیٰ اور عید الفطر میں آپ سورہ ق اور اقتربت پڑھا کرتے تھے کیونکہ انکا اسلوب بہت ہی عجیب ہے اور باوجود نہایت اختصار کے عامہ مقاصد قرآنی پر یہ سورتیں مشتمل ہیں اور لوگوں کے اجتماع کے وقت ایسے ہی چیز کی ضرورت ہے یا کبھی تخفیف کے قصد سے سبح اسم اور ہل اتاک کا پڑھا کرتے تھے اور دوسرے اُن کا اسلوب بہت ہی نادر ہے اور جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سورتوں میں ایک طرح کی مناسبت اور تہدید پائی جاتی ہے اور جمعہ کے اندر منافقین اور ہر قسم کے لوگ اکٹھے ہوا ہی کرتے ہیں جو اور روز نہیں ہوتے اور جمعہ کے روز نماز فجر میں الم تنزیل اور ہل اتی پڑھا کرتے تھے تاکہ قیامت اور اُس کے واقعات لوگوں کو یاد آجائیں اور چار پائے جمعہ کے روز قیامت کے انتظار میں کان کھڑے رکھتے ہیں پس اسی طرح بنی آدم کو بھی مناسب ہے کہ اُس دن سے ڈرتے رہیں اور جب قرآن پڑھنے والا سبح اسم ربک الاعلی پڑھے تو اُس کو کہنا چاہیئے سبحان ربی الاعلی اور جو شخص الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو اُس کو کہنا چاہیئے بلی وانا علی ذلک من الشاہدین اور جو شخص الیس ذلک بقادر علے ان یحیی الموتے پڑھے اس کو کہنا چاہیئے بلی اور جو شخص پڑھے فبای حدیث بعدہ یومنون اسکو کہنا چاہیے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انابت الی اللہ اور ظاہر ہے کہ اسمیں ادب اور مسارعت الی الخیر پائی جاتی ہے۔

پھر جب رکوع میں جانا چاہے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک خواہ کانوں تک اٹھاوے اور اسی طرح اسوقت جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑا ہووے رفع الیدین کرے اور سجدے میں ایسا نہ کرے میرے نزدیک اسمیں یہ بھید ہے کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے جس سے نفس کو ان اشغال کے چھوڑنے پر جو نماز کے منافی ہیں اور حیز مناجات میں داخل ہونے پر تنبیہ ہو جاتی ہے اسواسطے تعظیمات ثلثہ میں سے ہر فعل کی ابتدا رفع یدین سے مقرر کی گئی تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو اس فعل کے ثمرہ یعنی تعظیم پر تنبیہ ہوتا رہے اور یہ ان ہیات کے قبلہ سے ہے کہ کبھی تو آپ نے اس کو کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے مگر دونوں سنت ہیں اور ہر ایک کو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی ایک ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔

رفع یدین کا مسئلہ منجملہ ان مسائل کے ہے جنمیں اہل مدینہ اور کوفہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کے قول کیلئے دلیل ہے اور ایسے مسائل میں میرے نزدیک حق یہ ہے کہ سب سنت ہیں جیسے وتر کے اندر ایک رکعت پڑھنا یا تین رکعت پڑھنا اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہیں کرتا اچھا ہے کیونکہ رفع یدین پر جو حدیثیں دلالت کرتی ہیں وہ زیادہ بھی ہیں اور ثابت بھی خوب ہیں مگر ایسی صورت میں مناسب نہیں ہے کہ تمام شہر والوں کا فتنہ اور شور اپنے اوپر لیوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا ہے لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ الحدیث تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیم کی بنیاد کے موافق بناتا اور کچھ بعید نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے خیال کیا ہو کہ اخیر سنت متقررہ پر رفع یدین کا ترک کرنا ہے اس خیال سے کہ نماز کا مدار اعضا کے سکون پر ہے اور انکو یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے اور اسی وجہ سے نماز کی ابتدا اس سے کی گئی ہے یا انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ رفع یدین ایسا فعل ہے جس سے کسی چیز کا ترک معلوم ہوتا ہے اس واسطے اثنا نماز میں اسکا ہونا نامناسب ہے اور یہ بات انکے سمجھ نہ آئی ہو کہ نماز کے اندر جتنے افعال مقصود بالذات ہیں ان سب کے شروع میں بار بار نفس کو ماسوا کے ترک پر تنبیہ کرنا منظور ہے واللہ اعلم اور سجدے میں جاتے وقت رفع یدین کے نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قومہ اسیواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ رکوع اور سجدے میں فارق ہو جائے تو قومہ کیوقت رفع یدین کرنا فی الحقیقت وہ رفع یدین سجدے کے لئے ہے بردوبارہ اسکا کرنا لاحاصل ہے ہر مرتبہ جھکتے اور سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنی چاہیے تاکہ نفس ہر مرتبہ متنبہ ہوتا رہے اور تا جماعت کے لوگ تکبیر سنکر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف منتقل ہونا معلوم کرتے رہیں۔

رکوع کے ہیات میں سے یہ بات ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں نیچے کیجانب کو رکھے جسطرح کسی چیز کو ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور ہاتھوں کی کہنیاں بدن سے دور رکھے اور اپنے بدن کو برابر رکھے کہ کمر کا سر نہ تو اٹھا ہوا ہے اور نہ نیچے کو جھکا ہے اور رکوع کے اذکار میں یہ بھی آیا ہے سبحنک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی اور اسمیں خدا تعالے کے اس حکم کی تعمیل پائی جاتی ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ تو خدا کی تعریف سے تسبیح کر اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس سے بخشش مانگ - اور از انجملہ یہ ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکہ والروح اور از انجملہ یہ ہے سبحان ربی العظیم تین مرتبہ اور از انجملہ یہ ہے اللھم لک رکعت وبک اٰمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی اور قومہ کے ہیئات یہ ہیں کہ سیدھا کھڑا ہو کر پشت کے مُہرے سب اپنے ٹھکانے پر آجاویں اور دونوں ہاتھ اُٹھاوے اور اُسکے اذکار یہ ہیں سمع اللہ لمن حمدہ اور از انجملہ اللھم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اور ایک روایت میں اُس کے بعد یہ بھی ہے ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شیء بعد اور ایک روایت میں اُسکے آگے یہ آیا ہے اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور از انجملہ یہ ہے اللھم طہرنی بالثلج والبرد والماء البارد اللھم طہرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس

صبح کی قنوت کے بارے میں احادیث اور صحابہ اور تابعین کے اقوال مختلف ہیں۔ مگر میرے نزدیک قنوت بھی سنت ہے اور اُسکا ترک بھی سنت ہے اور میرے نزدیک سب سے وہ اچھا ہے کہ یا تو کسی بڑے حادثہ کے وقت پڑھے یا قنوت کے چند کلمات آہستہ سے پڑھ لیا کرے ورنہ نہ پڑھا کرے کیونکہ احادیث برابر اس بات پر شاہد ہیں کہ ابتداءً رعل اور ذکوان پر بددعا کی گئی ہے پھر ترک کر دیگئی اور اس سے اگرچہ مطلقاً قنوت کا نسخ معلوم نہیں ہوتا مگر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قنوت سنت مستقرہ نہیں ہے یا ہم کہتے ہیں ایسی چیز نہیں ہے جو ہمیشہ کرنی پڑے چنانچہ ابو مالک اشجعی نے جب اپنے باپ سے جو آنحضرتؐ کے صحابہ میں سے تھے قنوت کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ای بنی محدث - بیٹا یہ نئی چیز ہے یعنی پہلے اس پر ہمیشگی نہ تھی یہ بعد کو ہو گئی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفا کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو قبل از رکوع یا بعد از رکوع مسلمانوں کے لئے دعا اور کافروں پر بددعا کیا کرتے تھے اور اُس کو کبھی ترک نہیں کیا یعنی کہ ایسا نہیں ہوا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہو اور ایسا نہ کیا ہو۔ اور سجدہ کے کرنے کی یہ صورت ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھنے سے پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور کتے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ بچھاوے اور کہنیوں کو بدن سے ہٹائے رکھے کہ اُسکے بغلوں کی سفیدی نظر آسکے اور پیروں کے انگلیوں کی پوریں قبلہ کیطرف کو رکھے سجدہ کے اذکار یہ ہیں سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ یا سبحنک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی یا یہ اللھم لک سجدت وبک اٰمنت ولک اسلمت سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ فتبارک اللہ احسن الخالقین یا یہ سبوح قدوس ربنا ورب الملائکہ والروح یا یہ اللھم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ یا یہ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۰

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود کثرت سجود سے اپنے نفس پر میری مدد کر اسکی یہ وجہ ہے کہ سجدہ نہایت درجہ کا تعظیمی فعل ہے اور ایمان والے کے حق میں معراج ہے اور سجدہ کا وہ وقت ہے کہ ملکیہ کو اُس وقت میں قید بہیمیت سے خلاصی کا مرتبہ ہو جاتا ہے اور جس شخص نے اپنے آپ کو رحمت الٰہی کے نزول کا مستحق بنا لیا تو اُس نے گویا خدا تعالے کی مدد کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امتی یوم القیمۃ غر من السجود محجلون من الوضوء۔ قیامت کے دن سجدے کے سبب سے میری امت کے منہ اور وضو کے سبب سے اُنکے دست و پا روشن ہونگے۔ میں کہتا ہوں عالم مثال کا منبع ارواح اور اشباح کی مناسبت پہ ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح عالم مثال میں روزہ داروں کو کھانا کھلانے اور جماع سے روکنے کی مثال قرعوں اور منھوں پر مہر لگانے سے ظاہر ہوئی ہے اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے کی یہ ہیئت ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھائے اور دونوں ہتیلیاں دونوں گھٹنوں کے اوپر رکھے اور اسکے اذکار میں سے یہ ہے اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی۔ اور قعدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا کرے اور بائیں کو بچھائے اور قعدہ اخیرہ کے اندر ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ داہنے کو کھڑا رکھے اور بائیں باہر نکالکر سرین لگاکے بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ بائیں ہاتھ سے گھٹنے کو پکڑے اور ترپن کی صورت بنا کر انگشت شہادت سے اشارہ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ کن انگلی اور اس کے برابر کی انگلی کو سکوڑ کر درمیان کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالے اسمیں یہ بھید ہے کہ انگلی کے اٹھانے میں توحید کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے جسکی وجہ سے قول و فعل میں مطابقت ہو جاتی ہے اور توحید کے معنی آنکھوں کے سامنے متمثل ہو جاتے ہیں اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک انگشت شہادت سے اشارہ نہ کرنا چاہئے وہ شخص پر ہے اور اسکے قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی! ابن ہمام نے اس کو بیان کیا ہے! البتہ امام محمدؒ نے اپنی کتاب مبسوط میں اسکے متعلق نہیں ذکر کیا مگر موطا میں اسکو بیان کیا ہے اور مجھکو بعض ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہیں جن کو اس بات کی بھی تمیز نہیں کہ ظاہر المذہب میں اشارہ نہیں ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ وہ اشارہ نہیں ہے تشہد کے اندر کئی روایتیں آئی ہیں مگر سب سے زیادہ ترصحیح حضرت ابن مسعودؓ کا تشہد ہے بعد ازاں حضرت ابن عباس اور عمرؓ کا تشہد ہے مگر وہ سب قرآن کی قرأتوں کی طرح شافی اور کافی ہیں اور صلوۃ کے کلمات میں سے سب سے زیادہ ترصحیح یہ کلمے ہیں اللھم صلے علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علے ابراہیم وعلے آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلے آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلے آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم صلے علی محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید اور تشہد کے بعد مختلف دعائیں مروی ہیں از انجملہ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم اور از انجملہ اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت اور نماز کے بعد کے بعض وظیفے یہ ہیں استغفر اللہ تین مرتبہ اور اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ ولہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ اللھم انی اعوذبک من الجبن واعوذبک من البخل واعوذبک من ارذل العمر واعوذبک من فتنۃ الدنیا وعذاب القبر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر اور بعض روایات میں ہر ایک کا تینتیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے اور اس کے بعد سو کے پورا کرنے کو ایک دفعہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اخیر تک اور ایک روایت میں ہر ایک کا پچیس پچیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے تین تو وہ اور چوتھا لا الہ الا اللہ اخیر تک اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت میں ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ اور اللہ اکبر دس مرتبہ منقول ہے اور ایک روایت میں ہر ایک کا سو مرتبہ پڑھنا منقول ہے اور تمام وظائف مع حال قرآن کی قرأت کا سا ہے اُن میں سے جس کسی کو کوئی شخص پڑھیگا اُس کے واسطے جس قدر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے لیگا اور بہتر یہ ہے کہ نوافل سے پہلے ان وظیفوں کو پڑھ لیا کرے کیونکہ بعض وظائف کا قبل از نوافل پڑھنا نص حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ الخ جو کوئی نماز مغرب اور صبح کے بعد اور نشست بدلنے اور پھر جانے سے پہلے کہے لا الہ الا اللہ اخیر تک اور جس طرح راوی نے بیان کیا ہے کان اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ الخ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ نماز سے سلام پھیرا کرتے تھے تو باآواز بلند لا الہ الا اللہ الخ پڑھا کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مجکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا اللہ اکبر کی آواز سے معلوم ہوجاتا تھا اور بعض حدیثوں سے یہ بات بظاہر ثابت ہوتی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے دبر کل صلوۃ ہر نماز کے پیچھے اور حضرت عائشہؓ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تھے تو صرف بقدر اللھم انت السلام کے پڑھنے کے بیٹھا کرتے تھے اس کی توجیہ کئی طرح پر ممکن ہے ایک تو یہ کہ نماز کی ہیئت پر صرف اسی قدر بیٹھے رہا کرتے تھے مگر جب داہنے یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف کو منہ کرکے بیٹھتے تھے تو اوراد وظیفے پڑھتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ گذرے کہ وظیفے بھی نماز میں داخل ہیں اور ایک یہ کہ کبھی کبھی سوائے ان کلمات کے اوراد و اذکار کو ترک کر دیتے تھے تاکہ لوگوں کو اُن کا فرض نہ ہونا معلوم ہوجائے اور کان کا مقتضی یہ ہے کہ آپ اکثر ایسا کیا کرتے تھے اس سے نہ تو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کرنا معلوم ہوتا ہے اور ہمیشہ کرنا اس فعل کا ثابت ہوتا ہے ۔

نوافل کے لئے یہ بہتر ہے کہ اپنے گھر میں پڑھا کرے اور سارا بھید اسمیں یہ ہے کہ فرائض و نوافل میں کسی ایسی چیز سے جو ان دونوں کی جنس سے نہیں ہے فصل ہوجاوے اور پھر وہ فصل بھی قابل اعتبار ہو جو بظاہر معلوم ہو سکے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس شخص سے جو بعد نماز فرض کے نفل پڑھنا چاہتا تھا یہ فرمایا کہ بیٹھ جا اہل کتاب اسی سبب سے ہلاک ہوگئے کہ اُن کی نمازوں میں فرق نہ تھا اور ہلاک نہ ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب ۔ اے ابن خطاب تجکو خدا تعالےٰ خطا سے بچاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اجعلوہا فی بیوتکم اُن کو یعنی نوافل کو اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔ واللہ اعلم ،،

سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت اور اُن چیزوں کا جن کا کرنا نماز میں ناجائز ہے

معلوم کرو کہ نماز کا بنی اعضاء کے خشوع اور قلب کے حضور اور بجز ذکر الہیٰ کے اور چیزوں سے زبان کے روکنے اور قرآن پاک کے پڑھنے پر ہی لہذا جو ہیئت خشوع کی ہیئت کے خلاف ہے یا جو کلمہ ذکر الہیٰ کے جنس سے نہیں ہے وہ نماز کے منافی ہے کہ بغیر اُس سے باز رہنے کے نماز پوری نہیں ہوتی مگر یہ چیزیں متفاوت ہیں اور ہر طرح کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان نماز کو بالکل فاسد نہیں کرتا اور اس بات کی تمیز کہ کس چیز سے نماز بالکلیہ باطل ہو جاتی ہے اور کس چیز سے اُس میں فی الجملہ نقصان آجاتا ہے نص شرعی سے ہو سکتی ہے اور فقہا کے درمیان اس میں بہت کچھ کلام ہیں اور احادیث صحیحہ کی اُنکے کلام پر تطبیق مشکل ہے اور اس باب میں حدیث کے ساتھ سب مذاہب میں سے وہ مذہب زیادہ تر موافق ہے جسمیں گنجائش زیادہ ہے اور یہ بات ضرور ہے کہ فعل کثیر جس سے مجلس بدلجاوے اور قول کثیر جو بہت زیادہ ہو بلاشبہ نماز کے نقصان کا موجب ہے۔ قول کثیر کے متعلق یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ہذا الصلوۃ لایصلح فیہا شئی من کلام الناس انما ہی التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن اس نماز میں لوگوں کی بول چال میں سے کچھ درست نہیں ہے وہ تو تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن کا نام ہے دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے سلام کا جواب نہ دینے کیوجہ یہ فرمائی ان فی الصلوۃ لشغلا۔ کہ بلاشک نماز میں دل بٹتا ہے اور ایک شخص اپنے سجدہ کی جگہ سے مٹی کو صاف کرتا تھا تو آپ نے اُس سے فرمایا ان کنت فاعلا فواحدۃ۔ اگر تجھکو کرنا ہے تو ایک مرتبہ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خصر سے منع فرمایا ہے اور وہ کمر پر ہاتھ رکھنا ہے کیونکہ وہ دوزخیوں کی راحت ہے یعنی یہ متحیر اور مدہوش اور اُن لوگوں کی ہیئت ہے جن پر خدا تعالے کا عذاب نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ادھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اچکنا ہے کہ بندہ کی نماز میں سے شیطان اُچک لیتا ہے یعنی اس سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اور نماز کامل نہیں ہوتی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاءب احدکم فی الصلوۃ فلیکظم ما استطاع فان الشیطان فی فیہ نماز کے اندر جب تم سے کسی کو جماہی آئے پس جہانتک ممکن ہو ضبط کرے اسلئے کہ شیطان اُس کے منہ میں گھس جاتا ہے میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ جماہی لینے سے اکثر مکھی وغیرہ اُس کے منہ میں پڑ جاتی ہے اس وجہ سے اُس کا دل بٹجاتا ہے اور جس چیز کے وہ درپے ہے یہ اُس سے مانع ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قام احدکم الی الصلوۃ فلا یمسح الحصی فان الرحمۃ تواجہہ جب تم میں سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو ٹھیکریوں کو صاف نہ کرے اسلئے کہ رحمت اسکے روبرو ہوتی ہے اور فرمایا ہے لا یزال اللہ تعالے مقبلا علی العبد وہو فی صلوتہ مالم یلتفت فاذا التفت اعرض عنہ جب تک کہ بندہ نماز میں رہتا ہے خدا تعالے برابر اُس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ ادھر اُدھر نہ دیکھے پھر جب وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہے تو خدا تعالے اُس کی طرف متوجہ نہیں رہتا ہے یعنی خدا تعالے کی توجہ اُس سے ہٹ جاتی ہے اور اسی طرح وہ حدیث ہے جو نماز کے اندر بندہ کو خدا تعالے کے جواب دینے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالے کی بخشش تمام خلق پر فائز و عام ہے اور تفاوت صرف مخلوقات کی استعداد جبلی یا کسی کے اعتبار سے ہے اس لئے جب کوئی بندہ خدا تعالے کی جانب متوجہ ہوتا ہے اُس کے لئے اُس کی بخشش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب بندہ اُس سے اعراض کرتا ہے تو اُس سے صرف محروم ہی نہیں رہتا بلکہ اپنے اعراض کیوجہ سے عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العطاس والنعاس والتثاءب فی الصلوۃ والحیض والقئی والرعاف من الشیطان۔ اور جماہی نماز کے اندر اور حیض اور قئے اور نکسیر شیطان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے ہے ہیں کہتا ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ یہ چیزیں نماز کے معنی اور اس کے منشا کے منافی ہیں۔ اب رہا
فعل تو اس کی تفسیر سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر بہت سی چیزیں جو لوگوں کے سکھلانے کی غرض سے کی ہیں یا جو فعل
نماز کے اندر لوگوں کو کرتے دیکھے ہیں اور آپ نے اُن سے منع نہیں کیا ہے۔ وہ سب افعال یا جو اُن سے کم ہیں
اُن سے نماز نہیں باطل ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ تھوڑا سا کلام جیسے العنک بلعنۃ اللہ
تین مرتبہ تک اور یرحمک اللہ اور ماشاءکم تنظرون لے اور تھوڑا سا گرفت کرنا اور تھوڑا ہاتھ سے کوئی کام کرنا جیسے
بچے کو کندھے سے اتار لینا یا اُس پر بٹھا لینا یا پاؤں کا دبانا اور جیسے دروازہ کا کھولنا اور مشی تھوڑا چلنا جیسے منبر پر سے
اُس جگہ ہٹ آنا کہ جو وہاں سے منبر کے نیچے سجدہ ہو سکے اور امام کی جگہ سے صف میں آجاوے اور وہ دروازہ جو اُس
کے سامنے ہے اُس کی طرف بڑھ جاوے تاکہ کھل جاوے اور رونا خدا کے خوف سے اور ایسا اشارہ کرنا جو اُس سے
کچھ سمجھا جاوے اور سانپ بچھو کا مار ڈالنا اور داہنے بائیں اس طرح دیکھنا جو گردن نہ پھر سکے انہیں سے کسی چیز سے
نماز باطل نہیں ہوتی اور اُس کے بدن یا کپڑے کو ناپاکی کا لگ جانا جو اُس کے فعل سے نہیں ہے یا اُس کو ناپاکی لگنے
کا علم بھی نہیں تو اُس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی واللہ عالم بحقیقۃ الحال جب انسان سے نماز میں کوئی قصور ہو جاوے
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کمی کے پورا کرنے کو دو سجدے کرنے کا حکم دیا ہے اُسکو قضاء کے ساتھ بھی
مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی مناسبت ہے مگر وہ مواضع جن میں نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے
وہ چار ہی ہیں یک تو وہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا شک احدکم فی صلوۃ ولم یدر کم صلی ثلثا او اربعا
فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم لیسجد سجدتین الخ تم میں سے جب کسی کو اپنی نماز میں شک ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ
کے رکعت پڑھی ہیں تین یا چار پس جس میں شک ہوا ہے اُس کو الگ کرے اور جس قدر پر یقین ہے اُس پر نماز کی
بنا کر کے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرلے کیونکہ اگر اُس نے پانچ پڑھی ہیں تب تو ان دو سجدوں سے
اُس کا شفع پورا ہو جاویگا اور اگر پوری چار پڑھیں تو یہ دونوں سجدے شیطان کی سرزنش کے لئے زیادتی حسنات
کا موجب ہونگی اور رکوع اور سجدے کے اندر شک کرنا بھی اسی قبیلہ سے ہے دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔ نماز کے اندر کسی رکن کا بڑھ جانا بھی ایسا ہی
ہے جیسے رکعت کا پڑھنا (تیسرے) یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چار کی جگہ دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا
تو بعض صحابہؓ نے آپ سے اُس کی بابت عرض کیا تو جو رکعتیں رہگئی تھیں وہ بھی پڑھیں اور دو سجدے کرلئے
اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب آپ کی ایک رکعت باقی رہی تھی کہ آپ نے سہواً سلام پھیر دیا پھر اسکی
بابت کسی نے عرض کیا تو بھی آپ نے ایسا ہی کیا جس فعل کے قصداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے نماز کے
اندر اس کا سہواً کرنا اس پر محمول ہے (چوتھے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دو رکعت کی بعد بجائے
بیٹھنے کے کھڑے ہوگئے پھر آپ جب نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے آپ نے دو سجدے کر لیے
قعدہ کے اندر تشہد کا نہ پڑھنا بھی اسی پر محمول ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قام الامام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قائما فلیجلس وان استوی قائما فلا یجلس ویسجد سجدتی السہو یعنی اگر دو رکعتوں کے اندر کھڑا ہو جاوے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اُس کو یہ یاد آجائے تب تو اُس کو بیٹھ جانا چاہئے سیدھا کھڑا ہو جاوے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کرلے میں کہتا ہوں اُس کا سبب یہ ہے کہ جب وہ کھڑا ہو گیا تو قعدہ فوت ہو گیا پھر اگر وہ لوٹ آوے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اُس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر سیدھا ہونے کے قریب ہو گیا ہے گر ہنوز سیدھا نہیں ہوا ہے تو اُسکو بیٹھ جانا چاہئے بخلاف عامہ فقہا کے ۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لئے جو قرآن کی وہ آیت پڑھے جس میں سجدہ کرنے کا حکم ہے یا سجدہ کرنیوالے کے ثواب اور اس سے سرکشی کرنے کے عذاب کا بیان ہے یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے کلام کی تعظیم اور مسارعت الی الخیر کے قصد سے سجدہ تلاوت کرے اور جن مواضع میں ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کرنیکا حکم ہے وہ اُسنے معدود نہیں کیونکہ کلام خدا تعالے کے سجدہ کرنے میں ہے جن آیات میں نص سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چودہ یا پندرہ آیتیں ہیں عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا کہ یہ سجدے واجب نہیں ہیں مستحب ہیں تو کسی نے سامعین میں سے انکار نہیں کیا بلکہ سب نے اس کہنے کو مانا اور حدیث شریف میں یہ جو آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کے اندر سجدہ کیا اور وہاں جس قدر مسلمان اور مشرک اور جن حاضر تھے سب نے سجدہ کیا میرے نزدیک اس کی یہ توجیہ ہے کہ اس خاص وقت میں حق اسقدر ظاہر اور روشن ہو گیا تھا کہ کسی کو بجز نیاز مندی اور انابت کے کچھ چارہ نہ رہا پھر جب لوگ اپنی اپنی حالت پر آئے تو جو کافر اور جو مسلمان تھے وہ مسلمان رہے بجز ایک بوڑھے قریشی کے اُسکے دل پر ایسی مضبوط مہر لگی ہوئی تھی کہ وہ اس رحمت عامہ سے محروم رہا اور اُسکے دل میں اسکا اثر نہ ہوا اور بجائے سجدہ کرنے کے تھوڑی سی مٹی زمین پر سے اُٹھا کر پیشانی کو لگالی اُس کی سزا بہت جلد اس کو یہ ملی کہ جنگ بدر میں مارا گیا ۔ سجدۂ تلاوت کے اذکار میں سے یہ ہے سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ اور ہذا بخلاف یہ ہے اللہم اکتب لی بہا عندک اجرا وضع بہا عنی وزرا واجعلہا لی عندک ذخرا وتقبلہا منی کما تقبلتہا من عبدک داؤد ۔

نوافل کا بیان

جس رحمت کا شارع کے اندر لحاظ کیا گیا ہے اُس کا یہ مقتضی ہے کہ لوگوں کو ضروری چیزیں اور نیز وہ چیزیں جن سے طاعت الٰہی کا پورا پورا فائدہ اُن کو حاصل ہو سکے بیان کر دیجائیں تا کہ ہر شخص اپنا اپنا حصہ اُس سے حاصل کر سکے پھر اُن میں سے جو شخص کاروبار دنیوی میں مصروف رہتا ہے وہ تو صرف اُن ضروری باتوں کو اپنے ذمہ لازم کرے اور جو شخص دنیاوی کاروبار سے فارغ ہے اور اُس نے تہذیب نفس اور اصلاح آخرت کا مصمم ارادہ کر لیا ہے وہ کامل طور پر ان عبادات کے ادا کرنے کی کوشش کرے اس واسطے غایت شرعی کی توجہ اس امر کی طرف ہوئی کہ اُن کے لئے نوافل نماز اور اُنکی اوقات مناسبہ اور اسباب کے ساتھ تعیین اوقات بیان کی جائے اور لوگوں کو اُس پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھار آجاوے اور ترغیب دلائی جاوے اور اُن کے فوائد بیان کئے جاویں اور اجمالاً اُس نماز نفل کی بھی ترغیب دیجاوے جس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے مگر جب کہ کوئی مانع موجود ہو جیسے وہ اوقات جن میں نماز کا پڑھنا منع ہے ان نوافل میں سے ایک تو وہ نوافل ہیں جو فرائض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور اصل یہ ہے کہ اشغال دنیویہ چونکہ لوگوں کو خدا کی یاد سے بھلا تے ہیں اور اذکار کے اندر تدبیر اور فکر اور عبادات کا ثمرہ حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہیں کیونکہ ان سے ہیئت بہیمیہ کا جماو اور ہیئت ملکیہ میں ایک قسم کا دباو و قساوت پیدا ہوتی ہے لہذا ایسی بات کی ضرورت ہوئی کہ اُس کدورت کے صاف کرنے کی غرض سے قبل از فرائض اُس کا استعمال کیا کریں تاکہ فرائض کے اندر ایسے وقت میں شروع پایا جاوے کہ تمام شغلوں سے قلب خالی ہو اور سب سے خالی ہو اور بسا اوقات آدمی اس طرح نماز پڑھتا ہے کہ نماز کا فائدہ اُس کو پوری طرح سے نہیں حاصل ہوتا چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اُس کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ کم من مصل لیس له من صلوته الا نصفها ثلثها ربعها بہت سے نمازیوں کو اُنکی نماز سے صرف نصف تہائی چوتھائی ثواب ملتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ فرائض کے بعد مقصود کے پورا کرنے کے لئے کچھ نماز اور مقرر کی جاوے اُن نوافل میں سے زیادہ ضروری شب و روز میں سے دس یا بارہ رکعت ہیں جو تمام اوقات پر منقسم ہیں اور یہ اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بنی له بیت فی الجنة۔ اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاویگا۔ میں کہتا ہوں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص نے اپنی جماعت کو رحمت کے ایک بہت بڑے حصہ کا مستحق بنا لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیها یعنی صبح کی دو رکعت دین اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں میں کہتا ہوں بہتر ہونے کا سبب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور اس کی نعمتیں رنج اور مصیبت کی کدورتوں سے خالی نہیں رہ سکتی ہیں اور ان رکعتوں کا ثواب ایسا باقی ہے جس میں نام کو بھی کدورت نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی الفجر جماعة ثم قعد یذکر اللہ حتی تطلع الشمس ثم صلی الرکعتین کانت له کاجر حجة وعمرة جس نے جماعت سے صبح کی نماز پڑھی پھر طلوع آفتاب تک یاد الٰہی کرتا رہا پھر دو رکعت پڑھیں اسکو مثل حج اور عمرہ کے ثواب ملیگا میں کہتا ہوں یہ وہ ثواب ہے جو ہر دن کے لئے آپ نے مسنون فرمایا ہے اور اعتکاف کے فوائد ہم پہلے بیان کر چکے ور قبل از ظہر چار رکعت کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفتح لهن ابواب السماء ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور فرمایا ہے انها ساعة تفتح فیها ابواب السماء فاحب ان یصعد لی فیها عمل صالح وہ یہ (بعد زوال) ایسی گھڑی ہے کہ اُسوقت آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اُس میں میرا کوئی عمل صالح آسمانوں پر صعود کرے اور فرمایا ہے ما من شیء الا یسبح فی تلک الساعة کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس گھڑی تسبیح نہ کرتی ہو۔ میں کہتا ہوں پہلے ہم اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ جناب باریتعالےٰ کے لئے جس کی ذات اوقات کے قید سے برتر ہے خاص خاص اوقات میں اُس کی تجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور بعض اوقات میں تمام عالم کے اندر روحانیت پھیل جاتی ہے اس لئے اُس ہی فصل کو دیکھنا چاہئے اور جمعہ کے بعد اگر مسجد میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھے تو چار رکعتیں اور مکان پر پڑھے تو دو رکعتیں اس لئے مسنون کی گئی ہیں۔ تاکہ ایسے وقت میں کہ لوگوں کا مجمع عظیم ہے اور وہی جمعہ کا وقت اور وہی جگہ ہے جمعہ کی نماز کے مثل کوئی اور نماز نہ پائی جاوے کیونکہ اس سے عوام کو جماعت سے اعراض کرنیکا گمان اور اسی طرح کے اوہام پیدا ہوتے ہیں لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نماز کسی نماز کے ساتھ نہ ملائی جاوے جب تک کہ کلام نہ کرے یا باہر نہ آجاوے اور قبل از عصر چار رکعتیں اور بعد از مغرب چھ رکعتیں بھی مروی ہیں۔ اور فجر کی نماز کے بعد سنتیں مقرر نہیں کی گئیں کیونکہ اس میں نماز کی جگہ اشراق کی نماز تک بیٹھنا مسنون کرنے سے وہ مقصود حاصل ہوگیا اور نیز اس کے بعد نماز پڑھنے سے مجوس کے ساتھ مشابہت کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور ایسی مشابہت کے پیدا ہونے کے سبب سے بعد عصر بھی سنتیں نہیں مقرر کی گئیں اور ازانجملہ شب کی نوافل ہیں جاننا چاہیے کہ شب کا اخیر وقت ایسا ہے کہ تمام اشغال مشوشہ سے قلب کو صفائی اور دلجمعی ہوتی ہے اور غل شور سے سکون ہوتا ہے اور آدمی سوتے ہوتے ہیں اور ریا وسمعہ سے بعد ہوتا ہے اور افضل ترین عبادت کے لئے وہی اوقات ہیں جنمیں قلب کو فراغ ہو اور متوجہ الی اللہ ہو جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وصلوا باللیل والناس نیام۔ اور رات کو نماز پڑھا کرو کہ آدمی سوتے ہوتے ہیں اور اللہ پاک بھی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطاء واقوم قیلا ان لک فی النھار سبحا طویلا۔ البتہ رات کے زیادہ گرانی ہوتی ہے اور تو دن کے وقت تسبیح زیادہ کرتا ہے اور بھی یہ وقت وہ ہے کہ رحمت الہیہ نازل ہوتی ہے اور بھی اس وقت میں اللہ پاک کو بندہ کے ساتھ زیادہ قربت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور بھی اس وقت کے جاگنے میں قوت بہیمیہ کے ضعیف کرنے کیلئے ایسی عجیب خاصیت ہے کہ بمنزلہ تریاق کے ہے اور اس لئے لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ درندے جانوروں کو تابع مسخر کرنا چاہتے ہیں اور ان کو شکاری بنانے ہیں تو ان کو بھوکا رکھتے۔ اور نیند کے باز رکھنے کے ذریعے سے وہ اس بات کو حاصل کر سکتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان ہذا السھر جھد وثقل الحدیث یعنی اس جاگنے میں مشقت اور گرانی ہے اسلئے تہجد کی نماز کیطرف شارع کو بہت اہتمام ہوا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے فضائل لوگوں کو بتائے اور اس کے آداب اور وظائف منضبط کئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعقد الشیطان علی قافیۃ راس احدکم اذا ہو نام ثلث عقد تم میں سے جب کوئی آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کے قافیہ میں تین گرہ لگا دیتا ہے اخیر حدیث تک میں کہتا ہوں شیطان اسکے دل میں نیند کی لذت ڈالدیتا ہے اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے اور اس کا یہ وسوسہ بہت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے جب تک کوئی ایسی تدبیر نہ کیجائے کہ جس سے نیند دفع ہوسکے اور خدا کی طرف توجہ کا دروازہ اس پر کھل جاوے وہ وسوسہ دل سے نہیں نکلتا اس لئے یہ بات مسنون کی گئی کہ جس وقت آدمی کی سوتے سے آنکھ کھلے اور اپنی آنکھیں ملتا ہوا اٹھے تو خدا کا نام لے پھر وضو اور مسواک کرکے چھوٹی چھوٹی دو رکعت پڑھے بعد ازاں اذکار اور آداب سے جتنا چاہے پڑھتا رہے اور میں نے ان تین عقود کا تجربہ کیا ہے اور ان کا لگانا اور پھر ان کی تاثیر کا مشاہدہ کیا گر مجھ کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ شیطان کیطرف سے ہے اور اس وقت مجھ کو یہ حدیث بھی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ۔ بہت سی دنیا میں لباس پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہونگی یعنی دنیا میں جو طرح طرح کے لباس پہنتی ہیں آخرت میں اُن کے بدنے ننگی ہونگی کیونکہ فضائل نفسانیہ سے دنیا کے اندر وہ ننگی تھیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن الحدیث آج کی رات میں آسمان سے کیا کیا خزانے اتارے گئے۔ میں کہتا ہوں اس بات پر صاف دلیل ہے کہ معانی صورتوں میں متمثل ہیں اور اپنے وجود حسی سے پیشتر اکثر زمین پر نزول ہوتا رہتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ینزل ربنا تبارک وتعالے الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر الحدیث جب شب کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے ہمارا رب تبارک وتعالے آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے۔ علما کا قول ہے کہ آوازوں کے سکون کی وجہ سے جو حضور قلب کے مانع ہوتی ہیں اور اشغال مشوشہ سے دل کے صاف ہونے اور ریاء کا احتمال نہ ہونے کے سبب سے نفس کو رحمت الٰہیہ کے نزول کی جو قابلیت حاصل ہوتی ہے اس حدیث میں اسی کی جانب اشارہ ہے اور میرے نزدیک اس کے ساتھ ایک اور چیز کی طرف بھی اشارہ ہے جو قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے جس کو نزول سے تعبیر کرسکتے ہیں جس کا اس سے پہلے ہم کچھ بیان کرچکے ہیں انہیں دو اسرار کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرب ما یکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر۔ سب سے زیادہ اللہ پاک اور اس کے بندہ میں جو قربت ہوتی ہے وہ سب کے اخیر میں ہوتی ہے اور فرمایا ہے ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقہا عبد مسلم یسئل اللہ فیہا خیرا الا اعطاہ۔ البتہ شب میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ کوئی عبد مسلم اپنی بھلائی کی دعا نہیں کرتا مگر اللہ پاک اس کو عطا فرماتا ہے اور نیز فرمایا ہے علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وھو قربۃ لکم الی ربکم ومکفرۃ السیئات منہاۃ عن الاثم التزام کرو شب کے اٹھنے کا اسلئے کہ یہ دستور ہے تم سے پہلے صالحین کا اور وہ تمہارے رب کی جانب قربت کا موجب اور تمہاری برائیوں کا دور کرنیوالا اور گناہ سے روکنے والا ہے اور گناہوں کے دور کرنے اور ان سے باز رکھنے وغیرہ کے اسرار ہم بیان کرچکے ہیں وہاں ان کو دیکھنا چاہئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اوی الی فراشہ طاہرا یذکر اللہ حتی یدرکہ النعاس لم ینقلب ساعۃ من اللیل یسئل اللہ شیئا من خیر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ۔ جس شخص نے طہارت کے ساتھ اپنے بستر پر خدا کی یاد کے ساتھ پہلو رکھا اور اسی حالت پر اس کی آنکھ لگ گئی تو کسی وقت رات کو کروٹ بدلتے خدا تعالے سے دنیا اور آخرت کی کسی بھلائی کا وہ سوال نہیں کرتا مگر خدا تعالے اس کو عطا فرماتا ہے میں کہتا ہوں جو شخص احسان کی حالت پر جو تشبیہ بالملکوت اور خدا تعالے کی کبریائی پر تنبہ کو جامع ہے سو جاتا ہے تو تمام رات اسی حالت پر رہتا ہے اور اس کا نفس خدا تعالے کی طرف مقربین کے زمرہ میں متوجہ رہتا ہے اور تہجد کے وقت یہ مسنون ہے کہ جب آدمی سونے سے فارغ ہوکر اٹھے تو وضو کرنے سے پہلے خدا تعالے کی یاد کرے اور وہ دعا کئی طرح سے آئی ہے از انجملہ یہ دعا ہے اللھم لک الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد وانت الحق ووعدک الحق ولقاءک وقولک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعۃ حق اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والیک حالت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت ولا الہ غیرک۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ اللہ اکبر دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ کہے اور سبحان اللہ وبحمدہ دس مرتبہ اور استغفر اللہ دس مرتبہ اور لا الہ الا اللہ دس مرتبہ بعد ازاں یہ پڑھے اللھم انی اعوذ بک من ضیق الدنیا وضیق یوم القیمۃ دس مرتبہ اور از انجملہ لا الہ الا انت سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک لذنبی واسئلک رحمتک اللھم زدنی علما ولا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب اور از انجملہ یہ کہ یہ آیات پڑھے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب اخیر سورۃ تک بعد ازاں مسواک کرے اور وضو کرکے مع وتر کے گیارہ رکعتیں پڑھے اور نماز تہجد کے اداب اور اذکار پر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسنون کئے ہیں التزام کرے اور دو دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہاتھ اٹھاکر یا رب یا رب کہتا رہے اور جہانتک ہوسکے دعا میں مبالغہ کرے اور آپکی دعاؤں میں یہ دعا بھی داخل تھی اللھم اجعل لی فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا واجعل لی نورا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے تہجد کی نماز پڑھی ہے اور سب طریقے سنت ہیں اور اصل یہ ہے کہ شب کی نماز وتر ہے اس کو تم ما بین عشاء سے صبح تک پڑھ لیا کرو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو طاق اس غرض سے فرمایا ہے کہ یہ طاق عدد مبارک ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ان اللہ یحب الوتر فاوتروا یا اہل القرآن۔ خدا تعالےٰ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے اس لئے اے اہل قرآن تم نماز طاق پڑھا کرو مگر چونکہ نبی صلی اللہ نے دیکھا کہ شب کو اٹھنے میں مشقت ہوتی ہے اور اس کی برداشت وہی کرسکتا ہے جسکو خدا تعالےٰ نے توفیق دی ہو اسلئے قیام لیل کو تمام امت پر لازم نہیں کیا اور شروع شب میں وتر کے پڑھنے کی اجازت دی مگر اس کے ساتھ ہی تاخیر سے پڑھنے کی رغبت دلاتے رہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے من خاف ان لا یقوم آخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یوتر آخرہ فان صلوۃ اللیل مشہودۃ وذلک افضل جس شخص کو اخیر شب میں نہ اٹھنے کا اندیشہ ہو تو وہ اول شب میں وتر پڑھ لے اور جس کو آخیر شب میں پڑھنے کا لالچ ہو تو وہ آخر میں وتر پڑھے کس لئے کہ شب کی نماز میں حضوری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے اور حق یہ ہے کہ وتر سنت ہیں مگر سب سنتوں سے زیادہ موکد ہیں حضرت علی اور حضرت ابن عمر اور عبادہ بن صامت نے اسکو بیان کیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے امدکم بصلوۃ ہی خیر لکم من حمر النعم خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے ایک ایسی نماز بڑھادی جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے انپر اسی قدر نماز فرض کی ہے جو ان سے ادا ہوسکے کیونکہ شرع شریف میں شب و روز میں گیارہ رکعتیں فرض کیں بعد ازاں حضر کے اندر کچھ اور بڑھادیں بعد ازاں جو لوگ محسنین کے زمرہ میں ہیں ان کیلئے وتر بڑھادیئے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے کہ جو لوگ احسان کے درجے کی قابلیت رکھتے ہیں انکو اس سے زیادہ تعداد کی حاجت ہے اسلئے اصل نماز کے برابر گیارہ رکعت انکے لئے اور زیادہ کردیں چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک اعرابی سے فرمایا ہے تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے یہ نہیں ہیں۔

اور منجملہ لطائف وتر سے وہ کلمات ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکھلائے قنوت وتر میں یہ کہتے تھے اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت اور ازانجملہ یہ ہے وبعد ازاں یہ پڑھے اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور بعض وظائف سے جو بعد سلام پھیرنے کے پڑھے یہ ہیں سبحان الملک القدوس دو مرتبہ آہستہ آہستہ تیسری مرتبہ باواز بلند اور جب آپ تین رکعت پڑھتے تھے تو اول رکعت میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی الذی دوسری میں سورہ قل یاایھا الکافرون تیسری میں قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے اور ازانجملہ قیام رمضان شریف کے مہینہ میں اور اسکے شروع ہونے میں بھید یہ ہے کہ مقصود شارع کا رمضان سے یہ ہے کہ امت محمدیہ کو بسبب ان اوصاف حمیدہ کے ملائکہ کے ساتھ مناسبت ہو جاوے اور انکے ساتھ اسکو تشبیہ ہو جاوے اسی لئے آپ نے مسلمانوں کے دو درجے کئے ایک درجہ عوام کہ انہیں فقط یہی کافی ہے کہ رمضان کے روزے رکھیں اور فرائض پر اکتفا کریں دوسرے درجہ محسنین اور وہ درجہ اس سے عبادت ہے کہ روزہ رمضان شریف کا اور اسکی راتوں میں قیام اور تنزیہ زبان باوجود اعتکاف کے اور عشرہ اخیرہ میں کمر بند کا خوب استحکام سے باندھنا اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ تمام امت اس درجہ علیا کے حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور یہ بھی ضرور تھا کہ ہر شخص بقدر اپنی طاقت کے اعمال کو کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مازال بکم الذی رایت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ جس چیز کو تم ہمیشہ کرتے ہو میں اس کو دیکھتا رہتا ہوں اور تمہارے ہمیشہ کرنے کی وجہ کو مجھے خوف ہے کہ تم پر فرض نہ ہو جاوے اور اگر فرض ہو جاوے تو قائم نہ رہو گے اس پر معلوم کرو کہ عبادات کی توقیت بندوں پر ایسی چیز سے ہوا کرتی ہے جس سے ان کے دل مطمئن رہیں اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ ان عبادات کے عادی ہو جائیں اور ان سے ان کا دل مطمئن ہو جاوے اور جس وقت ان امور میں ان سے کسی قسم کی کوتاہی ہو تو بوجہ اس کوتاہی کے احکام الہی کے اندر اس کو کوتاہی جانیں یا وہ عبادت شعار دین میں سے ہو کر ان پر فرض ہو جاوے اور اس کے متعلق قرآن نازل ہو جاوے اور پھر پچھلے لوگ اس کی برداشت نہ کر سکیں۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جس کسی نے ایمان کے ساتھ بطلب قصد ثواب کے رمضان کے اندر قیام کیا اسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس درجہ کے حاصل کرنے سے اس نے اپنی جان کو برکات الہیہ کا جو ظہور ملکیت اور گناہوں کے محو ہو جانے کا باعث ہیں مورد بنالیا۔

صحابہ بعد تابعین رضی اللہ عنہم نے قیام رمضان میں تین چیزیں اور زیادہ کی ہیں ایک تو مساجد میں اسکے لئے جمع ہونا کیونکہ اسمیں خاص وعام کے لئے آسانی ہے دوسرے اول شب میں اسکا پڑھنا اسکے ساتھ یہ بھی کہتے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آخر شب میں نماز پڑھنے سے حضوری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے چنانچہ عمرؓ نے اسی آسانی پر جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متنبہ کیا ہے تیسرے بیس رکعت کے ساتھ اسکی تعداد مقرر کرنا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اس بات کا خیال کر کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام سال کے ایمدان لوگوں کیلئے جو محسنین کے زمرہ میں ہیں گیارہ رکعت مقرر کی ہیں فیصلہ کر دیا کہ رمضان کے اندر جب مسلمان تشبیہ بالملکوت کے دریا میں اپنی جان کے ڈالنے کا قصد کرتا ہے تو اسکا حصہ گیارہ رکعت کے دوچند سے بہر صورت کم نہ ہونا چاہئے اور از انجملہ چاشت کی نماز ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہوا کہ دن کے چار حصوں میں سے کوئی حصہ نماز سے جو یاد الٰہی پر آدمی کو متنبہ کرتی ہے خالی نہ ہو کیونکہ ربع تین ساعت کا نام ہے اور تمام عرب عجم میں دن کے حصوں کے لئے جو مقدار مستعمل ہے اس مقدار کی کم از کم تین ساعت ہوتی ہے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل چاشت کے نماز صلحا کی سنت رہی ہے اور نیز دن کے پہلے حصہ میں آدمی اپنی روزی اور معاش کی تلاش میں مصروف رہا کرتے ہیں اس لئے ایسے وقت میں ایک نماز مسنون کی گئی تاکہ اس غفلت کے سم کے لئے جو اس وقت میں نفس پر طاری ہوتے ہیں بمنزلہ تریاق کے ہو جائے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بازار میں جانے والے کیلئے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اخیر تک مسنون کیا ہے چاشت کی نماز کے لئے تین درجے ہیں کم درجہ اس کا دو رکعتیں ہیں اور اسمیں یہ نکتہ ہے کہ آدمی کے ہر عضو پر جو صدقہ واجب ہے یہ نماز اس کا بدلہ ہو جاتی ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ ہر جوڑ کا اسکی صحت پر جو اسکے مناسب ہے باقی رکھنا خدا تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے سب کے شکریہ میں حسنات کا ادا کرنا اور اس کی حمد کرنا واجب ہے اور تمام اعمال صالحہ سے بڑھکر ہے جس کے ادا کرنے میں تمام اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی میں مصروف ہوتے ہیں اور دوسرا درجہ اس کا چار رکعت ہیں اور اسکے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکایۃً عن اللہ تعالےٰ فرمایا ہے اے ابن آدم میرے لئے شروع دن میں چار رکعت پڑھ اخیر دن تک میں تیرے لئے کافی ہونگا میں کہتا ہوں اس سے یہ مراد ہے کہ تہذیب نفس کے لئے یہ کافی مقدار ہے اگرچہ اخیر دن تک ایسا کوئی اور کام نہ کرے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ چار رکعت سے زیادہ پڑھے مثلاً آٹھ رکعت یا بارہ رکعت۔ اور چاشت کا کامل وقت وہ ہے کہ جب دن چڑھ جاوے اور اونٹنیوں کے بچے گرمی کے سبب سے بیٹھ جاویں اور ریت پر نہ چل سکیں۔ اور از انجملہ استخارہ کی نماز ہے اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ ان کو جب کوئی حاجت سفر یا نکاح یا بیع وغیرہ کی پیش آیا کرتی تو وہ تیروں سے فال لیا کرتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حرکت سے منع فرمایا کیونکہ وہ ایک بے بنیاد اور بے اصل اور صرف ایک اتفاقی چیز تھی۔ اور نیز اسکے اندر خدا تعالےٰ پر افترا پایا جاتا تھا کیونکہ وہ لوگ اسوقت کہا کرتے تھے ہمارے پروردگار کا ہم کو حکم ہو گیا یا ہمارے پروردگار نے اس سے منع کر دیا اور بجائے اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کو مقرر فرما دیا کیونکہ جب آدمی خدا تعالےٰ سے کسی چیز کے علم کا فیضان چاہتا ہے اور اسکی مرضی کا اس امر میں انکشاف چاہتا ہے اور دل سے اس کے دروازہ پر نیازمندی سے قیام کرتا ہے تو فوراً حکمت الٰہیہ کا اسکے دل پر فیضان ہو جاتا ہے اور نیز استخارہ کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اسوقت اپنی نفس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی راہ سے فناہ ہوجاتا ہے اور اسکے قواے بہیمیہ ملکیہ کے تابع ہوجاتے ہیں اور اپنی ذات کو خدا تعالے کے حوالے کر دیتا ہے اسکی وجہ سے اس کا حال بمنزلہ حال ملائکہ کے ہوجاتا ہے وہ بھی اسی طرح الہام ملائکہ کے منتظر رہتے ہیں اور الہام ہوجانیکے بعد ارادہ اپنے سے وہ ہمہ تن اس کام میں متوجہ ہوجاتے ہیں انکے نفسانی ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا امر مبہم کے نزدیک اپنے امور میں کثرت سے استخارہ کرنا ملائکہ کے ساتھ تشبیہ حاصل کرنے کے لئے تریاق مجرب ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کی دعا اور اسکے آداب منضبط کر دیے ہیں اور یہ دعا تعلیم فرمائی ہے اللہم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری یا آپ نے یہ کہا فی عاجل امری وآجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری یا یہ کہا فی عاجل امری وآجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ - اور اپنی حاجت کا ذکر کرے -

اور ازانجملہ صلوۃ حاجت ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ مخلوق سے مدد چاہنے اور اُن سے اپنی حاجت کے طلب کرنے میں اس بات کا مظنہ تھا کہ شخص غیر خدا تعالے سے مدد کو تجویز کرتا ہے پس یہ صورت توحید استعانت مخل تھی لہذا انکے لئے ایک نماز اور دعا مسنون کی گئی تاکہ انسے یہ شر دور ہو -

پھر مسنون ہوئی انکو یہ کہ دو رکعت پڑھیں خدا کی ثنا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں پھر کہیں لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین اسالک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین - اور ازانجملہ صلوۃ توبہ ہے اور اسمیں اصل یہ ہے کہ خدا تعالے کی طرف رجوع کرنا خاصکر گناہ کرنیکے بعد اور قلب کے اندر اُس گناہ کے زنگ جمنے سے پہلے اُس گناہ کا باعث ہوتا ہے اور ازانجملہ صلوۃ وضوع ہے اور اُس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال رض سے فرمایا ہے انی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنۃ کہ جنت میں میں نے اپنے سامنے تیرے جوتیوں کی آواز سُنی ہے میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ طہارت پر التزام کرنا اور اُس کے بعد نماز پڑھنا احسان کے درجے کے لئے کافی مقدار ہے جو بڑے با نصیب سے ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رض سے فرمایا ہے بما سبقتنی الی الجنۃ کس چیز کی وجہ سے جنت میں تو مجھ سے سبقت لے گیا اور ازانجملہ صلوۃ تسبیح ہے اُس کا بھید یہ ہے کہ یہ ایک ایسی نماز ہے کہ جس میں خدا کی یاد کا ایک بڑا حصہ پایا جاتا ہے بمنزلہ اُس کامل نماز کے ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے محسنین کے لئے اذکار کے ساتھ مقرر فرمائی ہے جو شخص اس سے یہ نماز اُسکے لئے کافی ہوجاتی ہے اس لئے اس کی فضیلت میں دس خصلتیں ارشاد فرمائی ہیں اور ازانجملہ صلوۃ الآیات ہے جیسے کسوف اور خسوف اور تاریکی کی پڑھی جاتی ہے اسمیں اصل یہ ہے کہ جب آیات الٰہی میں سے کسی آیت کا ظہور ہوتا ہے اور لوگوں کے نفوس اُس کے سبب سے خدا تعالے کی طرف متوجہ اور منتجی ہوجاتے ہیں اور اُس وقت انکو دنیا سے ایک قسم کی علیحدگی ہوجاتی ہے لہذا ایمان والے کیلئے یہ وقت بہت غنیمت ہے اُسکو ایسے وقت میں دعا - اور نماز اور تسام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعمال صالحہ میں کوشش کرنی چاہئے اور نیز یہ ایسا وقت ہے کہ عالم مثال میں حوادث کے پیدا کرنے کیطرف حکم الٰہی متوجہ ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت کو خود بخود اُنکے دلوں میں اُس وقت بے چینی ایک طرح کی معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسے وقت میں گھبرا جاتے تھے اور نیز اُن اوقات میں زمین پر روحانیت کا نزول ہوتا ہے لہذا اصحاب احسان کیلئے اُن اوقات میں خدا کے ساتھ قربت حاصل کرنا بہت مناسب ہے چنانچہ نعمان بن بشیر کی حدیث میں کسوف کی بابت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا تجلی اللہ لشیء من خلقہ خشع لہ۔ پھر جب خدا تعالےٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی چیز پر تجلی ہوتی ہے تو وہ چیز اُسکے سامنے جھک جاتی ہے اور نیز گمراہ لوگ چاند سورج کو سجدہ کرتے ہیں لہذا مسلمان ایماندار کو لازم ہے کہ جب کوئی ایسی دلیل ظاہر ہو کہ جس سے ان چیزوں کا عبادت کیلئے مستحق ہونا ثابت ہو تو خدا کی طرف نیازمندی سے التجا کرے اور اُسکو سجدہ کرے چنانچہ اللہ پاک اس کو ارشاد فرماتا ہے لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن۔ آفتاب کو سجدہ نہ کرو اور نہ قمر کو اور جس خدا نے اُن کو پیدا کیا ہے اُسکو ہی سجدہ کرو یہ سجدہ مکرر نادین کے لئے شعار اور منکرین کے لئے جواب ساکت کرنیوالا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ آپنے دو قیام اور دو رکوع اُن دونوں کو سجدہ پر قیاس کرکے کیے ہیں کیونکہ ایسے وقت میں رکوع اور قیام بھی خضوع کے اندر مثل سجدہ کے ہیں لہذا انکی بھی تکرار مناسب ہوئی اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آپنے اس نماز کو جماعت سے پڑھا اور اس بات کی منادی کرنے کا حکم دیا کہ الصلوۃ جامعۃ اور آواز سے قرآن پڑھا جنے اتباع کیا وہ درجہ احسان پر پہونچا اور جس نے وہ نماز پڑھی جو شرع میں معتبر ہے سو اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا فاذا رأیتم ذلک فادعوا اللہ وکبروا وصلوا وتصدقوا۔ پھر جب تم اسکو دیکھو تو اُسکو یاد کرو اور اُسکی بڑائی کرو اور اُسکے لئے نماز پڑھو اور اُسکے لئے صدقہ کرو اور از انجملہ صلوۃ استسقا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ مختلف طرق سے اپنی امت کے لئے باران کی طلب کی ہے مگر وہ طریقہ جو اپنی امت کے لئے مسنون کیا ہے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر عیدگاہ کی طرف نہایت نیازمندی اور تواضع اور تضرع کے ساتھ گئے اور جماعت سے دو رکعت نماز بالجہر پڑھی بعد ازاں خطبہ پڑھا اور خطبہ میں قبلہ کی طرف رخ کرکے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی شروع کی اور اپنی چادر مبارک کو پھیرا اور یہ اسلئے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی چیز کی آرزو میں نہایت اہتمام اور گناہوں کی مغفرت طلب کرتے اور اعمال صالحہ کے ساتھ مسلمانوں کے اجتماع کو دعا کے قبول ہونے میں نہایت کامل اثر ہے اور نماز بندہ کے لئے سب عبادت سے قربت الٰہی کی موجب ہے۔
اور ہاتھوں کو اٹھانا نہایت تضرع اور نیازمندی کی صورت ہے جس سے نفس کو خشوع اور عاجزی پر تنبیہ ہوتا ہے اور چادر کا الٹنا اُنکے احوال کے متغیر ہونے کی نقل ہے جس طرح مستغیث آدمی بادشاہوں کے حضور میں عمل میں لاتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم استسقا میں یہ دعا مانگا کرتے ہیں اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت اور ایک یہ دعا ہے اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل اور از انجملہ صلوۃ العیدین ہے اور اسکی نماز کا بیان عنقریب آتا ہے اور نوافل کے قبیلہ سے کسی خوشی کے حاصل ہونے یا کسی تکلیف کے دور ہونے یا اُن دونوں میں سے کسی کے معلوم ہونے کے وقت سجدہ شکر کا کرنا ہے کیونکہ شکر تو دل کا فعل ہے اور نیز ہر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اُسکے کوئی عنوان ضرور ہونا چاہئے تاکہ ہر ایک کو دوسرے سے قوت حاصل ہوجائے۔ علاوہ بریں نعمتوں کا حاصل ہونے سے ایک طرح کا تکبر پیدا ہوتا ہے اُس کا علاج یہ ہے کہ منعم کے سامنے اپنے آپکو ذلیل اور خاکسار بناوے۔ یہ وہ نمازیں ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جنہیں ذریعۂ احسان اور مساعت الی الخیر کی قابلیت ہے فرائض نماز پر جس کا کرنا تمام خاص و عام پر لابدی ہے زیادہ کر کے مسنون فرمایا ہے۔

نماز ایسی چیز ہے جو لوگوں کی بھلائی اور بہبودی کیلئے وضع کی گئی ہے جس سے جہانتک اُسکی کثرت ہوسکے کرنی چاہیے مگر پانچ وقتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اُن پانچ میں سے تین وقت ایسے ہیں جن میں بہ نسبت ان دو وقت کے نماز پڑھنے سے بتاکید اکید منع فرمایا ہے اور وہ تین وقت یہ ہیں ایک تو جب آفتاب برآمد ہوا اور نکل کر اونچا ہو دوسرے خاص وقت دوپہر کے جبتک نہ ڈھلے اور ایک جب آفتاب قریب الغروب ہو غروب تک کیونکہ یہ اوقات مجوس کی نماز کے ہیں اور مجوس وہ فرقہ ہے کہ اُنہوں نے اپنا دین ضائع کردیا خدا تعالے کو چھوڑ کر آفتاب پرستی کرتے ہیں اور اُن کے اوپر شیطان کا تصرف ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے انہا تطلع بین قرنی الشیطان جب آفتاب برآمد ہوتا ہے تو درمیان دونوں سینگوں شیطان کے برآمد ہوتا ہے اُس سے یہی مراد ہے کہ اُسوقت میں کافر لوگ اُس کو سجدہ کرتے ہیں لہذا ضروری ہوا کہ اُس عبادت کے اندر جو سب عبادتوں میں بڑی عبادت ہے وقت کے اعتبار سے بھی ملت اسلام اور ملت کفر میں بھی تمیز اور فرق کیا جاوے اور دوسرے دو وقت وہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس۔ بعد نماز صبح کے کوئی نماز نہیں ہے جبتک آفتاب برآمد نہ ہو اور نہ عصر کے بعد جبتک آفتاب غروب نہ ہوویں نہ نماہوں کہان دو وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں نماز پڑھنے سے اُن تین وقات میں نماز پڑھنے کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ان دو وقتوں میں نماز پڑھی کیونکہ آپ کو اس قباحت کے پیدا ہونے کا خوف نہ تھا اور ایک روایت میں جمعہ کے دن کا دوپہر اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اور نیز اس حدیث سے مسجد حرام کے اندر ان تین اوقات میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے یا بنی عبد مناف من ولی منکم من امر الناس شیئا فلا یمنعن احدا طاف بھذا البیت وصلی ای ساعۃ شاء من لیل او نھار ای بنی عبد المناف تم میں سے جو کوئی شخص لوگوں کے امور میں سے کسی امر کا حاکم ہو تو وہ اس گھر کے کسی طواف کرنیوالے کو اور نماز پڑھنے والے کو کسی وقت نہ روکے عام ہے کہ رات میں ہو یا دن میں اور اس تقدیر پر اسمیں یہ بھید ہے کہ جمعہ کا وقت شعار دین کے ظاہر ہونیکا وقت ہے اور مسجد حرام شعار دین کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے اس سبب سے وہ دونوں نماز کے مانع کے معارض ہیں۔

اعمال کے اندر میانہ روی کا بیان

معلوم کرو کہ عبادت کے اندر بڑی بیماری نفس کا ملال ہی ہوجاتا ہے تو خشوع کی صورت پر اُسکو تنبیہ نہیں ہوتی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر وہ مشقت عبادت کے معنی سے خالی رہجاتی ہے اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی حرص ہوتی ہے اور حرص کو کمی ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ جب کسی عمل صالح کا لوگوں سے رواج جاتا رہتا ہے اور اُسکے کرنے میں لوگ سستی کرنے لگتے ہیں تو اُسکے کرنیوالے کا اجر چند در چند ہو جاتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اُس عمل کو آدمی اسی وقت کر سکتا ہے کہ جب اس کے نفس کو سخت تنبیہ اور اُس کے دلمیں ایک مستحکم ارادہ پایا جاوے اسلئے شارع نے طاعت کی مقدار مقرر کی ہے جسطرح مریض کے حق میں دوا کی طرح ایک خاص انداز مقرر ہوتی ہے جسمیں کمی بیشی نہیں کی جاتی اور نیز مقصود صفت احسان کا اسطرح پر حاصل کرنا ہے کہ اُسمیں تدابیر ضروریہ کا ترک یا حقوق میں سے کسی حق کا تلف نہ لازم آوے چنانچہ حضرت سلمانؓ نے ایک مرتبہ کسی سے یہ فرمایا کہ تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا اصوم وافطر واقوم وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس کسی نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور نیز مقصود عبادات سے نفس کا راستی پر لانا اور اُسکی کجی کا دور کرنا ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام اقسام کی عبادات کو وہ عمل میں لائیں کیونکہ تمام خلق کے اعتبار سے یہ بات دشوار معلوم ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے استقیموا ولن تحصوا واتوا من الاعمال بما تطیقون راستے پر چلو اور کبھی نہ ٹھہر سکو گے تم اور بجا لاؤ اعمال کو جسقدر طاعت رکھتے ہو تم اور استقامت ایک قدر معین سے ہو سکتی ہے جسکی وجہ سے نفس کو ملکیت کے لذات سے لذت پاتے اور بہیمیہ کے خصائص سے رنجیدہ ہونے پر تنبہ ہو اور بہیمیہ کے ملکیہ کے تابع ہونے کا ادراک پیدا ہو اور جب کسی اسکے کرنے کی کثرت کی تو نفس اُسکا عادی ہو جاتا ہے اور اُس عبادت کے ثمرہ پر اُسکو تنبہ نہیں ہوتا اور نیز شرع کا مقصود اعظم یہ ہے کہ دین کے اندر تعمق اور ذکر کا دروازہ مسدود ہو جاوے تاکہ وہ ایک عمل کو اپنے ذمہ پر ضروری نہ کریں پھر اُنکے بعد کچھ وہ لوگ پیدا ہوں اور اُن کو اس بات کا ظن پیدا ہو کہ یہ اعمال عبادات سماویہ سے ہیں اور ہمارے اوپر فرض ہیں بعد ازاں اور لوگ پیدا ہوں اور انکو ان اعمال کے فرض ہونے کا یقین ہی ہو جاوے اور پہلے تو اُسکے فرض ہونے کا احتمال ہی تھا اب اُن لوگوں کو اُنکی فرضیت پر اطمینان ہی ہو جائے اور اس سے دین کی تحریف لازم آتی ہے اللہ پاک فرماتا ہے ورہبانیۃ ابتدعوھا - الآیہ اور درویشی جو انہوں نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے اور نیز جس شخص کے دلمیں یہ گمان پیدا ہوگیا اگرچہ زبان سے اس کے خلاف کہتا ہے کہ بدوں ان عبادات شاقہ کے خدا تعالے کی رضامندی نہیں ہوتی اور اگر انمیں میں سے کوتاہی کی تو میرے اور میرے نفس کی تہذیب میں ایک حجاب عظیم حائل ہو جائیگا اور میں خدا تعالے کا خطاوار ہونگا تو اُس شخص سے اُسکے ظن اور اعتقاد کے موافق مواخذہ لیا جائیگا اور اُس کوتاہی کی اُس سے بازپرس ہوگی اور اسمیں کوتاہی کرنے سے اُسکے علوم اُسکے حق میں مضر اور موجب ظلمت بنجائینگے اور اس سستی کیوجہ سے اُسکے اور اعمال بھی مقبول نہ ہونگے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ دین آسان ہے اور کوئی شخص دین میں سختی نہ کریگا مگر دین اسکو تھکا دیگا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں معنی کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر اہم کردیا کہ وہ عمل میں اعتدال ملحوظ رکھا کریں جسمیں اتنی زیادتی نہ کریں جسمیں ملال پیدا ہوا ور امر دینی مشتبہ ہوجاوے یا تدبیر نافع بیکار ہو جاویں ان امور کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحتًا یا اشارتًا بیان فرمادیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ نے فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل خدا کو وہ اعمال پسند ہیں جو ہمیشہ کئے جاویں اگرچہ انکی تعداد قلیل ہی ہو میں کہتا ہوں ان اعمال کا زیادہ محبوب ہونا اس لئے ہے کہ ہمیشہ کام کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کام کی دل میں خواہش اور رغبت ہے اور نیز طاعت کا اثر نفس جب ہی قبول کرتا ہے جب اس کے فائدے سے مستفیض ہوتا ہے کہ جب عرصہ تک اطمینان کے ساتھ اسکو ہمیشہ کرتا رہے اور ایسے وقت ملجاویں کہ نفس میں ان اعمال کے لئے فرصت اور تخلیہ ہو اسی قسم کا تخلیہ جیسے خواب میں ہوتا ہے اور اسکے سبب سے ملاءاعلی کے علوم نفس میں منقش ہوجاتے ہیں اور اس کا اندازہ معلوم نہیں ہے کہ نفس کے لئے کتنی فرصت درکار ہے اسواسطے اس کے حاصل ہونے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ کام ہمیشہ اور بکثرت کیا جاوے قوله علیہ السلام کے اس قول کے یہی معنی ہیں وعود نفسک کثرۃ الاستغفار فان اللہ ساعۃ یرد فیہا سائلا یعنی نفس میں زیادہ استغفار کرنیکی عادت ڈال اسلئے خدا کے پاس بعض ایسے وقت ہوتے ہیں جسمیں وہ سائل کی درخواست کو رد نہیں کرتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا یعنی وہ اعمال اختیار کرو جن کو تم کرسکتے ہو اسلئے کہ خدا جب ہی رنجیدہ ہوتا ہے جب تم رنجیدہ ہو یعنی خدا کسی عمل پر ثواب اسوقت نہیں دیتا ہے جبتک لوگ انکے کرنے سے ناخوش ہوتے ہیں خدا پر ملال کا اطلاق مشاکلۃً کردیا گیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ان احدکم اذا صلی وہو ناعس لا یدری لعلہ یستغفر فیسب نفسہ یعنی تم میں سے بعض لوگ سونے کی حالت میں نماز پڑھتے ہیں اور انکو نہیں معلوم ہوتا کہ استغفار کیوقت اپنے نفس پر بد دعا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ شدت ملال سے ایسے وقت میں طاعت وغیر طاعت میں تمیز نہیں رہا کرتی پھر حقیقت طاعت پر نفس کو کیونکر تنبیہ حاصل ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے فسددوا یعنی میانہ روی کا طریقہ اختیار کرو جسکی نگرانی ہوسکے اور اسکو ہمیشہ عمل میں لاسکیں وقاربوا یعنی یہ خیال مت کرو کہ تم اسقدر رضا سے دور ہو کہ بغیر اعمال شاقہ کے اس تک نہیں پہنچ سکتے وابشروا یعنی امید اور سرور دل حاصل کرتے رہو واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیئا من الدلجۃ یعنی صبح وشام اور اخیر شب کے ایک حصہ سے مدد حاصل کرو کہ ان اوقات میں رحمت الہی نازل ہوتی ہے اور دل نفسانی تدکروں سے خوب صاف ہوتا ہے اسکے متعلق ہم نے پہلے ایک فصل بیان کی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نام عن حزبہ او عن شیئ منہ فقرأہ فیما بین صلوۃ الفجر وصلوۃ الظہر کتب لہ کان قرأہ من اللیل۔ جو شخص اپنے وظیفہ یا اسکے حصہ کو نہ پڑھے اور سوتا رہے پھر اسکو نماز صبح اور ظہر کے درمیان میں پڑھے تو اسکے لئے اسکا ثواب ایسا لکھا جاتا ہے کہ گویا اسکو رات کے پہلے حصہ میں پڑھا تھا میں کہتا ہوں کہ قضا کے باب میں دو مصلحتیں ہیں اول یہ کہ طاعت کے ترک کرنے میں نفس کو بے پروائی نہ ہو اور وہ اسکے ترک کرنیکا عادی نہ ہوجائے اگر ایسا کیا تو نفس پر ترک کرنیکے بوجھ اسکی بجا آوری مشکل ہوگی دوسرے یہ کہ نفس اسکو ادا کرکے ذمہ داری سے باہر آجائے بلکہ نفس دیکھے کہ اسنے خدا کے حق میں کوتاہی کی ہے اور خدا تعالے علم اور بے علمی کی حالت میں اس سے مواخذہ کریگا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معذور لوگوں کی نماز کا بیان

شریعت مقرر کرنے کی تکمیل کے لئے یہ امر ضروری تھا کہ عذر پیش آنے کے وقت لوگوں کیلئے رخصتیں بیان کیجاویں تاکہ مکلفین اپنے مقدور کے موافق طاعت بجا آوری کر سکیں انہیں رخصتوں کا اندازہ شارع کے بیان پر موقوف رکھا جائے تاکہ شارع اسمیں اعتدال کا لحاظ کر سکے لوگوں پر اس کا موقوف ہونا نہیں چاہئے اسلئے وہ انمیں کبھی افراط کریگے کبھی تفریط اس لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رخصتوں اور عذروں کے پیمانہ مقرر کرنے کی توجہ فرمائی رخصتوں کے اصول سے یہ مراد ہے کہ طاعت کی اصلی حالت اسی طرح پر کیجی جائے جسکا حکمت حکم دیتی ہو ہر حال میں اس حالت کو مقبول ملی سے اختیار کرنا چاہئے اور ان حدود اور قواعد کا لحاظ کرنا چاہئے جنکو شارع نے مقرر فرمایا ہے تاکہ اصلی نیکی کا اعتیاد کرنا آسان ہو سکے اور ضرورت کے موافق ان حدود میں سے بعض ساقط اور بعض کو بعض سے مبدل کر سکیں عذروں میں سے ایک سفر ہے سفر کرنے میں جو حرج ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اسلئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسمیں چند طرح سے رخصتیں مقرر فرمائی ہیں ایک قصر کی اجازت فرمائی رکعتوں کی اصلی تعداد یعنی گیارہ کو باقی رکھا اور جو ان سے زیادہ تھیں انکو ساقط کر دیا لہذا اطمینان اور اقامت کو اسکے لئے مشروط کر دیا گیارہ رکعتوں میں چونکہ عزیمت کا احتمال تھا اسلئے مناسب تھا کہ صرف ضرورت سے انکا اندازہ کیا جائے اور رخصت دینے میں زیادہ تنگی کیجائے اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ آیت میں خوف کی شرط صرف بیان فائدہ کے لئے ہے اور اس کا کوئی اصلی مفہوم نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ خداوند تعالے کا صدقہ ہے اسنے تم پر اسکو خیرات کیا ہے اسکے صدقہ کو قبول کرو اسکے صدقہ کی یہ حالت ہے کہ بامروت لوگ اسمیں تنگی نہیں کیا کرتے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ پوری رکعت پڑھنے کو کسی قدر تجویز فرمایا ہے لیکن ہمیشہ آپنے نماز قصر ہی پڑھی لہذا نماز میں قصر کرنا سنت موکدہ ہو گیا ہے اور اس روایت میں جس سے پوری نماز کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اس روایت میں کہ سفر میں دو رکعت پوری ہیں بلا قصر کوئی اختلاف نہیں ہے اسلئے کہ ممکن ہے کہ اصلی واجب دو رکعتیں ہوں اور انکے ساتھ پورا پڑھنے سے اولیٰ پر کفایت ہو جاوے جیسے مریض اور غلام اگر جمعہ کی نماز پڑھیں تو انکے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے یا جیسے کسی شخص پر زکوٰۃ میں بنت مخاض واجب ہو وہ اپنا تمام مال خیرات کر دے اسی لئے قصر وہاں تک ہوتا ہے کہ جبتک مکلف کو مسافر کہہ سکیں جب اس سے یہ نام بالکل زائل ہو جائیگا تب قصر موقوف ہوگا قصر میں کوئی اصر حرج پیدا ہو گیا اور پوری نماز نہ ادا کر سکا تو اسکا لحاظ نہ کیا جائیگا صرف مسافرت کا لحاظ ہوگا اسلئے کہ ابتدا ہی سے مسافر کے لئے دو رکعت قرار دیگئی ہیں عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں دو ہی رکعت نماز مقرر فرمائی تھی اور یہ دو رکعتیں فی نفسہ پوری ہیں یعنی قصر کی اور معلوم کرو کہ سفر اور اقامت اور زنا اور سرقہ اور تمام وہ امور جنپر شارع نے احکام کو دارمدار کیا ہے ایسے ہیں کہ اہل عرف اپنے محاورات میں انکا استعمال کرتے ہیں اور انکے معنی سمجھتے ہیں مگر انکی تعریف جامع و مانع جب ہی معلوم ہو سکتی ہے کہ انمیں ایک قسم کا اجتہاد اور تامل کیا جاوے اور اجتہاد کا طریقہ معلوم کرنا بھی دشوار امر ہے ہم نمونہ کے طور پر تھوڑا سا کچھ بیان کرتے ہیں دیکھو کہ سفر ایسی چیز ہے جو تقسیم سے بھی معلوم ہو سکتا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مثال سے بھی جو معلوم ہو سکتا ہے تمام اہل زبان جانتے ہیں کہ کسی مدینہ منورہ اور مدینہ سے خیبر کو جانا لامحالہ سفر ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی کلام سے یہ بات ظاہر
ہوتی ہے کہ مکہ سے جدہ کو یا طائف یا عسفان اور تمام ان مواضع کو جو وہاں سے چار برید یعنی سولہ فرسنگ یعنی اڑتالیس میل کے فاصلے
پر واقع ہیں سفر ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ انہیں سے ایک کا نام دوسرے پر نہیں بولا جاتا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وطن سے نکلنے کی کئی قسمیں
ہیں ایک تو اپنی زراعت و باغات کیطرف آمد و رفت کرنا اور ایک بغیر تعیین مقصد اور سفر کے چلنا پھرنا اور دریافت کرنیکا
یہ طریقہ ہے کہ جن مثالوں پر عرفاً اور شرعاً ایک کا نام اطلاق کیا جاتا ہے انکی تلاش کی جائے اور جن اوصاف میں سے
بعض کو بعض سے تمیز ہوتی ہے انکی جانچ کی جائے اور انمیں سے جو عام ہے اسکو جنس کی جگہ اور جو خاص ہے اسکو
فصل کی جگہ رکھا جاوے اس سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنے مکان سے باہر جانا سفر کا ایک جز ذاتی ہے اس
واسطے کہ اگر ایک شخص اپنے محل اقامت ہی میں چکر لگاتا رہے اسکو مسافر نہ کہینگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص مقام کو
جانا بھی سفر کا جز و ذاتی ہے ورنہ وہ پھرنا بدوؤں کا پھرنا سمجھا جائیگا اسکو سفر نہ کہینگے اور نیز یہ کہ وہ مقام اسقدر دور ہو
کہ اسی روز یا اس دن کی اول شب میں آدمی وہاں سے اپنے محل اقامت کو واپس نہ آسکے ورنہ وہ آنا جانا ایسا سمجھا جائیگا
جیسے اپنی کھیتی باڑی سے آنا جانا اور اس کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وہ پورے ایکدن کا راستہ ہو اور سالم کا قول یہی ہے
کہ سولہ فرسنگ کی مسافت تو یقیناً سفر سمجھی جاتی ہے اور اس سے کم مسافت کو سفر کا حکم ہونے میں تردد ہے اور سفر کا اطلاق
شہر پناہ یا گانوں کے سوائے یا مکانات سے باہر آنے اور ایسی جگہ کے جانے کا ارادہ کرنے سے جو وہاں سے
سولہ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے صحیح ہوتا ہے اور ایک کافی اور معتد بہ مدت تک اس شہر یا گانوں میں اقامت کا
ارادہ کرنے سے سفر کا نام زائل ہو جاتا ہے از انجملہ ظہر و عصر اور مغرب و عشا کا جمع کرنا اصل اسمیں یہی ہے کہ جسکی طرف
ہم اشارہ کر چکے کہ اصل اوقات نماز کے تین ہیں فجر اور ظہر اور مغرب اور ظہر سے عصر اور مغرب سے عشا اسلئے نکالی گئی ہے کہ
دو نمازوں کے اندر زیادہ مدت کا فصل نہ پایا جاوے اور غفلت کی حالت پر لوگ نہ سو جائیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے انکے لئے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا شروع کیا مگر آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی اور نہ اسکا حکم دیا جیسے قصر کا حکم
دیا ہے اور از انجملہ سنتوں کا ترک چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بجز فجر
کی سنتوں اور وتر کے اور نہ پڑھتے تھے اور از انجملہ سواری پر بیٹھکر جدہر سواری چلے اشاروں سے ادہر کو ہی نماز پڑھنا ہے
مگر یہ عذر نوافل و سنت فجر اور وتر ہی کے لئے ہے نہ فرائض میں اور منجملہ عذر کے ایک خوف ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے نماز خوف ادا کی ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اپنی قوم کی دو صفیں بنائیں اور
انکے ساتھ نماز پڑھے جب آپ نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ انہیں سے ایک صف نے دو سجدے پورے کرلئے
اور ایک صف نگہبانی پر رہی پھر جب صف اولے کھڑی ہوئی تو جو نگہبانی پر تھے انہوں نے سجدہ کیا اور نماز میں
شریک ہو گئے اور جنہوں نے اول نگہبانی کی تھی انہوں نے دوسری رکعت میں آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اور
دوسری صف نگہبان رہی جب آپ بیٹھے تو جو صف نگہبان تھی اس نے سجدہ کیا اور آپ نے دونوں صفوں کے
ساتھ التحیات پڑھکر سلام پھیر دیا مگر یہ طریقہ اسوقت مناسب ہے کہ جب دشمن قبلہ کی طرف ہو یا اس طرح سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں رکعتوں کے تقسیم کرے کہ انکو مشکل ہو اور سب لوگ اس طریقے سے واقف ہوں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹکری آپ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور ایک ٹکری کے ساتھ آپنے ایک رکعت پڑہی پھر جب آپ دوسری رکعت پڑہنے کو کھڑے ہوئے تو اُس ٹکری نے آپ سے جدا ہو کر اپنی نماز تمام کی اور دوسری ٹکری کی جگہ دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہوئی اور جو وہاں کھڑی تھی اُس نے آنکر آپکا اقتدا کیا اور آپ نے اُس کے ساتھ دوسری رکعت پڑھی پھر جب آپ نے التحیات کو نشست کی تو وہ مقتدی کھڑے ہوگئے اور اپنی دوسری رکعت پوری کرکے آپسے مل گئے اور آپ نے انکے ساتھ سلام پھیر دیا اور یہ صورت اسوقت کے مناسب ہے کہ دشمن قبلہ کی طرف نہ ہو اور دو رکعتوں کی تقسیم کرنے سے انکا عمل پراگندہ نہ ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ آپ نے اُن میں سے ایک ٹکری کے ساتھ نماز پڑھی اور ایک ٹکری دشمن کے مقابل کھڑی رہی اور اُس ٹکری کے ساتھ آپ نے ایک رکعت نماز پڑہی پھر یہ ٹکری پہلی ٹکری کی جگہ جس نے ہنوز نماز نہ پڑھی تھی جا پہونچی اور وہ نماز کے لئے اُن کی جگہ آپہونچی اُن کے ساتھ بھی آپ نے باقی ایک رکعت پڑھی پھر دونوں نے اپنی اپنی نماز پوری کرلی اور از انجملہ یہ ہے کہ ہر ایک جس صورت سے ممکن ہو سوار یا پیدل قبلہ کی طرف یا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے حضرت ابن عمرؓ نے اس طریقہ کی روایت کی ہے مگر یہ طریقہ اُس وقت مناسب ہے کہ جب سخت خوف ہو یا تلوار چل رہی ہو الحاصل ہر طریقہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے درست ہے مگر انسان کو چاہئے کہ جو اُس سے بسہولت ہو سکے اور اُس وقت کی مصلحت کے مناسب ہو اُس طریقہ کو عمل میں لاوے منجملہ اعذار کے ایک مرض ہے اُس کے باب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلی جنب۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر یہ تجھ سے نہ ہو سکے تو بیٹھکر اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کروٹ سے لیٹ کر اور نفل نماز کے باب میں آپ نے فرمایا ہے من صلی قائما فھو افضل و من صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم۔ جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھکر پڑھے تو اُس کو قائم سے نصف اجر ہے میں کہتا ہوں چونکہ نماز اس قابل ہے کہ اُس کی کثرت کی جاوے اور اصل نماز کھڑے ہو کر بھی ادا ہو سکتی ہے اور بیٹھکر بھی جیسے کہ ہم بیان کرچکے ہیں اور صرف شارع نے قیام کو واجب کر دیا ہے اور جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے تو یہ بھی نہ ہو کہ بالکل متروک ہو جائے اسی لئے رحمۃ اسی کا مقتضی ہوا کہ نماز نفل بیٹھکر اُن کے لئے جائز کر دیجاوے اور ان دونوں درجوں میں جس قدر فرق ہے حدیث شریف میں بیان کر دیا گیا ہے صلوٰۃ الطالب اور صلوٰۃ المطر اور صلوٰۃ الوحل کا بیان حدیث شریف میں آیا اور صحابہ میں سے کسی نے ضوابط اور حدود کے اندر کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس سے آدمی مجبور ہو کبھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں مانگی مگر آپ نے اُن کو اجازت عطا فرمائی بشرطیکہ اُس اجازت کے مانگنے میں انکار اور سستی کا لگاؤ نہ ہوا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فاذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم کلمہ جامعہ ہے جب میں تم کو کسی امر کے بجالانے کا حکم دوں تو جہانتک تم سے بن ہو اُسکی بجا آوری کرو۔ واللہ اعلم۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ